پراسرار، خوفناک اور دہشتناک ناول
کالا منتر
ایم الیاس

ابتدائیہ

ڈر ڈائجسٹ میں سلسلے وار شائع ہونے والی کہانی ''کالا منتر'' ملک کے مشہور و معروف مصنف جناب ایم الیاس کی تخلیق کردہ ہے۔ جناب ایم الیاس صاحب کی کہانیاں آئے دن کراچی اور کراچی سے باہر اچھے معروف اور ادبی پرچوں کی زینت بنتی رہتی ہیں۔ ان کی تمام کہانیاں اصلاح کا پہلو لئے ہوئے سبق آموز انجام پذیر ہوتی ہیں۔ ہر وہ کہانی اچھی ہوتی ہے جس کا پس منظر، انجام میں کوئی اصلاح معاشرہ کا پہلو بھی کارفرما ہو۔

کالا منتر بھی ایک ایسی ہی ناقابل فراموش کبھی ذہن سے نہ دور ہونے والی کہانی ہے۔ وقت کے محور پر گردش کرتی ہوئی ایک منفرد، انوکھی، اچھوتی، حیرت ناک، خوفناک، دہشتناک اور حقیقت سے قریب تر، حالات وواقعات کے اعتبار سے دلخراش، تحیر انگیز اور سحر انگیز ہے۔

معاشرے کے کرتا دھرتا صاحب ثروت اور صاحب اقتدار لوگ جب بے حسی، بے شرمی، خود غرضی، مفاد پرستی، ہوس پرستی اور عیش ونشاط کا بے حس پتلا بن جاتے ہیں، تو اس قوم، اس معاشرے، اس ملک، اس خطہ، اس گاؤں اس شہر اور اس وقت میں ایک کہانی جنم لیتی ہے، جو کہ اپنی لپیٹ میں لے کر سب کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے، اور پھر ایک نئی تاریخ رقم ہوتی ہے جو کہ مدتوں، سالہا سال اور بعض وقت صدیاں بیت جانے کے بعد بھی اس وقت اور اس واقعات کو یاد کر کے لوگ انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اور کرب واذیت محسوس کرتے ہیں اسی طرح اور ان میں حالات کے تانے بانے میں الجھی ہوئی یہ کہانی ہے۔ جس کا نام ''کالا منتر'' ہے۔

ظلم وستم جب حد سے تجاوز کر جاتا ہے۔ بے راہ روی ہر سو نظر آتی ہے۔ نافرمانی کرنے والے دندناتے پھرتے ہیں۔ عزت و ناموس کو پامال کرنے والے بھیڑیئے دن رات میں تمیز نہ کر کے خون آشام بن جاتے ہیں۔ کمزور لوگوں سے روٹیاں چھین لی جاتی ہیں۔ یاس ومحرومی کا ہر طرف بازار گرم کر دیا جاتا ہے۔ بے یار و مددگار لوگوں کا خون بہنے لگتا ہے۔ طاقت کے بدمست ہاتھی جیسے لوگ آہ وفغاں کا خیال نہ کرتے ہوئے شریف النفس لوگوں کو روندنے لگتے ہیں۔ اللہ کے فرمان کا مذاق اڑانے لگتے ہیں تو پھر ایک نئی کہانی جنم لیتی ہے جیسے ''کالا منتر''۔

جوگی ایک سیدھا سادہ یتیم بچہ تھا جس کا صرف اور صرف ایک ہی مقصد تھا اور وہ مقصد تھا۔ ''بھوک سے چھٹکارہ۔'' جوگی کا باپ وقت کی ستم ظریفی کے تحت داغ مفارقت دے گیا۔ جوگی کی ماں ایک پردہ دار عورت تھی اور خوبصورتی میں اپنی مثال آپ۔ بھوک کی آگ کو بجھانے کے لیے اس نے اپنے تمام قلبی

رشتوں کے آگے مدد کے لیے ہاتھ پھیلائے لیکن خودغرض اور مفاد پرستوں نے منہ موڑ لیا۔کوئی بھی یارومددگار نہیں تھا۔ہوس پرستوں نے رات کی تاریکی میں کمزور وناتواں جوگی کی ماں کی عزت کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مظلوم ومفلس اور بے سہارا عورت کیا کرتی سوائے چپ سادھنے کے کیونکہ اگر زبان کھولتی تو خون آشام بھیڑیئے جو کہ دن کے اجالے میں شرافت کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں وہ اس سے جینے کا بھی حق چھین لیتے۔لہٰذا جوگی کی ماں نے اپنے آپ کو کمزور،اور بچہ جوگی کو بے سہارا سمجھتے ہوئے،وقت کے دھارے پر چھوڑ دیا۔

جوگی جب تک کمزور رہا اس وقت تک پیچ وتاب کھاتا رہا۔خودغرض اور عزت کے لٹیرے بھیڑیوں سے بدلہ لینے کے لیے انتقام کی آگ اسے بے چین کرتی رہی۔جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی جوگی سراپا انتقام بن گیا ہروقت ہر لمحہ انتقام کی آگ میں جھلسنے لگا۔اور جب ایک انسان انتقام کی آگ کی تپش محسوس کرنے لگتا ہے۔اور اگر وہ حق پر ہے تو قدرت بھی اس کے منشا کے مطابق کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی دیتی ہے۔اور پھر ایک دن ایسا ہی ہوا۔جوگی کو جو شخص ملا اس نے اپنی مدد کرنے پر اور جوگی کے ساتھ اور اس کی ماں کے ساتھ ظلم وستم کو دیکھتے ہوئے۔جوگی کو’’ کالا منتر‘‘ سیکھنے کا مشورہ دیا۔اور پھر اس نے’’ کالا منتر‘‘ سکھا کر،اسے کالے منتر کا ایک ناقابل تسخیر آدمی بنا دیا۔

کالا منتر سیکھ کر جوگی ظلم وستم کرنے والوں کے لیے طوفان بن گیا۔پگھلتے ہوئے لاوا کی شکل میں ظالموں کے سامنے آکھڑا ہوا۔سیکڑوں سال ماضی میں رومن حکمران کے دور میں چلا گیا جہاں اس نے ظلم وستم میں گھرے ہوئے لوگوں کی مدد کی۔اچھے من پسند،خوش اخلاق،خوبصورت،مدہوش کن ذات کا ساتھی بنا۔دلگداز دلفریب،فرحت بخش اور پر مسرت لمحات میں کھو گیا۔اور جب وہ پلٹا تو بنگال کے جادو،فریب، بے حس وحرکت لمحوں کو محسوس کیا۔ناقابل یقین اور ناقابل تسخیر بنگال کے جادو سے جوگی کا واسطہ پڑا۔ نادیدہ اور تصور میں نہ آنے والے بھیانک حالات سے دوچار ہونا پڑا۔ایسی ایسی دلخراش اور دہشتناک روحوں سے نبرد آزما ہونا پڑا جسے سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔دل دہلانے والے واقعات قدم قدم پر ہیبتناک اور تحیر انگیز لمحات کہ پڑھنے والا بھی جسم میں جھرجھری محسوس کرتا ہے

کالا منتر ایک ایسی ہی کہانی ہے۔جس میں خیروشر کا ٹکراؤ ہے۔بدی وبھلائی کی زور آزمائی ہے۔ جس حقیقت کو لے کر مصنف نے کہانی تخلیق کی ہے۔ایسا لگتا ہے کہ سارے واقعات کے کرداروں کو پڑھنے والا خود چشم دید مشاہدہ کر رہا ہے۔ایک اچھی کہانی کی یہی خوبی ہوتی ہے کہ پڑھنے والا محسوس کرتا ہے اور برسوں ان حالات کو فراموش نہیں کر پاتا۔

ادارہ

ماہنامہ ڈر ڈائجسٹ

جوگی

کبیر کی آنکھوں میں نہ صرف خون اتر آیا تھا بلکہ اس کی رگوں میں کھولنے بھی لگا۔اس نے اپنی جیب سے چاقو نکال کر اسے ایک جھٹکے سے کھول لیا۔پھر اس کی تیز دھار پر انگلی پھیرنے لگا۔اس نے ایک پل کے لیے دل میں سوچا۔جب وہ اس آدمی کی گردن پر چھری پھیرے گا تو اس کی گردن مرغی کی طرح کٹ جائے گی۔اس نے دور سے دیکھ لیا تھا کہ ایک آدمی اس کی ماں کا بازو پکڑ کر اسے اس طرح لے جا رہا تھا جیسے وہ قربانی کا جانور ہو۔اس کی ماں خاموشی سے چلی جا رہی تھی۔کوئی مزاحمت بھی نہیں کر رہی تھی۔جیسے اس مرد کے ساتھ جانے میں اس کی اپنی مرضی اور خوشی کا دخل ہو۔ماں کے چہرے پر نہ غصہ تھا اور نہ ہی کوئی ہچکچاہٹ۔

اس نے آج ہی تو اپنی ماں کو پہلی بار کسی مرد کے ساتھ جاتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔وہ اس وقت سے دیکھتا چلا آ رہا تھا جب اس کی عمر صرف سات برس کی تھی۔سات برس کی وہ پہلی کالی رات جو اس کی ماں کی زندگی میں پہلی بار آئی تھی۔اسے اس طرح سے یاد آئی تھی جیسے کل کی بات ہو۔

طوفان اور سیلاب نہ صرف بنگال کی سرزمین بلکہ غریبوں کا صدیوں سے مقدر بنا ہوا تھا۔ جب طوفان اور سیلاب آیا تو اس نے ایسی تباہی و بربادی پھیلائی کہ ہزاروں افراد موت کے منہ میں چلے گئے۔ان میں اس کا باپ بھی تھا۔ان میں سے جو زندہ بچ گئے تھے ان کے گھر سیلاب میں بہہ گئے تھے۔ان کے پاس تن کے کپڑوں کے سوا کچھ نہ رہا۔سرکار نے انہیں کیمپ میں کچھ

دنوں کے لیے رکھا۔ دو وقت کھانے کے لیے دیا جاتا۔ سرکاری اہلکار مصیبت زدگان کا حق مار رہے تھے۔ پھر ایک چھوٹی سی جھونپڑی حکومت نے بنا کر دی۔ اس میں دو ڈربے نما کمرے تھے۔ سر چھپانے کی جگہ مل گئی۔ حکومت نے کیمپ سمیٹنا شروع کیا تو کھانا دینا بند کر دیا۔

اسے اپنی ماں بہت خوبصورت اور پیاری دکھائی دیتی تھی۔ اس قصہ کہانیوں کی شہزادی کی طرح جو اسے ماں سنایا کرتی تھی۔ اس کی ماں کے بال بہت لمبے، گھنے، چمک دار اور سیاہ تھے۔ چاند سی پیشانی تھی۔ چہرے کے خدوخال بڑے دل فریب تھے۔ سیاہ آنکھیں بڑی بڑی بہت خوبصورت تھیں۔ اس نے ماں کو تالاب پر نہاتے دیکھا تھا۔ ماں کے روغنی چہرے اور بازوؤں میں اسے بڑی دلکشی دکھائی دیتی تھی۔ اس کی سہیلیاں اور پڑوسنیں اس کی ماں سے کہتی تھیں کہ تو کتنی سندر ہے۔

ایک روز وہ صبح سے بھوکا تھا۔ اس کی ماں بھی بھوکی تھی۔ ماں کو اپنی بھوک سے زیادہ اس کے فاقے کی فکر اور پریشانی تھی۔ پھر وہ شام کے وقت جانے کہاں سے مٹھی بھر بھنے چنے اس کے لیے لائی تھی۔ دن ڈوبنے سے پہلے اس کی ماں تالاب پر نہانے کے لیے گئی۔ نہا کر آئی تب اس نے دیکھا کہ اس کی ماں کے چہرے پر ایک عجیب سا نکھار آ گیا تھا۔ جب رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا۔ تب اس کی ماں نے اس سے کہا تھا کہ......رات میں حکومت کا ایک آدمی ان کی کچھ مدد کرنے کے لیے آئے گا۔ وہ اپنے کمرے میں رہے۔ دوسرے کمرے میں نہ آئے۔ کچھ دیر بعد وہ آدمی آیا تو نجانے کیوں اسے یہ آدمی کچھ اچھا نہیں لگا۔ ماں اس آدمی کو دوسرے کمرے میں لے گئی۔ پھر مٹی کا دیا بھی لے گئی اور دروازہ بند کر دیا۔

کچھ دیر بعد اس نے ماں کے ہنسنے بولنے کی مترنم آوازیں سنیں۔ پھر اس نے سرگوشیوں کی بھنبھناہٹ سنی۔ اس نے بہت عرصے کے بعد اپنی ماں کی ہنسی اور دل کش آواز سنی تھی۔ باپ کی موت کے بعد اس کی ماں ہنسنا، بولنا اور مسکرانا بھول گئی تھی۔ بات بھی بہت کم کرتی تھی۔ ہر وقت چپ چپ اور کھوئی کھوئی سی رہتی تھی۔ جب وہ کھانے کا کہیں سے بندوبست کرنے جاتی اور دو تین گھنٹوں کے بعد لوٹ کر آتی تو اس کی عجیب سی حالت اور حلیہ ہوتا تھا۔ ساڑی پر شکنوں کا جال ہوتا، بال بے ترتیب اور الجھے ہوئے ہوتے۔ صاف شفاف اور نکھرے ہوئے چہرے پر ایسے سرخ نشان ہوتے تھے جیسے مچھروں نے کاٹ لیا ہو۔ اس کے گاؤں میں مچھر بہت ہوتے تھے۔ اس کی عریاں بانہوں پر ایسے نشانات دکھائی دیتے تھے۔ وہ اس کے سامنے کھانا رکھ کر کہتی "تم کھا لو" پھر وہ چٹائی پر نڈھال سی ہو کر اس طرح لیٹ جاتی جیسے تھکن سے چور ہو رہی ہو اور اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر کرب و اذیت ہوتی۔ پھر وہ آنکھیں موندے بے سدھ سی پڑی رہتی۔

دو ایک گھنٹے بعد تالاب پر نہانے کے لیے چلی جاتی۔ پھر وہ نہا کر آتی تو اس کی تھکن اتر جاتی۔

ان دو کمروں کے بیچ جو دروازہ تھا وہ چٹائی کا کمزور سا دروازہ تھا جس میں چٹخنی کے بجائے ایک کنڈی لگی تھی۔ اس چٹائی دار دروازے میں بہت سارے روزن تھے۔ چھوٹے اور بڑے بھی تھے۔ کسی ایک روزن سے اندر جھانکنے سے کمرے کا پورا اندرونی منظر دکھائی دیتا تھا۔ اس نے گھٹنوں کے بل ہو کر ایک بڑے روزن سے اندر جھانکا۔ اس کی ماں اس جھونپڑی کے بننے کے بعد کیمپ کے ایک آدمی کی منت سماجت کر کے ایک چوکی لے آئی تھی جس پر ایک آدمی با آسانی لیٹ سکتا تھا۔ کیونکہ سردی کے دنوں میں فرش پر چٹائی بچھا کر سونے سے بھی بہت سردی لگتی تھی۔ جب وہ شخص چوکی لے کر آیا تو ماں نے اسے کسی کام سے زیبو خالہ کے پاس بھیج دیا تھا۔ جب وہ زیبو خالہ سے مل کر آیا تو اسے ڈیڑھ گھنٹہ لگ گیا تھا۔ اس کی ماں چوکی پر بے ترتیب سی پڑی تھی۔ وہ کہیں جا رہی تھی اس کا لباس کہیں جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اس کی اچھی بھلی ماں کا یہ حشر کس نے کیا؟ اور وہ اس قدر بے جاں سی کیوں دکھائی دے رہی ہے؟

اس چوکی پر وہ مرد اپنے پیر لٹکائے بیٹھا تھا۔ مٹی کے دیئے کی زرد روشنی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس روشنی میں اسے وہ مرد خبیث قسم کا لگا تھا۔ اس کے ہاتھ میں شراب کی درمیانہ سائز کی بوتل تھی۔ اس کی ماں نے گرمی کی وجہ سے ساڑی نکال پھینکی ہوئی تھی۔ وہ مرد کے قدموں میں بیٹھی اس کا پیر دبا رہی تھی۔ اس سے ماں کا چہرہ دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ اس نے مرد کے چہرے پر نظر ڈالی۔ وہ خوش ہو رہا تھا۔ اس کی ماں نوکرانی کی طرح اس کا پیر دبا رہی تھی۔ وہ کمینہ اس صورت حال سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں ہونٹوں پر استہزائی مسکراہٹ تھی۔ اسے یاد آیا کہ اس کی ماں اس نے باپ کے پیر بھی اسی طرح دباتی تھی۔ لیکن اسے یہ بات کبھی بری اور ناگوار نہیں لگی۔ ماں کے چہرے پر ناگواری نہیں ہوتی تھی جو اس وقت تھی۔ اس کے چہرے سے ایک مجبوری کی کیفیت نمایاں تھی۔ اسے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ اس کی ماں اس مرد کا پیر دبائے۔ پھر وہ فرش پر ڈھے گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ وہ دروازے کو ایک لات مار کر کھول دے اور اندر داخل ہو کر مرد سے کہے کہ وہ نکل جائے۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس کی ماں شاید محنت مزدوری کر رہی ہے۔ اس کی ماں اسے بتاتی تھی کہ محنت مزدوری کرنے سے پیسے اور کھانا ملتا ہے۔ کیا کسی مرد کے پیر دبانا محنت مزدوری ہے۔

پھر اس نے ماں کی ایک سسکی سی سنی۔ پھر اس نے فوراً ہی اٹھ کر روزن سے جھانکا۔ اس مرد نے اس کی ماں کو دبوچ رکھا تھا۔ پھر اس کی ماں نے پھونک مار کر دیا بجھا دیا تھا۔ پھر کمرے میں گھپ اندھیرا پھیل گیا تھا۔ اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیا۔ البتہ وہ کچھ دیر تک بھانت بھانت کی آوازیں

سنتا رہا۔ کبھی ماں کی کربناک آواز...... پھر وہ سو گیا۔ صبح وہ دیر تک سوتا رہا تھا۔ جب وہ بیدار ہوا تو دن چڑھ آیا تھا۔ ماں نے اس کے سامنے ناشتہ رکھ دیا۔ دو پوریاں اور آلو کی بھجیا تھی۔ ماں نے اس کے پوچھنے پر بتایا کہ اسے رات بھر کی مزدوری ملی ہے۔ اسے ساری رات نہ صرف مرد کے جسم کی مالش کرنی پڑی تھی بلکہ جسم بھی دبانا پڑا تھا۔ پھر اس نے ماں سے پوچھا تھا کہ اس نے دیا کیوں بجھ دیا تھا......؟ ماں نے جواب دیا تھا کہ تیل نہ صرف مہنگا بلکہ نایاب بھی ہے۔ جب کام اندھیرے میں چل سکتا ہے تو دیا جلانے کی کیا ضرورت ہے۔

اس روز سے اسے سارے مردوں سے شدید قسم کی نفرت ہو گئی تھی۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ بھی تو مرد ہے۔ وہ کبھی کبھی سوچتا تھا کہ جب وہ بڑا ہو جائے گا تب وہ کسی عورت یا لڑکے کی ماں سے ایسا کام نہیں لے گا۔ پھر دو تین مرد اور آئے تھے۔ وہ اسی طرح کمرے میں بند ہو جاتے۔ اس کی ماں محنت مزدوری کرتی۔ پھر اس کی ماں ان مردوں کے گھروں میں راتوں کو اسے اکیلا چھوڑ کر یہ کہہ کر چلی جاتی کہ وہ اناج کے گودام کی صفائی کرنے جا رہی ہے۔ جب وہ صبح آتی تو اس کے لیے ناشتہ لے کر آتی۔ پھر وہ سو جاتی۔ سہ پہر سے تھوڑی دیر پہلے بیدار ہو کر کام کی تلاش میں جاتی۔ دن ڈوبنے سے پہلے یا دن ڈوبنے کے بعد آ کر اسے بتاتی کہ اسے رات کا کام مل گیا ہے۔ وہ کام پر جا رہی ہے۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ ماں کو کئی کئی دنوں تک کام نہیں ملتا۔ ماں اس سے کہتی تھی کہ اسے لوگ کبھی کام دیتے ہیں کبھی نہیں دیتے ہیں۔ پھر اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ اس کی ماں اتنی کوششوں سے ملازمت حاصل کرتی ہے پھر چھوڑ کیوں دیتی ہے۔ پھر کسی نئی نوکری کی تلاش میں نکل جاتی ہے۔ جیسے جیسے وہ بڑا ہوتا گیا اسے احساس ہونے لگا کہ یہ مرد لوگ اس کی ماں سے سخت مشقت کا کام لیتے ہیں۔ اسے اتنے پیسے نہیں دیتے ہیں جتنی وہ محنت کرتی ہے۔ اس لیے اسے رات میں بھی کام تلاش کرنا پڑتا ہے۔ سیلاب اور طوفان آتے ہیں قیامت ٹوٹ پڑتی ہے۔ ماں نے غلہ گودام میں محنت مزدوری کر کے اور راتوں کو کام پر جا کر اتنا کچھ پس انداز کر لیا تھا اور کر لیتی تھی کہ فاقے نہیں ہوتے تھے۔

پھر اس نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ دیا تھا۔ جوانی تھی کہ ٹوٹ کر برس رہی تھی۔ گاؤں کی لڑکیاں اسے ایسی نظروں سے دیکھتیں اور ان کے ہونٹ ایسے پیام دیتے کہ اس کے سارے جسم میں سنسنی دوڑ جاتی۔ وہ ان سے دور ہی رہتا تھا۔ گاؤں میں جو ماسٹر صاحب تھے انہوں نے اسے میٹرک تک پڑھا کر اسے پاس کروا دیا تھا۔

وہ ایک سیاہ رات تھی جس میں اس کی ماں زمیندار کے ہاں کام کرنے گئی تھی۔ صبح وہ لوٹی تو

اس کی حالت بڑی ابتر تھی۔ وہ پڑوس سے زیبو خالہ کو بلا لایا۔ جو اب قریب اور پڑوس میں رہ گئی تھی۔ زیبو خالہ نے اسے گھر سے باہر جانے کے لیے کہا اور دلاسا دیا کہ اس کی ماں کو کچھ نہیں ہوا ہے۔ پھر اس نے زیبو خالہ اور ماں کی گفتگو سنی تو اس کی کچھ سمجھ میں آیا کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس نے اندازہ کر لیا کہ مرد لوگ عورتوں کی مجبوریوں، غربت و افلاس سے فائدہ اٹھا کر بہت ظلم کرتے ہیں۔ زیبو خالہ نے اس کی ماں سے کہا تھا کہ...... ''غریب ہونا بہت بڑا جرم ہے۔ مردوں کی بات نہ مانیں تو پھر فاقے کرنا پڑیں گے۔ تو اور میں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ جب تک یہ جوانی اور خوب صورت جسم ہیں اس وقت تک ہم بھوکی نہیں مریں گے۔''

ایک روز وہ اپنے ایک دوست کے ساتھ ایک قریبی گاؤں میں میلہ دیکھنے چلا گیا۔ واپسی میں دیر ہو گئی۔ گھر پہنچا تو اس وقت گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ وہ گھر کے باہر ٹھٹک کے رک گیا۔ مرد کی آواز بھی جو اس کے گھر کے اندر گونج رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ''میری بیوی بچہ جننے دو ماہ کے لیے میکے گئی ہوئی ہے۔ تم جس رات آ ؤ گی اس رات کے بیس ٹاکا دے دیا کروں گا۔ ایک کلو بھات اور تھوڑی سی دال بھی دے دیا کروں گا۔''

''آج رات نہیں کل رات آ جاؤں گی۔'' اس کی ماں نے جواب دیا تھا۔

''آج رات کیوں نہیں آ ؤ گی؟'' اس نے کہا تھا۔ ''تمہیں پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔''

''اس لیے کہ میرا بیٹا میلہ دیکھنے گیا ہوا ہے۔'' ماں نے کہا تھا۔ ''وہ مجھے نا پا کر پریشان ہو گا۔ پیسوں کی ضرورت کیوں نہیں ہے۔'' تھوڑی دیر کے بعد اس کی ماں کی سرسراتی ہوئی آواز گونجی۔ ''اب تم جاؤ۔ مجھے دق نہ کرو میں آج بہت تھکی ہوئی ہوں۔ کل میں رات آ جاؤں گی۔ چھوڑو مجھے...... باہر شاید کوئی کھڑا ہوا ہے۔''

''ماں...... ماں......'' اس نے پکارا۔ ''کیا تم اندر ہو؟'' اس نے پکارا تھا۔ پھر اس نے آہٹ سنی۔ ایک آدمی اندر سے نکلا اور اس کے پاس سے گزر گیا۔ اندھیرے کی وجہ سے وہ اس کی شکل دیکھ نہیں سکا۔ آواز سے اسے دھوکا ہوا تھا کہ یہ لال میاں ہے۔ جس کی پرچون کی دکان ہے۔ گھر کے اندر بھی ایسا ہی اندھیرا تھا جیسے اس کی زندگی میں تھا۔ ماں نے آہٹ سن کر کہا تھا۔ ''بیٹے! تم......؟''

''ہاں' ں......'' اس نے بڑے سرد لہجے میں جواب دیا تھا۔ ''یہ کیوں آیا تھا ماں؟ یہ کون مردود تھا؟''

''مہاجن لال میاں۔'' ماں نے پھنسی پھنسی آواز میں بتایا تھا۔

''یہ کس لیے آیا تھا......؟'' اس نے مشکوک لہجے میں پوچھا تھا۔ ''اسے تم سے کیا کام تھا۔''

''اس کے گھر پر غلے کا گودام ہے...... دال، چاول اور دوسری چیزیں رکھی ہوئی ہیں وہ ان کی صفائی کرانا چاہتا ہے۔''

''لیکن اس کی اور تمہاری باتوں سے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ تمہیں پریشان کر رہا تھا اندھیرے میں......''

''وہ یہ چاہ رہا تھا کہ میں ابھی اور اسی وقت اس کے ساتھ چلی چلوں...... کیونکہ آج نئے چاول کی بوریاں آئی ہیں۔ میں نے انکار کیا تو اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا کہ میں ابھی چلوں۔ اچھا ہوا تم آ گئے۔''

''یہ تم نے اندھیرا کیوں کر رکھا ہے؟ دیا کیوں نہیں جلایا۔'' اس نے پوچھا۔

''اس لیے کہ تیل نہیں ملا...... میرے پاس اتنے پیسے نہیں تھے کہ ابو میاں سے مہنگے داموں تیل خرید لیتی۔''

''ماں تو ان مردوں کو منہ کیوں لگاتی ہے۔ یہ دو دن پہلے تو ابو میاں کے ساتھ کہاں جا رہی تھی؟''

اس کے منہ سے یہ بات سن کر وہ گھبرا گئی تھی۔ اندھیرا نہ ہوتا تو اس کا بیٹا اس کی سراسیمگی بھانپ لیتا۔ سب کچھ سمجھ جاتا۔ تاہم اس نے اپنے آپ کو سنبھال کر کہا تھا۔ ''میں اس کے کپڑے دھونے چلی گئی تھی۔'' پھر اس نے جلدی سے موضوع بدلا تھا۔ ''تو کچھ کھائے گا۔ زمین دار کے ہاں سے اس کے باپ کے چہلم کا پلاؤ آیا ہوا ہے تو وہ کھا لے۔''

پھر اس نے دو ایک مرتبہ ماں کو مردوں کے ساتھ جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ جب وہ گھر لوٹتی تو کھانے کا سامان، سوتی ساڑھی اور پیسے بھی ہوتے تھے۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ مرد لوگ اس کی ماں کی جوانی سے کھیلتے ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے ماں کو زیبو خالہ سے یہ کہتا سنا کہ گھاٹ پر ایک مسافر لانچ جو مرمت کے لیے کھڑی تھی اسے دو ملاح زبردستی لے گئے۔ بیس ٹکا دے کر آنسو پونچھے تھے۔ جو مرد ماں کو لے جاتا ہے یا ماں جس مرد کے ساتھ جاتی ہے اس پر دھونس جما کر...... دھمکی دے کر...... ایک بار تھانے میں پولیس نے گواہی بنا کر اس کی عزت داغ دار کر دی تھی اس کے دوست صبور نے اسے بتایا کہ...... ایک غریب عورت کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے وہ مجبور اور پریشان ہوتی ہے۔ عورت اور مرد دولت سے طاقت ور ہوتے ہیں۔

اس نے مہاجن ابو میاں کی دکان سے ایک چاقو اس ارادے سے چوری کر لیا تھا کہ...... وہ ان مردوں کو قتل کر دے گا جو اس کی ماں کی عزت سے کھیلتے ہیں۔ آج اس نے اپنی ماں کو ایک مرد کے ساتھ دیکھ لیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں کو خراب کرنے میں ان مردوں کا ہاتھ ہے۔ وہ ان

مردوں سے ماں کی بے حرمتی کا انتقام لے گا۔ جب وہ ان کے تعاقب میں جا رہا تھا انتقام کا جنون اس پر سوار تھا، اسے راستے میں صبور مل گیا۔ اس نے جوگی کبیر کا سرخ چہرہ دیکھ کر حیرت سے کہا۔ ''یہ تم غصے میں کہاں جا رہے ہو...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا......؟''

''میں منشی میاں کو قتل کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔'' جوگی کبیر نے اسے صاف صاف بتا دیا۔ اس لیے کہ وہ اس کے بچپن کا دوست تھا۔ وہ اس کا ہمراز تھا۔ وہ اس سے کوئی بات نہیں چھپاتا تھا۔

''وہ کس لیے......؟'' صبور اس کی بات سن کر اچھل پڑا۔ ''کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''اس لیے کہ وہ میری ماں کی عزت سے کھیلنے کے لیے جا رہا ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''اس میں غصے اور اسے قتل کرنے والی بات تو نہیں ہے۔ تمہاری ماں پہلی بار تو کسی مرد کے ساتھ نہیں جا رہی ہے۔ نہ اسے زبردستی لے جایا جا رہا ہے۔ صرف تمہاری ایک ماں تو اس غلط راستے پر نہیں چل رہی ہے۔''

''میری ماں کو مردوں نے خراب کیا ہے۔ جو مرد اس کی عزت پر ہاتھ ڈالے گا میں اسے قتل کر دوں گا۔''

''دیکھا جائے تو اس میں کیا تمہاری ماں کا بھی قصور نہیں ہے؟'' صبور نے اس سے سوال کیا۔

''ہاں ہے...... لیکن اس میں مردوں کا زیادہ قصور ہے۔'' جوگی کبیر نے تکرار کے انداز میں کہا۔

''اس میں نہ تیری ماں کا قصور ہے اور نہ مردوں کا سارا قصور غربت و افلاس، طوفان اور سیلاب کا ہے۔ تیری ماں نے ہی نہیں میری ماں نے بھی فاقوں سے ہمیں بچانے کے لیے یہ راستہ دیکھا۔ بہنیں بھی اس انجانے راستے پر چل رہی ہیں۔ تجھے قتل کرنے سے کیا ملے گا؟ کیا تیری ماں کی عزت مل جائے گی؟ میری ماں کی عزت مل جائے گی؟ نہیں۔ تجھے جیل ہو جائے گی۔ پھر تجھے پھانسی ہو جائے گی...... کیا تو ابھی سے مرجانا چاہتا ہے؟ تو نے ابھی دیکھا ہی کیا ہے۔''

''پھر میں کیا کروں......؟'' اس نے شکستہ لہجے میں کہا۔ ''میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔''

''دولت مند بن جا...... دولت مند بننے کی کوشش کرتا کہ غربت و افلاس اور فاقوں سے بچ سکے۔'' اس نے مشورہ دیا۔

''لیکن میں دولت مند کیسے بن سکتا ہوں......؟ میں ایک بیوہ ماں کا غریب بیٹا ہوں۔'' جوگی کبیر نے کہا۔ ''دولت مند بننے کے لیے کاروبار کی ضرورت ہوتی ہے۔ دکان چاہیے۔ میرے پاس دو وقت کے کھانے کے پیسے نہیں ہیں۔''

''ایک راستہ اور ذریعہ ایسا ہے جس سے ہم دولت مند بن سکتے ہیں۔'' صبور نے کہا۔

''وہ کون سا راستہ اور ذریعہ ہے دولت کمانے کا؟'' جوگی کبیر نے تجسس سے پوچھا۔ اگلے لمحے اس کا منہ لٹک گیا۔ ''مگر دوست کیا اس دنیا میں بغیر پیسے کے دولت کمائی جا سکتی ہے؟''

''ایک راستہ اور ذریعہ ہے جس سے ہم دونوں مل کر کما سکتے ہیں لیکن اس کے لیے پیسوں کی نہیں محنت کی ضرورت ہے۔''

''جہاں تک محنت کا سوال ہے تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں کس قدر محنتی ہوں۔'' وہ کہنے لگا۔ ''غربت و افلاس سے میں تنگ آ چکا ہوں۔ میں دولت کما کر اپنے آپ کو اور اپنی ماں کو سکون اور آرام پہنچانا چاہتا ہوں۔''

''میں ایک ایسے شخص سے مل کر آ رہا ہوں جو ٹھیکہ دار ہے اور پیسے والا ہے۔ اسے انسانی ڈھانچوں کی ضرورت ہے۔''

''کیا کہا انسانی ڈھانچا......؟'' جوگی کبیر حیرت و خوف سے اچھل پڑا۔ ''وہ انسانی ڈھانچے لے کر کیا کرے گا؟''

''ہاں انسانی ڈھانچا......'' صبور نے اپنا سر ہلایا۔ ''بڑے چھوٹے شہروں کے میڈیکل کالج کے طالب علموں کو امتحانات کے وقت اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو لڑکے لڑکیاں ڈاکٹر بنتی ہیں انہیں ڈھانچوں کے بارے میں یاد کرنا پڑتا ہے۔''

''وہ ایک انسانی ڈھانچے کی کیا قیمت دے گا؟ تم نے اس سے دریافت کیا؟'' جوگی کبیر نے دریافت کیا۔

''وہ ڈھانچے پر منحصر ہے۔'' صبور نے جواب دیا۔ ''وہ ڈھانچا جو مکمل اور صحیح و سالم حالت میں ہو اس کے تین ہزار سے پانچ ہزار ٹاکا تک مل سکتے ہیں۔ جو ڈھانچے ٹوٹے پھوٹے اور مگر پورے اعضاء کے ہوں گے ان کے ہزار بارہ سو ٹاکا ملیں گے۔''

''لیکن قبرستان سے ڈھانچے نکالنا بہت مشکل ہے۔ گورکن پیسے مانگے گا۔ وہ ہم کہاں سے دیں گے۔ اس صورت میں اسے دے سکتے ہیں کہ ہمارے پاس رقم ہو۔ ٹھیکہ دار نے پیشگی رقم دی ہوتی تو کام بن جاتا۔'' جوگی کبیر نے کہا۔

''گورکن شاید ہمیں ڈھانچے فروخت نہیں کرے گا۔'' صبور نے اپنا سر کھجاتے ہوئے کہا۔

''کیوں نہیں کرے گا......؟'' جوگی کبیر نے کہا۔ ''وہ بڑے ضرورت مند ہوتے ہیں ایک ٹاکا پر جان دیتے ہیں۔''

''اس لیے کہ گاؤں والوں میں سے کسی نے یا مسجد کے مؤذن یا پیش امام نے دیکھ لیا تو وہ

ایک ہنگامہ کھڑا کر دیں گے۔ کوئی بھی قبر اور میت کی بے حرمتی پسند نہیں کرے گا۔ پھر گورکن غریب کی شامت آ جائے گی۔''

''پھر کیا کریں......؟ کیا چوری کریں؟ رات میں قبرستان میں جا کر ڈھانچے نکالیں......؟'' جوگی کبیر نے کہا۔

''یہ چوری کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔ کیوں کہ قبرستان کے احاطے کے باہر گورکن کے کوارٹر ہیں۔'' صبور بولا۔

''پھر کیا ڈھانچے آسمان سے آئیں گے......؟'' جوگی کبیر چڑ گیا۔ ''یا پھر کسی کو قتل کر کے اس کی لاش بیچ دیں۔''

''ہم لوگ ندی کے کنارے والے قبرستان سے ڈھانچے نکالیں گے۔ اس قبرستان میں ہر سال ان لوگوں کی لاشوں کو دفن کیا جاتا ہے جو طوفان اور سیلاب کی نذر ہو جاتے ہیں۔ وہاں سینکڑوں ڈھانچے موجود ہیں اور پھر اس قبرستان کے پاس نہ تو کوئی آبادی ہے اور نہ ہی کسی کی آمد و رفت ہے۔ وہ جگہ ویران اور سنسان پڑی رہتی ہے۔ وہاں سے دن کے وقت بھی لوگ باگ گزرتے ہوئے اس لیے ڈرتے ہیں کہ بدروحیں گھومتی رہتی ہیں۔'' صبور نے کہا۔

''مجھے تو اس قبرستان کا خیال ہی نہیں آیا۔'' جوگی کبیر نے حیرت سے کہا۔ ''وہاں سے ہم ڈھانچے آسانی سے نکال سکتے ہیں۔''

''شاید تمہارے اور میرے والد کی قبریں بھی وہیں ہیں۔ تمہیں کچھ یاد ہے؟'' صبور نے پوچھا۔

''مجھے کچھ نہیں معلوم...... کیوں کہ ان دنوں میں بہت چھوٹا تھا۔ کیا تمہیں اپنے باپ کی قبر کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟''

''مجھے بھی کچھ نہیں معلوم...... میری ماں کہتی ہے کہ میرا باپ سیلاب کی نذر ہو گیا اور اس کی لاش ندی میں تیرتی رہی تھی۔ ہم دونوں کے باپ ایک سال کے فرق سے سیلاب کی نذر ہو گئے تھے۔ اب تو ان کی ہڈیاں بھی گل چکی ہوں گی۔'' صبور نے کہا۔

''پھر ہم رات کو اس قبرستان کا رخ کرتے ہیں۔ لیکن کدال، پھاوڑا اور کھرپی بھی تو چاہیے۔'' جوگی کبیر نے کہا۔

''تم اس کی فکر نہ کرو۔'' صبور نے کہا۔ ''میں رات میں اس کا بندوبست کر لوں گا۔ تم مجھے قبرستان کے باہر مل جانا۔ آج چاندنی رات بھی ہے۔ جس وقت چاند نکلے گا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد گھر سے نکلنا اور پھر میرے پاس آ جانا۔''

"میں تمہارے ہاں آ جاؤں گا۔" جوگی کبیر نے کہا۔ "ہم دونوں ساتھ مل کر قبرستان چلیں گے۔"

جوگی کبیر جس وقت صبور کے گھر جا رہا تھا تب وہ سوچ رہا تھا کہ...... کاش! اس کے پاس اتنی دولت آ جائے کہ وہ اپنی ماں کی خدمت کر سکے۔ اسے سکون و آرام سے رکھ سکے۔ اس کی ماں نے صرف اس کے لیے اس کی ذات کے لیے، اسے بھوک اور فاقوں سے بچانے کے لیے اپنی عزت اور جوانی کی فکر اور پروا نہیں کی۔ اس انجانے راستے پر چل کر ذلت و رسوائیاں اٹھاتی رہی۔ یہ غربت و افلاس کتنی بری چیز ہے۔ اس غلاظت کے دلدل میں صرف اس کی ایک ماں ہی نہیں بلکہ اور بھی عورتیں تھیں۔ وہ بیوہ اور بچوں کی مائیں تھیں۔ جوان اور خوبصورت بھی تھیں۔ طوفان اور سیلاب نے ان کی زندگی اور انہیں تاخت و تاراج کر کے رکھ دیا تھا۔ ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔ وہ غریب اور کیا کرتیں۔ بھیک بھی تو نہیں ملتی تھی۔ مجبوری اور احساس محرومیاں انسان کو نجانے کہاں کہاں اور کن، کن راستوں پر لے جاتی ہیں۔

جب وہ صبور کے گھر پر پہنچا تو صبور اس کا گھر سے باہر انتظار کر رہا تھا۔ صبور اسے ساتھ لے کر ایک کٹیا پر پہنچا جو چند قدم پر تھی۔ اس میں کدال، پھاوڑا اور کھرپی کے علاوہ دو بڑے تھیلے بھی تھے۔

"ہم لوگ روزانہ صرف ایک ایک ڈھانچا نکال کر لائیں گے۔" صبور نے اس سے کہا۔ "ایک سے زیادہ نہیں......"

"صرف ایک ڈھانچا کس لیے......؟" اس نے حیرت سے دیکھا۔ "جبکہ ٹھیکہ دار نے بہت سارے ڈھانچے مانگے ہیں۔"

"اس لیے کہ اس کی قیمت بہت اچھی ملے گی۔" صبور نے کاروباری لہجے میں کہا۔ "بہت سارے ڈھانچے دینے سے وہ اس کی کم قیمت لگائے گا اور پھر اس کی نظروں میں ہماری محنت اور کام کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی اور اس پر یہ بھی ظاہر کرنا ہے کہ ڈھانچوں کا حصول بہت مشکل اور محنت طلب کام ہے تا کہ اسے کچھ احساس ہو سکے۔"

"تم تو پکے کاروباری آدمی ابھی سے بن گئے۔" جوگی کبیر نے ہنستے ہوئے کہا۔

"وقت آدمی کو بہت کچھ بنا دیتا ہے۔" صبور کہنے لگا۔ "اور ہاں...... میں تمہیں ایک بات اور بتا دینا چاہتا ہوں۔ اس کاروبار کے بارے میں کسی کے کیا ہمارے فرشتوں کو بھی خبر نہ لگے۔ تمہاری ماں اور میرے گھر والے بھی اس کام کو سخت ناپسند کریں گے اور کام بھی نہیں کرنے دیں گے اور ہاں ڈھانچا بھی چھپا کر رکھنا۔"

"کیا اس کٹیا میں ہم ڈھانچے چھپا کر نہیں رکھ سکتے؟ یہ بڑی محفوظ جگہ ہے۔" جوگی کبیر نے

پوچھا۔

"نہیں۔" صبور نے سر ہلایا۔ "اس کٹیا میں کبھی میری ماں یا بہنیں آرام کرنے آ جاتی ہیں۔ قبرستان سے قریب ایک گورکن کا کمرہ ہے۔ وہ کوٹھڑی ہے۔ جب سیلاب میں مرنے والوں کی لاشیں لائی جاتی ہیں تب اس میں کچھ گورکن آ کر ٹھہرتے ہیں۔ وہ خالی اور ویران پڑا رہتا ہے۔ میں آج سہ پہر کے وقت اس کی صفائی کرنے گیا تو یہ دیکھا کہ وہ بوڑھا دادا ہے نا...... منجو کشتی والے کی چودہ برس کی لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔ وہ دونوں میرے ہاتھ پیر جوڑنے لگے۔ لڑکی نے بتایا کہ بوڑھا دادا نے اسے بیس ٹاکا میں راضی کیا تھا۔ میں نے اسے بیس ٹاکا دلا دیئے۔ وہ اپنی ساڑی لے کر بھاگ گئی۔ بوڑھا دادا سے میں نے پچاس ٹاکا وصول کیے۔ تم سے کیا چھپانا۔ اس نے میری بہن کا بھی سودا کیا۔ منجو چاچا بھی کیا کرے گا۔ اس کی بیوی بیمار رہتی ہے۔ کشتی اب وہ زیادہ چلا نہیں سکتا۔ اس کے ہاں بھی فاقے ہونے لگے ہیں۔ ہم غریبوں کی زندگی میں بھوک، فاقے اور بیماریوں کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

جوگی کبیر نے گہری سانس لی۔ اسے اپنی ماں کا خیال آتے ہی دل پر چوٹ لگی۔ "اس بوڑھا دادا کے پاس بہت مال ہے۔ جب بھی سیلاب اور طوفان آتے ہیں اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔ حرام زادہ اس عمر میں بھی اپنی نواسیوں اور پوتیوں کی عمر کی لڑکیوں سے منہ کالا کرتا رہتا ہے۔"

"چلو اس بہانے مصیبت کے ماروں کا بھلا تو ہو جاتا ہے۔" صبور نے کہا۔ "گھروں میں چولہے تو جل جاتے ہیں۔"

"اب بوڑھا دادا اس کوٹھڑی کو عیاشی کا اڈا تو نہیں بنا لے گا......؟" جوگی کبیر نے پوچھا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ کیونکہ وہ جو لڑکی بھی یہاں لے کر آئے گا۔ وہ دوپہر اور سہ پہر کے درمیان...... ہم رات کو یہاں ڈھانچا چھپائیں گے اور صبح لے جائیں گے۔ کیا تمہاری نظر میں کوئی اور محفوظ جگہ ہے؟" صبور نے پوچھا۔

"ہاں۔" جوگی کبیر نے جواب دیا۔ "گھاٹ کے مغربی سرے پر جو پرانی لانچ ہے اس میں ڈھانچا لے جا کر رکھ دوں گا۔"

"وہ تو بڑی محفوظ جگہ ہے۔" صبور کہنے لگا۔ "مجھے اس کا خیال نہیں آیا۔ میں پہلے دن اپنا ڈھانچا بیچ کر آؤں گا۔ کیونکہ ایک ساتھ دو ڈھانچے بیچنا مناسب نہیں ہے۔ آج تم ڈھانچا نکالنے کے بعد وہاں لے جا کر چھپا دینا۔ میں تمہیں تیسرے دن سویرے لے کر ٹھیکے دار کے پاس جاؤں گا۔ وہ قاسم پور میں ملتا ہے۔ اس کا گھر بھی وہیں ہے۔"

"تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔ مجھے تم پر اعتماد ہے۔ اس دنیا میں تم میرے واحد، مخلص اور

سچے دوست ہو۔'' جوگی کبیر نے کہا۔

''تمہاری ماں نے کل تم سے کوئی بات کی؟'' صبور نے چلتے چلتے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھا۔

''کون سی بات......؟'' جوگی کبیر بولا۔ ''نہیں کوئی بات نہیں کی۔ البتہ میں نے اسے کھویا کھویا ذرا اسا دیکھا تھا۔''

''کل وہ میری ماں سے اکیلے میں باتیں کر رہی تھی۔'' صبور کہنے لگا۔ ''میں نے چھپ کر ان دونوں کی باتیں سنی تھیں۔ تمہاری ماں میری ماں سے مشورہ کرنے آئی تھی۔ تمہاری ماں نے کہا کہ......اس سے عبداللہ چاچا شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ اس زندگی سے بیزار اور پریشان ہو گئی ہے۔ غلہ گودام میں غلہ صاف کرنے جاؤ تو منشی اجرت دینے میں بہت پریشان کرتا ہے۔ وہ اس وقت اجرت دیتا ہے جب اس کی بات مان لی جائے۔ جب بھی جہاں بھی کوئی کام کرنے وہ جاتی ہے وہاں سب اس کی عزت کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ ان کا حکم بجا نہ لاؤ تو پورے پیسے نہیں ملتے ہیں۔ وہ کب تک لٹتی، بکتی اور درندگی کا نشانہ بنتی رہے۔ عبداللہ چاچا کی دو بیویاں مر چکی ہیں۔ اس کی دو بیٹیاں بیاہ کر ڈھاکا شہر جا چکی ہیں۔ وہ نائی ہوا تو کیا ہوا۔ عزت کی روزی ہے۔ وہ عزت سے رہے گی۔ مردوں سے بچتی رہے گی۔ عبداللہ چاچا اس کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ اس میں ابھی دلکشی، جاذبیت اور جوانی باقی ہے۔ لیکن یہ چند برسوں کی ہے۔ اس لیے وہ گھر بسا لینا چاہتی ہے۔''

جوگی کبیر خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے آہستگی سے پوچھا۔ ''تمہاری ماں نے کیا مشورہ دیا؟''

''میری ماں نے کہا کہ وہ فوراً شادی کر لے۔ ہاں کر دے۔ شادی کرنے میں ایک دن کیا ایک گھنٹے کی بھی دیر نہ کرے۔ کیونکہ گاؤں میں ایسی بیوہ اور خوبصورت اور جواں سال عورتوں کی کمی نہیں ہے جن کے بچے نہیں ہیں۔ عبداللہ چاچا ساٹھ برس کا ہوا تو کیا ہوا؟ زندگی سکون اور عزت سے گھر کی چار دیواری میں تو گزرے گی۔'' صبور نے اسے بتایا۔

''میں خود بھی چاہتا ہوں کہ ماں شادی کر کے عزت سے گھر میں رہے۔ ان حرام زادوں مردوں نے میری ماں کو کھلونا اور بے عزت کر کے رکھ دیا ہے۔ عبداللہ چاچا اچھا آدمی ہے۔ وہ مجھے بہت پسند ہے۔ تمہاری ماں بھی شادی کیوں نہیں کر لیتی۔''

''میری ماں سے تیل والا رحیم چاچا شادی کرنا چاہتا ہے لیکن اس کی ایک شرط ہے کہ اس کے بھانجے سے میری ایک بہن کی، دوسری بہن کی اس کے سالے سے جو اس کی پہلی بیوی کا بھائی

ہے شادی کر دے۔ میں نے ماں سے کہہ دیا کہ وہ دونوں بہنوں کی بھی شادی کر دے۔ شادی کر کے گھر بسانا زیادہ بہتر ہے۔''

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے قبرستان پہنچ گئے۔ ابتدائی تاریخوں کا چاند تھا۔ اس کی مدھم سی چاندنی چاروں طرف بکھری ہوئی تھی۔ قبرستان پر ایک ہولناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وحشت اور ویرانی برس رہی تھی۔ قبروں کے اردگرد لمبی لمبی گھاس اگی ہوئی تھی۔ جوگی کبیر کو ایک انجانا سا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے قبریں شق ہو جائیں گی اور اس میں سے مردے نکل آئیں گے۔

صبور ایک قبر کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس نے کدال اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''تم جا کر کوئی قبر تلاش کرو۔ میں اتنی دیر میں اس قبر کو کھود کر دیکھتا ہوں۔ شاید اس میں سے کوئی ڈھنگ کا ڈھانچا مل جائے؟'' جوگی کبیر کو ایک ایسی قبر تلاش کرنے میں ایک گھنٹہ لگ گیا جو بہتر حالت میں ہو۔ شکستہ نہ ہو۔ جس وقت وہ کدال وغیرہ لینے آیا تب صبور ایک تھیلے میں ڈھانچے کو ڈال کر قبر ٹھیک کر رہا تھا۔ پھر صبور اس کے ساتھ قبر پر پہنچا۔ پھر جوگی کبیر نے پندرہ بیس منٹ میں قبر کھود دی۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت اور خوشی کی انتہا نہ رہی کہ ڈھانچا بہتر حالت میں موجود ہے۔

جوگی کبیر کو انسانی ڈھانچے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے ایک خوف سا محسوس ہوا۔ ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں کسی خنجر کی نوک کی طرح اتر گئی وہ جھجک سا گیا۔ اس کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ قبر سے انسانی ڈھانچے کو نکالے۔

صبور نے اس کے بشرے سے بھانپ لیا کہ وہ ڈر رہا ہے۔ اس نے کہا۔ ''اگر تم اسی طرح ڈرتے رہے تو پھر کام کیسے چلے گا؟ تمہارے پاس دولت کیسے آئے گی؟ یہ صرف بے جان اور بے ضرر ڈھانچا ہے۔ جلدی سے نکال لو۔''

پھر اس نے ہمت اور جرأت کر کے قبر میں سے ڈھانچا نکال لیا۔ نکالنے کے بعد اسے تھیلے میں رکھ کر اس کا منہ بند کر دیا۔ پھر اس قبر پر مٹی ڈال کر اس کی سابقہ جیسی حالت کر دی۔ پھر صبور نے اس سے کہا۔ ''میں اپنا تھیلا اور سامان لے کر جا رہا ہوں۔ تم یہ ڈھانچا لانچ میں رکھ کر گھر چلے جانا۔ مجھ سے کل سہ پہر کے وقت ملنا۔ پھر تمہیں بتاؤں گا کہ ٹھیکیدار نے اس ڈھانچے کے کیا دام دیئے؟ کہیں اس کی نیت میں فتور تو نہیں آ گیا۔''

پھر دونوں مختلف سمتوں میں تیزی سے روانہ ہو گئے۔ جوگی کبیر تھیلا کندھے پر رکھ کر تیزی سے لانچ کی طرف بڑھا۔ اس ویران اور سنسان رات میں بھی اس کے قدم تیزی سے اٹھ رہے تھے۔ اس کا دل سینے میں تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ موسم خوش گوار تھا اور فرحت بخش ہوا چل رہی

تھی۔ پھر بھی وہ پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ اس خیال سے کہ اس کے کندھے پر ایک انسانی ڈھانچا ہے۔ مردہ ہے کہیں اس کی روح اسے تنگ، پریشان اور خوف زدہ نہ کرے۔ وحشت اور دہشت سے اس کے پیر منوں وزنی ہو رہے تھے۔

وہ گھاٹ پر پہنچ کر رکا۔ یہ ایک تباہ شدہ لانچ تھی جو گھاٹ سے بندھی ہوئی کھڑی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی اور خستہ حالت میں موجود تھی۔ اس کا انجن بھی ناکارہ اور زنگ آلود ہو چکا تھا۔ اس کے عرشے پر اس نے قدم رکھا تو تختے چرچرائے۔ پھر وہ تھیلا لے کر زینے سے اندر اترا۔ چاندنی کھڑکی اور زینے سے اندر آ رہی تھی۔ اندر ایک کھانے کی بڑی اور بوسیدہ میز تھی اور اس کے گرد چھ سات کرسیاں تھیں جو بڑی خستہ ہو رہی تھیں۔

جوگی کبیر نے تھیلا میز پر رکھ دیا اور اپنی قمیص کے دامن سے ماتھے کا پسینہ پونچھنے لگا۔ پھر اس نے اپنا چہرہ بھی پونچھا۔ پھر وہ اپنی سانسوں پر قابو پانے لگا۔ سامنے جو کمرے تھے ان میں سے وحشت ناک اندھیرا جھانک رہا تھا۔ جوگی کبیر نے سامنے والے کمرے میں اس تھیلے کو چھپانے کا فیصلہ کر لیا۔ جب وہ تھیلا اٹھانے لگا تو اس کی نظر تھیلے کے منہ پر پڑی۔ اس نے تھیلے کا منہ ٹھیک سے بند نہیں کیا تھا۔ اس نے منہ پر ستلی باندھ کر جو گرہ لگائی تھی وہ کھل گئی تھی۔ ڈھانچے کا ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا۔ اس نے ڈھانچے کے ہاتھ کو اندر کرنے کے لیے تھیلے کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اسے یوں محسوس ہوا اس کا ہاتھ کھوپڑی کے بجائے کسی زندہ انسانی سر سے ٹکرایا ہو۔ اس کی انگلیوں نے انسانی کھال اور بالوں کا لمس محسوس کیا تھا۔ اس کے سارے جسم پر سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس نے جلدی سے ہاتھ باہر کھینچ لیا۔

چند ثانیوں بعد اس نے بوری نما تھیلے میں جھانک کر دیکھا تو اسے یقین نہیں آیا۔ خوف اور حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس کی رگوں میں لہو منجمد ہونے لگا۔ اس کی نظروں کے سامنے ایک جیتا جاگتا انسانی سر تھا جس کی دونوں آنکھیں چمکتی دکھائی دے رہی تھیں۔ سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے ڈر اور خوف سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اس نے سوچا کہ آنکھیں بند کرنے سے کیا ہوگا۔ اسے اس حقیقت کا سامنا کرنا چاہیے۔ پھر اس نے چند ثانیوں کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ اس نے واہمہ بھی سمجھا تھا اور اسے ذہن سے جھٹکا بھی تھا۔ وہ بدستور اس کے سامنے موجود تھا۔ اس کے ہونٹ اب متحرک تھے۔

’’تم......تت......تم کون ہو؟‘‘ جوگی کبیر کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

کھوپڑی پہلے تو ہنسی۔ پھر اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔ ’’تم کیا محسوس کر رہے ہو؟‘‘

’’تم شاید کوئی بدروح ہو......؟‘‘ جوگی کبیر نے تھوک نگلتے ہوئے جواب دیا۔

’’نہیں میں بدروح نہیں ہوں بلکہ ایک زندہ انسانی ڈھانچا ہوں۔ لیکن سر دست نہ تو میں زندوں میں شامل ہوں نہ مردوں میں۔‘‘ اس نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

’’تمہاری یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے......‘‘ ایک ڈھانچے کو باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر اس کی سٹی گم ہو رہی تھی۔ ’’یہ تم کس طرح سے باتیں کر رہے ہو......؟ یہ تم زندہ کیسے ہو......؟‘‘ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

’’یہ سب میری قوت ارادی اور انتقام کے اندھے جنون کے جذبے کی مضبوطی ہے۔‘‘ کھوپڑی نے کہا۔ ’’جس نے مرنے کے بعد بھی میری روح کو اس کھوپڑی میں محفوظ رکھا ہے۔‘‘

’’کیا تم اس دنیا میں پھر سے آنا چاہتے ہو......؟‘‘ جوگی کبیر نے خوف زدہ نظروں سے اسے دیکھا۔

’’ہاں......‘‘ اس کی کھوپڑی بڑے زور سے ہلی۔ ’’میں اس دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔‘‘

’’لیکن تم کیسے آ سکتے ہو۔ کیوں کہ تم ایک ڈھانچا ہو......؟‘‘ جوگی کبیر نے کہا۔ ’’ایک شخص مرنے کے بعد دوبارہ جنم لینے سے رہا۔ تم تا قیامت تک ڈھانچا ہی رہو گے۔‘‘

’’میں ایک آدمی کی صورت اختیار کر لوں گا لیکن میں غیر مرئی رہوں گا۔ ایک روح ہوں گا۔‘‘ ڈھانچے نے کہا۔

’’کیا تم مجھ سے کچھ چاہتے ہو......؟‘‘ جوگی کبیر نے اسے منجمد نظروں سے دیکھا۔

’’میں تم سے بہت کچھ چاہتا ہوں۔ تم میرے لیے بہت کچھ کر سکتے ہو۔‘‘ ڈھانچے نے کہا۔

’’نہیں......نہیں......تم مجھے معاف رکھو۔‘‘ جوگی کبیر نے کہا۔ اس کی آواز لرزیدہ سی تھی۔

’’تمہیں مجھ سے خوفزدہ ہونے اور ڈرنے کی ضرورت نہیں۔‘‘ ڈھانچے نے اسے جیسے دلاسا دیا۔ ’’سچ پوچھو تو مجھے دوبارہ زندہ ہونے کے لیے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ تم میری مدد کرو گے نا؟‘‘

’’لیکن تم دوبارہ زندہ ہونا کیوں اور کس لیے چاہتے ہو......؟‘‘

’’کس لیے ایسا چاہتا ہوں؟ تمہیں یہ سب جاننے کے لیے میری آپ بیتی غور سے سننا ہوگی۔ اسی صورت میں تمہارا خوف و تجسس دور ہو سکتا ہے۔ کیا تم میری کہانی سننا پسند کرو گے؟‘‘ ڈھانچے نے کہا۔

’’چلو......تم اپنی کہانی سناؤ۔‘‘ جوگی کبیر نے کہا۔

☆......☆......☆

آج سے چالیس برس پہلے میں نے باری سال کے قریب ایک بہت بڑے گاؤں جولا رگئی

میں جنم لیا۔ میرے والدین نے میرا نام موہن لال رکھا۔ میرے والد کا بڑا بھائی بڑا عیاش اور خود غرض انسان تھا۔ میری ماں بہت حسین عورت تھی اور میرا باپ بھی بہت دولت مند آدمی تھا۔ اس کے پاس بہت زیادہ زمین تھی۔ میرے تایا نے اپنی ساری دولت، زمین اور دو تین مکان جوئے اور کھلنا شہر کی طوائفوں کی نذر کر دیئے۔ جب اس کے پاس کچھ نہ رہا تو اس نے ایک منصوبہ بنایا۔ کھلنا شہر کے پیشہ ور قاتلوں کی خدمات حاصل کر کے میرے باپ کو قتل کرا دیا۔ پھر اس نے میری ماں کو دھمکا کر سارے کاغذات پر دستخط کروا لیے۔ پھر وہ میری ماں کو دو مہینے تک یرغمال بنا کر اس کی عزت و آبرو سے کھیلتا رہا۔ پھر ایک دن اس پر بدچلنی کا الزام لگا کر اسے گاؤں سے نکال دیا۔ پھر اسے پیشہ ور غنڈوں کی دھونس دھمکی سے دہشت زدہ کر دیا اور اس نے یہ کہا کہ...... اس نے بھولے سے بھی اس گاؤں کا رخ کیا تو وہ ماں بیٹے کو قتل کر دے گا۔ میری ماں مجھے لے کر اس گاؤں میں آ گئی۔ جہاں میرے پتا جی کے بچپن کے ایک دوست راج کمار رہتے تھے۔ اس مصیبت کی گھڑی میں انہوں نے ہمیں سہارا دیا۔ وہ بہت اچھے مخلص اور عظیم انسان تھے۔ انہوں نے صحیح معنوں میں دوستی کا حق ادا کیا۔ وہ پورے گاؤں میں اپنی سادگی کی وجہ سے مشہور تھے۔ لوگوں نے ان کا نام سادھو چاچا رکھ دیا تھا۔ وہ سادھوؤں اور سنتوں کی بھی بہت عزت اور ان کا احترام کرتے تھے۔ ہمارے گاؤں میں گنتارام کے نام پر ہر سال ایک میلہ لگا کرتا تھا۔ دور دور سے ہندو اور سادھو اس میلے میں شریک ہونے کے لیے آتے تھے۔ سادھو چاچا بھی اس میلے میں بچپن سے ہی تے تھے۔ اسی لیے ان کی دوستی میرے پتا جی سے ہو گئی تھی۔ پتا جی انہیں اپنے ہاں ٹھہراتے بھی تھے۔ وہ جب بھی جاتے تو مجھے اپنے ساتھ لے جاتے۔

چیت یا بیساکھ کا مہینہ تھا۔ گنتارام کے میلے میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ میرا تایا تین چار پیشہ ور غنڈوں کے ہمراہ ہمارے گھر میں گھس آیا۔ اس کے باوجود کہ اس نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا اور میری ماں کی بے حرمتی بھی کی تھی، اس کی خاطر تواضع کرنے کی کوشش کی۔ ماں کی بے حرمتی کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میری ماں اور تایا نوجوانی میں عشق کرتے تھے۔ میرے تایا کو گاؤں کی ایک شادی شدہ عورت کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے ہوئے ماں نے دیکھ لیا تو اس سے شادی سے انکار کر دیا اور میرے پتا جی سے شادی کر لی۔ لیکن اس نے بڑے سخت لہجے میں میری ماں سے کہا کہ وہ اس وقت ساری جائداد اس کے نام لکھ دے۔ تایا نے ہمیں گاؤں سے نکالتے وقت ماں سے ایک کاغذ پر انگوٹھا لگوا لیا تھا۔ دراصل وہ کاغذ اس سے کہیں گم ہو گیا تھا۔ اس نے تین سادے کاغذ میری ماں کے سامنے رکھ کر کہا کہ اس پر انگوٹھا لگا دے۔ میری ماں جانتی تھی کہ میرا تایا بہت ظالم آدمی ہے۔ ماں کو اس بات کا خوف اور اندیشہ تھا کہ اگر انہوں نے ان کی بات نہیں مانی تو

وہ ظالم نہ صرف مجھے قتل کر دے گا بلکہ انہیں اپنے ساتھ لے جا کر درندگی کا نشانہ بھی بنا سکتا ہے۔ اور جب جائداد و دولت کے لالچ میں وہ اپنے سگے چھوٹے بھائی کو قتل کر سکتا ہے تو مجھے بھی قتل کر سکتا ہے۔ چنانچہ اس طرف سے انہوں نے فوراً ہی بلا چوں و چرا وہاں دستخط کر دیئے جہاں تایا نے کرنے کے لیے کہا تھا۔ میری ماں کا خیال تھا کہ کاغذات پر دستخط کرانے کے بعد اس شیطان سے سدا کے لیے نجات مل جائے گی۔ مگر وہ کمینہ تو کچھ اور ہی منصوبہ بنا کر آیا تھا۔ اس نے جائداد کے کاغذات تو اپنے آدمیوں کے ہاتھ روانہ کر دیئے لیکن وہ یہ کہہ کر رک گیا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ رات رک کر صبح چلا جائے گا۔ مجبوراً اسے ماں اور سادھو چاچا نے ٹھہرا لیا۔ پھر اس کی خاطر مدارت بھی کرنا پڑی۔ وہ گاؤں سے رس گلے بنا کر لایا تھا جو اس نے ہم سب کو کھلا دیئے۔ پھر وہ مٹھائی کھا کر ہم سب اپنے اپنے کمروں میں سونے چلے گئے۔

جب صبح ہوئی تو وہ میرے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔ میرے ظالم اور سفاک تایا نے رات میری ماں کے کمرے میں گھس کر نہ صرف اس کی بے حرمتی کی بلکہ گلا گھونٹ کر ہلاک کر دیا اور پھر فرار ہو گیا۔ اس کے خلاف کوئی ثبوت اور عینی گواہ تک نہ تھا۔ گاؤں میں کسی نے اسے آتے جاتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ دن ڈوبنے کے بعد اندھیرے میں آیا تھا۔ اس نے جو مٹھائی کھلائی تھی اس میں بے ہوشی کی دوا شامل تھی۔ اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہیں ہو سکی۔

ماں کی موت میں برداشت نہ کر سکا۔ اس صدمے سے میں دو دن تک آنسو بہاتا رہا۔ غشی کے دورے مجھ پر پڑتے بھی رہے تھے۔ سادھو چاچا نے مجھے بہت سمجھایا کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ رونے دھونے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ سادھو چاچا کو بھی بہت صدمہ ہوا تھا۔ کیونکہ انہیں میری ماں سے محبت ہو گئی تھی اور وہ شادی کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ میری ماں بہت حسین تھی۔ اس میں بے پناہ کشش تھی۔ ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی کبھی انہوں نے میری ماں کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالا۔ ان دونوں کی بڑی پوتر محبت تھی۔ ماں کی موت کے بعد سادھو چاچا کے سوا میرا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ انہوں نے میری ایسی دلجوئی کی اور خیال رکھا کہ چند برس بڑے سکون و عافیت سے بیت گئے۔

میں نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ دیا تھا۔ میں سادھو چاچا کے ہر کام میں ان کا ہاتھ بٹاتا تھا۔ ان کی مدد کیا کرتا تھا۔ لیکن میں اپنے ماں باپ کی المناک اور دردناک موت کو بھلا نہ سکا۔ گزرتا ہوا وقت اس گھاؤ کو بھر نہ سکا۔ جب کبھی اس کا خیال آتا تو میرے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی اور میری رگوں میں غصے اور انتقام کے جوش سے لہو ابلنے لگتا۔ میرا دل کرتا کہ میں اسی وقت اپنے گاؤں جا کر اپنے تایا کو کسی نہ کسی طرح قتل کر دوں۔ مجھے قانون اور گرفتاری کا کوئی خوف

بھی نہیں تھا۔ لیکن سادھو چاچا پیار و محبت سے سمجھا بجھا کر میرا غصہ سرد کر دیتے تھے۔ وہ مجھ سے کہتے کہ ابھی انتقام لینے کا وقت نہیں آیا۔ کچھ دن اور صبر کر لو۔

گنتارام میلے کے سلسلے میں سادھو چاچا کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ اب بھی سرگرمی، دل چسپی اور بڑے ذوق و شوق سے اس میلے میں جایا کرتے تھے۔ لیکن مجھے میلوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ لیکن میں پھر بھی چلا جاتا۔ ایک سال جب چیت کا مہینہ تھا اور گنتارام کا میلہ شروع ہونے میں کچھ ہی دن باقی رہ گئے تھے۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور سادھو چاچا سے گاؤں جانے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے میرے بے حد اصرار پر میرے تایا کا پتہ بتایا اور مجھ سے وچن لیا کہ میں اس سے صرف مل کر آؤں گا اور اس سے انتقام لینے کی کوشش نہیں کروں گا۔ وہ میلہ میرے گاؤں سے ایک سو گز کے فاصلے پر جو جزیرہ سی جگہ تھی اس پر لگتا تھا اس لیے میں کبھی تایا کا گھر دیکھ نہیں سکا نہ سادھو چاچا نے دکھایا۔ انہوں نے مجھے تایا کے مکان کی نشانی بھی بتادی۔ یوں بھی گاؤں میں جا کر تایا کے گھر کا پتا معلوم کرنا چنداں مشکل نہ تھا گو کہ وہ میرا گاؤں تھا اور میں وہیں پیدا بھی ہوا تھا لیکن وہ پھر بھی میرے لیے اجنبی تھا۔ میں نے سوچا ہوا تھا وہ یہ کہ ایک مرتبہ جا کر گاؤں اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے آؤں۔ تایا کی مصروفیت اور معمولات کا پتا کر آؤں۔ پھر اس کے قتل کا ایسا منصوبہ بناؤں کہ قانون کے ہاتھوں سے بچ جاؤں۔ سادھو چاچا خود بھی یہ چاہتے تھے کہ میرے تایا سے ماں باپ کی موت اور اس کے ظلم و ستم کا بدلہ لیا جائے۔ وہ اس بات کے قائل تھے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

دوسرے دن علی الصباح ہی میں نے شیرنی پر زین کسی اور روانگی کے لیے تیار ہو گیا۔ شیرنی میری گھوڑی کا نام تھا اور وہ مجھ سے اس قدر ہلی ہوئی، مانوس، سمجھدار تھی کہ میں جب بھی اسے شیرنی کہہ کر آواز دیتا وہ میرے پاس پہنچ جاتی روانگی سے قبل سادھو چاچا نے پھر مجھ سے ناصحانہ انداز میں صبر و تحمل سے کام لینے کی تاکید کی اور بہت سمجھایا کہ میں جذباتی نہ بن جاؤں۔ میں نے انہیں اطمینان دلایا کہ میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جو پشیمانی کا باعث ہو اور پچھتاوے کا سبب بن جائے۔

میں اپنے گاؤں روانہ ہو گیا جو اس جگہ سے کوئی بیس میل دور واقع تھا۔ میں اس گاؤں کبھی خشکی کے راستے نہیں گیا تھا۔ ایک مسافر لانچ میں سادھو چاچا کے ساتھ اس گاؤں میں پہنچتا تھا جہاں میلہ لگتا تھا اس لیے مجھے سادھو چاچا نے خشکی کا پتا سمجھاتے ہوئے کہا تھا کہ میں ندی کے کنارے کنارے شمال کی جانب ناک کی سیدھ میں چلتا جاؤں۔ یہ راستہ ایک آم کے باغ پر جا کر ختم ہو جائے گا۔ پھر میں وہاں سے دائیں جانب مغرب کی سمت چل پڑوں۔ میرا گاؤں وہاں سے ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔

موہن لال نے اپنی اتنی کہانی سنائی تھی کہ اچانک اس کا چہرہ غائب ہو گیا۔ اگلے لمحے اس کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی باہر آہٹ سی ہوئی۔ صبور سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آ رہا تھا اس نے آتے ہی پوچھا۔

''جوگی کبیر! تم ابھی تک یہاں ہو۔ گھر نہیں گئے......؟''

''نہیں۔'' جوگی کبیر نے سر ہلایا۔ ''میں بہت تھک گیا ہوں اس لیے میں یہاں آرام کرنے کے لیے رک گیا ہوں۔''

''میں قبرستان میں کھرپی بھول گیا تھا وہ لینے آیا تو ادھر آ نکلا۔ کیا تم گھر چل رہے ہو؟'' صبور نے کہا۔

''نہیں۔ تم چلے جاؤ۔ میرے پیر بہت درد کر رہے ہیں۔ میں تھوڑی دیر بعد چلا جاؤں گا۔'' اس نے بہانہ کیا۔

صبور چلا گیا چند لمحوں کے بعد موہن لال کی کھوپڑی پھر زندہ انسان کے سر کی شکل اختیار کر چکی تھی۔ جوگی کبیر نے اس سے کہا۔ ''وہ میرا دوست تھا۔ بچپن کا اور بہت ہی عزیز دوست۔ تم اسے دیکھ کر غائب کس لیے ہو گئے؟''

''اس لیے کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کو اس راز میں شریک کرنا نہیں چاہتا ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

پھر اس نے کہانی سنانا شروع کی۔ ''ہاں تو میں یہ بتا رہا تھا کہ جب میں گاؤں پہنچا تو خاصا تھک چکا تھا۔ تھوڑی دیر ستانے کے خیال سے نیم کے ایک بوڑھے اور گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں چلنے کا ارادہ ہی ..رہا تھا کہ ادھر سے ایک معمر آدمی گزرا۔ میں نے اس سے تایا کا پتا پوچھا تو اس نے مجھے اپنے ہمراہ لے لیا۔ پھر اس نے مجھے ایک بہت ہی خوبصورت اور عالی شان مکان کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ یہ مکان پہلے اس شخص کے مرحوم چھوٹے بھائی کا تھا۔ یہ سرخ حویلی نما تھا۔ اس حویلی کو دیکھتے ہی میرے سینے میں ایک نفرت اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ میرا تایا جو قاتل اور لٹیرا تھا اس نے میرے پتا جی کی دولت اور جائیداد ہتھیانے کے لیے میرے باپ اور ماں کو سفاکی سے قتل کر دیا۔ اب یہ کمینہ عیش کر رہا تھا اس جائیداد پر قانونی طور پر میرا حق ہے۔ مجھے یہ حق خود سے حاصل کرنا ہو گا۔ یہ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ میں ایک وسیع جائیداد کا مالک ہونے کے باوجود غربت و افلاس اور احساس محرومی کا شکار ہوں میرے دل میں نفرت اور انتقام کا جذبہ بڑھتے بڑھتے جنون کی شکل اختیار کر گیا۔ پھر مجھے سادھو چاچا کو دیا ہوا وچن یاد آیا تو میں نے بدقت تمام اپنے جنون غصے اور نفرت پر قابو پایا جو کہ میرے لیے بہت مشکل امر تھا۔

میں نے دروازے پر دستک دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن اس کی نوبت نہیں آئی۔ کیوں کہ اسی وقت دروازہ کھلا ایک بہت ہی حسین، جوان اور نازک اندام لڑکی باہر نکلی۔ وہ شاید کہیں جانے کے لیے نکلی تھی مجھے دیکھ کر ایک دم سے ٹھٹک کے رک گئی اس کے حسین چہرے پر گہر استعجاب چھا گیا۔

میں نے اپنی زندگی میں اس قدر حسین لڑکی نہیں دیکھی تھی اس کے حسن کا جادو مجھ پر چل گیا تھا۔ میں اسے محویت سے اس طرح دیکھنے لگا جیسے دنیا کا کوئی عجوبہ دیکھ رہا ہوں۔ حیا نے اس کا چہرہ سرخ کر دیا۔ وہ اور حسین دکھائی دینے لگی۔

میں نے اس کی حسین آنکھوں میں اپنے لیے پسندیدگی سی محسوس کی۔ مجھے اس کے بشرے سے بھی لگا کہ اسے میری ذات نے بے حد متاثر کیا ہے۔ میں اس کا سراپا اپنی نظروں میں جذب کرنے لگا۔ میں اس پر ریشہ خطمی ہو گیا تھا۔

اس کے بھرے بھرے سرخ گداز ہونٹوں نے حرکت کی۔ اس نے جھجکتے ہوئے رسیلی آواز میں پوچھا۔ ''آپ کو کس سے ملنا ہے؟'' ایک لمحے کے ہزارویں حصے میں میں نے سوچا۔ اس سے کہوں کہ آپ سے۔ میں بھول گیا ہوں کہ کس سے ملنے آیا ہوں۔ میں تو اپنے آپ کو بھول گیا۔ آپ کو صرف آپ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

''میرا نام موہن لال ہے اور میں اپنے تایا سیٹھ جیت رائے سے ملنے آیا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

میرا نام سن کر اس کے چہرے پر چھایا ہوا استعجاب اور گہرا ہو گیا۔ اس نے چونک کر مجھے غور سے دیکھا۔ اس کے ہونٹوں نے مجھ سے جیسے کچھ کہنا چاہا۔ پھر اسے جیسے تذبذب سا ہوا۔ وہ ایک منٹ کا کہہ کر تیزی سے گھومی اور اندر کی طرف بڑھی۔

''میری ایک بات تو سنیں۔'' میں نے اس سے کہا۔ وہ میری آواز سن کر رک گئی۔ تب وہ میری طرف گھومی تو میں نے اس سے کہا۔ ''آپ نے میرا نام تو پوچھ لیا لیکن آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔''

مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کون ہے اور اس گھر سے اس کا کیا تعلق ہے۔ کہیں وہ اس گھر میں کسی سے ملنے تو نہیں آئی ہے۔ میں اس لیے بھی اس کے بارے میں جاننا چاہتا تھا کہ اس کی من موہنی صورت میرے دل پر قیامت ڈھا گئی تھی اور پھر میں نے اس کے بارے میں ایک پل میں بہت کچھ سوچ لیا تھا۔

''میرا نام آشا دیوی ہے۔'' وہ اپنا نام بتا کر مکان کے اندر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد اندر سے ایک بوڑھا شخص باہر آیا جو اپنی وضع قطع اور چہرے مہرے سے

ملازم معلوم ہوتا تھا اس نے مکان کا بیٹھک کا دروازہ کھول کر مجھے بٹھا دیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ مالک ابھی آتے ہیں آپ انتظار فرمائیں۔

اس بوڑھے ملازم کے جانے کے بعد میں نے اس بیٹھک کا جائزہ لیا۔ ایک کمرے کی دیوار کے ساتھ بہت بڑی چوکی رکھی تھی جس پر سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا اور چار گاؤ تکیے رکھے ہوئے تھے۔ چوکی کے سامنے چار آبنوسی لکڑی کی کرسیاں بھی رکھی تھیں۔ میں ان میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ میں اپنے تایا کا انتظار کرنے لگا۔ میرا خیال تھا کہ شاید وہ چاند اس کمرے میں طلوع ہو گا جسے میں نے دیکھا تھا۔ میں اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ کوئی دس بارہ منٹ کے بعد سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا۔ یہ وہ دروازہ نہیں تھا جس سے ملازم گیا تھا۔ ایک معمر شخص کمرے میں داخل ہوا جس کے چہرے پر خباثت ٹپک رہی تھی اور اس کی آنکھیں کینہ توز تھیں۔ اس نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ ''کیا تم میرے بھتیجے موہن لال ہو......؟'' اس نے سرد سفاک لہجے میں پوچھا۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

''جی ہاں۔ میں موہن لال ہوں۔'' میں نے بھی یکسر سرد لہجے میں جواب دیا۔

''تم یہاں کیوں اور کس لیے آئے ہو......؟'' وہ ایک دم سے غرایا۔ ''تم سے کس نے کہا یہاں آنے کے لیے؟''

''میں اپنے پتاجی کی دولت اور جائیداد لینے کے لیے آیا ہوں جو آپ نے ناجائز طریقے سے اپنے قبضے میں کی ہوئی ہے۔''

میں نے بغیر کسی خوف و جھجک کے صاف صاف کہہ دیا۔ میرا ارادہ اس موضوع پر بات کرنے کا قطعی نہیں تھا جس جارحانہ انداز سے میرے تایا نے میرا استقبال کیا اس نے مجھے کھولا دیا تھا۔

''اوہ یہ بات ہے۔'' تایا نے ایک گہری سانس لی۔ ''چونکہ تم دور دراز کے سفر سے آرہے ہو اور بے حد تھکے ہوئے بھی ہو۔ آرام کرو۔ ان باتوں کے لیے بہت وقت پڑا ہے۔ جس چیز کی ضرورت ہو بلا تکلف مانگ لینا یہ بھی تمہارا گھر ہے۔''

میں نے چونک کر اپنے تایا کی طرف دیکھا۔ اس نے اپنی دانست میں یہ فقرے بڑے محبت آمیز لہجے میں ادا کیے تھے مگر اس کے لب و لہجے کی کرختگی اور چہرے کی سختی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ میں کوئی بچہ نہیں تھا جو اس کی میٹھی باتوں کے فریب میں آجاتا۔ میں اس کی بات کا جواب دینا چاہتا تھا کہ تایا میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اسی دروازے سے اندر چلا گیا جس دروازے سے آیا تھا ویسے میرا خیال تھا کہ جائیداد کی بات سنتے ہی وہ مجھے دھکا دے کر گھر سے نکال دے گا۔

میں چونکہ بے حد تھکا ہوا تھا اس لیے میں جوتے اتار کر چوکی پر آرام کرنے کے خیال سے

درازہوگیا۔ کچھ دیر تک کروٹیں بدلتا رہا نیند نے مجھے کب اپنی آغوش میں لیا خبر نہ ہوسکی۔ معلوم نہیں کتنی دیر تک سوتا رہا۔ میں نے گہری نیند میں محسوس کیا کہ کوئی میرا کندھا پکڑ کر زور زور سے ہلا رہا ہے۔

میں نے اپنے نتھنوں میں سوندھی سوندھی سی خوشبو محسوس کی۔ گرم گرم سانسوں کی فرحت بخش مہک میرے چہرے کو چھو رہی تھی۔ میں نے چند لمحوں کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ میں نے دیکھا آشا میرے چہرے پر جھکی ہوئی ہے۔ اس کے چہرے پر فکرمندی اور آنکھوں سے پریشانی جھانک نہیں رہی ہوتی تو میں اس کا اور مطلب لیتا۔ پھر اسے اپنی آغوش میں لے کر اس کے یاقوتی ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست کردیتا۔ مجھے بیدار دیکھ کر فوراً ہی سیدھی کھڑی ہوگئی۔

''کیا بات ہے آشا دیوی۔ خیریت تو ہے؟'' میں نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

''بھگوان کے لیے آپ یہاں سے جتنا جلد ہوسکے چلے جائیں۔'' اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سرگوشی میں تشویش سے کہا۔

''کیوں چلا جاؤں......؟ یہ میرے تایا کا گھر ہے۔ تایا نے مجھ سے کہا ہے کہ میں جب تک چاہوں یہاں رہوں۔'' میں نے کہا۔

''میں یہ بات بہت اچھی طرح جانتی ہوں اور میرا خیال ہے کہ آپ بھی اس بات سے ناواقف نہیں ہوں گے کہ میرے پتاجی نے آپ کے پتاجی اور ماتاجی کے ساتھ کیا کچھ کیا۔''

''آپ کے پتاجی......؟'' میں نے بڑے زور سے چونک کر یک لخت درمیان میں کہا۔ ''کیا تمہارے پتاجی میرے تایا ہیں؟''

''جی ہاں......'' اس نے ایک مجرم کی طرح اپنا سر جھکا لیا۔ اس کے حسین چہرے پر ندامت کی سرخی پھیل گئی۔

''اوہ یہ بات ہے۔'' میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا۔ ''آپ کو اس بات کا اندیشہ لاحق ہے کہ آپ کے پتاجی نے میرے ماتا پتاجی کے ساتھ جو سلوک کیا کہیں وہی سلوک میرے ساتھ بھی نہ کریں؟''

''میں اپنے پتاجی کو بہت اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ آپ کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے۔ وہ بہت ظالم آدمی ہیں۔''

''مگر کیوں......؟ آخر آپ کو کس لیے میری ذات سے اتنی ہمدردی ہورہی ہے۔ آپ کو خوش ہونا چاہیے کہ میں وہ واحد شخص ہوں جو آپ لوگوں کا عیش وآرام حرام کرسکتا ہوں وہ بھی آپ کے پتاجی کے ہاتھوں اس دنیا سے رخصت ہوجائے گا اور آپ کو بھی یہ خطرہ لاحق نہیں رہے گا کہ

ساری دولت اور جائیداد چھین لی جائے گی۔'' میں نے تلخی سے کہا۔

''آپ کی ان باتوں سے مجھے یہ اندازہ ہورہا ہے کہ آپ اس قدر ذہین اور ہوشیار ثابت نہیں ہورہے ہیں جتنا کہ میں نے سمجھا ہوا تھا۔'' آشا کے لہجے میں تیزی وتندی آگئی۔ ''نفرت اور انتقام کے اندھے جنون نے آپ کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کردی ہے آپ کو کھرے کھوٹے میں تمیز نہیں رہی ہے۔ اگر آپ کی زندگی مجھے عزیز نہ ہوتی تو خود اپنے لیے خطرہ مول لے کر آپ کو یہاں سے جانے کا مشورہ دینے کے بجائے اپنی میٹھی باتوں سے بہلا کر اور حسن کی کرشمہ سازیوں کا اسیر بنا کر یہاں ٹھہرنے کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کرتی۔'' وہ رکی کیونکہ اس کے سینے میں سانسوں کا تلاطم اس کی آواز کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ پھر وہ اپنے دھڑکتے سینے پر ہاتھ رکھ کر جذبات کو قابو میں رکھتی ہوئی بولی۔ ''مگر میرا یہ خیال ہے کہ اس بدگمانی میں آپ کا اتنا زیادہ قصور بھی نہیں ہے ظاہر ہے کہ آپ ایک ظالم باپ کی بیٹی سے اچھی توقع بھی نہیں رکھ سکتے ہیں۔ میں تھوڑی دیر کے لیے آپ کی بات سے غصے میں آکر اپنے آپ پر قابو کھو بیٹھی تھی جس کے لیے آپ سے سخت نادم ہوں۔ چونکہ آپ بہت سے حالات سے واقف نہیں ہیں آپ کا طنز اپنی جگہ بجا تھا۔ مگر موہن لال!...... یہ ایک حقیقت ہے کہ آپ جو آج تک جی رہے ہیں تو تھوڑا اس میں میری کوششوں کا بھی دخل ہے۔ وقت بہت کم ہے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی ہے میں زیادہ تفصیل میں جا نہیں سکتی لیکن آپ کی بدگمانی دور کرنے کے لیے کچھ حالات بیان کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔ جس وقت آپ کے پتاجی کو قتل کیا گیا اس وقت میں بہت چھوٹی تھی۔ پھر جب آپ لوگوں کے یہاں سے جانے کے بعد یہ خبر سننے میں آئی کہ آپ کی ماتاجی کو بھی قتل کردیا گیا۔ تب بھی میرے بچپن کے سادہ اور معصوم ذہن میں ایک افسوس کے علاوہ کوئی دوسرا خیال نہیں آیا۔ لیکن اب سے چند برس قبل جب میری عمر تیرہ چودہ برس کی تھی مجھ پر پہلی بار اس راز کا انکشاف ہوا کہ میرے چچا اور چچی کو قتل کرنے والا ظالم انسان کوئی اور نہیں میرا اپنا باپ ہے۔ وہ ایک چاندنی رات تھی میں اور میری بہت ساری سہیلیوں نے چاندنی رات میں کھیتوں سے گنّے توڑنے کا پروگرام بنایا۔ پتاجی رات کو مجھے باہر جانے کی بہت کم اجازت دیتے تھے۔ میں ان سے اجازت لینے کے لیے بیٹھک کی طرف بڑھی اس کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اس کی دہلیز پر پردہ پڑا ہوا تھا ان کی باتوں کی آواز سن کر میں پردے کے پاس رک گئی پتاجی اپنے ہم راز دوست گنیش سے باتیں کررہے تھے جو ایک جرائم پیشہ شخص ہے ان دونوں کی باہمی گفتگو سے مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ چچی اور چچا کا قتل کرنے والا وہ محترم انسان ہے جسے میں مانتی تھی اور شفیق خیال کرتی تھی۔ غصے اور شرم سے میری گردن جھک گئی میرے پتاجی نے نہ صرف آپ کی ماتاجی کی عزت لوٹی بلکہ اسے قتل بھی کردیا۔

چچا کو بھی قتل کر دیا۔ کس طرح سے وہ اپنے بھائی کی دولت کے وارث بن گئے۔ میں نے اپنی سہیلیوں سے بہانہ کر دیا کہ ایک لخت میری طبیعت خراب ہو گئی ہے اس رات مجھے نیند نہیں آئی۔ بار بار خیالوں کے سنپولیے مجھے ڈستے رہے کہ میرا اپنا باپ دو انسانوں کا قاتل ہے درندہ صفت بھی ہے اس نے میری چچی کی بار ہا بے حرمتی کی جو بہت حسین اور معصوم تھی۔

مجھے خود اپنی ذات سے نفرت ہونے لگی۔ چونکہ میں ساری رات سو نہیں سکی تھی اس لیے دن چڑھے تک سوتی رہی۔ میں حسب معمول بیدار ہوئی تو پتا جی میری طبیعت پوچھنے کمرے میں آئے۔ میں اس وقت غصے میں بھری بیٹھی تھی۔ جب انہوں نے میری خیریت دریافت کی تو جذبات کی رو میں بہہ کر ان سے رات کی گفتگو افشا کر دی۔ وہ میری زبانی یہ باتیں سن کر حیران اور پریشان ہو گئے۔ میں نے ان سے جرح کی تو وہ ٹالنے اور گول مول جواب دینے لگے۔ جب میں نے بے حد اصرار کیا۔ طنز سے اور نفرت سے ملامت کی تو وہ کہنے لگے کہ انہوں نے انتقام کے جنون میں یہ حرکت کی تھی۔ جب وہ کسی کام سے بیس دن کے لیے چٹا گانگ گئے تھے تب چچا نے بیس دنوں تک میری ماں کو حیوانیت کا نشانہ بنایا تھا۔ پھر واپس آیا تو تمہاری ماں نے سارا قصہ سنایا۔ میں نے اسی لیے چچا کو قتل کر دیا، چچی کی بھی عزت لوٹی اور قتل کر دیا کیونکہ تمہاری ماں کی بے عزتی میں اس نے اپنے شوہر کا ساتھ دیا تھا۔ وہ تمہاری ماں سے بہت جلتی تھی۔"

"یہ بکواس ہے۔ جھوٹ ہے۔ سراسر بہتان ہے۔ میرے پتا جی نے کبھی اپنی زندگی میں کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ وہ تائی کو اپنی ماں کا درجہ دیتے تھے اس ذلیل اور مذموم حرکت کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ آپ کے پتا جی نے جو کچھ کہا اس میں ذرہ برابر بھی سچائی نہیں ہے۔" میں نے انتہائی غصے سے کہا۔

"موہن لال! پہلے آپ میری پوری بات تو سن لیں۔" آشا نے بڑی سنجیدگی سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "بعد میں مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میرے پتا جی نے مجھے مطمئن کرنے کے لیے یہ افسانہ تراشا تھا۔ جھوٹ بولا تھا پھر اس روز سے میں اس بات کی ٹوہ میں رہنے لگی کہ کسی طرح مجھے سارے واقعات تفصیل سے معلوم ہو جائیں۔ ایک رات ایسا ہوا کہ نصف رات گزرنے کے بعد اچانک میں بیدار ہو گئی۔ اس وقت مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی۔ میں پانی پینے کے لیے اپنے کمرے سے نکلی۔ پانی کے گھڑے صحن میں رکھے ہوئے تھے اور صحن میں جانے کے لیے پتا جی کے کمرے کے سامنے سے گزرنا پڑتا تھا۔ میں نے ان کے کمرے میں روشنی دیکھی تو مجھے حیرت ہوئی۔ پھر تجسس کے زیر اثر دروازے کی طرف بے آواز بڑھی۔ دروازے سے کان لگا دیئے۔ پتا جی، گنیش سے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ سانپ کا بچہ سنپولیا ہوتا ہے۔

وہ زندہ ہے۔ نجانے کب ڈس لے۔ اسے ختم کر دینا بہت ضروری ہے۔ اس شبھ کام میں دیر نہ کرنا۔

یہ باتیں سن کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ پھر میں اپنے آپ کو روک نہ سکی اور میں اس وقت ان کے کمرے میں گھس گئی اور غصے اور جذبات کی رو میں نجانے کیا کچھ کہتی رہی۔ پتا جی مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ میں ان کی اکلوتی بیٹی ہوں۔ انہوں نے مجھے کئی دن تک بڑی نرمی اور محبت سے سمجھانے کی کوشش کی لیکن میں نے ادھر کھانا پینا چھوڑ دیا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اگر انہوں نے تمہیں بھی قتل کرنے کا ارادہ ترک نہیں کیا تو میں فاقے کر کے اپنی جان دے دوں گی۔ آخر پتا جی نے میری بات کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ پھر انہوں نے مجھے وچن دیا کہ وہ تمہاری جان نہیں لیں گے۔ پھر میں تمہارے متعلق سوچنے لگی تھی۔ میں نے تمہیں بچپن میں دیکھا تھا۔ اس لیے تمہاری صورت تک میرے ذہن میں محفوظ نہیں تھی۔ لیکن میں نے اپنے تصور میں ایک مورتی تراش لی تھی۔ دوپہر جب میں نے تمہیں دیکھا۔ تم میری نظروں کے سامنے موجود تھے۔ میں مبہوت اور حیران سی ہو گئی۔ کیونکہ تم ہو بہو ایسے ہی تھے جو پیکر میرے تصور نے جنم دیا تھا اور جیسا میں تمہیں سپنوں میں دیکھتی رہی ہوں۔ میں بہت خوش تھی اور میں اس خیال سے مطمئن تھی کہ شاید پتا جی مجھ سے اپنے کیے ہوئے وچن کا پاس کر کے تمہیں تمہاری ساری جائداد واپس کر دیں۔ لیکن ابھی کچھ دیر پہلے میں نے گنیش کو ان کے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا۔ اور میں یہ بات بہت اچھی طرح جانتی ہوں کہ پتا جی کو گنیش کی ضرورت کب اور کس لیے محسوس ہوتی ہے۔ میں انہیں سرگوشیوں میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر ادھر بھاگی ہوئی آئی ہوں۔ تاکہ تمہاری جان سلامت رہے۔ اس سے پہلے کہ وہ کوئی خطرناک قدم اٹھائیں، میں تمہیں یہاں سے باہر جانے پر آمادہ کروں۔ تم یہاں سے فوراً چل دو۔"

میں آشا کی باتیں سن کر دل ہی دل میں اپنی غلط فہمی اور بدگمانی پر بہت پشیمان ہوا تھا اور پھر خود اس کی زبان سے اشارے کنایے میں محبت بھرے الفاظ سن کر میرے دل کی ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی۔ اس لمحے میرے دل میں آیا کہ اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اس کے لبوں پر مہر محبت ثبت کر دوں۔ مگر یہ وقت ایسی باتوں کے لیے مناسب نہیں تھا۔ میں نے اس سے اپنی بدگمانی کی بڑی ندامت سے معافی مانگی۔ میں نے اس کے سامنے سے جانے کے لیے یہ شرط رکھی کہ وہ دوبارہ ملنے کا وعدہ کرے۔ اگر اس نے دوبارہ ملنے کا وعدہ نہیں کیا تو پھر میں نہیں جاؤں گا۔

اس نے چند ثانیوں کے بعد مجھ سے کہا کہ منگل کو ندی کنارے ایک کھیت کے پاس جو کنج ہے وہاں ملے گی۔ اس کنج میں کوئی نہیں آئے گا۔ کیونکہ یہ اس کے پتا جی کی ملکیت ہے۔ پھر میں اپنی گھوڑی شیرنی پر بیٹھ کر جسے میں مکان کے عقب میں باندھ کر آیا تھا اپنے گاؤں واپس آ گیا۔

دو دن کے طویل اور کرب ناک انتظار مجھ پر صدیوں کی طرح بھاری ہو رہے تھے۔ منگل کا

دن آ گیا۔ میں نے سادھو چاچا سے یہ بہانہ کیا کہ گوتم پور میں جو کشتی رانی کا مقابلہ ہو رہا ہے وہ دیکھنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے مجھے اجازت دی۔ میں نے بارہ بجے دن دوپہر کا کھانا کھایا اور شیرنی پر سوار ہو کر ادھر چل دیا۔

اشتیاق کا یہ عالم تھا کہ میں نے ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت صرف ایک گھنٹے میں طے کر لی۔ ایک بجے کے تھوڑی دیر بعد اپنی منزل مراد پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا آشا نہیں آئی تھی۔ مجھ سے بھول ہوئی تھی کہ میں نے وقت خاص کا تعین نہیں کیا تھا۔ آشا نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ دوپہر کو گھر کے تمام کام کاج سے فراغت پا کر آنے کی کوشش کرے گی۔ میں انتظار کرنے لگا۔ میں نے ان دو دنوں میں کیا کیا خواب نہیں دیکھے تھے۔ اسے بازوؤں میں سمیٹ لوں گا۔ اس کے کانوں میں محبت کا رس گھول دوں گا۔ اس کے حسین اور پھول سے چہرے پر بوسوں کی بارش کر دوں گا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا۔ میرے سپنے بھی ایک ایک کر کے بکھرتے گئے۔ دوپہر سے سہ پہر ہو گئی۔ انتظار کا ایک ایک لمحہ نہ صرف اذیت ناک بن گیا تھا بلکہ مجھ پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ آشا کو نجانے کیا مجبوری آن پڑی ہے وہ شاید اسی لیے نہیں آئی ہے۔ میں اپنے دل کو سمجھاتا رہا۔ جب دن ڈوب گیا اور شام کے دھندلکے گہرے ہونے لگے تب میں نے مایوس ہو کر واپسی کا ارادہ کر لیا۔

ابھی میں اپنی گھوڑی شیرنی پر سوار ہوا ہی تھا کہ چھ سات گھڑ سوار اچانک درختوں کے جھنڈ سے نکل کر میرے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ ان سب کے ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ انہوں نے مجھے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ میں غیر مسلح تھا اور پھر میرے سامنے ایک دو نہیں پورے چھ سات مسلح بدمعاش موجود تھے۔ ایک دو ہوتے تو شاید ان سے نمٹ بھی لیتا۔ میں نے سردست ان کی بات ماننے اور ان کے ساتھ جانے میں ہی اپنی سلامتی اور عافیت سمجھی۔ میں نے ان سے سوال کیا کہ وہ مجھے کہاں، کیوں اور کس لیے لے جا رہے ہیں۔ ان میں سے ایک نے جو ان کا سردار معلوم ہوتا تھا مجھے بری طرح ڈانٹ دیا پھر میں خاموش ہو گیا۔ وہ مجھے اپنے نرغے میں لیے گاؤں میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد میں اپنے تایا کے حویلی نما لال مکان کے سامنے تھا۔ لیکن مجھے بیرونی حصے کے بجائے عقبی حصے میں لے جایا گیا۔ پھر اس دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد مجھے ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دیا گیا۔ جو شک ان سواروں کو دیکھ کر میرے دل میں پیدا ہوا تھا اب وہ یقین میں بدل گیا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ مجھے اپنے ظالم تایا کے حکم سے پکڑ کر لایا گیا تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ انہیں اس بات کا علم کیسے اور کیوں کر ہوا تھا کہ آج میں آشا سے ملنے آ رہا ہوں۔ میرے دل کے کسی کونے میں اس شک و شبہے نے اپنا سر اٹھایا کہ کہیں آشا نے میرے ساتھ فریب تو نہیں

کیا......؟ اس نے مجھے محبت کے نام پر دھوکا تو نہیں دیا؟ میرے دل نے کہا کہ وہ ایسا نہیں کر سکتی......؟ میرا دل اس بات کا یقین کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں تھا کہ وہ چال بازی کر سکتی ہے۔

مگر جو کچھ بھی ہوا تھا اس کا نتیجہ سامنے تھا۔ وہ یہ کہ مجھے ایک کمرے میں قید کر دیا گیا تھا۔

میں نے دل میں سوچا کہ مجھے اپنی رہائی کی تدبیر کرنی چاہیے۔ ورنہ میرا تایا جو مجھے سنپولیا سمجھ رہا ہے میرا سر کچل دے گا۔ میں آخری سانس تک اس مردود کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس لمحے کمرے کا جائزہ لیا۔ مگر اس کمرے میں ایک ہی دروازہ تھا۔ جسے وہ لوگ باہر سے بند کر کے گئے تھے۔ پھر میری نظر معاً دروازے کے اوپر بنے ہوئے لکڑی کے روشن دان پر پڑی جو فرش سے دس بارہ فٹ اونچا تھا۔ اگر میں کسی طرح روشن دان تک پہنچ سکتا تو وہ اتنا بڑا تھا کہ بہ آسانی اس سے دوسری طرف نکلا جا سکتا تھا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ کمرے کے ایک کونے میں موٹی سی پرانی چادر پڑی تھی جو غالباً جانوروں کا چارہ لانے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں نے اس چادر سے کئی پٹیاں پھاڑ کر انہیں ایک دوسرے سے جوڑ کر ایک مضبوط رسی بنا لی۔ روشن دان میں ایک سلاخ بھی لگی ہوئی تھی۔ میں نے رسی کو روشن دان کی طرف پھینکا لیکن ناکام رہا۔ لیکن میں نے حوصلہ نہیں ہارا۔ کوئی نصف گھنٹے تک مسلسل کوشش کرتا رہا۔ آخر کار اس کا ایک سرا سلاخ کے دوسری جانب سے نکال کر کھینچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے دوسرے سرے سے پھندا بنا کر اس کو کھینچا جیسے ہی پھندا تنگ ہوا وہ سلاخ کے گرد مضبوطی سے بندھ گیا۔ میں نے بھگوان کا نام لیا اور رسی کے سہارے روشن دان تک پہنچ گیا۔ وہاں تک پہنچنے کے بعد اس سے باہر نکلنا کچھ ایسا زیادہ مشکل ثابت نہ ہوا۔ البتہ اوپر سے دس بارہ فٹ کودنا قدرے مشکل نظر آیا لیکن میں نے یہاں بھی رسی سے کام لیا اور رسی کو کمرے سے نکال کر باہر کی جانب لٹکا دیا۔ پھر اس سے پھسلتا ہوا نیچے آ گیا۔

قید سے نجات ملنے کے بعد مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ میں فوراً یہاں سے فرار ہو کر اپنی جان بچا لوں۔ لیکن رگوں میں دوڑتا ہوا جوان خون جوش میں آ گیا۔ مجھے اپنے تایا کی اس فریبی اور دغا بازی پر بے حد غصہ آیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ اپنے ظالم تایا کو کیوں نہ ایسا سبق دے جاؤں جو کسی تازیانہ کی طرح ہو اور وہ اسے آخری سانس تک نہ بھول سکے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں نے تایا کو تلاش کیا۔ کئی کمروں میں جھانک لیا۔ وہ کہیں دکھائی نہ دیا۔ یہ ناقابل یقین بات تھی کہ حویلی بالکل خالی نظر آ رہی تھی۔ اور پھر میری تائی اور آشا بھی کہیں دکھائی نہیں دیں۔ جانے وہ کہاں غائب ہو گئی تھیں اور وہ بوڑھا ملازم بھی دکھائی نہیں دیا۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا کہ اس حویلی پر شاید آسیب کا اثر ہو گیا ہے اور یہاں سے سب چل دیئے ہیں۔ کئی کمروں میں جھانکنے کے بعد میں

ایک بند کمرے کی طرف بڑھا تو مجھے اس کے اندر سے کسی کی سسکیاں لے کر رونے کی آواز سنائی دی۔ دروازے کے باہر کنڈی لگی ہوئی تھی جس سے دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ میں کنڈی کھول کر اندر داخل ہوا۔ وہ آشا ہی تھی جو رو رہی تھی۔ آشا نے جیسے ہی مجھے دیکھا وہ میری طرف دیوانہ وار لپکی اور مجھ سے لپٹ گئی۔ پھر ہم دونوں کے لبوں نے دیوانہ وار اپنی محبت اور گرم جوشی کا اظہار کیا۔ چند لمحوں تک ہم دونوں خود فراموشی کی حالت میں رہے۔ جیسے برسوں کے بچھڑے ہوئے ہوں۔ چند لمحوں بعد میں نے غور سے اس کی طرف دیکھا۔ اس کے بال بکھرے ہوئے، روتی ہوئی سرخ آنکھیں اور ملگجے کپڑے دیکھ کر اس کے خلاف میرے دل میں جو نفرت اور غلط فہمیاں پیدا ہوئی تھیں وہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھ گئیں۔

''میرے موہن لال! مجھے بچا لو۔'' وہ سسکیوں کے درمیان کہنے لگی۔ ''میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی...... آج معلوم نہیں پتا جی کو کس طرح پتہ چل گیا کہ میں تم سے ملنے والی ہوں۔ جبکہ یہ بات میں نے کسی کو بھی نہیں بتائی۔''

''تمہاری ماتا جی کہاں ہیں؟ وہ نظر نہیں آ رہی ہیں۔'' میں نے پیار سے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے پوچھا۔

''وہ صبح سے ہی ماسی کے گھر گئی ہوئی ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''پتا جی نے نہ صرف یہ کہ مجھے ان کے ساتھ جانے نہیں دیا بلکہ ان کے جاتے ہی مجھے اس کمرے میں بند کر دیا۔ وہ دوپہر کو میرے پاس آئے اور غصے سے بھر کر پوچھا...... کیا یہ بات سچ ہے کہ تم نے آج موہن لال کو ملنے کے لیے بلایا ہے؟ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اسی طیش کے عالم میں ان سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں اور آخری سانس تک کرتی رہوں گی۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات انہیں گاؤں کے جیوتشی نے بتائی ہوگی۔ وہ تھوڑا بہت کالا جادو جانتا ہے اور پتا جی کا دوست ہے۔ میرے محبت کرنے کی بات سن کر انہوں نے مجھے بہت مارا پیٹا۔ پھر گنیش کو بلا کر ہدایت کی کہ وہ گاؤں کے پنڈت سے مل کر میری اور جگت رام کی شادی کی کوئی شبھ سی مہورت نکلوا لے۔ جس کا نام جگت رام ہے وہ گاؤں کے پٹواری کا لڑکا ہے اور اس کے ماں باپ بہت دن سے میرا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگ رہے تھے۔ جب انہوں نے یہ بات کہی تو میں نے بھی غصے میں آ کر ہذیانی لہجے میں چیختے ہوئے کہہ دیا کہ ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ یہ شادی کبھی نہیں ہو سکتی۔ اگر میری شادی جبر و زیادتی سے کی گئی تو میں زہر کھا لوں گی۔ تاکہ میری لاش جگت رام کے حوالے کی جا سکے۔ پتا جی کو مجھ سے سرکشی کی قطعی امید نہیں تھی وہ مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے پر مجھ پر ہاتھ اٹھایا۔ جب وہ مارتے مارتے تھک گئے تو کمرے کی کنڈی باہر سے لگا کر چلے گئے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ گئے کہ......

اگر چہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں اگر میں نے ان کی کسی بھی حکم کی سرتابی کی تو وہ میرا گلا گھونٹ کر مارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔''

''گھبراؤ نہیں......'' میں نے آشا کو دلاسا دیا۔ ''اگر بھگوان نے چاہا تو وہ اس مرتبہ اپنی من مانی نہیں کر سکیں گے۔ میں خود تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور تمہارے بغیر زندگی گزارنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔ تایا نے میرے اور میری پتا جی اور ماتا جی کے ساتھ جو کچھ کیا ہے وہ تم بھی بہت اچھی طرح جانتی ہو۔ لیکن میں نے محض محبت کی خاطر یہ سوچا تھا کہ اگر تایا نے تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا تو میں ان سے انتقام لینے کا خیال اپنے دل سے نکال دوں گا۔ لیکن اب وہ اگر تمہاری شادی کسی اور سے کرنا چاہتے ہیں تو میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گا۔ خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔ لیکن ظاہر ہے میں یہ سب کچھ اکیلا نہیں کر سکتا جب تک تم میرا ساتھ نہ دو۔''

''میں ہر طرح سے تمہارے ساتھ ہوں۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا ہوگا؟'' آشا نے بڑے حوصلے سے کہا۔

''تمہیں ابھی اور اسی وقت میرے ساتھ چلنا ہوگا۔'' میں نے کہا۔ ''یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ تمہارے پتا جی راضی خوشی تمہاری شادی مجھ سے نہیں کر سکتے۔ میں چاہوں تو تمہیں حاصل کرنے کے لیے مقابلے کے لیے بھی للکار سکتا ہوں۔ مگر میں تنہا ہوں۔ جب کہ بہت سے بدمعاش اور پیشہ ور غنڈے تمہارے پتا جی کے دوست اور پالتو ہیں۔ مجھے اپنی زندگی کی کوئی فکر نہیں ہے۔ مرتے مرتے بھی دو چار کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا مگر اس میں خون خرابا ہوگا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں جس کے بعد تم جگت رام سے شادی کرنے پر مجبور ہو جاؤ گی یا پھر تمہیں خودکشی کرنا پڑے گی۔ ہم دونوں مر جائیں گے مگر ہمارے دشمن زندہ رہیں گے۔ یہ بات نہ مجھے گوارا ہو سکتی ہے اور نہ تمہیں...... اس لیے ان حالات میں بہترین تدبیر یہی ہے کہ ہم دونوں یہاں سے کہیں دور چلے جائیں۔ کہیں ایسی جگہ جہاں تمہارے ظالم باپ کا ہاتھ نہ پہنچ سکے اور شادی کر کے اپنی ایک نئی اور خوش گوار زندگی کا آغاز کریں۔''

آشا پہلے تو ہچکچائی۔ کیونکہ وہ گھر سے بھاگ کر اپنے اور اپنے خاندان پر کلنک کا ٹیکہ نہیں لگانا چاہتی تھی۔ لیکن جب میں نے اسے سمجھایا کہ دنیا والے خواہ اس کے باپ کو کتنا ہی بڑا اور عزت دار آدمی خیال کیوں نہ کرتے ہوں مگر وہ بھگوان کی نظروں میں ایسے بدترین گناہوں کا ارتکاب کر چکا ہے جو ہمارے فرار سے کہیں سنگین ہیں اور پھر یہ کہ گھر سے بھاگ کر ہم کوئی گناہ کرنے نہیں جا رہے ہیں بلکہ ہم آپس میں شادی کرنا چاہتے ہیں اور یہ کوئی پاپ نہیں ہے۔''

پھر ہمارے لبوں نے ایک بار پھر مصافحہ کر کے محبت کی مہر ثبت کی۔ وہ میرے سمجھانے

بجھانے پر میرے ساتھ چلنے پر آمادہ ہوگئی۔ کیونکہ یہ خطرہ تھا کہ میرا ظالم تایا یا اس کا کوئی دوست نہ آجائے۔ اس لیے میں نے آشا سے کہا۔ "تم جلدی سے چند جوڑے کپڑے لے لو...... لیکن رقم اور زیور نہ لینا۔"

میں نے رقم اور زیور لینے سے سختی سے اسے اس لیے منع کیا تھا کہ اس کے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ مجھے اس سے نہیں بلکہ اس کے باپ کی دولت سے دلچسپی ہے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اگر آشا گھر سے خالی ہاتھ فرار ہوئی تو شاید میرے تایا کی نظر میں جو دولت کو ہی بہت کچھ سمجھتا تھا ہمارا تعاقب نہ کرے۔ آشا تھوڑی ہی دیر میں تیار ہو کر آ گئی۔ ہم عقبی دروازے سے باہر آئے۔ یہ دیکھ کر میری حیرت اور خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میری گھوڑی شیرنی ایک درخت سے بندھی کھڑی ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر ہنہنائی۔ نجانے کیوں ان بدمعاشوں کو اسے کہیں اور لے جانے کا خیال نہیں آیا۔ یا پھر انہوں نے یہ سوچا ہوگا کہ اسے بعد میں لے جایا جائے۔ پہلے تو میں نے سہارا دے کر آشا کو زین پر بٹھایا اور پھر خود بھی سوار ہو گیا۔ شیرنی کسی شیرنی کی طرح طاقتور تھی۔ اور یوں بھی آشا جیسی دھان پان لڑکی کا وزن ایسا کچھ زیادہ بھی نہ تھا۔ میں نے بیٹھتے ہی شیرنی کو اشارہ کیا۔ وہ سڑک پر آتے ہی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

میں اپنے گاؤں جانے کے بجائے جدھر منہ اٹھا ادھر چل پڑا۔ یہ میرے لیے ایک نیا راستہ تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس راستے پر کوئی گاؤں یا آبادی ہے۔ میں اس راستے پر اس لیے چل پڑا تھا کہ اپنے تایا کو بھٹکا سکوں۔ کیونکہ میرے تایا کو جیسے ہی میرے فرار کا علم ہوگا وہ یہ سمجھے گا کہ میں اس کی بیٹی کو اپنے گاؤں لے گیا ہوں۔ پھر وہ ہماری تلاش میں وہاں پہنچے گا۔ اسے بھولے سے بھی یہ خیال نہیں آئے گا کہ میں کوئی دوسرا راستہ اختیار کر سکتا ہوں۔ جب تک اسے اس بات کا احساس ہوگا میں اتنی دور اس کی بیٹی کو لے جا چکا ہوں گا کہ اس کی دسترس سے باہر ہوں گا۔ آشا نے میرے اس خیال سے اتفاق کیا۔ ہم دونوں بھگوان کا نام لے کر اطمینان سے اس نئے راستے اور ایک منزل کی طرف چل پڑے تھے۔

میں نے اپنے گاؤں سے چلتے وقت خاصی معقول رقم اپنے ساتھ لے لی تھی۔ سادھو چاچا مجھے ہر ہفتہ ایک معقول رقم جیب خرچ کے لیے دیا کرتے تھے۔ جسے میں پس انداز کر لیتا تھا۔ میں نے کبھی اسے بلاوجہ خرچ نہیں کیا تھا۔ میرے پاس خاصی رقم جمع ہوگئی تھی۔ رقم میں نے اس خیال سے بھی لے لی تھی کہ آشا کو کوئی تحفہ خرید کر دوں تاکہ ہماری محبت اور گہری ہو جائے۔ عورت تحفے سے بہت خوش ہوتی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ان مسلح بدمعاشوں نے میری جامہ تلاشی نہیں لی۔ ورنہ میں اس رقم سے محروم ہو جاتا۔ وہ مجھ سے رقم چھین لیتے۔ اس وقت یہ رقم بہت بڑی دولت

اور سہارا تھی۔ اس رقم سے ہم دونوں دو ایک مہینے آسانی سے گزر بسر کر سکتے تھے۔ میں اس عرصے میں کوئی ملازمت بھی تلاش کر سکتا تھا۔

ہم نے رات بھر سفر جاری رکھا۔ کسی ویرانے میں کچھ دیر ستانے کے لیے کسی درخت کے نیچے ٹھہر جاتے۔ وہ میرے بازوؤں میں سما کر اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیتی ہم دونوں کچھ دیر کے لیے ایک دوسرے میں کھو جاتے۔ پھر سفر جاری رکھتے۔ میں نے ایک گاؤں سے خورد و نوش بھی لے لیا تھا۔ جو رات قیام کے دوران کام آتا رہا۔ راستے میں کچھ چھوٹی موٹی آبادیاں نظر آئیں لیکن وہ قیام کے لیے مناسب معلوم نہیں ہوئیں۔ وہاں یوں بھی ایسا کوئی روزگار نہیں ملتا جس سے ہم اپنا گزارہ کر سکیں۔

سورج طلوع ہونے سے پیشتر ہم ایک بہت بڑے گاؤں پہنچ گئے۔ تھکن نے ہمیں نڈھال کر دیا تھا۔ پھر ہم نے مندر کا رخ کیا۔ ہم نے مندر کے پجاری کو بتایا کہ ہم پتی پتنی ہیں۔ ہمارے کچھ رشتہ دار ہندوستان کی سرحد کے قریب رہتے ہیں۔ ہمیں میسور کی سرحد کا اندازہ نہ تھا کہ وہ کس طرف واقع ہے۔ کیونکہ ہم جنوب کی طرف سفر کرتے رہے تھے۔ اس سے ہندوستان کی سرحد کا نام لینے سے کوئی خطرہ محسوس نہیں ہوا۔ پجاری کو بھی ہماری باتوں پر کوئی شک و شبہ نہ ہوا۔ اس نے ہمیں ٹھہرنے کے لیے مندر سے ملحق ایک کوٹھڑی دی۔ ہم یہاں کچھ گھنٹے قیام کر کے آگے جانا چاہتے تھے۔ پجاری کسی کام سے چلا گیا۔ مندر کے عقب میں ایک بہت بڑا تالاب تھا جو درختوں اور جھاڑیوں میں گھرا ہوا تھا۔ جس وقت میں شیرنی کو چارہ کھلا رہا تھا، آشا نہانے چلی گئی۔ اس وقت یہاں ہمارے سوا کوئی نہیں تھا۔ جانے کیوں میرے دل میں ایک خیال آیا۔ میں آشا کو نہاتے ہوئے دیکھنے کے لیے چوروں کی طرح تالاب کی طرف بڑھا۔ وہ قدرتی حالت میں پوری آزادی اور سکون سے نہا رہی تھی۔ اسے بے نیام تلوار کی طرح دیکھ کر میرے جذبات بھڑک اٹھے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ آشا اب میری پتنی ہونے والی ہے ہم دونوں ایک دوسرے کے ہونے والے ہیں۔ کیوں نہ میں اس موقعے سے فائدہ اٹھاؤں۔ اسے بھی شاید کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ وہ میرے ہونٹوں اور چہرے پر اپنے نازک لبوں سے دو تین مرتبہ مہر ثبت کر چکی ہے۔ وہ اس سے مجھ پر بڑی محبت اور گرم جوشی سے مہربان ہو سکتی ہے۔ پوری فیاضی کا ثبوت دے گی۔ اس وقت ہم دونوں کے سوا یہاں کوئی نہیں ہے وہ یہ بات بھی جانتی ہے۔

ہمارے دیش میں عورت تالاب پر، ندی اور دریا کنارے پر بے نیام تلوار کی طرح نظر آتی ہے۔ نہاتے ہوئے تیرتے ہوئے اور کپڑے بدلتے ہوئے۔ وہ صرف ساڑی میں ہوتی ہے

۔بلاوزا سے نصیب تک نہیں ہے۔ میں سینکڑوں عورتوں کو بے نیام تلواروں کی طرح دیکھ چکا تھا کبھی میرے جذبات بے قابو نہیں ہوئے تھے۔ لیکن آشا کے حسین اور پرشباب گداز بدن نے مجھ پر جیسے کوئی منتر پڑھ کر پھونک دیا تھا جو اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا۔ ورغلا رہا تھا اور اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ میں نے کبھی ایسا بے پناہ پرکشش جسم اور خزانے نہیں دیکھے تھے۔ میں اس کی طرف دبے قدموں سے بڑھا۔ وہ کنارے کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ اس کے لانبے لانبے سیاہ بالوں سے پانی کے قطرے صاف وشفاف موتیوں کی طرح ٹپک رہے تھے۔ اس کا سراپا میرے دل پر قیامت بن کر ڈھانے لگا۔ میں نے جیسے ہی اس کے بالکل قریب ہو کر اسے اپنے بازوؤں میں لینا چاہا، وہ ایک دم سے غائب ہوگئی۔ میں بھونچکا ہو گیا۔

مجھے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ میں نے سمجھا شاید یہ میرا واہمہ ہو۔ خواب ہو۔ میں نے اپنی آنکھیں ملیں۔ اپنے بدن پر چٹکی بھری۔ یہ واہمہ تھا اور نہ ہی خواب۔ ایک حقیقت تھی۔ میں تالاب کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ اس کے کپڑے ایک قدم پر پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ یہ کیا...... آشا کیسے غائب ہوگئی؟ اسے کس نے غائب کر دیا؟ کہیں وہ خود سے غائب تو نہیں ہوگئی۔ میرے ارادوں کو بھانپ کر...... اس نے بیاہ سے پہلے اپنی عزت بچانے کے لیے تو نہیں کیا......؟ کیا وہ جادو جانتی ہے؟ کیا وہ ایسا منتر جانتی ہے کہ اپنی عزت اور جان بچا سکے اور نظروں کے سامنے سے غائب ہو سکے......؟ اگر وہ اس منتر جنتر سے واقف ہے تو پھر وہ اپنے کمرے سے کیوں نہیں غائب ہوگئی۔ جس میں اس کے پتاجی نے نظر بند کیا تھا۔

میں نے اگلے لمحے ہذیانی لہجے میں پکارا۔ ”آشا...... آشا!...... تم کہاں ہو؟“ میری آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوئی۔ مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ پھر میں دیوانہ وار اس کا نام لے کر پکارتا رہا۔ میں حیران اور پریشان تھا کہ وہ گئی کہاں......؟ اسے کس نے اور کیوں غائب کر دیا۔ یا پھر وہ خود سے غائب ہوگئی ہے۔ مجھے ستانے کے لیے۔ یا پھر تنبیہہ کرنے کے لیے کہ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

پھر میں نے چیخ کر کہا۔ ”آشا! مجھے معاف کر دو۔ آئندہ میں ایسی کوئی حرکت نہیں کروں گا تم سے شادی کیے بغیر۔ پہلے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ میں تم سے سخت شرمندہ ہوں آشا! بھگوان کے لیے سامنے آجاؤ“ میں نے چند لمحوں تک اس کے جواب کا انتظار کیا۔ اس کا جواب نہ ملا تو اچانک مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ حرکت آشا کے پتاجی کی نہ ہو۔ کسی سادھو یا جادوگر کی مدد سے، منتر کے زور سے اس نے اپنی اکلوتی بیٹی کو بلا لیا ہو۔ بنگال میں ایسے جادوگروں کی کمی نہیں ہے جو ہر قسم کے منتروں کو جانتے ہیں۔ وہ کالا منتروں کے ماہر ہوتے ہیں۔

اس کا خیال آتے ہی میں نے آشا کے کپڑے اٹھائے اور لڑکھڑاتے قدموں سے مندر میں

آیا۔ اس وقت میرا سینہ غم وصدمے سے پھٹا جا رہا تھا۔ بدقسمتی سے میں کوئی سا بھی منتر نہیں جانتا تھا۔ میں جادو اور منتروں سے ہمیشہ دور رہا تھا۔ میں نے کبھی بھولے سے بھی نہیں سوچا تھا کہ زندگی میں کبھی منتر کام آتے ہیں۔ میں غمگین اور اداس مندر کے باہر بنے ہوئے چبوترے پر بیٹھا ہوا تھا کہ مندر کا پجاری اس وقت لوٹ آیا۔ اس نے میرے بشرے سے بھانپ لیا کہ میں بہت افسردہ ہوں۔ اس نے پوچھا۔ ”اس قدر پریشان اور غمگین کیوں ہو......؟“

پھر اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری پتنی دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ تم یہاں اکیلے کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔“

”میری پتنی تالاب میں نہا رہی تھی کہ وہ ایک دم سے غائب ہوگئی۔“ میں نے جواب دیا۔

وہ میری بات سن کر نہ تو چونکا نہ حیران ہوا۔ اس نے دریافت کیا۔ ”کیا وہ اکیلی نہا رہی تھی؟“

”ہاں۔ وہ اکیلی نہا رہی تھی۔“ میں نے اسے بتایا۔ ”میں اپنی گھوڑی کو چارہ کھلا رہا تھا۔“

”کیا وہ بے لباس نہا رہی تھی......؟“ پجاری نے کہا۔ ”مجھے بتاؤ کہ وہ کس حالت میں غائب ہوئی ہے۔“

میں نے اسے بتایا کہ وہ تالاب میں نہا کر کنارے کس عالم میں کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔ ”میں تم دونوں کو یہ بات بتانا بھول گیا تھا کہ تالاب پر کسی بھی حسین اور جوان عورت کا بے لباس نہانا ٹھیک نہیں ہے۔ اس گاؤں کی عورتیں اس تالاب پر آ کر برہنہ حالت میں نہاتی تھیں۔ ایک دن مہان سادھو یہاں آئے تھے۔ انہوں نے عورتوں کو اس بے حیائی سے نہانے سے منع کیا تھا۔ عورتوں نے ان کی ایک نہیں سنی۔ شاید اس لیے کہ بے لباس ہو کر نہانے میں ایک عجیب طرح کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ پھر سادھو نے اس تالاب پر کالا منتر پڑھ کر پھونک دیا اور کہا کہ جو عورت، چاہے وہ کسی عمر کی ہو نہائے گی تو وہ کچھ دنوں کے لیے کوئی پرندہ بن جائے گی۔ سامنے والے درخت پر جو کبوتری بیٹھی ہوئی ہے وہ تمہاری بیوی ہے۔ اسے برہنہ حالت میں نہانے کی سزا ملی ہے۔“

”ہمیں معلوم نہیں تھا۔“ میں نے اس سے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ ”ہمیں شما کر دیں مہاراج!“

”اس سادھو نے مجھے اس منتر کا توڑ بتایا ہوا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جو عورت دانستہ ایسی حرکت کرے گی وہ پرندہ بن جائے گی۔ اس کی سزا یہ ہے کہ وہ ایک مہینے تک پرندہ بنی رہے گی۔ اگر ایسی کوئی عورت جسے اس بات کا علم نہ ہو وہ برہنہ حالت میں نہا لے اور کوئی پرندہ بن جائے تو یہ منتر پڑھ لو۔ پھر وہ اپنی اصل حالت میں آجائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ چونکہ تم دونوں مسافر ہو اس لیے معاف کرتا ہوں۔“

پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں آشا کے کپڑے اس کوٹھڑی میں رکھ آؤں جس میں ہم آرام کرنے کے لیے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میں آشا کے کپڑے کوٹھڑی میں رکھ آیا۔ پجاری اس وقت کوئی جاپ کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ کبوتری ایک دم سے اپنی جگہ سے اڑی اور اس کوٹھڑی کی جانب بڑھ گئی۔ پجاری نے چند لمحوں کے بعد جاپ ختم کر کے مجھ سے کہا کہ تم کوٹھڑی میں جاؤ۔ تمہاری پتنی کبوتری سے پھر اصلی حالت میں آ گئی ہے۔ میں نے کوٹھڑی میں جا کر دیکھا۔ آشا اپنی اصلی حالت میں موجود تھی۔ کپڑے پہن رہی تھی۔ پھر وہ مجھے دیکھ کر وارفتہ انداز میں لپٹ گئی۔

تھوڑی دیر بعد میں نے آشا کو بتایا کہ وہ کیوں اور کیسے کبوتری بن گئی تھی پھر میں نے تھوڑی دیر بعد پجاری سے پوچھا کہ کیا یہاں کہیں کھانے کے لیے کچھ مل سکتا ہے اس نے بتایا کہ گاؤں میں ایک سرائے ہے وہاں مل سکتا ہے۔ پھر میں آشا کو اکیلی چھوڑ کر شیرنی پر بیٹھ کر گاؤں روانہ ہو گیا۔ میرے دل میں ایک شیطانی دوسوسہ سا پیدا ہو گیا۔ کہیں میری غیر موجودگی میں آشا کو اکیلی پا کر پجاری کی نیت میں فتور نہ پیدا ہو جائے۔ پجاری گو پچاس پچپن برس کا ہو گا لیکن اس کی صحت عام جوانوں سے بہتر اور قابل رشک تھی۔ اس نے مجھ پر یہ احسان کیا تھا کہ آشا کو دوبارہ انسانی حالت میں لے آیا تھا۔ گو اس بات کا امکان نہ تھا کہ وہ آشا کو بری نگاہ سے دیکھے اور اس کی عزت پر ہاتھ ڈالے لیکن انسانی فطرت کا کوئی بھروسا نہیں تھا۔ وہ ایک ناگ کی طرح ہوتا ہے۔ ایسے بہت سارے واقعات زبان زد عام تھے کہ...... پجاریوں نے کسی نہ کسی بہانے سے کنواریوں اور شادی شدہ عورتوں کی عزت و آبرو لوٹی اور پھر آشا سینکڑوں میں ہی نہیں، ہزاروں میں ہی نہیں لاکھوں میں ایک تھی۔ اس کے جیسا ابلتا شباب کسی نوجوان لڑکی میں دیکھنے میں نہیں آتا تھا۔

میں نے گاؤں پہنچ کر ایک سرائے کے ہوٹل سے خورد ونوش اتنا کچھ لے لیا کہ کھانے کے بعد بھی بچ رہے۔ اور سفر میں کام دے سکے میں نے ہوٹل کے مالک سے غیر محسوس انداز سے مندر کے پجاری کے بارے میں دریافت کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ وہ اچھا شخص نہیں ہے۔ عورت اس کی بڑی کمزوری ہے۔ اس نے گاؤں کی کچھ عورتوں کی بے حرمتی کی ہے اس لیے کوئی عورت اس مندر میں پوجا پاٹ کے لیے اکیلی نہیں جاتی ہے۔ اپنے مردوں کے ساتھ جاتی ہیں یا پھر دو تین عورتیں ساتھ مل کر جاتی ہیں لیکن اپنے ساتھ کرشنا کی مورتی لے جانا نہیں بھولتی ہیں۔ پجاری نے کچھ منتر جنتر سیکھ رکھے ہیں۔ یعنی وہ کسی بھی عورت کو پرندہ بنا سکتا ہے۔ جب کوئی عورت اکیلی جاتی ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ تالاب پر جا کے بے لباس ہو کر اشنان کرو۔ وہ اشنان کرنے چلی جاتی تو پھر وہ اسے چھپ کر دیکھتا۔ جب وہ پوری طرح بے لباس ہو جاتی تو پھر اپنے منتر کے زور سے اسے کوئی نہ کوئی پرندہ بنا دیتا۔ پھر اسے رات کے سمے اصل حالت میں لا کر اپنا منہ کالا کرتا۔ جب تک دل

نہیں بھر جاتا وہ اس عورت کو اپنے مندر میں رکھتا۔ اسے دن میں پرندہ بنا دیتا اور رات میں عورت۔ لیکن یہ عجیب سی بات ہے کہ جس عورت کے پاس کرشنا کی مورتی ہو یا وہ لباس میں ہو وہ اسے پرندہ نہیں بنا سکتا۔ میں نے اسے اعتماد میں لے کر آشا کے بارے میں بتایا تو اس نے مجھے اپنے پاس سے ایک چھوٹے سائز کی کرشنا مورتی دی۔ مجھے مشورہ دیا کہ میں فوراً جاؤں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آشا کو تالاب میں اشنان کرنے پر مجبور کر کے اسے پھر سے پرندہ نہ بنا دے۔ جب تک یہ مورتی ساتھ رہے گی ڈرنے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔

میں فوراً ہی شیرنی پر سوار ہو کر اسے سرپٹ دوڑاتے ہوئے مندر کی طرف گیا۔ میں یہ سوچتا جا رہا تھا کہ وہ کیوں آشا کو فوراً ہی اصل روپ میں لے آیا تھا۔ وہ کوئی بہانہ بھی کر سکتا تھا۔ آخر اس میں اس کی چال ہو سکتی ہے۔ پھر مجھے اچانک اس بات کا خیال آیا کہ اس نے باتوں باتوں میں مجھ سے کہا تھا کہ میں یہاں دو ایک دن رک کر پھر اپنا سفر جاری رکھوں۔ یہ بہت خوبصورت اور بہت پر سکون جگہ ہے۔ یہ بات اس کی سچ بھی تھی۔ یہ گاؤں بھی بہت خوبصورت اور دلکش نظاروں سے بھرا ہوا تھا۔ شاید میں آشا سے مشورہ کر کے رک بھی جاتا لیکن اس واقعے نے مجھے خوف زدہ اور یہاں سے جلد از جلد جانے پر مجبور کر دیا تھا۔

جب میں مندر میں پہنچا تو مجھے پجاری اور آشا دکھائی نہیں دیئے۔ میں تالاب پر آیا تو دیکھا کہ آشا لباس سے بے نیاز ہو کر پانی میں اترنے جا رہی ہے۔ معاً میری نگاہ جھاڑیوں کے درمیان پڑی۔ میں نے دیکھا پجاری کسی بلی کی طرح دبکا ہوا بیٹھا آشا کو دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر میرا خون کھول اٹھا۔ کیونکہ وہ منتر پڑھ رہا تھا۔ اس کی نظر مجھ پر نہیں پڑی تھی۔ میں آشا کی طرف لپکا۔ ''آشا! رک جاؤ۔ ایک منٹ ٹھہرو...... پانی میں نہیں جانا۔''

آشا نے جیسے ہی مجھے دیکھا شرم و حیا سے سرخ ہو گئی۔ اس نے فوراً ہی کپڑے اٹھا کر اپنا جسم ڈھانپ لیا۔ جب میں اس کے قریب پہنچا تو اس نے سکڑ سمٹ کر حیا آلود لہجے میں کہا۔ ''تم جاؤ...... مجھے شرم آ رہی ہے۔ دیکھ نہیں رہے ہو میں......''

میں نے فوراً ہی اس کے ہاتھ میں کرشنا مورتی تھما دی اور اسے گود میں اٹھا کر مندر کے بیرونی حصے کی طرف بڑھا۔ جہاں ملحقہ کوٹھڑی تھی۔ آشا نے شرم سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اس نے میری اس حرکت کو کچھ اور سمجھا تھا۔ اس لیے اس نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ میں نے کوٹھڑی میں اسے اتارا۔ اس کی طرف منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ جلدی سے کپڑے پہن لو۔ جب وہ کپڑے پہن چکی تو میں نے اس سے کہا کہ فوراً چل پڑو۔ یہاں ہم دونوں کو سخت خطرہ ہے۔ یہ پجاری ایک نمبر کا شیطان ہے۔

وہ کچھ نہیں سمجھی۔ حیران تھی پھر ہم دونوں گھوڑی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ دو میل کی مساف
طے کی تو ایک جگہ کنج نظر آیا جو جھیل کے کنارے تھا۔ میں نے وہاں گھوڑی روک دی۔ اندر دا
ہوئے تو دیکھا کہ اس میں اتنی بڑی چوکی ہے کہ اس پر تین چار آدمی باآسانی لیٹ سکتے ہیں۔ ا
پر نرم و نازک چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ ایک کونے میں چولہا، مٹکا، دو ایک برتن اور خالی ٹین
درمیانہ سائز کے ڈبے بھی تھے۔ اس میں چائے کی پتی اور چینی تھی۔

ہم دونوں صبح سے ہی بھوکے تھے۔ میں پراٹھے شہد اور رس گلے بھی اس سرائے سے لایا تھا
میں نے ناشتا کرتے ہوئے آشا کو بتایا کہ اصل ماجرا کیا تھا۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ
دوبارہ نہانے کے لیے تالاب پر کیوں گئی۔ اس نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد پجاری کوٹھڑ
میں آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تم دونوں پر بہت بڑی افتاد نازل ہونے والی ہے۔ اس سے نجات
پانا اور اپنا سہاگ سلامت دیکھنا ہے تو تم تالاب پر جا کر بے لباس ہو کر اشنان کرو۔ پھر اسی حالت
میں آ جانا کپڑے پہننے اور بدن خشک کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ میں تم پر منتر پڑھ کر
پھونکوں گا۔ مجھ سے شرم کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اس مندر کا پجاری ہوں۔ اتنا کہہ کر اس نے
مجھ پر پھونک ماری۔ نجانے مجھے اس لمحے کیا ہوا۔ میں اس کے سامنے ہی بے لباس ہو کر تالاب کی
طرف سحر زدہ سی بڑھ گئی۔ میں نہانے کے لیے تالاب میں اترنے ہی والی تھی کہ تم آ گئے۔''

اس کنج میں کون رہتا ہے۔ کیوں رہتا ہے، ہمیں اس سے کیا غرض...... ہم دونوں نے فیصلہ
کیا کہ کچھ دیر ستا کر چل پڑیں گے۔ ہم دونوں چوکی پر لیٹ کر اس پجاری کے بارے میں باتیں
کرنے لگے۔ بھگوان نے ہمیں اس سے اور اس کے جنتر منتروں سے بچا لیا تھا۔ ہم دونوں باتیں
کرتے ہوئے سو گئے۔ نیند اس لیے بھی آ گئی کہ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے۔

میں نیند سے بیدار ہوا تو یہ دیکھ کر میرے اوسان خطا ہو گئے کہ کمرے کے وسط میں ایک ناگن
پھن اٹھائے کھڑی ہم دونوں کو دیکھ رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں، میں نے محبت کی جھلک سی
دیکھی۔ میں نے سوچا کہیں میری نظروں کا واہمہ تو نہیں ہے۔ یہ واہمہ نہیں تھا۔ میں نے فوراً ہی آشا
کو جگا دیا۔ اس نے جیسے ہی ناگن کو دیکھا دہشت زدہ ہو کر مجھ سے لپٹ گئی۔ اس کا چہرہ فق ہو گیا۔

دوسرے لمحے ہم دونوں نے جو منظر دیکھا وہ ہمارے لیے ایک خواب کی طرح اور ناقابل
یقین تھا۔ اس ناگن کا پھن عورت کے پھن میں بدلتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد ہمارے سامنے ایک
ایسی ناگن تھی جس کا چہرہ تو انسانی تھا اور دھڑ ناگن کا...... بہت ہی حسین چہرہ...... آنکھیں بھی سیاہ
، بڑی بڑی اور بہت ہی خوبصورت...... ان میں محبت کی بے پناہ چمک تھی۔ اس کی ناک بھی بڑی
سبک اور ستواں تھی۔ ہم دونوں تحیر زدہ نظروں سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔ پھر اس کے یاقوتی

ں نے حرکت کی۔ ''تم دونوں اس قدر بے فکری کی نیند سو رہے ہو۔ تمہیں معلوم ہے تمہارا دشمن
ہمارے تعاقب میں آ رہا ہے۔'' اس کی آواز میں بڑی کشش تھی۔

اس کے انسانی چہرے اور باتیں کرنے کی آواز نے ہم دونوں کو بھونچکا کر دیا۔ ایک ناگن کا
ن انسانی چہرے میں تبدیل ہو جانا اور اس کا باتیں کرنا حد درجہ حیرت انگیز تھا۔ ''ہمارے کس
ن کے بارے میں تم کہہ رہی ہو......؟'' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''مندر کا پجاری اور کون......؟'' اس نے جواب دیا۔ ''تم دونوں کرشنا کی مورتی کے باعث
ں کے ہاتھوں محفوظ رہے۔ اگر یہ مورتی نہ ہوتی تو پھر آشا کی عزت و آبرو سلامت نہ رہتی۔''

''لیکن وہ کس لیے ہمارے تعاقب میں ہے جبکہ ہم نے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا؟''
ا نے کہا۔

''اس لیے کہ آشا پہلا شکار ہے جو اس کے ہاتھوں سے بچ نکلا ہے۔'' وہ کہنے لگی۔ ''وہ لڑکی
ورت جسے اس نے اپنے جال میں پھانس لیا وہ کبھی اس کے ہاتھوں بچ نہ سکی۔ بات یہ ہے کہ اس
نے آشا کو چونکہ بے لباس دیکھ لیا تھا اور آشا کے بدن کی قیامتوں اور رعنائیوں نے اسے پاگل کر
اس لیے وہ ہر قیمت پر آشا کا حصول چاہتا ہے۔ دراصل وہ کالا علم تھوڑا بہت جانتا ہے۔ جس کی
سے وہ فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھے گا تاوقتیکہ اس کا ارادہ پورا
ں ہو جاتا۔''

''ہم کیا کریں......؟ کہاں جائیں؟ ہم اس کے ہاتھوں سے کیسے بچ سکتے ہیں؟'' آشا نے
حشی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''کیا اس سے بچنے کی کوئی صورت موجود ہے؟''

''تم دونوں مجھ پر ایک دیا کرو مجھے تمہاری مدد کی سخت ضرورت ہے۔'' اس نے کہا۔ ''میں
پنے علم کی مدد سے اس پجاری کو بھٹکا دوں گی۔ اسے فریب دوں گی۔ میں آشا بن جاؤں گی۔
ب وہ مجھے آشا سمجھ کر بے حرمتی کرے گا میں اسے ڈس لوں گی۔ میرے دل میں اس سے انتقام کی
رزو ہے وہ پوری کروں گی۔''

''لیکن تم ہو کون......؟'' میں پوچھا۔ ''تم پجاری سے کس بات کا انتقام لینا چاہتی ہو......؟''

''میں اس گاؤں کی ایک لڑکی ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''مجھے ایک لڑکے سے محبت ہو گئی
ی۔ میرے [illegible] پتاجی اس لڑکے سے شادی کرنے کے لیے کسی صورت تیار نہ تھے۔ میں ایک روز
ندر گئی تاکہ بھگوان سے پراتھنا کروں۔ پجاری نے مجھ سے معلوم کر لیا تھا کہ میں کس لیے آئی
ں۔ وہ مجھے ایک بہانے سے کوٹھڑی میں لے گیا۔ اپنے علم سے سحر زدہ کر کے میری عزت برباد
ردی۔ پھر اس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا پھر وہ میری مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے آپ کو اور

مندر کی اس کوٹھڑی کو میلا کرتا رہا۔

پھر ایک روز اس نے نہ صرف میرے محبوب کو بلکہ مجھے بھی موت کی نذر کر دیا۔ پھر
ماتا سے شکتی حاصل کر کے اس دنیا میں آئی ہوں تاکہ اس پجاری سے انتقام لوں۔ مجھے مو
مل رہا تھا۔ میں اسے ایسی جگہ ڈس لینا چاہتی تھی کہ اسے پانی بھی نہ مل سکے۔ میں اس کی گھا
تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ آشا کی عزت کا دشمن بن گیا۔ تم دونوں وہاں اس کے ہاتھوں
نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ میں نے اسے ڈسنا چاہا لیکن اسے خبر ہو گئی۔ اس نے اپنے علم سے
آپ کو بچا لیا اور وہ تم دونوں کی تلاش اور تمہارے تعاقب میں آ رہا ہے۔"

"آخر تم ہم سے کس قسم کی مدد چاہتی ہو؟ ہم تمہارے لیے کیا کر سکتے ہیں؟" میں
اس سے پوچھا۔

"میں چاہتی ہوں کہ تم اپنی گھوڑی اس وقت تک یہیں بندھی رہنے دو جب تک میں
سے انتقام نہ لے لوں۔ تم دونوں جھیل کے کنارے جو جھاڑیاں ہیں وہاں جا کر جلدی سے
جاؤ۔ پجاری کچھ دیر میں یہاں پہنچنے ہی والا ہے۔"

میں آشا کو لے کر کنج سے نکلا اور ان جھاڑیوں کی طرف نکل گیا جو جھیل کے کنار
ہوئی تھیں۔ ہم دونوں وہاں ایک صاف ستھری جگہ پر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں ناگن
گئی۔ اس نے جھیل کے کنارے کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھا۔ چند لمحوں تک اس کے ہ
بدبداتے رہے۔ چند لمحوں کے بعد اس کا دھڑ بھی انسان بن گیا۔ پھر وہ آشا کی ہم شکل بن گئی۔
میں اور آشا میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں رہا تھا۔ وہ بے لباس تھی۔ پھر وہ جھیل میں اتر گئی۔ اس
تھوڑی دیر تک کسی مچھلی کی طرح تیرتی رہی۔ پھر وہ پانی میں تیرتی ہوئی کنارے پر آئی اور پانی
نکل کر کھڑی ہو گئی۔ اس کا گیلا بدن آتش فشاں بن گیا۔ میرے جذبات اسے اس عالم میں د
پوری طرح بھڑک اٹھے تھے اور مجھے خود پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا۔ اس کا جسم ایسا مقناطیسی بن گ
کہ وہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ ڈسنے لگا تھا۔

پھر اس سے پجاری آ نکلا۔ اس نے جو آشا کا روپ لیے ناگن کو جھیل کے کنارے کھڑ
دیکھا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا اور اس کی آنکھوں میں ایک وحشیانہ چمک پیدا ہوئی۔ اس
پشت پجاری کی طرف تھی۔ وہ اپنے گیلے بالوں کو پشت پر پھیلا رہی تھی۔ پجاری نے دبے پا
اس کے پاس جا کر اسے دبوچ لیا۔ اس نے چونک کر حیرت اور خوشی سے پجاری کو دیکھا۔ پھر
کے گلے میں اپنی مرمریں بانہیں حمائل کر دیں۔ اس کے ہونٹوں میں اپنے ہونٹ پیوست
دیئے۔ چند لمحوں کے بعد وہ دونوں جھیل کے کنارے اگی ہوئی لمبی گھاس پر لیٹ گئے۔ پجا

نے اسے اپنی آغوش میں بھرا ہوا تھا۔ پھر یک لخت وہ آشا سے ناگن بن گئی۔ کوئی دس فٹ لمبی
ناگن...... پھر وہ پجاری کے سارے جسم کے گرد لپٹ گئی۔ اب اس کا چہرہ انسانی نہیں رہا تھا۔ اس کا
پھن بہت خوفناک اور اس کا طول و ارض ایک بڑی رکابی کی طرح ہو گیا تھا۔

پجاری نے جو اسے روپ بدلتے اور ناگن کے روپ میں دیکھا تو وہ بری طرح دہشت زدہ
ہو گیا۔ اس نے ناگن کے شکنجے سے نکلنے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ پھر وہ کوئی منتر پڑھنے
لگا۔ ناگن نے اسے فوراً ہی ڈس لیا۔ پھر وہ اسے چند لمحوں تک ڈستی رہی۔ پجاری اس لمحے منتر پڑھنا
بھول گیا۔ وہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ کچھ دیر تک اسی طرح تڑپتے تڑپتے اس نے جان
دے دی۔ چند لمحوں کے بعد پجاری کی لاش پڑی تھی اور وہ ناگن ایک طرف رینگتی ہوئی نکل گئی۔

پجاری کے اس عبرتناک انجام سے مجھ سے زیادہ خوشی آشا کو ہوئی تھی۔ تاہم ہم دونوں نے
جو کچھ دیکھا تھا وہ نہ صرف بہت ہی حیرت انگیز بلکہ انتہائی خوفناک اور ناقابل فراموش واقعہ تھا۔
پھر ہم دونوں فوراً ہی وہاں سے چل پڑے۔ یہ ناگن ہمارے لیے محسن بن کر آئی تھی۔ اگر یہ روح
ہماری مدد کو نہ آتی تو آشا کی عزت شاید ہی بچ پاتی۔

ایک رات اور ایک دن کے سفر کے بعد ہم دونوں ایک ایسے گاؤں میں پہنچے جو خاصا بڑا اور
بہت خوبصورت بھی تھا۔ ہم دونوں راستے میں ستا ستا کر سفر کرتے رہے۔ کیونکہ آشا کبھی
گھوڑے پر نہیں بیٹھی تھی اس لیے یہ سفر اس کے لیے تکلیف دہ اور تھکا دینے والا بن گیا۔ وہ نازک
اندام تھی۔ اس گاؤں میں ہندوؤں کی خاصی آبادی تھی۔ یہاں ہندو مسلمان مل کر رہ رہے تھے۔
یہاں ایک بھائی چارے کی فضا تھی۔ ایک مندر اور ایک بہت بڑی مسجد بھی تھی۔

گاؤں کے باہر ایک مٹی کی پہاڑی تھی۔ اس کے قریب گھنے درخت تھے۔ زمین پر نرم و ملائم
گھاس کسی قالین کی طرح بچھی ہوئی تھی۔ پہاڑی کے عقب میں ایک بڑا سا تالاب تھا۔ میں نے
گھوڑی ایک درخت سے باندھ دی۔ وہ گھاس کھانے لگی۔ آشا چونکہ بے حد تھک چکی تھی اس لیے
وہ ستانے کے لیے لیٹ گئی۔ یہ ویرانہ سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے پہاڑی پر چڑھ کر گاؤں کا
جائزہ لیا تھا۔ مسجد اور مندر دیکھ کر اور مکانات سے اندازہ ہوا تھا اس گاؤں میں ہندو مسلمان رہتے
ہیں۔ میں شیرنی کو تالاب پر نہانے کے لیے لے گیا۔ اسے نہلانے کے بعد واپس لا کر درخت سے
باندھ دیا۔

پھر میں نہانے کے لیے تالاب پر چلا گیا۔ خوب اچھی طرح سے نہایا۔ نہانے سے کسل
مندی اور تھکن اتر گئی۔ سارے جسم میں توانائی اور ایک عجیب سی فرحت دوڑ گئی۔ پھر میں نے آشا
سے کہا کہ وہ بھی نہا کر تازہ دم ہو لے۔ اس گاؤں میں جو واقعہ پیش آیا تھا اس کی ہیبت اس کے دل

پر بیٹھی ہوئی تھی۔ جبکہ پجاری اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ اس ستم زدہ لڑکی کی روح نے ناگن کے روپ میں آ کر پجاری سے انتقام لے لیا تھا۔ پھر بھی وہ ایک عجیب سا ڈر اور خوف محسوس کر رہی تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ میں بھی ساتھ چلتا ہوں۔ ڈرنے اور خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمارے پاس کرشنا کی مورتی موجود ہے اور پھر پجاری بھی اس دنیا میں رہا نہیں۔

تالاب پر پہنچ کر آشا نے صرف بلاؤز اتارا اور ساڑی سمیت وہ تالاب کے کنارے کھڑی ہو کر نہانے لگی۔ میں چونکہ اسے نہاتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا تھا اس لیے میں گھاس پر لیٹ گیا۔ اس کی طرف دیکھنے سے اجتناب کرنے لگا کہ کہیں میرے جذبات بے قابو نہ ہو جائیں۔ آشا نے نہانے کے بعد کپڑے بدلے اور گیلی ساڑی کو دھو کر اچھی طرح نچوڑ دیا۔ آشا نہا کر تازہ دم ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ نکھر گیا اور گلاب کی طرح تازہ دکھائی دینے لگا۔

جب ہم دونوں گھوڑی کے پاس آئے تو اسی وقت چلنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس وقت ایک شخص ہماری طرف آتا دکھائی دیا۔ وہ ایک بھرپور جوان مرد تھا۔ خوش شکل...... اس کی عمر تیس برس کی ہو گی وہ اپنی وضع قطع اور چہرے مہرے سے ہندو لگ رہا تھا۔ ایک مہذب اور شریف قسم کا آدمی لگا۔

ہم دونوں نے اسے پرنام کیا تو اس نے پوچھا۔ ''تم لوگ کون ہو...... اور کہاں سے آ رہے ہو؟''

''ہم دونوں پتی اور پتنی ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ ''ہم دونوں اپنے ایک رشتہ دار کی تلاش میں آئے ہیں۔''

''گویا تم اس گاؤں کے مہمان ہوئے۔'' اس نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ ''گویا تم میرے مہمان بھی ہوئے لہٰذا میرے گھر چلو۔ وہاں چل کر آرام کرو اور مجھے خدمت اور مہمان نوازی کا موقع دو۔''

''آپ کا بہت بہت دھنو باد۔'' آشا بولی۔ ''ہم آپ کو کوئی زحمت نہیں دینا چاہتے۔''

''اس میں زحمت کی کیا بات ہے۔'' اس نے کہا۔ ''میری گھر والی اور بچے بھی تم دونوں سے مل کر بہت خوش ہوں گے۔ تم دونوں بہت سندر ہو۔ میں نے بہت کم ایسے سندر جوڑے دیکھے ہیں۔''

اس نے بہت اصرار کیا۔ ہم اس کی محبت اور خلوص کے آگے مجبور ہو گئے۔ وہ ہمیں لے کر ایک بڑی جھونپڑی پر پہنچا۔ یہ جھونپڑی کھیتوں کے پاس تھی۔ اس میں صرف ایک چوکی پڑی تھی۔ کوئی عورت اور بچے نہ تھے۔ جھونپڑی خالی اور ویران پڑی تھی۔ میرے دل میں شک کی لہر اٹھی۔ میں گھبرا سا گیا۔ ''آپ کی پتنی اور بچے کہاں ہیں اور پھر اس گھر میں کوئی......'' اس نے درمیان میں کہا۔

''میری بیوی اور بچے مندر گئے ہوئے ہیں۔ وہ یہاں آتے ہی ہوں گے۔''

''ہم باہر چل کر بیٹھتے ہیں۔'' آشا نے کہا۔ میں نے اس کے بشرے سے اندازہ کیا کہ وہ دل میں خوفزدہ سی ہو رہی ہے۔ وہ بری طرح گھبرا گئی تھی اور پریشان سی ہو رہی تھی۔

''نہیں...... تم باہر نہیں جا سکتیں۔'' اس مرد کا لہجہ ایک دم سے بدل گیا۔ اس کے چہرے پر سختی سی آ گئی۔ پھر وہ قہقہہ مار کر بڑے زور سے ہنسا۔ ''پہلے تو تم بچ گئیں لیکن اب تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتی ہو۔''

ہم دونوں نے اسے چونک کر حیرت اور خوفزدہ نظروں سے دیکھا۔ پھر میں نے ہمت کر کے اس سے پوچھا۔ ''تم کون ہو۔ ہم تمہیں جانتے نہیں ہیں تمہیں پہلی بار دیکھ رہے ہیں۔''

''میں مندر کا پجاری رام دیال ہوں جس سے تم بچ کر نکل آئے۔'' وہ استہزائی لہجے میں بولا۔ ''کرشنا مورتی کی وجہ سے تمہاری پتنی بچ گئی...... لیکن اب بچ نہیں سکتی۔''

''لیکن تمہیں تو اس ناگن نے ڈس لیا تھا......'' میں نے کہا۔ ''تم زندہ کیسے ہو؟ تمہارا یہ روپ کیسا ہے؟''

''ہاں...... اس ناگن نے مجھے ڈس لیا تھا۔ میں مر گیا...... میری روح تمہارے سامنے ہے۔ میں کالی ماتا سے شکتی لے کر آیا ہوں۔ اپنی حسرت پوری کیے بغیر نہیں جاؤں گا......'' وہ فاتحانہ لہجے میں بولا۔

''آشا!...... کرشنا جی کی مورتی کہاں ہے؟'' میں نے آشا سے کہا۔

''وہ سامان میں رکھی ہوئی ہے اور وہ سامان گھوڑی کے پاس رکھا ہوا ہے۔''

''تم جلدی سے کرشنا کی مورتی لے آؤ......'' میں نے کہا۔

آشا نے قدم بڑھایا ہی تھا کہ اس نے کچھ پڑھ کر پہلے آشا کی طرف پھونکا، پھر میری طرف۔ ہم دونوں ساکت و جامد ہو گئے۔ پھر وہ پجاری کے روپ میں آ گیا اس کے چہرے پر خباثت تھی۔ آنکھوں میں سے شیطنت جھانک رہی تھی۔ پھر وہ آشا کی طرف بڑھا۔ آشا پتھر کی مورت بنی کھڑی تھی۔ اس نے آشا کو پتھر کی طرح منجمد کر دیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے ہل تک نہیں سکتی تھی۔ یہی حالت میری بھی تھی۔ میں صرف دیکھ رہا تھا۔ دیکھ سکتا تھا۔

''اب وہ ناگن میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ کیونکہ کالی ماتا نے اسے پرلوک میں قید کر دیا ہے۔ میں اپنے دل کے سارے ارمان ایک ایک کر کے نکالوں گا...... تمہارے پتی کی نظروں کے سامنے تمہاری عزت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دوں گا۔ میں دیکھتا ہوں، تمہاری پتنی کی عزت میرے ہاتھوں سے کون بچاتا ہے؟'' اس نے رعونت سے کہا۔

''خبردار! جو تم نے اس لڑکی کو ہاتھ لگایا......؟'' کمرے میں ایک گرج دار آواز گونجی۔ ایک

نادیدہ آواز تھی۔ کس کی تھی یہ معلوم نہیں ہوسکا۔ لیکن یہ آواز ایسی گرجدار تھی کہ کمرے میں جیسے ہی گونجی ایک بھونچال سا آ گیا۔ اگلے لمحے کمرے میں فرش سے ایک نیلگوں دھواں اٹھنے لگا اور پجاری کی حالت غیر ہونے لگی۔

وہ دھواں آہستہ آہستہ اوپر اٹھتا ہوا چھت سے جا لگا۔ دھواں دھواں ہی رہا اس نے کوئی شکل اختیار نہیں کی وہ منجمد سا ہو گیا لیکن وہ اس قدر گہرا تھا کہ اس کے اندر کیا ہے کون ہے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا معلوم نہیں پجاری نے کیا دیکھا یا وہ کیا جانتا تھا جو اس کی حالت بڑی غیر ہو گئی تھی۔

"تیری یہ مجال کہ تو اس لڑکی کی عزت سے کھیلنے یہاں آئے۔" یہ کرخت اور دل دہلا دینے والی آواز اس دھوئیں میں سے آئی تھی۔ کمرے کی دیواریں بھی ہل گئی تھیں۔

"شما کردو۔ شما کردو۔" وہ دھوئیں کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا اس کے سارے جسم پر ایک لرزہ سا طاری تھا اس وقت اس کی حالت ایک لرزے کے مریض کی سی تھی۔

"اگر تو نے کبھی ادھر کا رخ کیا۔ اس لڑکی کو ہاتھ لگایا تو کیا ہوگا یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں۔ تو جانتا اور بہت اچھی طرح سمجھتا بھی ہے۔" یہ آواز پھر کمرے میں گونج گئی۔

"میں جا رہا ہوں بزرگ میں وچن دیتا ہوں کہ پھر کبھی ادھر نہیں آؤں گا۔" اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے حلق میں گولہ سا پھنس گیا ہو۔

"تو جھوٹ بول رہا ہے۔ مجھے بے وقوف بنا رہا ہے۔" نادیدہ آواز نے غصے سے کہا۔

"آپ آپ نے کیسے جان لیا کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں۔" اس نے تکرار کی۔

"ایک تو تیرا لہجہ جھوٹ کی چغلی کھا رہا ہے۔ دوسرا میرے لیے کسی سچ جھوٹ کا جان لینا کون سا مشکل امر ہے یوں بھی تو ہمیشہ سے جھوٹا، پاپی، دغاباز اور کمینہ قسم کا رہا ہے۔ تو پھر شکتی حاصل کرنے کالی ماتا کے پاس جائے گا تیری کسی بات کا کوئی بھروسا نہیں ہے۔" دھوئیں میں سے پھر تیز آواز آئی۔

"میں سوگند کھانے کے لیے تیار ہوں۔ آپ میری بات کا بھروسا کریں۔ مجھے جانے دیں آپ نے میری ساری شکتی کیوں سلب کر لی ہے۔ مجھے بے بس کر دیا ہے۔ میں اپنی جگہ سے حرکت کر سکتا ہوں اور نہ ہی غائب ہو سکتا ہوں ایسا نہ کریں۔" اس نے جیسے التجا کی۔

"میں نے تجھے اس لیے روک رکھا ہے کہ تجھے سزا دوں؟"

"کیسی سزا......؟" پجاری نے حیرت اور خوف کے عالم میں پوچھا۔ "کس لیے سزا دیں گے؟"

"اس لیے کہ تو اپنی کمینگی اور ذلیل قسم کی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔"

پھر میں نے اور آشا نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل یقین اور انتہائی تحیر انگیز اور سنسنی خیز تھا جس نے ہمیں مبہوت کر دیا۔ ہم ساکت و جامد سے ہو گئے تھے دھوئیں میں سے ایک درمیانہ قسم کی سفید بوتل باہر آئی جو بالکل صاف شفاف تھی پھر وہ فرش کی طرف آئی اور کمرے کے درمیان میں فرش پر اس طرح ٹک گئی جیسے اسے کسی نے رکھ دیا ہو۔ دوسرے لمحے نادیدہ ہاتھوں نے ڈھکن کھول کر فرش پر رکھ دیا۔ چند ثانیوں کے بعد دھوئیں میں سے گرجدار آواز سنائی دی۔ "چل تو جلدی سے اس بوتل میں داخل ہو جا۔"

"بزرگ میں نے آپ سے کہا نا کہ میں وچن دیتا ہوں کہ پھر کبھی اس طرف نہیں آؤں گا آشا کی عزت سے نہیں کھیلوں گا اس کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں۔ اسے بھول جاؤں گا۔"

"میں نے تجھ سے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل کر۔ میں تیری جھوٹی باتیں سننا نہیں چاہتا ہوں۔"

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں پرلوک میں چلا جاؤں گا۔" وہ گڑگڑایا۔

"سچ ہے لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ہیں۔" اس آواز نے تیز لہجے میں کہا۔

پھر پجاری کو کسی نادیدہ ہاتھوں نے اٹھا لیا۔ چند لمحوں تک وہ اسے فضا میں چکر دیتے رہے پھر اسے اتنے زور سے فرش پر دے مارا کہ اس کی چیخیں نکل گئیں اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا پھر اسے اٹھا لیا گیا پھر اسے فرش پر پٹخ دیا گیا۔ وہ فرش پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا جیسے وہ کوئی جیتا جاگتا انسان ہو۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ وہ ایک بدروح تھا لیکن وہ تکلیف محسوس کر رہا تھا پھر یک دم وہ دھواں بننے لگا جب اس کا سارا جسم دھوئیں میں تبدیل ہو گیا تو وہ اس بوتل میں داخل ہونے لگا۔ لیکن انسانی چیخوں اور کراہوں سے کمرہ گونجنے لگا جیسے اسے جبر و زیادتی سے بوتل میں بند کیا جا رہا ہو۔ جیسے ہی سارا دھواں بوتل میں داخل ہو گیا فوراً ہی نادیدہ ہاتھوں نے فرش سے اس کا ڈھکن اٹھا کر اور مضبوطی سے بند کر دیا پھر دوسرے لمحے وہ بوتل فضا میں بلند ہوئی اور کسی پرندے کی طرح فضا میں پرواز کرتی ہوئی باہر نکل گئی۔ اس بوتل کے جاتے ہی نیلگوں دھواں ہلکا ہوتے ہوتے یک دم سے غائب ہو گیا اب ہم دونوں کے سوا اس کمرے میں کوئی نہیں تھا۔

چند لمحوں تک ہم دونوں پر گہرا سناٹا طاری رہا مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میں نے کوئی خواب دیکھا ہو۔ آشا کے بشرے سے بھی ایسی ہی کیفیت ظاہر ہو رہی تھی وہ بھی سحر زدہ سی کھڑی تھی۔ "موہن لال! یہ سب کچھ کیا تھا۔" آشا نے تحیر زدہ لہجے میں پوچھا۔

"میں خود حیران ہوں کہ ہم نے جو کچھ دیکھا وہ کیا تھا؟" میں نے جواب دیا۔

"کہیں یہ سپنا تو نہیں تھا......؟" آشا نے خوبصورت ہاتھوں سے آنکھیں ملتے ہوئے کہا۔

"سپنا نہیں تھا لیکن یہ سپنے سے کسی طرح کم نہیں۔" میں نے کہا۔ "یہ کوئی غیبی طاقت تھی

جس نے تمہاری آبرو اس پجاری کے ہاتھوں لٹنے سے بچائی۔ بروقت یہ غیبی طاقت نہ آتی تو نہ صرف تمہاری عزت اس خبیث پاجی کے ہاتھوں کھلونا بن جاتی بلکہ وہ مجھے موت کے گھاٹ بھی اتار دیتا۔ وہ تم سے اس وقت تک کھلونے کی طرح کھیلتا رہتا جب تک اس کا جی نہیں بھر جاتا۔ پھر وہ تمہاری جان لے لیتا۔''

''مجھے یہ غیبی طاقت کسی مسلمان بزرگ کی معلوم ہوتی ہے۔'' آشا نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''ہاں......'' میں نے تائیدی لہجے میں کہا۔ ''لیکن تم نے کیسے جانا؟ پہچانا......؟''

''پجاری کی بدروح نے اسے بزرگ کہہ کر مخاطب کیا تھا۔'' آشا نے جواب دیا۔ ''وہ کوئی پہنچی ہوئی ہستی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ کالی ماتا کی جو شکتی وہ لے کر آیا تھا وہ ان کے آگے چل نہ سکی۔''

''ہماری ایسی کوئی نیکی اور بھلائی تھی جو آج کام آ گئی جس کی وجہ سے وہ بزرگ ہستی مدد کو آ گئی ایسے لوگ اچھے اور بھلائی کا کام کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔'' میں نے کہا۔

''اچھا اب چلو یہاں سے۔ نجانے کیوں میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' آشا بولی۔

جب ہم گاؤں کی طرف پیدل جا رہے تھے اور شیرنی کی باگ میں نے پکڑی ہوئی تھی راستے میں ایک بوڑھی عورت مل گئی جو لکڑیاں چن رہی تھی۔ یہ ہندو عورت تھی ہم نے اس سے دریافت کیا کہ گاؤں میں کوئی سرائے وغیرہ ہے۔ اس نے بتایا کہ سرائے تو نہیں ہے البتہ پنڈت چندر پال کا مکان ہے خاصا بڑا مکان ہے وہ مسافروں کو اپنے ہاں ٹھہراتے ہیں ان کی خاطر مدارت بھی کرتے ہیں ان کا مکان خاصا بڑا ہے اور ان کا دل بہت بڑا ہے وہ بہت اچھے آدمی ہیں تم دونوں چاہو تو ان کے ہاں جا کر ٹھہر سکتے ہو۔

جب ہم نے ان کے مکان کے دروازے پر دستک دی تو اس وقت سہ پہر ہو رہی تھی دروازہ انہوں نے خود کھولا تھا ان کی صورت دیکھتے ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ شریف اچھے اور پر خلوص آدمی ہیں وہ پچاس برس کے تھے صحت مند اور چاق و چوبند بھی تھے۔ جب ہم دونوں نے قیام کی درخواست کی تو انہوں نے میرے اور آشا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ ''اسے تم اپنا گھر سمجھو۔ جتنے دن رہنا چاہو آرام سے رہو۔''

ہمیں گھر نہیں ملا تھا بلکہ اندھوں کو آنکھیں مل گئی تھیں۔ انہوں نے ہمیں ایک کمرہ رہائش کے لیے دے دیا۔ اس میں ایک بہت بڑی مسہری تھی۔ پنڈت جی نے ہمیں میاں بیوی سمجھا تھا ہم نے انہیں نہیں بتایا تھا کہ ہم غیر شادی شدہ ہیں گھر سے بھاگے ہوئے ہیں رات جب ہم دونوں بستر پر سونے کے لیے دراز ہوئے تو میرے لیے جذبات پر قابو پانا دشوار ہو رہا تھا رات کے سے آشا کا حسن و شباب بلاخیز ہو گیا تھا اور اس کے پر شباب گداز بدن کی کرشمہ سازیاں آتش فشاں

بن گئی تھیں قرب کی خواہش شدت اختیار کرنے لگی۔ ادھر آشا کی آنکھوں میں بھی جوانی کا خمار اور خود سپردگی بھری ہوئی تھی پھر ہم دونوں جذبات کی رو میں بہہ گئے پھر ایک دم سے وہ میرے بازوؤں سے نکل گئی۔

''کیا ہوا آشا!'' میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ''خیریت تو ہے؟''

''شادی بنا ہم دونوں میاں بیوی بن گئے ہیں۔'' آشا نے کہا۔ ''کیا ہم پاپ نہیں کر رہے ہیں؟''

''لیکن اب مجھ میں انتظار کی تاب نہیں رہی۔ میرے جذبات میرے قابو نہیں آ رہے ہیں۔''

''صرف ایک دن صبر کر لو۔'' آشا نے کہا۔ ''کل پنڈت جی کو ساری بات بتا دو تا کہ وہ ہم دونوں کو پتی پتنی کے بندھن میں باندھ دیں۔ اب ہمیں ساری زندگی پتی پتنی بن کر تو گزارنی ہے۔''

''کیوں نہ ہم آج کی رات ہی سہاگ رات منا لیں۔ دنیا یا پنڈت جی کو تھوڑی پتا چلے گا۔'' میں نے کہا۔

''دنیا کو اور پنڈت جی کو پتا تو نہیں چلے گا۔ لیکن بھگوان تو ہمارے پاپ دیکھے گا۔'' آشا ہنس کر بولی۔ آشا کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ جوانی کے کیا جذبات ہوتے ہیں جوانی کس کا نام ہے آخر کو وہ بھی ایک جوان لڑکی تھی برف کا تودہ نہیں تھی۔ پاپ کے ڈر اور خوف نے اسے روکا ہوا تھا ورنہ میری جھولی میں پکے پھل کی طرح گر جاتی۔ اس کے دل میں بھی ارمان مچل رہے تھے اس کے سینے میں سانس بے ترتیب ہو رہی تھی تاہم اس نے میرے حال پر رحم کھایا مجھے کچھ دیر تک من مانی کرنے دی۔ جب میں حد سے تجاوز کرنے لگا تو وہ میرے بازوؤں سے نکل گئی۔

دوسرے دن صبح ناشتا کرنے کے بعد جب ہم چائے پی رہے تھے تب آشا نے مجھے غیر محسوس انداز سے اشارہ کیا کہ میں پنڈت جی سے بیاہ کے بارے میں بات کروں۔ اچھے برے آدمی کا اندازہ پہلی ملاقات میں بھی ہو جاتا ہے۔ میں نے انہیں اعتماد میں لے کر رام کہانی سنائی وہ ہماری کہانی سن کر بہت متاثر ہوئے انہیں دکھ بھی ہوا کہ میرے تایا نے جو کچھ کیا وہ اچھا نہیں کیا۔ انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ان کے نزدیک بھی ایسے حالات میں گھر سے بھاگنا ہی بہتر تھا۔

اس روز شام کے وقت پنڈت جی نے نہایت خاموشی اور سادگی سے ہمارا بیاہ کر دیا بلکہ اپنی طرف سے آشا کو ایک عروسی جوڑا دیا۔ ہم دونوں کو اپنی منزل مل گئی تھی اس سے زیادہ پر مسرت بات اور کیا ہو سکتی تھی کہ ہمارا سپنا پورا ہو گیا تھا۔ اس روز سہاگ کی پہلی رات تھی راستے میں کوئی رکاوٹ اور قانون اور دیوار نہ تھی ہم دونوں جذبات کی وادی میں بہت دور نکل گئے۔

ایک ہفتہ تک ہم دونوں گھر کے اندر ہنی مون مناتے رہے تھے۔ پنڈت جی کا ایک چھوٹا سا کاروبار تھا وہ شہر سے غلہ منگوا کر نہ صرف اس گاؤں میں بلکہ قریب کے گاؤں اور دیہات میں کشتی میں لے جا کر بیچتے تھے۔ وہ صبح جاتے تو شام کے وقت لوٹتے تھے اس لیے ہمیں آزادی مل جاتی تھی ہم اس سے بھرپور فائدہ اٹھاتے تھے۔

اسی گلی کے نکڑ پر ایک بہت خدا رسیدہ بزرگ عبدالہادی رہتے تھے گاؤں کے ہندو مسلمان سب انہیں ہادی بابا کہتے تھے پنڈت جی نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ پہنچے ہوئے بزرگ ہیں وہ جو چاہے کر سکتے ہیں۔ ان کے ماتحت موکل ہیں جن سے وہ ہر قسم کا کام لے سکتے ہیں وہ جب چاہیں کسی بھی روح سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں اور راتوں کو بزرگوں کی روحیں آتی رہتی ہیں۔ گاؤں کا ہر شخص چاہے وہ ہندو ہو یا مسلمان ان کا بے حد احترام کرتا ہے پنڈت جی نے ان کے بارے میں جو کچھ بتایا اس میں مبالغہ بالکل بھی نہیں تھا کیوں کہ میں نے خود اپنی نظروں سے دیکھا تھا کہ جب کسی کو وہ راستے میں نظر آتے تھے وہ انہیں سلام کر کے ایک طرف کھڑا ہو کر سر جھکا لیتا تھا اور اس وقت تک کھڑا رہتا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے۔

ہادی بابا بہت ہی خلیق وملنسار طبیعت کے مالک تھے اور وہ ہر وقت غریبوں اور ضرورت مندوں کی دل کھول کر مدد کرتے تھے کبھی ان کے در سے کوئی سوالی خالی ہاتھ نہیں جاتا تھا۔ کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ ان کے پاس رقم کہاں سے آتی ہے اور ان کا ذریعہ معاش کیا ہے جب کبھی میں مسجد کے پاس سے گزرتا تھا وہ اپنے حجرے میں کلام پاک کی تلاوت کرتے یا نماز پڑھتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ گاؤں میں کوئی شخص بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنے ضرور جاتے تھے میں نے یہ بھی سنا کہ انہوں نے بہت سی بلاؤں پر قابو پایا۔ سفلی علوم جاننے والوں کو گاؤں سے نکال دیا۔ اس روز انہوں نے ہی شاید پجاری کے ہاتھوں آشا کی عزت لٹنے سے بچائی تھی۔

ایک ہفتہ گزر جانے کے بعد آشا نے مجھ سے کہا کہ گزر اوقات کے لیے مجھے کام کاج کر لینا چاہیے تا کہ ہم الگ مکان لے کر رہ سکیں۔ جب میں نے پنڈت جی کے سامنے یہ بات رکھی تو وہ بولے کہ اتنا بڑا مکان کس لیے ہے تم چلے جاؤ گا تو سنسان ہو جائے گے۔ یہاں رہو تمہارے رہنے سے مجھے بھی بہت آرام اور سکون مل رہا ہے اور گھر میں رونق سی آ گئی ہے البتہ میں تمہارے لیے کوئی اچھا سا کام تلاش کر دوں گا۔

گاؤں کے گھاٹ پر جو مال بردار اور مسافر لانچیں آتی تھیں انہیں کھانے پینے کی چیزوں کی ضرورت محسوس ہوتی تھی۔ آشا چھولے بہت اچھے بناتی تھی۔ میں چھولے لے جا کر لانچوں میں بیچنے لگا۔ مسافروں کو بہت پسند آتے تھے پورا ایک تھال ہاتھوں ہاتھ بک جاتا تھا منافع بھی بہت

اچھا مل جاتا تھا۔

برابر والی گلی میں ایک بنئے کی دکان بھی تھی جو اس نے مکان میں کھولی ہوئی تھی۔ وہ راموچاچا کے نام سے مشہور تھا اس کی بیوی کو سورگ باش ہوئے دو سال ہو چکے تھے اس نے ایک غریب جواں سال عورت موہنی سے شادی کر لی تھی۔ ان دونوں میاں بیوی میں چوبیس برسوں کا فرق تھا موہنی اس قدر حسین نہیں تھی جتنی پرکشش تھی۔ راموچاچا جب کسی کام سے شہر جاتا یا دوپہر کے وقت کھانا کھا کر سو جاتا تو پھر سہ پہر کے وقت اٹھتا تھا۔ وہ اس کی غیر موجودگی میں دکان میں بیٹھتی تھی اس کے گھر کے پیچھے ایک بہت بڑا تالاب تھا کئی بار ایسا ہوا کہ جب میں سودا سلف لینے دکان پر گیا وہ اکیلی ملی۔ مجھے وہ کوئی اچھی عورت نہیں لگی وہ مجھ سے بے تکلف ہو کر باتیں کرنے کی کوشش کرتی کبھی دانستگی میں ہاتھ ٹکراتی ساڑی کا پلو ٹھیک کرنے کے بہانے میرے جذبات کو بھڑکانے کی کوشش کرتی مجھے ایسی نظروں سے دیکھتی کہ میں پگھل جاؤں اس کی آنکھوں میں میرے لیے دعوت اور انجانے پیام ہوتے تھے۔

آشا بہت حسین تھی لیکن موہنی جیسی اس میں کشش نہ تھی۔ میں نے اس کی باتوں اور لگاوٹ سے محسوس کیا کہ وہ میری جھولی میں پکے پھل کی طرح گرنے کے لیے بے چین ہے اس کی پیاسی آنکھیں مجھے ورغلاتی رہتی ہیں مجھے چونکہ آشا سے محبت تھی اور اس کی محبت میں خیانت کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے میں نے اسے کبھی نظر بھر کے دیکھا اور نہ کھل کر باتیں کیں۔ میں جب کبھی اسے دکان پر دیکھتا تو آشا کو سودا سلف لینے بھیج دیتا تھا۔

میں اس تالاب پر دوپہر کے وقت نہانے کے لیے جاتا تھا کیوں کہ اس وقت وہاں کوئی نہیں ہوتا تھا وہ بھی آ جاتی اور میرے جذبات بھڑکانے کے لیے بے لباس ہو کر نہانے لگتی۔ میں برف کا تو وہ نہیں تھا۔ اور پھر اس کے جسم میں ایسا جادو تھا کہ مجھے اپنے جذبات پر قابو پانا دشوار ہو جاتا۔ وہ مجھے اپنی طرف کھینچتا تھا میں اس لیے بھی غلاظت کے دلدل میں گرنے سے بچ گیا تھا کہ بچے نہانے کے لیے آ گئے تھے۔ یہ بچے نہ آئے ہوتے تو میرا پیر پھسل جاتا۔

لیکن اس کے بدن کے جادو نے میرے دل و دماغ کو ایسا متاثر کیا تھا کہ مجھے آشا میں اب کشش محسوس نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں اس کی دکان پر چنے لینے گیا اس نے مجھ سے کہا کہ اندر والے کمرے میں چنے کی بوری چاول کی بوری پر رکھی ہوئی ہے۔ اسے اتار دو۔ تمہارا چاچا سو رہا ہے۔ میں اس کمرے میں چلا گیا جہاں دکان کا سامان رکھا ہوا تھا اس کمرے میں پہنچتے ہی وہ ناگن بن گئی اور مجھے ڈسنے لگی۔ میں حد سے تجاوز کرنے لگا تھا کہ دکان کے باہر دو عورتوں کی باتیں کرنے کی آواز سنائی دی پھر ایک عورت آواز دینے لگی۔ ”موہنی...... موہنی...... تم کہاں ہو......؟“

اس روز بھی میں اس کے جادو سے بچ گیا لیکن اس کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا۔ میں ایک دوراہے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک طرف آشا تھی جو بہت حسین سیدھی سادی معصوم اور بے حد محبت کرنے والی۔ اس نے میری خاطر جو ایثار اور قربانی دی میں اسے کبھی بھلا نہیں سکتا تھا کوئی دوسری لڑکی ہوتی تو وہ اپنے والدین اور عیش وعشرت کی زندگی کو کبھی لات نہ مارتی۔

دوسری طرف موہنی تھی ایک جادوگرنی تھی اور پھر شادی شدہ عورت تھی۔ میں اس کی نگاہوں میں اپنے لیے محبت کی سرخی دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ میں اس کی محبت کی پذیرائی نہیں کر سکتا تھا۔ عشق اور مشک چھپائے نہیں چھپتے ہیں کسی نے ہم دونوں کو محبت بھری باتیں کرتے اور مشکوک حالت میں دیکھ لیا تو پھر بدنامی اور رسوائی ہوگی۔ اس کے علاوہ آشا کو جو صدمہ پہنچے گا اس سے وہ موت کے منہ میں جا سکتی تھی۔ میں یہ چاہتا تھا کہ اس کی محبت اور جسم کے جادو کا ایسا توڑ لاؤں کہ وہ سیدھے راستے پر آ جائے۔

ہر سنیچر کی رات نو بجے ایک مسافر لانچ اس گاؤں کو آتی تھی اس میں بہت زیادہ مسافر ہوتے تھے اس کے علاوہ اس لانچ پر ایک گھنٹے میں بہت سارا سامان لادنا ہوتا تھا۔ سپاری اور جھاڑو یہاں سے بڑے شہروں کو بھیجا جاتا تھا مزدوری بھی بہت اچھی ملتی تھی۔ میں نے اور مزدوروں کے ساتھ مل کر لانچ میں سامان چڑھایا اور مزدوری لے کر گھر کی طرف روانہ ہوا۔

جب میں اس گلی میں آیا جس میں موہنی کا مکان تھا اس کے عقبی حصے میں ایک سایہ دیکھا۔ مجھے خیال آیا کہ کوئی چور آچکا ہے جو میری مزدوری چھین لینے کے لیے چھپا کھڑا ہوا ہے لیکن مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ کوئی عورت ہے میرا خیال آشا کی طرف گیا۔ شاید وہ یہاں کھڑی میرا انتظار کر رہی ہے۔ جب میں اس کے قریب گیا تو وہ آشا نہیں موہنی تھی۔ میں نے تحیر زدہ لہجے میں اس سے پوچھا۔ ''تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟ خیریت تو ہے؟''

''میں یہاں کوئی ایک گھنٹے سے تمہارا انتظار کر رہی ہوں۔'' اس نے مجھے محبت بھری نظروں سے دیکھا۔

''وہ کس لیے......؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام تھا؟''

''میرا پتی دو دنوں کے لیے باریسال گیا ہوا ہے میں پر اکیلی ہوں تم میرے ساتھ گھر چلو۔'' میرے جسم میں سنسنی دوڑ گئی۔ ''نہیں موہنی! بری بات ہے تم اپنے شوہر کو دھوکا مت دو۔ وہ ایک اچھا آدمی ہے۔''

''وہ ایک بوڑھا آدمی ہے اب اس میں جوانی ہے نہ شباب..... وہ برف کا تودہ ہے۔''

''میں ایک شادی شدہ آدمی ہوں۔ میں اپنی بیوی کو دھوکا نہیں دے سکتا۔ مجھے معاف

کرو۔ راستے سے ہٹ جاؤ گھر جانے دو۔''

''تم میرے ساتھ دو ایک مرتبہ من مانی اور چھیڑ چھاڑ کر چکے ہو۔ کیا یہ دھوکا دینا نہیں ہوا؟''

''تم نے پہل اور جبر وزیادتی کی تھی۔ بھگوان نے مجھے بچا لیا۔ ورنہ شریر میلا ہو چکا ہوتا۔'' میں نے کہا۔

''کیا میں اتنی بے کشش ہوں کہ تم مجھ سے محبت نہیں کر سکتے۔ وقت نہیں گزار سکتے؟'' اس نے قریب آ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔

''ہم دونوں ایک دوسرے سے اس لیے محبت نہیں کر سکتے کہ ہم دونوں ہی شادی شدہ ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''شادی شدہ مرد اور عورت کا راستے سے بھٹک جانا بہت بڑا پاپ ہے۔ ایسے پاپ چھپے نہیں رہ سکتے ہیں کسی نے ہمیں آپس میں باتیں کرتے دیکھ لیا تو پھر یہاں جینا حرام ہو جائے گا۔ عورت بہت زیادہ بدنام ہوتی ہے۔''

''بات یہ ہے کہ مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے اس لیے کہ اس گاؤں میں سب سے خوب صورت نوجوان تم ہو۔''

''لیکن مجھے تم سے ذرہ برابر بھی محبت نہیں ہے وہ جس چیز کو محبت کا نام دے رہی تھی وہ محبت نہیں تھی۔ جوانی کے سرکش جذبات نے اسے بے قابو کر دیا تھا وہ کسی طرح اپنے جذبات کی تسکین چاہتی تھی اس نے میرے اور قریب آ کر میرے گلے میں اپنی باہیں حمائل کر کے اپنے پیاسے ہونٹ میرے ہونٹوں پر رکھ دیئے چند لمحوں کے بعد بولی۔ ''میں تمہاری محبت میں اتنی دور جا چکی ہوں کہ واپس نہیں کر سکتی۔ میں رات دن صرف تمہارے سپنے دیکھتی رہتی ہوں۔ میری جھولی خالی ہے اسے اپنی محبت سے بھر دو۔''

''اگر تم شادی شدہ نہ ہوتیں اور میں بھی شادی شدہ نہ ہوتا تو تمہاری محبت قبول کر لیتا۔'' میں نے کہا۔

''میرے ذہن میں ایک نادر تدبیر آ رہی ہے اس پر عمل کر کے ہم دونوں ایک دوسرے کو پا سکتے ہیں۔'' وہ میرے گالوں پر بوسے ثبت کرتی ہوئی بولی۔ میں سمجھ گیا کہ وہ یہ کہنا چاہتی ہے کہ ہم دونوں بھاگ چلیں۔ میں نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کون سی تدبیر؟''

''تم میرے پتی کو قتل کر دو اور میں تمہاری پتنی کو قتل کئے دیتی ہوں پھر ہم دونوں شادی کر لیں گے۔'' وہ بولی۔

میں بھونچکا سا ہو گیا۔ چند لمحوں تک مجھ پر سکتہ سا چھایا رہا۔ پھر میں نے کہا۔ ''یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کسی کو قتل کرنا آسان تھوڑی ہے میں نے آج تک کسی کو قتل نہیں کیا بلکہ مرغی تک ذبح نہیں کی۔

قتل کرنے کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت ہے۔''

''قتل کرنا مشکل تو ہے لیکن میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جس کی مدد سے قتل کرنا بہت آسان ہے۔'' وہ آہستگی سے بولی۔

''وہ کیا چیز ہے......؟'' میں نے اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کر کے پوچھا۔

''ایک منتر ہے......'' اس نے جواب دیا پھر وہ مسکراتی ہوئی میری آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

''منتر......؟ کیسا منتر......؟'' میں نے متعجب لہجے میں پوچھا۔ ''کیا منتر سے کسی کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے؟''

''ہاں......اسے کالا منتر کہا جاتا ہے......؟''

''وہ منتر کیا ہے؟'' میں نے حیرت اور تجسس سے دریافت کیا۔

''تم میرے گھر چلو میں بتاتی ہوں۔'' اس نے میرا بازو تھام لیا اور مجھے اپنے گھر میں پچھلے دروازے سے لے آئی۔

پھر اس نے صندوق سے ایک انسانی ہڈی نکالی جو چھ انچ لمبی تھی وہ میری طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ''ایک کالی مرغی اور ایک کوا ذبح کر کے دونوں کا خون ایک برتن میں ملا لو۔ اس ہڈی کو پوری ایک رات خون میں ڈبو کر رکھو۔ پھر اسے دھوپ میں سکھا لو۔ میں تمہیں کچھ الفاظ بتاتی ہوں۔ جو منتر ہے۔ جسے قتل کرنا ہے اس کا نیند کی حالت میں ہونا ضروری ہے جب وہ سو رہا ہو تو وہ منتر پڑھ کر اس کے منہ پر پھونک دو پھر یہ ہڈی اس کے ہونٹوں پر رکھ دو۔ پھر وہ ایک لمحے میں موت کی آغوش میں چلا جائے گا۔''

''مجھے سوچنے کے لیے دو ایک دن دو۔'' میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔ ''اس طرح تم اپنے پتی کو بھی قتل کر سکتی ہو۔ یہ تو قتل کرنے کی بہت ہی آسان تدبیر ہے کسی کو شک بھی نہیں ہو سکتا۔''

''لیکن میں اپنے پتی کو اور تم اپنی پتنی کو اس منتر سے قتل نہیں کر سکتے۔ عورت، عورت کو، مرد، مرد ہی کو قتل کر سکتا ہے اور پھر منتر پڑھتے وقت ایک لفظ بھی آگے پیچھے ہو گیا تو پھر منتر الٹا ہو جائے گا یعنی پڑھنے والے کو موت سے ہمکنار کر دے گا۔''

''بڑا عجیب و غریب منتر ہے۔ میں نے کبھی ایسے منتر کے بارے میں نہیں سنا۔ یہ منتر تم نے کہاں سے سیکھا؟''

''ہر منتر اور جادو عجیب و غریب ہی ہوتا ہے۔ میں نے یہ منتر اپنی ماں سے سیکھا۔ میری ماں اور بھی منتر جانتی تھی چونکہ وہ ایک بیماری میں بداحتیاطی کرنے سے مر گئی اس لیے اور منتر وہ سکھا نہ

سکی۔'' اس نے جواب دیا۔

''اچھا اب میں چلتا ہوں۔ آشا میرا انتظار کر رہی ہوگی۔ مجھے بہت دیر ہو رہی ہے۔'' میں نے کہا۔

''اب میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔ کچھ دیر بیٹھو مجھ سے محبت بھری باتیں کرو یہاں کوئی دیکھنے اور سننے والا نہیں ہے۔''

''دیکھو۔ میں کل رات کسی بہانے سے تمہارے پاس آجاؤں گا۔ آج دیر ہونے سے آشا کو شک ہو جائے گا۔''

''کل کس نے دیکھی ہے......؟'' اس نے میرا بازو تھام لیا پھر اس نے مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔

آشا سرخ و سفید تھی اس کے متناسب جسم میں بھی بے پناہ گداز اور شادابی تھی لیکن موہنی کالی تھی اس کے ریشمی کالے بال بھی بہت لمبے اور گھنے تھے۔ اس کی رنگت بھونرے جیسی تھی اس کے بدن میں ایسی جنسی کشش تھی کہ آدمی نہ صرف دیکھتا رہ جاتا بلکہ اس کے حصول کی آرزو کرنے لگتا۔ ایک طرح سے وہ بھی کالا منتر تھی کالا جادو تھی آدمی کو بے اختیار اپنی طرف کھینچتی تھی۔ اس کا منتر مجھ پر چل گیا۔ پھر میں اس کے زیر اثر اور رحم و کرم پر ہو گیا اس کے منتر نے مجھے وحشی بنا دیا۔ پھر ہم دونوں جوانی کے جنگل میں دور تک نکل گئے میں کٹھ پتلی بن گیا تھا مجھے اپنے آپ پر کوئی اختیار نہیں رہا۔ اس نے نہ صرف میرا وجود بلکہ میری محبت بھی میلی کر دی تھی پھر اس کی جب پیاس بجھ گئی تب مجھ پر منتر پڑھ کر پھونکا۔

جب میں اس کے ہاں سے نکل کر گھر جا رہا تھا مجھے پھر سے موہنی کے قرب کی خواہش ستانے لگی۔ مجھ پر سرشاری اور کیف کی ایسی کیفیت طاری تھی جو میں نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ میرے من میں موہنی کی محبت بس گئی تھی۔ جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آشا گہری نیند سو رہی ہے میرے دل میں پہلی بار اس کے خلاف نفرت کی شدید لہر اٹھی میں نے سوچا آشا کو قتل کر دینا چاہیے موہنی آشا کو قتل کر دے گی اور میں اس کے پتی کو پھر ہم دونوں آپس میں شادی کر کے ایک حسین زندگی گزاریں گے یہ موہنی کے جادو کا اثر تھا اس کے جسم کے جادو کا اور کالا منتر کا وہ خود بھی کالا منتر ہی تھی اگر وہ مجھ پر منتر پڑھ کر نہ پھونکتی تو میرے دل میں آشا کے خلاف نفرت اور اس سے محبت پیدا نہیں ہوتی۔ میں پوری طرح اس کے طلسم کے زیر اثر آ گیا تھا۔ اس لیے آشا کی موت کے بارے میں سوچنے لگا۔

دوسرے دن علی الصباح میں گھر سے نکل کر موہنی کے گھر کی طرف بڑھا۔ اس خیال سے کہ

وہ گھر پر اکیلی ہے میں پھر سے اس کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا شاید اس کے منتر کا اثر تھا۔ وہ اپنے منتر کے زور پر شاید مجھے اپنے ہاں بلا رہی تھی میں کسی کچے دھاگے میں بندھا چلا جا رہا تھا اور انجانے تصورات نے میرے جذبات میں ہل چل مچائی ہوئی تھی۔

میں گلی کے نکڑ پر پہنچا تھا کہ ہادی بابا کو مخالف سمت سے آتے ہوئے دیکھا۔ مجھ پر چوں کہ کالا منتر کا اثر تھا اس لیے میں نے انہیں سلام نہیں کیا اور اکڑتا ہوا ان کے قریب سے گزرنے لگا۔ ہادی بابا نے مجھ پر ایک نگاہ ڈالی اور رک گئے۔

''موہن لال ایک پل کے لیے رکو۔'' انہوں نے بڑے ٹھنڈے لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے......؟'' میں نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔ اس وقت مجھ پر شیطان سوار تھا۔

''بیٹے تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟'' ان کے لہجے میں بڑی نرمی اور شائستگی تھی۔

''آپ کو کیا......؟ آپ کون ہوتے ہیں......؟ آپ جائیں اپنے کام سے کام رکھیں۔'' میں نے ترش روئی سے کہا۔

''اس وقت تم نہیں بول رہے ہو بلکہ موہنی کا کالا منتر بول رہا ہے۔'' وہ مسکرائے۔

''میں کوئی بھی بول رہا ہوں۔ جا...... جا۔ اپنا رستہ لے۔'' میں بدتمیزی پر اتر آیا۔

ہادی بابا نے میری اس بدتمیزی کا کوئی خیال نہ کیا اور نہ برا منایا۔ پھر انہوں نے کچھ پڑھ کر مجھ پر پھونکا تو اس وقت نہ صرف میرا سارا جسم بلکہ دماغ تک تھرا گیا میرے جسم پر ٹھنڈے پسینے چھوٹ گئے۔ چند لمحوں کے بعد میں نے اپنے آپ کو بے حد ہلکا پھلکا محسوس کیا مجھے ایسا لگا جیسے میرے اعصاب پھول کی طرح ہلکے ہو گئے ہوں اس لمحہ مجھے احساس ہوا کہ میں نے ان سے گستاخی کی ہے بدتمیزی سے پیش آیا ہوں میں ان کے قدموں پر گر پڑا۔

''ہادی بابا...... ہادی بابا...... مجھے معاف کر دیں میں نے آپ کے ساتھ بدتمیزی کی گستاخی کی۔''

انہوں نے جھک کر میرے بازو پکڑ کر مجھے اٹھایا۔ پھر کہا۔ ''بیٹے اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے سارا قصور اس موہنی کے کالے منتر کا ہے اب میں نے اسے اتار دیا ہے اب تم اس کے کالے منتر سے آزاد ہو گئے ہو۔''

''اس نے مجھے نہ صرف بہکایا، ورغلایا بلکہ میرا شریر بھی اپنے منتر کے زور سے میلا کر دیا۔ میں اس وقت بھی اپنا من اور شریر میلا کرنے جا رہا تھا آپ مل گئے۔ میں تو اپنی پتنی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ وہ بڑی محبت کرنے والی ہے۔ میں اب کیا کروں ہادی بابا!......'' میں سسک پڑا۔

''جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ اب اسے بھول جاؤ۔'' ہادی بابا نے کہا۔

''لیکن وہ مجھے اپنے منتر سے پھر اپنا اسیر بنا لے گی۔ اس میں اس قدر کشش ہے کہ میں اسے دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتا۔ اس نے تو مجھ پر جادو کر رکھا ہے۔'' میں نے کہا۔

''دراصل وہ اس قدر پرکشش نہیں جتنی نظر آتی ہے اس نے اپنے منتر سے اپنے آپ کو اس قدر پرکشش بنا رکھا ہے تاکہ مرد اس کے جال میں پھنس جائیں۔ میں نے اس کے جادو اور منتر کو ختم کر دیا ہے اب تو کوئی بھی اس کی طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرے گا۔ وہ کسی مرد کو اپنی طرف متوجہ نہیں کر سکے گی اور نہ ہی اس کا گھر برباد ہو گا اب تم گھر لوٹ جاؤ۔''

پھر میں اپنے گھر آ گیا۔ میں نے آشا کو دیکھا وہ گہری نیند سو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں پر چلمن پڑی تھی اس کے چہرے پر معصومیت سی چھائی ہوئی تھی اس کا ابلتا شباب قرب کے لیے دل کو گرمانے لگا اس کے جسم کے پرکشش خزانے بے نیام تلوار کی طرح تھے وہ مجھے اس وقت دنیا کی سب سے حسین اور پرکشش عورت دکھائی دے رہی تھی۔ میرے دل میں پہلے جو محبت تھی اور موہنی کے منتر کی وجہ سے جھاگ کی طرح بیٹھ گئی وہ پھر سے دل میں جنم لینے لگی۔ میں نے اس لمحے موہنی کے لیے دل میں شدید نفرت محسوس کی پھر میں نے آشا کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا پھر وہ بیدار ہو گئی پھر میں اس پر جھکتا چلا گیا۔

میں چھولے لے کر گھاٹ کی طرف جاتے ہوئے رامو چاچا کی دکان کے سامنے سے گزرا اس وقت موہنی دکان پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اکیلی تھی میں نے اسے دیکھا تو یقین نہیں آیا کہ یہ وہی موہنی ہے جسے دیکھ کر دل اور جذبات بے قابو ہو جاتے تھے اور جسم میں خون کی گردش تیز ہو جاتی تھی۔ اس وقت اسے دیکھنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا وہ کسی بھوتنی کی طرح دکھائی دے رہی تھی ایسی بے کشش عورت میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی تھی۔

اسے شاید نہ اپنی بدصورتی کا احساس ہوا تھا اور نہ ہی اس بات کی خبر ہوئی تھی کہ وہ اپنے کالے منتر کے علم سے محروم ہو چکی ہے۔ اب وہ اپنا جادو کسی پر چلا نہیں سکتی ہے۔ کیونکہ وہ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی تھی۔

''تم سویرے میرے پاس کیوں نہیں آئے......؟ میں تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' وہ بڑی لگاوٹ سے بولی۔

''تم نے رات میرے ساتھ جو کچھ کیا وہ اچھا نہیں کیا موہنی۔ تم نے میرے دامن اور محبت پر داغ لگا دیا۔'' میں نے کہا۔

''میں نے کیا کیا......؟'' وہ انجان بن گئی اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم نے میرا شریر میلا کر دیا اور اپنی خواہش کی تکمیل کی اور اپنی پیاس بجھائی۔" میں نے
لہجے میں کہا۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔" وہ استہزائی لہجے میں کہنے لگی۔ "میں تمہیں کچھ دنوں سے دیکھ رہی
تھی تم میرے دیوانے بن گئے ہو۔ میری محبت حاصل کرنے کے لیے ڈورے ڈالنے لگے تم اس
موقع کی تلاش میں تھے کہ میری عزت سے کھیل سکو۔ تم نے دو تین مرتبہ میرے ساتھ من مانی کی
اور میرے جسم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کے رکھ دیں۔ آج تک میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے رات تم مجھے
بہلا پھسلا کر مجھے میرے گھر میں لے آئے۔ میں اس وقت نہانے تالاب پر جا رہی تھی تمہیں یہ
بات معلوم ہوگئی تھی کہ میرا پتی گھر پر نہیں ہے۔ پھر تم وحشی درندے بن گئے آدھی رات تک میرا جسم
نوچتے رہے پھر تم صبح آنے کا وعدہ کر کے چلے گئے لیکن اب تم مجھے الٹا دوش دے رہے ہو۔"

میں اس کی باتیں سن کر حیران رہ گیا میں نے غصے سے کہا۔ "موہنی اس جھوٹ کے پلندے کو
اپنے پاس ہی رکھو۔ تم نے مجھے اپنے بدن کے جادو اور کالے منتر سے گھر لے جا کر اس بات پر
آمادہ کیا کہ میں تمہارے پتی کو قتل کر دوں اور تم میری پتنی کو قتل کر دو گی پھر میں تمہارے منتر کی زد
میں آ کر جذبات پر قابو نہ پا سکا پھسل پڑا کاش ایسا نہ ہوتا۔"

"چھوڑو ان باتوں کو......" اس نے مجھے خود سپردگی کی نظروں سے دیکھا۔ "تم اندر آ جاؤ
تاکہ ہم دونوں پیار و محبت کی باتیں کرتے کرتے کسی اور ہی دنیا میں کھو جائیں ایک دوسرے میں ضم
ہو جائیں۔ میں دکان بند کیے دیتی ہوں۔"

"تم نے اپنے جس جادو کے زور سے مجھے ورغلایا تھا وہ اب ختم ہو چکا ہے اب تو مجھے تمہاری
طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں ہے۔"

وہ قہقہہ مار کر بڑے زور سے ہنسی۔ "میں جسے ایک بار اپنا اسیر بنا لیتی ہوں وہ مجھ سے دور
نہیں رہ سکتا ہے۔"

"اب تم اپنے جادو اور منتر سے محروم ہو چکی ہو۔ تمہاری اصلیت بھی ظاہر ہو چکی ہے تمہارا
اصل چہرہ سامنے آ گیا ہے میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے تو یہ آئینہ اٹھا کر اس میں اپنی شکل
دیکھو۔" میں نے کہا۔

اس نے آئینہ اٹھا کر جو بیچنے کے لیے رکھا ہوا تھا اس میں اپنی شکل دیکھی۔ پھر اس کے ہاتھ
سے آئینہ چھوٹ گیا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں اسے جیسے یقین نہیں آیا۔ پھر اس نے کوئی منتر پڑھ کر
اپنے اوپر پھونکا۔ پھر اس نے آئینہ اٹھا کر اپنا چہرہ دیکھا۔ اس میں وہی بدصورت، گھناؤنا اور مکروہ چہرہ
دکھائی دے رہا تھا۔ اپنا اصلی چہرہ دیکھ کر وہ بھنا سی گئی اس نے آئینہ ایک طرف پھینک دیا پھر اس نے

منتر پڑھنا شروع کیا۔ پھر میری طرف منہ کر کے پھونک ماری اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

"موہنی......" میں نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ اب تمہارے پاس کوئی منتر اور شکتی نہیں رہی۔
اب تم ایک عام قسم کی عورت ہو۔ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اب تم اپنے پتی کی سیوا کرو۔ ایک
اچھی بیوی بننے کی کوشش کرو۔ اب تم کسی مرد کو اپنے جسم اور جادو کے جال میں پھانس نہیں سکتی ہو
کیوں کہ اب تو تو تمہارے پاس مردوں کو پاگل بنا دینے والا جسم ہے اور نہ ہی جادو نام کی کوئی چیز
ہے تم میں کوئی حسن کشش اور جاذبیت نہیں رہی ہے۔ لہٰذا سیدھے راستے پر آ جاؤ۔"

"میرا حسن اور میرا جادو منتر کس نے چھین لیا؟ کس نے مجھے اس سے محروم کر دیا؟" وہ
ہذیانی لہجے میں بولی۔

"ہادی بابا نے......" میں نے کہا۔ "جب انہیں پتا چلا کہ تم نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا
اور تم گاؤں کے جوانوں اور شادی شدہ مردوں کے ساتھ اپنا جسم اور بستر میلا کرتی ہو اور کر رہی ہو تو
انہوں نے تمہیں سبق دیا ہے۔ سزا دی ہے۔"

"ہادی بابا......؟" اس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر وہ سنبھل کر کہنے لگی۔ "تم نے ان سے میری
شکایت کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں تم نے میری محبت ٹھکرائی تو تمہیں
بخشوں گی نہیں میں تم سے بدلہ لے کر رہوں گی۔"

میں وہاں رکا نہیں تیزی سے گھاٹ کی طرف بڑھ گیا کیوں کہ مسافر لانچ کچھ دیر میں گھاٹ
پر پہنچنے والی تھی اس کی چمنی سے نکلتا ہوا دھواں اور اس کی بھوں بھوں کی آواز صاف سنائی دے رہی
تھی۔ مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی تھی کہ ہادی بابا نے مجھے ایک ڈائن سے نجات دلا دی میں اس
کے جادو منتر سے نکل آیا۔

گاؤں میں موہنی کی بدصورتی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اسے جو بھی دیکھتا وہ
حیران رہ جاتا اور اسے یقین نہیں آتا کہ موہنی بدصورت اور بھیانک شکل کی اچانک کیسے اور کیوں
ہو گئی۔ اس کی جسمانی کشش اور منہ زور جوانی کہاں گئی یہ راز صرف میں اور موہنی جانتی تھی میں نے
آشا کو بھی اعتماد میں نہیں لیا تھا۔

رات میں گہری نیند سو رہا تھا کہ کسی آواز سے میری آنکھ کھل گئی کمرے میں اندھیرا تھا۔ آشا
گہری نیند سو رہی تھی دروازہ بھی بند تھا۔ میرے کانوں میں ایک نادیدہ آواز آئی۔ "موہن لال تم
ابھی اور اسی وقت میرے ہاں آؤ۔"

یہ آواز ہادی بابا کی تھی اس آواز سے گاؤں کے کسی فرد کے کان نا آشنا نہیں تھے۔ میں فوراً ہی
گھر سے نکل کر ان کے گھر کی طرف تیزی سے لپک گیا۔ دل میں حیران بھی تھا کہ ہادی بابا نے مجھے

اس وقت کس لیے بلایا ہے۔ یہ میرا واہمہ نہیں تھا وہ پہنچے ہوئے بزرگ تھے ان کے پاس کمالات کی کمی نہ تھی۔ میرا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا اس وقت پو پھٹ رہی تھی پوری بستی گہری نیند میں ڈوبی ہوئی تھی میرے دل و دماغ میں وسوسے اور اندیشے سانپوں کی طرح لہرا رہے تھے۔

جب میں نے ان کے گھر پر پہنچ کر دستک دینے کے لیے دروازے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا کہ اندر سے آواز آئی۔ "موہن لال! اندر آ جاؤ دروازہ کھلا ہوا ہے۔" میں اندر داخل ہو کر ان کے کمرے میں پہنچا۔ وہ چوکی پر باوقار انداز سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا پرجلال نورانی چہرہ دمک رہا تھا میں نے انہیں آداب کیا تو وہ محبت آمیز لہجے میں بولے۔ "بیٹھ جاؤ۔" انہوں نے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"ہادی بابا......" میں نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ "آپ نے مجھے کیسے یاد فرمایا؟ خیریت ہے۔"

"خیریت ہی نہیں بیٹے!" ان کے لہجے میں محبت اور شفقت بھری ہوئی تھی۔ "میں نے تمہیں اس لیے اس وقت بلایا ہے کہ سادھو چچا کے بارے میں بتاؤں۔ تم صبر و سکون سے میری بات سننا۔"

"سادھو چچا......؟" میں ان کی زبان سے سادھو چچا کا نام سن کر بھونچکا ہو گیا۔ مجھے یقین نہیں آیا کہ انہیں سادھو چچا کے بارے میں بھی معلوم ہے۔ لیکن کیسے معلوم ہوا جب کہ اس راز سے اس گاؤں میں صرف پنڈت جی واقف تھے۔

"تم حیران نہ ہو اور نہ ہی یہ سوچو کہ مجھے ان کے بارے میں کیسے اور کیوں کر معلوم ہوا۔" وہ دھیرے سے بولے میں نے ان کی باتوں سے محسوس کیا کہ انہوں نے جیسے میرے خیالات پڑھ لیے ہوں۔

"ان کے بارے میں کوئی اچھی خبر نہیں ہے۔" ہادی بابا نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں اب تمہیں فوراً اپنے گاؤں پہنچ کر آخری رسومات ادا کرنی ہیں تم روانگی کی تیاری کرو۔"

ان کی موت کی خبر سن کر مجھ پر جیسے کوئی بجلی سی آ گری میں سناٹے میں آ گیا۔ صدمے سے میرا دل کٹ گیا۔ جانے کیوں مجھے اس خبر کا یقین نہیں آیا لیکن میں یہ بات بھی جانتا تھا کہ ہادی بابا جھوٹ نہیں بول سکتے۔ انہیں جھوٹ بولنے کی ضرورت بھی کیا ہے اور پھر انہوں نے مجھے گہری نیند سے بیدار کرا کے بلایا بھی ہے۔ پھر ایک خیال بجلی کی رو کی طرح میرے ذہن میں آیا۔ میرا ظالم تایا شاید میری اور آشا کی تلاش میں وہاں پہنچا ہو۔ جب اس نے ہمیں وہاں نہیں پایا تو غصے میں آ کر

اس نے ہمارا انتقام سادھو چچا سے لے لیا ہو۔ وہ کمینہ ایسا کر سکتا تھا۔

میں نے ہادی بابا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہادی بابا بھگوان کے لیے مجھے اتنا بتا دیں کہ کیا وہ طبعی موت مرے ہیں۔"

"نہیں۔" ہادی بابا نے نفی کے انداز میں سر ہلایا۔ پھر انہوں نے ایک لمحہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔

"وہ کسی حادثے میں سورگ باش ہوئے ہیں یا انہیں قتل کیا گیا ہے؟" میں نے ادب سے دریافت کیا۔

"انہیں قتل کیا گیا ہے۔" ہادی بابا نے آنکھیں کھول کر جواب دیا۔

"اگر انہیں قتل کیا گیا ہے تو پھر یہ حرکت میرے ظالم خبیث اور سنگ دل تایا کی ہوگی؟" میں نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ہاں۔ انہیں تمہارے ظالم تایا نے بے دردی سے قتل کیا ہے۔" ہادی بابا نے میری تائید کی۔

میں یہ سنتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ نفرت اور غصے سے میرا جسم کانپنے لگا۔ آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے آشا کو سدا کے لیے پا لیا تھا اس لیے اس کمینے ذلیل شخص سے انتقام لینے کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔ لیکن میں نے اب تہیہ کر لیا تھا کہ اسے کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بھلے میری جان چلی جائے۔

"ہادی بابا! میں آپ کے سامنے بھگوان کی سوگند کھاتا ہوں کہ اپنے تایا کو نہ صرف قتل کر دوں گا بلکہ اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کتوں اور مگرمچھوں کو کھلا دوں گا۔ اس نے میرے سادھو چچا کو قتل کر کے اچھا نہیں کیا۔"

ہادی بابا نے چوکی سے اتر کر میرے پاس آ کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "موہن لال! جذبات کی رو میں مت بہہ جاؤ۔ شانتی سے کام لو۔ کوئی بھی ظالم اپنے گناہوں کی سزا سے بچ نہیں سکا ہے۔ تم قانون کو ہاتھ میں لینے کے بجائے قانون سے مدد مانگو۔ قانون تمہاری مدد کرے گا۔ اس سے بہتر تو یہ ہے کہ اپنا معاملہ اوپر والے پر چھوڑ دو۔ وہ تمہارا بدلہ لے لے گا۔ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں اس کے لیے صبر کی ضرورت ہے۔"

اس وقت میں نفرت و غصے کی حالت میں انتقام کے اندھے جنون میں مبتلا ہو گیا تھا۔ میں نے ادب و احترام کے پیش نظر نہ ان کی بات کا جواب دیا اور نہ ہی اس سے اتفاق کیا میں نے دل میں بھگوان کی سوگند کھا کر بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب مجھے دنیا کی کوئی طاقت اس ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔ ہادی بابا نے میرے ارادوں کو بھانپ لیا تھا میرے خیالات پڑھ لیے تھے

انہوں نے کچھ نہیں کہا۔ ان کی خاموشی سے ظاہر تھا کہ وہ اس موضوع پر بات کرنا نہیں چاہتے ہیں۔

''میں ان کی لاش کا کریا کرم کرنے کے لیے کیسے پہنچ سکتا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''گاؤں بہت دور ہے اور پھر جو لانچ آنے والی ہے وہ بارہ بجے دن سے پہلے نہیں آئے گی گھوڑی پر میں پہنچ نہیں سکتا ہوں۔''

''صبح چھ بجے پدمنی لانچ یہاں پہنچنے والی ہے تم اس میں سوار ہو کر نصیر پور اتر جاؤ۔ گھوڑی بھی ساتھ لے جانا۔ نصیر پور سے تمہارا گاؤں دو گھنٹے کی مسافت پر ہے جاؤ جا کر جانے کی تیاری کرو۔'' ہادی بابا نے کہا۔

''مگر ہادی بابا!......'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''پدمنی لانچ ایکسپریس ہے یہاں وہ رکتی نہیں ہے کوئی تین میل کے فاصلے سے گزر جاتی ہے کیا اور ایسی کوئی دوسری صورت ہے۔ جس سے میں گاؤں بروقت پہنچ جاؤں۔''

''وہ یہاں کسی نہ کسی وجہ سے آئے گی۔ میں صرف تمہاری سہولت کے لیے اسے یہاں آنے پر مجبور کر رہا ہوں۔'' ہادی بابا نے کہا۔ ''تم بے فکر ہو کر جاؤ۔ تمہیں لیے بغیر اس کے یہاں سے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔''

میں نے ہادی بابا کی بات پر یقین کر لیا۔ کیوں کہ ان کی بات غلط نہیں ہو سکتی تھی اور نہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔ میں نے گھر جا کر آشا کو جگایا۔ اسے بتایا کہ سادھو چچا کو اس کے ظالم باپ نے قتل کر دیا ہے اور میں ان کی لاش کے کریا کرم کے لیے جا رہا ہوں۔ آشا نہیں چاہتی تھی کہ میں جاؤں۔ اسے یہ ڈر اور خوف تھا کہ کہیں اس کا باپ مجھے قتل نہ کر دے۔ میں نے اسے سمجھایا اور دلاسا دیا کہ وہ بھگوان کی ذات پر بھروسا کرے پھر میں نے پنڈت جی کو جگایا ان سے آشیرباد لے کر شیرنی کو ہمراہ لے کر گھاٹ پر پہنچا۔

چھ بجنے سے دس منٹ پہلے پدمنی لانچ گھاٹ کی طرف آتی دکھائی دی تو وہاں موجود لوگوں میں سے کسی کو اس بات کا یقین نہیں آیا۔ وہ لانچ یہاں سے ناریل اور کیلے لے جانے کے لیے آئی تھی جس کی مسافروں کو ضرورت تھی پھر میں اس لانچ میں سوار ہو گیا۔ میں ہادی بابا کی غائبانہ قوت کا قائل ہو گیا۔ واقعی وہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔

جس وقت میں نصیر پور میں اتر کے گھوڑی پر گاؤں جا رہا تھا تب آشا کا زرد چہرہ اور آنسوؤں سے بھری آنکھیں میری آنکھوں کے سامنے بار بار آ رہی تھیں وہ مجھے جانے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی تھی اس نے مجھے خوب چوما تھا آنسو بہائے تھے اگر مجھے اس بات کا علم ہو جاتا کہ یہ میری آشا سے آخری ملاقات ہے میں اسے پھر نہیں دیکھ سکوں گا تو پھر اسے ساتھ لے

لیتا۔ لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی۔ میں اس کی اداس اور آنسوؤں سے بھری آنکھیں کبھی نہیں بھول سکتا۔

جب میں گاؤں پہنچا تو دیکھا کہ سادھو چچا کی چتا مرگھٹ کی طرف لے جائی جا رہی ہے میں مرگھٹ پہنچا۔ میں نے شیرنی کو درخت سے باندھا۔ گاؤں کے لوگ میری غیر متوقع آمد پر سخت حیران ہوئے کہ مجھے کیسے اطلاع مل گئی۔ میں جلانے سے پہلے ان کا آخری دیدار کرنے گیا۔ ارتھی کے پاس پہنچ کر لاش پر سے کپڑا ہٹا کر دیکھا۔ میں نے ان کے جسم پر چھری کے تین گہرے زخم دیکھے۔ پھر میں نے کپڑے سے ان کی لاش دوبارہ ڈھک دی پھر جو اشلوک مجھے یاد تھے میں نے پڑھے گاؤں کے پنڈت جی نے میرے ہاتھ میں دیا سلائی دے دی تھی تاکہ میں چتا کو آگ لگا سکوں میں نے بھگوان کا نام لیتے ہوئے ماچس کی تیلی جلا کر گھی میں تر لکڑیوں میں آگ لگا دی۔

کریا کرم کے بعد میں گاؤں پہنچا۔ سادھو چچا کے پڑوسی شانتا رام مجھے اپنے گھر لے گئے میں نے ان سے دریافت کیا کہ۔ کیا انہیں اس قتل کی واردات کے بارے میں کچھ علم ہے کیا وہ قاتل کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ جب وہ صبح مندر جانے کے لیے گھر سے نکلے تو سادھو چچا کو باہر نہیں دیکھا انہوں نے پڑوسی کے مکان پر دستک دی۔ کیوں کہ وہ بھی مندر جاتے تھے۔ اس پڑوسی نے سادھو چچا کے مکان کا دروازہ کھلا دیکھا تو انہیں بلانے اندر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ سادھو چچا فرش پر پڑے ہوئے ہیں اور ان کے چاروں طرف خون ہی خون پھیلا ہوا ہے۔ قاتل کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ پولیس بعد آ کر قاتل کا پتا نہیں چلا سکی قاتل نے اپنا کوئی ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔

پولیس یا گاؤں والوں کو کیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ ان کا قاتل کون ہے۔ یہ تو صرف میں جانتا تھا کہ قاتل کون ہے قاتل میرا ظالم تایا تھا گاؤں میں ان کا کوئی دشمن نہیں تھا اور نہ گاؤں والوں میں سے کوئی ان کا قاتل ہو سکتا تھا گاؤں کے لوگ ان سے جو پریم کرتے تھے اس کی مثال نہیں ملتی تھی ان کا کوئی دشمن ہو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

ان کا کوئی عزیز رشتہ دار وغیرہ نہیں تھا۔ انہوں نے نہ تو کوئی وصیت چھوڑی تھی اور نہ ہی کسی سے کچھ کہا تھا۔ گاؤں والوں نے مل کر ایک متفقہ فیصلہ میرے حق میں کیا۔ ان کی جو زمین اور مکان تھا مجھے اس کا وارث قرار دے دیا۔ اب چونکہ میں اس گاؤں میں آ کر دوبارہ رہائش اختیار کرنا نہیں چاہتا تھا اس لیے میں نے زمین اور مکان دونوں فروخت کر دیے اس لیے مجھے چار دن گاؤں میں قیام کرنا پڑا۔ یہ مجبوری تھی ان چار دنوں میں میں چار پل کے لیے بھی آشا کو نہیں بھولا تھا۔ میرا دل اس کی طرف لگا ہوا تھا۔ بہت پریشان بھی ہو جاتا لیکن میں یہ کہہ کر دل کو دلاسا دیتا رہا

کہ وہاں پنڈت جی موجود ہیں۔ان کی موجودگی میں آشا کو کیا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے اور پھر آشا کوئی دس برس کی بچی تو ہے نہیں۔

مجھے اس گاؤں سے رخصت ہونے میں پانچ دن لگ گئے۔میں نے سوچا کہ کیوں نہ جانے سے پہلے تایا سے نمٹتا چلوں ان کا گاؤں زیادہ دور نہیں تھا۔رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر ان کی حویلی میں داخل ہو کر انہیں قتل کر کے فرار ہو سکتا ہوں۔لیکن آشا کی جدائی نے مجھے ایسا بے چین اور پریشان کر دیا تھا کہ میں اب ایک دن بھی اس کی جدائی میں گزارنا نہیں چاہتا تھا۔اسے دیکھنے بانہوں میں بھرنے اور سینے سے لگانے کی ایسی تڑپ ہو رہی تھی کہ میں نے انتقام لینے کا ارادہ کچھ دنوں کے لیے ترک کر دیا۔اس سے ملاقات کر کے کچھ دن گزار کر آنے کا فیصلہ کر کے گاؤں سے روانہ ہو گیا۔میں یہ جانتا تھا کہ میرا تایا یہ گاؤں چھوڑ کر کہیں جانے سے رہا۔ادھر سادھو چچا کے قتل کی باقاعدہ ایف آئی آر پولیس میں کٹوادی گئی تھی گو کہ پولیس تفتیش کر رہی تھی اور مشکوک لوگوں سے پوچھ گچھ کر رہی تھی مگر میں جانتا تھا کہ ان کی قاتل تک دست رسائی نہیں ہوگی۔کیونکہ سادھو چچا کو تایا نے ایک منصوبے کے تحت قتل کیا تھا اس لیے ان کے خلاف کوئی ثبوت پولیس کو ساری زندگی نہیں مل سکتا تھا۔

میں دوسرے دن سہ پہر کے وقت واپس گاؤں پہنچا۔واپسی کے لیے میں نے شارٹ کٹ راستہ اختیار کیا تھا اور لانچ میں بھی سفر کیا تھا۔گاؤں میں داخل ہوتے ہی ایسا لگا جیسے میں غلطی سے کسی ویران اور غیر آباد اور سنسان گاؤں میں آ گیا ہوں۔ایک ہولناک مردنی اور خاموشی چھائی ہوئی تھی کہ ایک انجانا خوف سا آنے لگا۔گلی میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کر رک گیا۔جب لوگوں کا ہجوم پنڈت جی کے مکان کے باہر دیکھا تو دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔میں تیزی سے کودا اور بھیڑ کو چیرتا ہوا گھر میں داخل ہوا۔سامنے ہی صحن میں آشا کی لاش ایک چوکی پر رکھی تھی۔میرا دل ڈوبنے لگا۔سر چکرایا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔اگر ایک شخص نے مجھے سنبھالا نہ دیا ہوتا تو میں فرش پر تیورا کر گر پڑتا۔لاش پر چادر پڑی ہوئی تھی۔میں نے قریب جا کر لاش پر سے چادر ہٹائی تو ایسا لگا جیسے کسی نے میرے سینے میں خنجر گھونپ دیا ہو۔کوئی خنجر گھونپ دیتا تو اتنی تکلیف نہ ہوتی جتنی اس کی لاش کو دیکھ کر ہوئی۔وہ خون میں لت پت پڑی ہوئی تھی اس کا سر دھڑ سے الگ تھا کسی شقی القلب نے اسے قربانی کے جانور کی طرح ذبح کر دیا تھا میں صدمے کی تاب نہ لا کر حواس کھو بیٹھا اور بے ہوش ہو گیا۔

مجھے دو دن کے بعد ہوش آیا۔پنڈت جی نے مجھے بتایا کہ میں جب حواس کھو بیٹھا تھا تب میں نے آشا کا خون آلود سر اٹھا کر نہ صرف اسے سینے سے لگایا۔بلکہ بری طرح چوما پھر میں بے

ہوش ہو گیا تھا۔پھر میں آشا کی سادھی پر پھول لے کر پہنچا۔اس کی سادھی پر پھول چڑھانے کے بعد میں نے ہذیانی لہجے میں چیختے ہوئے کہا۔"آشا میں کالی ماتا کی سوگند کھاتا ہوں کہ اپنے تایا یعنی تمہارے باپ سے اپنے ماتا پتا سادھو چچا اور تمہاری موت کا ایسا بھیانک انتقام لوں گا کہ کوئی اس کا تصور تک نہیں کر سکتا ہے میں بھی اس ظالم کے خاندان کے ایک ایک فرد کو اسی طرح ذبح کر کے رہوں گا۔جس طرح تمہیں کیا گیا۔اسے ذلیل اور بے عزت کرنے کے بعد اسے بھی ذبح کروں گا۔قسم ہے کالی ماتا کی۔اگر کسی وجہ سے مجھے موت آ گئی تو میری روح انتقام لے گی۔اے کالی ماتا تو سن۔میں تیرا ایک ادنیٰ پجاری ہوں تو میری سوگند کی لاج رکھ لے۔تو مجھے اتنی شکتی دے کہ میں اپنی سوگند پوری کر سکوں اور تو اس کے بدلے میرے جسم اور روح کا بلیدان قبول کر لے۔"

جب میں مرگھٹ سے نکل کر گھر کی طرف جا رہا تھا تو مجھے بڑی شانتی سی محسوس ہو رہی تھی۔

جب میں امرود کے باغ کے پاس پہنچا تو مجھے ہادی بابا دکھائی دیئے۔وہ مجھے اپنے گھر لے آئے اور کرسی پر بٹھا کر مجھ سے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔"موہن لال تم نے اپنی پتنی کی سادھی پر جا کر اتنی بڑی سوگند کیوں کھائی؟ کیا تو نے اپنے سر پر ایک عذاب کو مسلط نہیں کر لیا۔کیا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ تو صبر کر اور دیکھ قدرت ان ظالموں کو کس طرح کیفر کردار تک پہنچاتی ہے لیکن تم نے انتقام کے اندھے جنون میں خود اپنی تباہی کا سامان پیدا کر لیا۔کاش تو جلد بازی سے کام نہ لیتا۔

میں نے ان کی بات سن کر ندامت سے سر جھکا لیا۔اس قتل کی واردات کے بارے میں پنڈت جی نے یہ بتایا تھا کہ گزشتہ رات کئی آدمی مکان کی عقبی دیوار پھاند کر گھر میں داخل ہوئے۔پہلے تو انہوں نے پنڈت جی کو رسیوں سے باندھ کر ڈال دیا۔پھر ان کی نظروں کے سامنے آشا کو ذبح کرنے کے بعد اطمینان سے رخصت ہو گئے تھے۔پنڈت جی خوف و دہشت سے بے ہوش ہو چکے تھے جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے چیخ کر لوگوں کو پکارا۔مگر اس وقت تک وہ شقی القلب جو گھوڑوں پر سوار تھے وہ فرار ہو چکے تھے۔پولیس کو اطلاع دی گئی لیکن پولیس انہیں تلاش کرنے اور پکڑنے میں ناکام رہی تھی۔

"ہادی بابا۔کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کہ میرے ظالم تایا کو اس گاؤں میں آشا کی موجودگی کا پتا کیسے چلا؟"

"میرا خیال تو یہ ہے کہ تم بے خبر رہو تو بہتر ہی ہے۔اس سے تمہارے دل کو بہت صدمہ پہنچے گا۔"

"نہیں ہادی بابا آپ مجھے ضرور بتائیں۔میں دل مضبوط کر کے آپ کی باتیں سنوں گا۔" میں نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ موہنی نے تمہاری بیوی سے دوستی کر لی تھی اور تمہاری غیر موجودگی میں اس کی آمدورفت ہونے لگی تھی۔ اس نے آشا کو منع کیا ہوا تھا کہ تمہیں اس کی آمدورفت کے بارے میں نہ بتایا جائے۔ اس نے بھولی بھالی آشا سے ایسی گہری دوستی کی اور اعتماد میں لیا کہ وہ موہنی کی گرویدہ ہوگئی۔ ایک روز اس نے آشا کو اپنے گھر بلا کر ایک سفوف گھول کر پلا دیا۔ آشا پر ایک نشے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر اس نے اپنے بارے میں موہنی کو سب کچھ بتا دیا۔ موہنی تم سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ اس نے تمہیں اس بات پر اپنے منتر کے زور سے آمادہ کر لیا تھا کہ تم اس کے پتی کو قتل کر دو اور وہ آشا کو موت کی نیند سلا دے گی۔ جب اس نے آشا کی کہانی سنی تو اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ آشا کے باپ کو بتا دے۔ آشا کا باپ آ کر بیٹی کو لے جائے گا اور تم اکیلے رہ جاؤ گے۔ کیوں کہ اس کا جادو تم پر چل گیا ہے لہٰذا تم اسے بیوہ کر کے اس سے شادی کر لو گے۔ اس روز موہنی نے اپنی اصلی شکل میں آنے سے پہلے ہی اپنے ایک آشنا کو آشا کے باپ کے گاؤں روانہ کر دیا۔ اور اسے تاکید کی کہ وہ بتا دے کہ اس کی بیٹی اسی گاؤں میں ہے یہ سنتے ہی تمہارا تایا جو آشا اور تمہارے بھاگ جانے کے بعد اپنی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے انگاروں پر لوٹ رہا تھا فوراً رات کے اندھیرے میں اپنے چند ساتھیوں کو لے کر یہاں پہنچا۔ پھر اپنی بیٹی کو ذبح کر کے چلا جاتا۔ چونکہ تم یہاں موجود نہیں تھے اس لیے تم اس کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گئے۔ وہ تم سے انتقام نہ لے سکا۔''

''جب آپ غیب کی باتیں جانتے ہیں تو آپ نے میری بیوی کو قتل ہونے سے کس لیے نہیں بچایا؟ جب کہ آپ کرامات کے بادشاہ ہیں آپ چاہتے تو میری بیوی کو قتل ہونے سے بچا سکتے تھے۔'' میں نے کہا۔

''تم اس بات کو سمجھ نہیں سکو گے۔ لیکن میں تمہیں بتا تا چلوں کہ انسان کی حقیقت مالک حقیقی کے سامنے کیا ہے۔ وہ ایک ذرے سے بھی کمزور اور حقیر ہے۔ انسان کی کوشش، وہ حقیر ہو یا غیر معمولی حقیر ہو وہ اس وقت کامیاب ہوتی ہے جب اوپر والے کی مشیت دخل دے۔ انسان کو قضا و قدر کا علم نہیں ہوسکتا۔ میں نے اسے بچانا چاہا تھا لیکن مشیت ایزدی کو کسی وجہ سے یہ بات منظور نہ تھی اس لیے میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ اب تم صبر وضبط سے کام لو۔ اپنا اور اپنے سفاک ترین تایا کا معاملہ اوپر والے کے سپرد کر دو۔''

''چلیے۔ میں آپ کی ان باتوں کو تسلیم کئے لیتا ہوں کہ آپ اوپر والے کے فیصلے کے آگے بے بس تھے لیکن آپ پولیس کو یہ تو بتا سکتے ہیں آشا کا قاتل کوئی اور نہیں اس کا باپ اپنا ہے۔''

''نہیں۔ میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔'' ہادی بابا نے جواب دیا۔

''وہ کس لیے......؟'' میں نے متعجب نظروں سے دیکھا۔ ''اس میں کیا قباحت ہے۔''

''اس لیے کہ پولیس اسے ایک مفروضہ یا قیاس آرائی سمجھے گی۔ عدالت کے نزدیک ایسی باتوں کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہوتی ہے۔ عدالت صرف ان باتوں کو تسلیم کرتی ہے جو ٹھوس حقائق اور شہادتوں سے ثابت کی جاتی ہیں۔ میرا علم میرے اپنے کشف کا نتیجہ ہے جو قانون کے نزدیک ایک ذاتی خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ میں پولیس کے سامنے اپنے علم کا کوئی مادی ثبوت پیش نہیں کر سکتا تھا۔''

ہادی بابا کی باتوں سے میں اتفاق نہ کر سکا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ میں صبر وضبط سے کام لوں۔ لیکن میں اس کے لیے تیار نہ تھا۔ کیونکہ میں نے آشا کی سمادھی پر اس کی سمادھی کی مٹی اٹھا کر کالی ماتا کی سوگند کھا کر اپنے سفاک اور ظالم تایا سے انتقام لینے کا عہد کر چکا تھا۔ اس طرح میرے سینے میں انتقام کی بھڑکتی آگ سرد پڑ سکتی تھی۔ میرے دل کو شانتی مل سکتی تھی۔

آشا کے بغیر اب میرے لیے اس خوب صورت گاؤں میں کوئی کشش نہیں رہی تھی۔ یہاں ٹھہر کے کیا کرتا۔ مجھے اپنی زندگی ویران اور بے کیف سی محسوس ہونے لگی تھی۔ جب میں نے پنڈت جی کو بتایا کہ میرا دل اچاٹ ہو چکا ہے اور میں یہاں سے جا رہا ہوں تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ انہوں نے ہر چند مجھے روکنے کی بہت کوشش کی۔ انہوں نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ چوں کہ دنیا میں ان کا کوئی عزیز زندہ نہیں ہے اس لیے وہ اپنے بعد تمام زمین اور جائیداد میرے نام لکھ جائیں گے۔ نیز یہ کہ گاؤں میں حسین وجمیل اور نوجوان اور اچھے گھرانوں کی لڑکیاں ہیں ان میں جو بھی پسند کروں وہ میری اس سے شادی کرا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ میں مستقل طور پر رہنے لگوں۔ اگر میری رگ رگ میں انتقام کا جنون خون کی طرح سرایت نہ کر چکا ہوتا تو میں ان کی مخلصانہ اور عظیم پیش کش کو قبول کر لیتا۔ میں نے بڑی محبت اور نرمی سے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنا فیصلہ برقرار رکھا۔

انتقام مجھے موہنی سے بھی لینا تھا جس کے کارن آشا موت سے ہمکنار ہوئی تھی۔ جس روز آشا کے قتل کی واردات ہوئی تھی وہ اس روز سے غائب ہو چکی تھی۔ میں کچھ دنوں کے بعد اس کی تلاش میں روانہ ہوا۔ اس کے پتی رامو چچا نے بتایا کہ وہ اس کی ایک بڑی رقم اور سونے کے زیورات لے کر بھاگ چکی ہے۔ وہ کہاں گئی اور کس کے ساتھ گئی کچھ پتا نہیں۔

ہادی بابا نے اس کے بارے میں بتایا کہ وہ شانتی نگر کے گاؤں میں جا کر ایک جادوگرنی عورت سے کالا منتر سیکھ رہی ہے میں شانتی نگر روانہ ہوگیا۔ ہادی بابا نے مجھے منع کیا تھا کہ میں وہاں نہیں جاؤں۔ کیونکہ میں جادو منتر کے زیر اثر آ جاؤں گا۔ میں نے ان کی بات نہیں مانی۔ میں انتقام لینے کے لیے پاگل ہو رہا تھا۔

شانتی نگر کے گھاٹ پر میں اترا تو اس وقت شام ہو چکی تھی۔ میں سرائے کی تلاش میں چل پڑا۔ میں گاؤں کے قریب پہنچا تھا کہ مجھے ایک تالاب کے کنارے ایک سولہ برس کی بہت ہی حسین اور نوجوان لڑکی نظر آئی جو نہا کر نکلی تھی۔ وہ تالاب پر اس وقت بالکل اکیلی تھی۔ اس کے بدن پر لباس نہیں تھا۔ اس کے کپڑے کنارے پر پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ وہ جیسے ہی کپڑے اٹھانے کے لیے لپکی تو ایک سانپ کپڑوں میں سے نکل کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وہ ایک چیخ مار کر بھاگی اور مجھ سے آ کر لپٹ گئی۔ سانپ دوسری طرف نکل گیا۔ اس کی سانس بری طرح پھول رہی تھی۔ جب اس کے اوسان بحال ہوئے تو وہ اپنے آپ کو بے لباس دیکھ کر شرمائی اور لباس کی طرف لپک گئی میں منہ پھیر کے کھڑا ہو گیا۔

اس کے چاندی جیسے بدن نے میرے خون کی گردش تیز کر دی۔ میں نے اس میں اس قدر کشش اور دل کشی محسوس کی کہ اسے پانے کے لیے میرا جی تڑپ اٹھا۔ وہ کپڑے پہن کر میرے پاس لجاتی اور شرماتی ہوئی آئی اور مجھ سے بولی کہ میں اسے اس کے گھر تک پہنچا دوں۔ کیوں کہ اسے خوف آ رہا تھا کہ کہیں راستے میں کہیں سے سانپ نکل کر نہ آ جائے۔

میں اسے اس کے گھر لے کر پہنچا جو گاؤں کے قریب ایک لکڑی کے چھوٹے سے پل کے پاس تھا۔ پھر اس لڑکی نے مجھے اندر آنے کے لیے کہا۔ گھر میں کوئی نہیں تھا۔ اس نے کہا کہ اس کے گھر والے ایک رشتہ دار کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔ میں ان کی واپسی تک رک جاؤں۔ پہلے تو اس نے مجھے ایک گلاس دودھ پلایا کچھ دیر بعد ہم دونوں نے مل کر کھانا کھایا۔

رات خاصی ہو گئی تھی اس کے والدین کا پتا نہیں تھا کسی وجہ سے وہ نہیں آئے تھے۔ اس نے مجھے سو جانے کے لیے کہا۔ میں ایک کمرے میں چٹائی پر لیٹ تو گیا لیکن اس کے قرب کی خواہش ہونے لگی۔ ایک تو وہ اکیلی تھی۔ تنہائی تھی۔ رات بھی آ چکی تھی اور اس کے گھر والوں کا دور دور تک امکان نہیں تھا۔ میں اس کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے لالٹین کی روشنی میں دیکھا وہ لڑکی مجھ پر جھکی ہوئی ہے پھر کیا تھا۔ میں نے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ پھر ہم دونوں طوفان کی زد میں آ گئے۔ طوفان تھمنے کے بعد وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ لیکن وہ جاتے جاتے چراغ گل کر گئی۔ کچھ دیر کے بعد میں نے آہٹ سنی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اس نے میرے پاس بیٹھ کر مجھے آواز دی۔ ”کیا سو گئے؟“

جانے کیوں اس کا لہجہ مجھے عجیب اور پراسرار سا لگا۔ اس لیے میں نے جواب نہیں دیا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے پھر میرا شانہ ہلایا۔ لیکن میں سوتا بنا رہا۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”یہ سو گیا ہے۔“

”اسے سوتے رہنے دو۔“ ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ ”تم باہر آ جاؤ۔“

پھر میں نے اس عورت کو اندھیرے میں نیم وا آنکھوں سے دیکھنے کی کوشش کی۔ لڑکی میرے پاس سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بستر سے اٹھا۔ دوسرے کمرے میں اندھیرا تھا لیکن باہر چاندنی چٹک رہی تھی اس چاندنی میں میں نے اس عورت اور لڑکی کو دیکھا۔ وہ عورت اس لڑکی سے کہہ رہی تھی۔ ”موہنی تو اس روپ میں تین دن تک اور رہ سکتی ہے۔ پھر تجھے سابقہ روپ میں آنا پڑے گا بلکہ تو خود بخود اس روپ میں آ جائے گی۔“

”میں سدا اس روپ میں کیوں کر نہیں رہ سکتی ماتا جی......؟“ موہنی نے حیرت سے پوچھا۔

”اس لیے کہ تیرا جاپ نامکمل ہو گیا ہے تو جب تک چالیس دن تک جاپ نہیں کرے گی اس وقت تک تجھے کوئی منتر حاصل نہ ہو سکے گا۔ یہ تو میں نے تیرے کہنے پر تجھے لڑکی بنا دیا۔ میں تجھے بار بار لڑکی نہیں بنا سکتی۔“

”لیکن میں اسے کیسے روک سکوں گی۔ وہ اتفاق سے ادھر آ نکلا ہے۔ وہ مجھے اصلی شکل میں دیکھ کر میرے قابو میں نہیں آئے گا پھر چلا جائے گا اسے چالیس دن تک روکنے کی کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی۔“

”ایک صورت تو ہے لیکن تو شاید ہی اسے پسند کرے۔“ عورت نے پراسرار لہجے میں کہا۔

”کون سی صورت ہے مجھے جلدی سے بتاؤ۔“ موہنی نے بے تابی سے کہا۔

”میں اسے چالیس دن تک اپنا محبوب بنا کر رکھوں گی۔ جب تیرا جاپ مکمل ہو جائے گا پھر اسے تیرے حوالے کر دوں گی۔“

”مجھے منظور ہے۔“ موہنی فوراً ہی سرشاری سے بولی۔ ”لیکن میں تین دن بعد اسے تمہارے حوالے کروں گی۔“

”تین دن کے بعد سے وہ چالیس دن تک میرا رہے گا۔ اگر تو نے جاپ ادھورا چھوڑ دیا تو پھر تو سو برس کی بوڑھی بن جائے گی۔ چڑیل کا روپ دھار لے گی اچھی طرح سوچ لے۔“

”ہاں میں نے سوچ لیا ہے۔ لیکن تم کیسے اسے شیشے میں اتارو گی؟“ موہنی نے پوچھا۔

”کیا اسے شیشے میں اتارنا کچھ مشکل ہے؟“ اس عورت نے متعجب لہجے میں کہا۔

”ہاں......“ موہنی نے سر ہلایا۔ ”رات میں نے اسے کس مشکل سے آمادہ کیا یہ میں جانتی ہوں۔“

”لیکن اسے شیشے میں اتارنا مشکل ہے۔ وہ ایک مرد ذات ہے۔ عورت کا حسن و شباب بدن کی سوندھی مہک اور تپش ایک ایسا منتر ہے جس کے آگے ایک مرد بے بس ہو جاتا ہے۔“

"اس لیے کہ اسے اپنی بیوی سے بے پناہ محبت تھی موت کے بعد بیوی کی محبت اور گہری ہوگئی۔" موہنی نے کہا۔

"تو کسی بات کی چنتا نہ کر۔ کیا تو نہیں جانتی کہ میں کتنی بڑی جادوگرنی ہوں۔ میں کیسے کیسے جادو جانتی ہوں میں اپنا جسم اس سے بھی کہیں حسین اور پرکشش بناؤں گی جیسا میں نے تیرا بنایا ہے اور تجھے جسم خوبصورت بنائے رکھنے کا منتر بھی بتایا تھا۔ لیکن تو نے اس منتر کو بھلا دیا۔ اور تو پھر سے ایک بدصورت عورت بن گئی اور اپنے اصل روپ میں آ گئی۔" عورت نے تیز لہجے میں کہا۔

"ماتا جی! میں نے وہ منتر نہیں بھلایا تھا اور نہ بھول گئی تھی وہ جو مسلمانوں کے بزرگ تھے نا انہوں نے میرا منتر بے اثر کر دیا تھا اور میں بھول گئی تھی میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ اس لیے تو میں نے کبھی اس گاؤں کا رخ نہیں کیا۔ دیکھ...... سن...... موہن لال بہت خوبصورت اور توانا مرد ہے۔ ایسے مرد بہت کم نظر آتے ہیں۔ تو اس کی محبت میں آج بھی گرفتار ہے۔ اس لیے میں تجھ سے پھر ایک بار یہ بات کہہ رہی ہوں کہ ایک لمحے کے لیے تو جاپ کے دوران اپنا دھیان نہیں ہٹائے گی اور نہ ہی موہن لال کا خیال دل میں لائے گی اور اس کا تصور کرے گی۔ میری اس بات کو گرہ میں باندھ لے۔"

"وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے یہاں آیا ہے۔ میں ڈرتی ہوں کہ اسے اگر یہ پتا چل گیا کہ میں جاپ کر رہی ہوں اور تم نے ایک حسین لڑکی کا روپ دھارا ہوا ہے تب تم کیا کرو گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری جان لینے کی کوشش کرے۔ تمہیں چاقو سے ہلاک کر دے تمہیں بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" موہنی نے کہا۔

"تو ٹھیک کہتی ہے لیکن اسے کیا معلوم کہ میری جان میرا جادو میرے سر کے بالوں میں ہے۔ بال کاٹ دے تو پھر میں ایک عام عورت بن جاؤں گی۔ میرا جادو اور میری شکتی ختم ہو جائے گی۔ میں پھر سے دو سو برس کی ہو جاؤں گی۔ پھر دو دن بھی زندہ نہیں رہ سکوں گی۔ اچھا اب تو دوسرے کمرے میں جا۔ میں تیرا روپ دھار کر اس کے پاس جا رہی ہوں۔ جب میں آ کر جگاؤں گی تب تو اس کے پاس جا کر لیٹ جانا۔" عورت نے کہا۔

میں فوراً ہی کمرے میں آ کر بستر پر دراز ہو گیا۔ وہ عورت تیس برس کے لگ بھگ دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن وہ بڑی بھرپور اور طرح دار عورت تھی۔ اس میں موہنی سے کہیں کشش تھی۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کی عمر دو سو برس کی تھی لیکن وہ اب تک جادو کے زور سے جوان اور زندہ تھی اور اس کی جان اس کے بالوں میں پوشیدہ تھی۔

موہنی اس لڑکی کے روپ میں مل کر مجھے یہاں لے آئے گی میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ گویا اسے میری آمد کی خبر ہو گئی تھی کہ میں انتقام لینے آیا ہوں۔ شاید اسے اس کی ماتا جی نے بتایا تھا کہ میں یہاں آ چکا ہوں پھر مجھے پھانسنے کے لیے جال پھیلا دیا گیا تھا۔ پھر میں سوچنے لگا کہ مجھے اب کیا کرنا چاہیے۔ میں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کر لیا۔

کچھ دیر بعد میرے کمرے میں آہٹ ہوئی پھر کسی نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کیا۔ پھر کھڑکی کھول دی۔ کھڑکی سے کمرے میں چاندنی آنے لگی۔ پھر میں نے ایک لڑکی کو دیکھا جس کا وجود چاندنی میں نہا رہا تھا۔ وہ میرے پاس آئی اور مجھ پر بدلی بن کر چھا گئی اور مہربانی اور فیاضی سے پیش آنے لگی۔

میں نے چند لمحوں کے بعد غنودگی کی سی کیفیت میں پوچھا۔ "تم کون ہو؟ مجھے سونے دو۔"

"میں نرملا کی بڑی بہن وملا ہوں۔" اس نے رسیلی آواز میں جواب دیا۔ "موہن لال یہ رات سونے کے لیے نہیں ہے جاگنے کے لیے ہے۔ یہ ہمارے سہاگ کی پہلی رات ہے۔"

"تمہاری بہن بھی میرے ساتھ سہاگ رات منا چکی ہے۔" میں نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔

"آنکھیں کھول کر مجھے دیکھو۔ میں اپنی بہن سے زیادہ حسین ہوں۔ چاند کا ٹکڑا ہوں۔" وہ میرا شانہ ہلاتی ہوئی بولی۔ پھر میں نے اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر اسے دیکھتا رہ گیا۔ واقعی اس وقت وہ اس قدر حسین لڑکی کے روپ میں تھی کہ اس کے چہرے اور جسم سے نظریں نہیں ہٹ رہی تھیں۔ جسمانی کشش کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ پھر میں اپنے آپ کو بھول گیا۔ اس نے مجھ پر کچھ پڑھ کر پھونکا تو میں ایک وحشی درندہ بن گیا۔ مجھے ایسا لگا میں انسان نہیں ہوں۔ حیوان ہوں۔ اسے جیسے چیر پھاڑ کر کھا جاؤں گا۔ اور پھر وہ دوسری طرف ایک شیرنی بن گئی تھی۔ اس میں جو خودسپردگی اور گرم جوشی تھی میں اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ جیسے درندگی کی خواہاں تھی اذیت پسند تھی۔ اسے کسی بات اور کسی احساس کی پروا نہیں رہی تھی۔ ہر بات اور ہر تکلیف اور میری حیوانیت سے محظوظ ہو رہی تھی۔ وہ بھی ایک حیوان بنی ہوئی تھی جادو نے ہم دونوں پر ایک عجیب سا کیف و سرور طاری کر دیا تھا۔ یہ کھیل کب ختم ہوا مجھے کچھ خبر نہ ہو سکی۔ میں گہری نیند سو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ موہنی نرملا کے روپ میں مجھ پر جھکی ہوئی ہے اور میرا شانہ ہلا رہی ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں بالکل بھی سکت نہیں رہی ہے میں بستر پر نڈھال اور بے جان سا پڑا ہوں۔ میرا جوڑ جوڑ درد کر رہا ہے۔

"چلو اٹھو میرے پتی دیو۔" اس نے میرے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔ "صبح

ہو چکی ہے۔'' اس کی آنکھیں آب دار موتیوں کی طرح لگ رہی تھیں اور اس کے سرخ و گداز ہونٹوں پر دل کش مسکراہٹ ابھر آئی۔

''میں اپنے آپ میں اٹھنے کی سکت نہیں پا رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تم دونوں بہنوں نے مجھے نچوڑ کر رکھ دیا ہے۔''

''تم اسے پی لو۔'' اس نے فرش پر رکھی ہوئی تھالی کی طرف اشارہ کیا۔ اس میں ایک گلاس دودھ اور ایک پیالے میں سرخ رنگ کا شربت رکھا ہوا تھا۔ ''تمہاری توانائی نہ صرف لوٹ آئے گی بلکہ تمہیں ایسی مردانہ شکتی مل جائے گی کہ ایک رات میں دس عورتیں تمہاری دلہن بن جائیں تو تمہیں ذرہ برابر بھی تھکن اور کم طاقتی محسوس نہ ہوگی۔ تم سدا کے لیے دنیا کے سب سے طاقت ور انسان بن جاؤ گے۔ جو عورت تمہاری زندگی میں آئے گی وہ تمہیں ساری زندگی بھول نہیں سکے گی۔''

''کیا صرف مجھے مردانہ طاقت حاصل ہوگی......؟ اور کیا وہ محدود ہوگی؟'' میں نے دریافت کیا۔

''صرف مردانہ طاقت ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی طاقت۔ تم ایک درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک سکتے ہو۔ دس من کا وزن اس طرح سے اٹھا سکتے ہو جیسے وہ دس سیر کا وزن ہو۔ جنگلی بیل اور شیر سے بھی لڑ سکتے ہو۔ تمہارے جسم پر چاقو اور تیر بھی زخم نہیں ڈال سکتا ہے تم ایک ناقابل تسخیر انسان بن جاؤ گے۔'' وہ ایک ہی سانس میں بول گئی۔

''یہ طاقت کس میں پوشیدہ ہے؟'' میں نے دودھ کے گلاس اور عرق کے پیالے کی طرف اشارہ کیا۔

''عرق میں ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''یہ دودھ اس لیے ہے کہ اس عرق کو دو آتشہ بنا دے۔''

''یہ عرق کس چیز کا ہے تم کیا بتا سکتی ہو؟'' میں نے قدرے حیرت سے دریافت کیا۔

''یہ عرق ایک نایاب جڑی بوٹی کا ہے جو مجھے آج صبح تالاب پر نہاتے ہوئے ملی۔ یہ میں تمہیں دینے کے لیے اس کا عرق بنا کر لے آئی۔ تم اسے پی لو اسے پینے والا طبعی طور پر سو سال سے بھی زیادہ عرصہ زندہ رہتا ہے۔''

پہلے تو میں نے سوچا کہ کہیں یہ جھوٹ تو نہیں بول رہی ہے یہ مجھے اپنے جال میں پھانس تو نہیں رہی ہے۔ ایسا تو نہیں یہ عرق پینے سے میں ایک کتے کی طرح اس کا وفادار اور محکوم ہو جاؤں ساری زندگی اس کے زیر اثر اور تابع رہوں۔ ایک غلام کی طرح ہر حکم بجا لاؤں۔ کٹھ پتلی بن جاؤں۔ دوسری طرف جانے کیوں یہ خیال آیا کہ یہ جھوٹ نہیں بول رہی ہے۔ اب اسے پینے

کے سوا چارہ بھی نہیں ہے بالفرض محال میں دودھ اور عرق پینے سے انکار کرتا ہوں تو وہ جادو کے زور سے مجھے بے بس کر کے پلا سکتی ہے۔ پھر میں نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ''مجھے اٹھا کر بٹھاؤ۔ مجھ میں اٹھ کر پینے کی بالکل بھی سکت نہیں ہے۔''

پھر اس نے مجھے سہارا دے کر اٹھا کر بٹھایا۔ پھر میری طرف عرق کا پیالہ بڑھایا اور کہا۔ ''اسے تم ایک ہی سانس میں پی جاؤ۔'' میں نے اس کی ہدایت کے مطابق ایک ہی سانس میں سارا عرق حلق میں اتار لیا۔ وہ کڑوا کسیلا نہیں بلکہ زہر کی طرح تھا۔ میرے سینے میں نہ صرف جلن ہونے لگی بلکہ پورے جسم اور رگ رگ میں جیسے آگ لگ گئی۔ پھر اس نے دودھ کا گلاس بڑھایا۔ میں نے اسے ہونٹوں سے لگایا۔ دودھ پیتے ہی سینے کی جلن اور جسم کی آگ سرد پڑنے لگی۔ تھوڑی دیر میں میری حالت پر سکون ہوگئی۔ پھر میں نے اپنے جسم میں ایک ایسی توانائی اور طاقت محسوس کی جس کا میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا مجھ میں جیسے دس شیروں کی طاقت آ گئی میں اپنے آپ کو ایک نیا طاقت ور انسان محسوس کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اسے اپنے بازوؤں میں سمیٹ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا اور اس کے چہرے پر جھکتا چلا گیا۔

اب مجھے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے دو باتوں کی ضرورت تھی۔ ایک تو اس بات کا پتا چلانا تھا کہ موہنی جاپ کرنے کے لیے کہاں بیٹھتی ہے دوسرا مجھے قینچی کا بندوبست کرنا تھا تاکہ میں موہنی کی ماتاجی جو ملا بن کر رات میرے ساتھ گزار چکی تھی اس کے بال کاٹ دوں۔ گاؤں کی کسی دکان میں مجھے قینچی مل سکتی تھی لیکن اس کے بال کاٹنا اس قدر آسان نہ تھا کیوں کہ وہ جادو کے زور سے اس کا پتا چلا سکتی تھی۔ یہ ضروری بھی تھا کہ وہ گہری نیند کی حالت میں ہوتا کہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے بال کاٹ دوں پھر وہ کسی قابل نہیں رہے گی۔ دو سو برس کی بوڑھی عورت بن جائے گی اور دو دن کے بعد مر جائے گی۔ لیکن مجھے ایک چھرے کی ضرورت بھی تھی تاکہ موہنی کو نہ صرف اس کی ضربوں سے چھلنی کر دوں بلکہ اس کا سر تن سے جدا کر دوں۔ جانور کی طرح اسے ذبح کر دوں اس کے علاوہ ایک کدال اور بیلچے کی بھی ضرورت تھی تاکہ گڑھا کھود کر اسے دفن کیا جا سکے۔

لیکن مجھے اس کے لیے چار پانچ دن اور راتیں گزارنے کی ضرورت تھی۔ تین راتیں موہنی نرملا بن کر میرے لمحات پر کیف اور نشاط انگیز بناتی رہی۔ میں محبت گرم جوشی والہانہ پن اور وارفتگی سے اس کا دل موہ لیتا رہا۔ پر فریب باتوں سے اسے بے وقوف بناتا اور تاثر دیتا رہا کہ مجھے اس سے محبت ہوگئی ہے اب میں اس سے ایک دن کے لیے بھی جدا نہیں رہ سکتا۔

تیسری رات نشاط انگیز لمحات کے دوران اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''موہن لال تم کیا واقعی مجھ سے سچی محبت کرتے ہو؟''

''ہاں نرملا۔'' میں نے اس کے ہونٹوں پر مہر محبت ثبت کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''یہ کیوں پوچھ رہی ہو۔ کیا تمہیں ان چار دنوں میں میری محبت کا یقین نہیں آیا......؟ کیا تم نے ا میں تصنع یا فریب محسوس کیا۔''

''نہیں۔نہیں یہ بات نہیں۔'' وہ تڑپ کر بولی۔ ''تم یہ بتاؤ کہ تمہیں میرے شریر سے محبت ہے یا میری آتما سے......؟''

''دونوں سے ہی۔لیکن میں تمہاری آتما سے محبت کرتا ہوں کیوں کہ یہ سچی محبت ہوتی ہے۔ ابدی ہوتی ہے۔''

''کیا تم یہ بات جانتے ہو کہ محبت امتحان لیتی ہے اگر میں تمہاری محبت کا امتحان لوں تو کیا اس کے لیے تیار ہو گے؟''

''کیوں نہیں۔لیکن تم میرا کس قسم کا امتحان لینا چاہتی ہو؟ آخر اس کی کیا ضرورت گئی......؟'' میں نے حیرت کا اظہار کیا۔

''تمہاری جدائی کا امتحان۔تاکہ ہم دونوں کی محبت امر اور عظیم ہو جائے۔'' اس نے جذبا لہجے میں کہا۔ ''تمہیں کل سے مجھ سے چالیس دن تک دور رہنا ہوگا۔ میں تمہیں ان چالیس دنوں میں ایک لمحے کے لیے بھی نظر نہیں آؤں گی۔ دراصل میں اپنی محبت کو امر بنانے کے لیے چالیس دنوں تک جاپ کرنے جا رہی ہوں۔ میں جاپ مکمل کرلوں گی تو پھر تمہیں مجھ سے اور تم سے مجھے دنیا کی کوئی طاقت چھین نہیں سکے گی۔ کیا تم میری اور اپنی محبت کی خاطر اتنی بڑی قربانی دینے کے لیے تیار ہو؟''

''چالیس دن......؟'' میں نے کس قدر حیرت کا اظہار کیا۔ ''یہ چالیس دن میں کیسے کاٹ سکوں گا نرملا۔''

''میری جان! یہ چالیس دن پلک جھپکتے میں گزر جائیں گے۔'' اس نے میرے گلے میں عریاں مرمریں بانہیں حمائل کر دی۔

''میں تمہاری چار گھنٹے کی جدائی سہہ نہیں سکتا اور تم چالیس دن کی بات کر رہی ہو۔ یہ چالیس دن چالیس برس نہیں بلکہ میرے لیے چالیس صدیاں ہوں گی میں اسے کاٹ نہیں سکتا میری جا نرملا بھگوان کے لیے میرا اتنا بڑا امتحان نہ لو۔''

''لیکن یہ چالیس دنوں کی جدائی تم پر بالکل بھی شاق نہیں گزرے گی۔'' وہ میری آنکھوں میں مسکراتی آنکھوں سے جھانکنے لگی۔

''وہ کیسے......؟'' میں نے اس کی کمر کو بازوؤں کے شکنجے میں کستے ہوئے کہا۔

''میں اپنی بہن وملا کو تمہارے سپرد کر کے جا رہی ہوں۔ وہ نہ صرف بے حد حسین ہے بلکہ اس کا جسم بھی مجھ سے کہیں زیادہ پرکشش ہے وہ چالیس دنوں تک تمہاری دسترس میں رہے گی۔ راتوں میں تمہیں وہ میری کمی محسوس ہونے نہیں دے گی۔''

''یہ سچ ہے کہ وملا بہت حسین ہے اور اس کا جسم تم سے کہیں خوبصورت اور بے پناہ پرکشش ہے لیکن وہ تم جیسی محبت نہیں دے سکتی۔ مجھے تم سے جو محبت ہے وہ دنیا کی کسی اور عورت سے ہو نہیں سکتی۔ صرف جسم ہی محبت نہیں ہوتی ہے۔''

''اس کے جسم کی شادابیاں، رنگینیاں اور رعنائیاں تمہیں بہلائے رکھیں گی۔ پھر تمہیں میری جدائی کا اس قدر احساس نہیں ہوگا۔''

''اگر وہ میری محبت میں مبتلا ہوگئی تو پھر میں کیا کروں گا۔ تم کیا کرو گی......؟'' میں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ وہ تمہارے لیے صرف ایک کھلونا ہوگی۔ میں نے وملا کو سمجھا دیا ہے اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تم سے صرف اور صرف جسمانی سمبندھ رکھے گی۔ تم سے محبت نہیں کرے گی اسے صرف تمہارے جسم سے محبت ہوگی۔ تم اس کی باتوں پر بھروسا کر سکتے ہو۔ وہ میری بڑی بہن ہے جھوٹ نہیں بولتی ہے تم بڑے خوش نصیب ہو کہ اس عورت کا قرب حاصل کرلو گے۔ وہ مردوں کو بالکل بھی گھاس نہیں ڈالتی ہے۔'' موہن نے کہا۔

''تم شاید دنیا کی پہلی عورت ہو جو حسد و جلن محسوس نہیں کرو گی۔'' میں نے کہا۔ ''گو کہ تمہاری بہن بلا کی حسین اور ایک ایسے جسم کی مالک ہے جو لاکھوں عورتوں میں صرف ایک کا ہوتا ہے اس کے باوجود تمہاری محبت کشش اور حسن اس کے آگے ماند نہیں پڑے گا۔ میں تمہارے فراق میں جدائی کے یہ چالیس دن کسی نہ کسی طرح کاٹ لوں گا۔ تم اس کی چنتا نہ کرو۔''

میں نے ایسی محبت گرم جوشی اور والہانہ پن کی باتیں کی تھیں کہ وہ میرے فریب میں آ گئی۔ اس نے یقین کرلیا کہ میں واقعی اس سے سچی محبت کرنے لگا ہوں۔ اس کے دام میں سدا کے لیے گرفتار ہو گیا ہوں اور میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس نے مجھے نرملا بن کر اپنا لیا ہے اس پر سرشاری کی ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔

چوتھے دن سویرے وہ بستر سے نکل کر گھر کے پیچھے والے تالاب پر اشنان کرنے گئی۔ وملا بھی ساتھ تھی میں دونوں کو چھپ کر اشنان کرتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اشنان کرنے کے بعد دونوں نے تالاب سے نکل کر کپڑے پہنے اور شمال کی جانب روانہ ہو گئیں۔ اس وقت ان کے تعاقب میں جانا خطرے سے خالی نہیں تھا لیکن وہ جس سمت گئی تھیں میں کسی دن اس سمت جا کر موہنی کا ٹھکانہ

معلوم کر سکتا تھا۔ اس وقت مجھے نیند آرہی تھی کیونکہ ساری رات میں جاگتا رہا تھا موہنی چ
چالیس دنوں کے لیے مجھ سے جدا ہو رہی تھی اس لیے اس نے ساری رات جگائے رکھا اور پل
کے لیے بھی سونے نہیں دیا تھا۔

میں بستر پر دراز ہوتے ہی گہری نیند میں غرق ہو گیا۔ جب میں بیدار ہوا تو دیکھا کہ
میرے سینے کے گھنے بالوں میں اپنی مخروطی انگلیاں پھیر رہی ہے اور میرے کان گردن اور گ
اور ہونٹ اس کے ہونٹوں کی مٹھاس بھری جلن سے جھلس رہے ہیں اور اس کی گرم گرم سانسیں میر
سانسوں میں الجھ رہی ہیں۔ موہنی کے جاتے ہی وہ میرے پاس آگئی تھی اسے رات تک صبر نہ ہو
تھا وہ بہت خوش ہو رہی تھی اور اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔

اس کی دو سو برس کی عمر تھی اس نے اپنے منتر کے زور پر اپنے آپ کو نہ صرف جوان بلکہ
انتہا حسین اور پرکشش بنا رکھا تھا۔ کوئی مرد تنہائی میں اسے پاکر قابو میں نہیں رہ سکتا تھا یہ جانے
ہوئے بھی کہ وہ دو سو برس کی ہے بوڑھی ہے اس کے ظاہری حسن و شباب اور جوانی سے میں متا
ہو گیا اور اس کا اسیر بن گیا تھا۔

میں نے انجان بن کر اس سے پوچھا۔ ”نرملا کہاں ہے۔؟ کہیں وہ آ نہ جائے۔“

”وہ چالیس دنوں کے جاپ کے لیے سورج نکلنے سے پہلے ہی چلی گئی۔“ اس نے شوخ
نظروں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ”اب وہ چالیس دنوں تک نہیں آئے گی۔ اب تم چالیس
دنوں تک میری ملکیت ہو۔ صرف میرے ہو۔ اب تم اسے چالیس دنوں تک بھول جاؤ۔ اس کا
تصور تک نہیں کرنا۔“

میں یہ بات جانتا تھا کہ عورت عورت ہے چاہے وہ جادوگرنی ہو مہارانی ہو اور عام سی عورت
ہو۔ وہ محبت کے فریب اور جال میں جلد پھنس جاتی ہے۔ مرد کے پاس عورت کو پھانسنے کے لیے
اس سے بڑا کوئی ہتھیار نہیں ہوتا ہے لہٰذا اسے اعتماد میں لینے کے لیے محبت کا ناٹک رچانا اس لیے
بھی بہت ضروری تھا کہ میں اپنے منصوبے کو پورا کر سکوں۔

میں نے اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لے کر اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اس کی
خواب ناک اور مخمور آنکھوں میں جھانکا۔ ”میری جان وملا سچی بات تو یہ ہے کہ تم دنیا کی سب سے
حسین اور دل کش اور جاذب نظر عورت ہو۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے تمہارے حسن و شباب
اور پرشباب گداز بدن کے آگے نرملا ہیچ ہے تمہیں دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں یہ تم
نے مجھ پر کیا جادو کر دیا ہے میری جان وملا۔“

”محبت کا جادو میری جان۔“ اس کے ہونٹوں نے اپنی ساری مٹھاس میرے ہونٹوں میں

بھر دی۔ ”تمہیں مجھ سے جس طرح محبت ہو گئی ہے اسی طرح مجھے بھی تم سے ہو گئی ہے۔ ہم چالیس
دنوں تک ایک دوسرے کے ساتھ دن رات گزاریں گے۔ میں اس لحاظ سے بڑی خوش نصیب
ہوں کہ تم جیسا مرد ملا۔ تم لاکھوں میں ایک ہو۔ ایک بے مثال مرد ہو۔ ایک ایسے مرد جس کا سپنا ہر
عمر کی عورت دیکھتی ہے۔ مجھے تم سے محبت ہے میری جان......“

”ہم دونوں جب ایک دوسرے سے سچی محبت کرتے ہیں تو کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ سدا ہم
دونوں ایک رہیں۔“ ہم درمیان میں سے نرملا کو نکال دیں اس لیے کہ میں تمہارے بغیر شاید ہی
زندگی گزار سکوں۔“

”سچ......“ وہ خوشی سے دیوانی ہو گئی۔ ”تم مجھ سے اتنی محبت کرتے ہو۔ نرملا سے زیادہ
چاہتے ہو؟“

”ہاں میری جان وملا۔“ میں نے اس کے رخساروں اور بالوں پر بوسے ثبت کرتے ہوئے کہا۔

”میں اسے وچن دے چکی ہوں۔“ وہ بولی۔ ”کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ تم مجھ سے اتنی
محبت کرتے ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔ یہ چالیس دن تو گزرنے دو۔ اس دوران میں ایسی کوئی تدبیر
سوچتی ہوں کہ نرملا راستے سے ہٹ جائے۔“

”اوہ......تم کتنی پیاری ہو۔“ میں نے اس کے بالوں کی مہک کو سونگھتے ہوئے
کہا۔ ”تمہارے یہ بال کتنے خوبصورت ہیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسے خوبصورت اتنے لمبے
ریشمی سیاہ بال نہیں دیکھے یہ بال نہیں ناگن ہیں۔“

”اور تم کتنے خوبصورت وجیہہ اور راج کمار کی طرح ہو۔“ اس نے میرے چوڑے چکلے
سینے پر اپنا سر رکھتے ہوئے کہا۔ ”کیا تم بھی مجھے وہ دودھ اور عرق پلا سکتی ہو جو نرملا نے پلایا
تھا۔“ میں نے کہا۔

”کیوں نہیں......“ اس نے سر ہلایا۔ پھر سینے سے سر اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکا۔
”لیکن وہ عرق تو ایک آدمی کے لیے بیس برس کے لیے کافی ہوتا ہے وہ ایک شیر بن جاتا ہے۔ تم
بیس برسوں تک شیر ہی کی طرح رہو گے کیا تم کوئی کمی محسوس کر رہے ہو۔ جو اس عرق کو پینا چاہتے
ہو۔ جب کہ میں تو تمہیں شیر ببر کی طرح طاقت ور دیکھ رہی ہوں۔“

”میں صرف تمہارے لیے اسے پینا چاہتا ہوں تا کہ ہماری محبت اس کے اثر سے دو چند
ہو جائے۔“ میں نے کہا۔

وہ سرفرازی کے بعد عرق لانے چلی گئی۔ گو کہ میں ابھی ایک غیر معمولی طاقت ور آدمی تھا
میں نے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی محسوس نہیں کی تھی وہ دونوں بھی میری اس طاقت سے بہت خوش

تھیں لیکن میں اس طاقت کو دگنی اس لیے بھی کرنا چاہتا تھا کہ اسے کسی مشکل گھڑی اور مصیبت میں کام میں لاسکوں۔ کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا کہ آگے چل کر کیا حالات پیش آئیں۔

کچھ دیر کے بعد وہ ایک پیالے میں عرق اور گلاس میں دودھ لے کر آئی۔ عرق اور دودھ پیتے ہی مجھے ایسا لگا کہ میری طاقت میں چار گنا اضافہ ہو گیا۔ میں کسی بھی آدمی کو گیند کی طرح ایک میل تک پھینک سکتا ہوں اپنے آپ کو بنگال ٹائیگر کی طرح محسوس کر رہا تھا۔ وہ حیرت اور خوشی سے مجھے دیکھے جا رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں انجانے سپنے لہرانے لگے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے دل میں پھر سے قرب کی خواہش انگڑائی لینے لگی۔ پھر وہ مجھ پر مہربان ہو گئی۔

دو روز دن اور رات میں اسے محبت کے ناٹک رچا کر خوش کرتا رہا۔ میں عجلت بازی سے کام لینا نہیں چاہتا تھا۔ دو دنوں تک وہ جونک کی طرح مجھ سے چپکی رہی جیسے ہم دونوں کی نئی نئی شادی ہوئی ہو۔ تیسرے دن اس نے مجھ سے کہا کہ وہ ایک کام سے ایک گاؤں جا رہی ہے شام تک واپسی ہوگی تم چاہو تو گاؤں میں سیر و تفریح کر سکتے ہو۔

جب دن چڑھ آیا تب میں شمال کی سمت روانہ ہو گیا تا کہ موہنی کے ٹھکانے کا پتا چلا سکوں۔ کوئی ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد میں ایک ویران اور سنسان جگہ پہنچا۔ وہاں ندی بہہ رہی تھی ندی سے قدرے فاصلے پر ایک کٹیا بنی ہوئی تھی جو درختوں سے گھری ہوئی تھی اس کٹیا کے دروازے کے باہر دو بڑے بڑے خوفناک قسم کے کالے اژدھے موجود تھے گویا اس کٹیا کے اندر قدم رکھنا آسان نہ تھا۔ اژدھے ڈس سکتے تھے۔

میں نے اطراف کا جائزہ لیا تو میری نظر ایک اور کٹیا پر پڑی جو ندی سے قریب تھی یہ خاصی بڑی کٹیا تھی میں اس کٹیا کی طرف بڑھا۔ اس کٹیا میں کچھ سامان اور ایک چھوٹی سی کشتی بھی تھی اس سامان میں رسی کا ایک بنڈل، بیلچہ، کدال، تگاری اور سیمنٹ بھی تھا اس سامان کو دیکھ کر دل خوش ہو گیا۔ جب میں باہر نکلا تو کچھ فاصلے پر ایک گڑھا تھا اس گڑھے نے میری مشکل آسان کر دی۔ اس میں موہنی کی لاش آسانی سے آسکتی تھی۔

میں کچھ دیر بعد دیوانہ وار گاؤں کی طرف بڑھا۔ اب تک میں نے گاؤں کی شکل نہیں دیکھی تھی کیوں کہ موہنی اور اس کی ماتا جی نے مجھے دن رات کھلونا بنائے رکھا ہوا تھا۔ آج مجھے ایک طرح کی آزادی اور نجات ملی تھی اور پھر میرے پاس صرف آج کا ایک دن تھا کہ میں چاقو، چھرا اور قینچی کا بندوبست کروں۔ پھر مشکل تھا کیونکہ میں دملا کے ہاتھ ایک کھلونے کی طرح لگ گیا تھا۔

گاؤں خاصا بڑا تھا اور اس کی آبادی بھی ہزار بارہ سو لوگوں کی تھی اس میں ایک بازار بھی تھا۔ اس بازار میں تقریباً ہر قسم کی اشیاء کی دکانیں تھیں میں نے اس گاؤں میں ایک خاص بات

نوٹ کی کہ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی اکثریت ہے۔ عورتیں بہت خوبصورت ہیں جن لڑکیوں اور عورتوں نے مجھے دیکھا اس طرح سے دیکھا جیسے میں کوئی شکار ہوں۔

میرے پاس رقم وافر مقدار میں تھی میں نے اک بنئے کی دکان سے ایک درمیانہ سائز کی تیز قینچی اور ایک چھرا خریدا۔ دونوں کی دھار بہت ہی تیز تھی اس کے علاوہ ایک آئینہ بھی خریدا تا کہ بنئے کو کوئی شک وغیرہ نہ ہو پھر میں یہ چیزیں خرید کر فوراً ہی جھونپڑی پہنچا تا کہ قینچی چھپا سکوں پھر میں نے قینچی ایسی جگہ چھپا دی کہ دملا کی کیا کسی کی بھی نظر نہیں پڑ سکتی تھی۔ پھر میں نے اس کٹیا میں جا کر چھرے کو چھپا دیا تھا کہ بروقت اسے کام میں لانے میں سہولت ہو۔

میں جھونپڑی میں آ کر سوچنے لگا کہ موہنی کی کٹیا کے آگے جو اژدھے ہیں انہیں کس طرح وہاں سے بھگایا جائے۔ انہیں وہاں سے بھگانے کی کوئی تدبیر میرے ذہن میں نہ آسکی کیونکہ وہ اژدھے تیس فٹ لمبے تھے ان سے چھیڑ چھاڑ کرنا گویا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا میں یہ چاہتا تھا کہ سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔

شام کے وقت دملا آگئی تین دن اور بیت گئے ان تینوں دنوں میں دن رات کی کسی گھڑی ایسا موقع نہ مل سکا کہ نیند کی حالت میں اس کے بال کاٹ دوں۔ میں نے اسے جاگتے پایا وہ میرے سونے کے بعد ہی سوتی تھی وہ مجھ سے روز اس طرح کھیلتی تھی جیسے میں کوئی کھلونا ہوں اگر میں نے وہ عرق اور دودھ نہ پیا ہوتا تو جانے میری کیا حالت ہوتی۔

آخر ساتویں دن میرے ذہن میں ان دونوں سے نمٹنے کی تدبیر آگئی۔ آٹھویں رات تھی ساری رات ہم دونوں جاگتے اور جوانی کے جنگل میں بھٹکتے رہے میں نے اسے ایسا سرشار کیا اور اس قدر گرم جوشی سے پیش آیا کہ اس پر ایک کیف اور نشہ سا چھا گیا۔ اس کے بعد اسے تاڑی بھی پلا دی۔ پھر وہ ایسی گہری نیند اور بے سدھ ہوئی کہ اسے ہوش ہی نہیں رہا۔ میں نے اچھی طرح سے اپنا اطمینان کرنے کے بعد قینچی نکالی۔ وہ منہ کے بل لیٹی ہوئی تھی میں نے اس کے سر کے بالوں کو پشت پر سے سمیٹ کر اس کی کھوپڑی کے پاس مٹھی میں کس لیا پھر میں نے اس قینچی سے اس کے بال کاٹ دیئے۔

وہ بال کٹتے ہی ایک دم سے سفید ہو گئے سر کے بال بھی سفید اور خشک ہو گئے پھر وہ یک لخت زوردار چیخ مار کر اٹھی اور میری طرف پلٹی مجھے خون آلود نظروں سے گھورا۔ ”کمینے...... ذلیل...... یہ تو نے کیا کیا......؟“

میں نے جو کچھ دیکھا وہ میرے لیے حیرت انگیز اور ناقابل یقین سا تھا اس میں اچانک تبدیلی رونما ہونے لگی اس کا شباب، جوانی، حسن اور جسم کی کشش رخصت ہونے لگی۔ اس کی جگہ

بڑھاپا لینے لگا۔ چہرے اور جسم کی جلد پر جھریاں پڑنے لگیں۔ سب کچھ برق رفتاری سے ڈھلنے لگا تھوڑی دیر کے بعد میری نظروں کے سامنے دو سو برس کی انتہائی بدصورت، بوڑھی اور مکروہ عورت تھی۔ اس کے حلق سے غراہٹ نکلی اور فرش پر گر کر اس نے دم توڑ دیا۔

پھر میں وہاں سے ایک ڈنڈا لے کر جس کے سر پر میں نے کپڑا باندھا ہوا تھا اسے تیل میں تر کر لیا۔ پھر میں نے اس کٹیا میں جا کر چھرا نکالا۔ اسے جیب میں رکھ لیا۔ پھر موہنی کی کٹیا کی طرف لپکا۔ اس کے عقبی حصے میں پہنچ کر اس ڈنڈے کے سرے کو دیا سلائی دکھائی۔ وہ چند لمحوں کے بعد ایک مشعل کی طرح بن گیا۔ پھر میں نے اسے کٹیا کی چھت پر پھینک دیا۔

چند ثانیوں کے بعد چھت کو آگ نے پکڑ لیا۔ پھر دیکھتے ہی ہوا سے آگ بھڑک اٹھی اور شعلے بلند ہونے لگے۔ پھر میں نے اژدھوں کو مخالف سمت تیزی سے رینگ کر جاتے دیکھا۔ پھر چند لمحوں کے بعد اندر سے موہنی دل خراش چیخ مارتی ہوئی نکلی اس وقت وہ اپنی اصل شکل میں تھی مجھے دیکھتے ہی ٹھٹک کر رک گئی۔ میرے ہاتھ میں چھرا دیکھ کر وہ ندی کی طرف بگٹٹ بھاگی۔

میں بھی اس کے پیچھے بھاگا کچھ دور جا کر ٹھوکر لگنے سے زمین پر گری۔ اس کے گرتے ہی میں نے گھٹنوں کے بل اس کے پاس بیٹھ کر چھرے کی نوک اس کے گلے کے نیچے رکھ دی۔ اس کی آنکھیں خوف و دہشت سے پھٹ گئیں۔

''موہنی!'' میں غرایا۔ ''آخر تم میرے ہاتھ لگ گئیں۔ میں تمہاری موت بن کر آیا ہوں۔''

''مجھے شما کر دو موہن!......'' وہ گڑگڑائی اس کی آواز حلق میں پھنس رہی تھی۔

''تمہیں شما کر دوں......'' میں نے استہزائی لہجے میں کہا۔ ''وہ کیوں......؟ کس لیے کیا تم بتا سکتی ہو؟''

اس سے جواب بن نہ پڑا وہ مجھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے سینے میں سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ ''تم نے میری محبت اور میرے ارمانوں کا خون کر دیا موہنی!......'' میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ ''تم نے آشا کے اعتماد کو مجروح کیا۔ اس غریب معصوم کے ظالم باپ کو تم نے اس لیے خبر کر دی کہ تمہارے لیے راستہ صاف ہو جائے۔ اس کے باپ نے اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھوں سے ذبح کر دیا میری دنیا اندھیر کر دی۔ میری آشا کی موت کی ذمے دار صرف تم ہو۔ اس لیے میں بھی تمہیں اپنے ہاتھوں سے ذبح کروں گا۔ تمہارا سر تن سے جدا کر دوں گا۔''

''نہیں۔ نہیں۔'' وہ ہذیانی لہجے میں چیخی۔ پھر ایک دم تیزی سے اٹھ کر بھاگی۔

میں نے اس کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا تو وہ زمین پر گر پڑی۔ پھر میں نے چھرا اس کے سینے میں گھونپ دیا پھر چھرا نکال کر پے در پے اس کے جسم پر ضربیں لگائیں وہ تڑپتی مچلتی اور لرزتی رہی چیخیں

مارتی رہی۔ یہاں اس کی چیخیں سننے والا کوئی نہ تھا جب اس کا جسم بے جان ہونے لگا اور سانس نکلنے والی تھی تب میں نے اسے زمین پر لٹا کر اس کے گلے پر چھرا پھیرا۔ پھر اس کی گردن کاٹ دی اس کا سر تن سے جدا ہو گیا۔

میرا انتقام پورا ہو چکا تھا میں نے آشا کا انتقام اس سے لے لیا تھا اور اب آشا کے باپ سے بھی انتقام لینا تھا میں بھی اسے اسی طرح ذبح کر کے آشا کی بھیانک اور لرزہ خیز موت کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔

میں نے ندی پر جا کر چھرا ندی میں پھینک دیا اور ندی میں اتر کر خون آلود کپڑے دھوئے اور ایک گھنٹے کے بعد میں نے گاؤں چھوڑ دیا۔ پھر لانچ سے آشا کے باپ کے گاؤں روانہ ہو گیا۔

جب میں گاؤں پہنچا تو پتا چلا کہ میرا تایا حویلی اور زمینیں بیچ کر چٹا گانگ شہر چلا گیا ہے میں نے چٹا گانگ اپنے تایا کو بہت تلاش کیا یہ بڑا شہر تھا اس جیسے سینکڑوں لوگ اس شہر میں رہتے ہیں۔ وہاں اس کا کچھ پتا نہ چل سکا۔ اتفاق سے تایا کے گاؤں کا ایک شخص ملا اس نے مجھے بتایا کہ میرا تایا سندیپ جزیرے میں ہے۔ اس نے وہاں ایک بہت بڑا مکان خرید لیا ہے اور ایک مسافر لانچ بھی خرید لی ہے۔

میں سندیپ جزیرہ جانے کے لیے فیری میں سوار ہوا۔ اس فیری میں چند بدمعاش بھی سوار تھے۔ اس میں ایک نو بیاہتا جوڑا بھی سوار تھا۔ دلہن زیورات سے لدی ہوئی تھی وہ بدمعاش اس دلہن کو اغوا کر کے لے جانا چاہتے تھے جب ایک گاؤں پر فیری رکی تو بدمعاشوں نے دلہن کو اغوا کرنے کی کوشش کی۔ مجھ سے دیکھا نہ گیا۔ میں ان بدمعاشوں کے مقابلے پر ڈٹ گیا۔ وہ چار نفر تھے۔ چاقوؤں سے مسلح تھے میں نے ایک بدمعاش سے چاقو چھین کر دو کو ڈھیر کر دیا۔ باقی دونوں بدمعاش مجھ پر پل پڑے۔ ایک بدمعاش نے پیچھے سے اور دوسرے بدمعاش نے آگے سے مجھ پر حملہ کر دیا۔ ان دونوں نے پے در پے مجھ پر حملہ کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ پھر اس گاؤں کے قبرستان میں مجھے دفن کر دیا گیا۔ یہ ہے میری کہانی اس میں ذرا برابر بھی مبالغہ یا جھوٹ نہیں ہے۔''

جوگی کبیر نے حیرت اور خوف سے اس کی داستان سنی۔ اسے یقین نہیں آیا کہ مرنے کے بعد بھی روح پھر اس مردے کے جسم میں آ سکتی ہے۔ اگر کوئی اس سے یہ بات کہتا تو وہ یقین نہیں کرتا لیکن یہ زندہ ڈھانچا اس سے کہہ رہا تھا۔ وہ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتا تھا اس پر تھوڑی دیر تک سکتہ سا چھایا رہا۔ وہ ایک ٹک اس ڈھانچے کو دیکھے جا رہا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو جوگی کبیر!'' موہن لال نے قدرے آہستگی سے پوچھا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ تمہاری کہانی کس قدر دردناک ہے۔ تمہارے ساتھ کس قدر انائے ہوا۔

لیکن تم یہ بتاؤ کہ اب کیا چاہتے ہو۔ میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں۔'' جوگی کبیر نے جواب دیا۔

''میں اب اس دنیا میں آنا چاہتا ہوں۔ اس کے لیے تمہیں میری بہت مدد کرنا ہوگی۔'' موہن لال نے کہا۔

''لیکن اب تم اس دنیا میں آکر کیا کرو گے؟'' جوگی کبیر نے کہا۔ ''جب کہ تم ایک بدروح ہو۔''

''میں اپنے تایا سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔'' اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''لیکن تم نے مجھے جو کہانی سنائی وہ تیس برس پرانی ہے۔ کیا وہ مر گیا نہیں ہوگا......؟'' جوگی کبیر نے پوچھا۔

''نہیں...... وہ خبیث ظالم اور شقی القلب مرا نہیں زندہ ہے اس دھرتی پر موجود ہے۔''

''لیکن تم یہ بات کیسے اور کیوں کر جانتے ہو کہ وہ مرا نہیں ہے۔ زندہ ہے۔'' جوگی کبیر کو بڑی حیرت ہوئی۔

''اس لیے کہ پریوک میں اس کی روح نہیں آئی۔ کالی ماتا نے بھی بتایا کہ وہ زمین پر ہی ہے۔''

''تم نے پریوک میں اس کا انتظار کیوں نہیں کیا......؟ کیا وہاں اس سے انتقام نہیں لے سکتے تھے؟''

''اس لیے کہ پریوک میں انتقام لینا کالی ماتا کو سخت ناپسند ہے اس لیے مجھے دنیا میں آنا پڑا۔ اب میں اس وقت تک واپس نہیں جاسکتا جب تک اس سے انتقام نہ لے لوں۔ کیوں کہ میں نے آشا کی سمادھی پر کالی ماتا کی سوگند کھا کر انتقام لینے کا عہد کیا تھا۔ ابھی مجھے اپنے انتقام کے عہد کو پورا کرنا۔ میرے سینے میں اس وقت یہ آگ سرد پڑ سکتی ہے۔''

''تم اس وقت جس حالت میں ہو اس حالت میں انتقام کیسے لے سکتے ہو......؟ تمہارا بدن ہڈیوں کا پنجر ہے۔''

''لیکن تم میری مدد کرو تو میری یہ حالت بدل جائے گی۔'' وہ بولا۔

''میں کیا مدد کرسکتا ہوں۔ میں ایک غریب مانوس (آدمی) ہوں۔'' جوگی کبیر نے ایک سرد آہ بھری۔

''مجھے تم دس آدمیوں کا خون پلا دو تو نہ صرف میرا جسم اصلی حالت میں آجائے گا بلکہ کالا منتر کا مالک بن جاؤں گا۔''

''دس آدمیوں کا خون......؟'' جوگی کبیر اچھل پڑا۔ ''میں یہ خون کہاں سے لاؤں؟ کیسے لاؤں؟''

''کیا تم دس آدمیوں کا خون جمع نہیں کرسکتے؟'' اس نے کہا۔

''کیا تم دس آدمیوں کا خون کرنا آسان سمجھتے ہو......؟'' جوگی کبیر نے اس سے پوچھا۔

''تم ان دس آدمیوں کا خون کرسکتے ہو جنہوں نے تمہاری ماں کی عزت کو برباد کیا۔ کیا تم ان لوگوں سے انتقام لے کر انتقام کی آگ کو بجھا نہیں سکتے۔ جب کہ تم ان مردوں سے سخت نفرت کرتے ہو۔''

''اس طرح تو میں پکڑا جاؤں گا۔ لیکن میں تمہارے لیے خون کیوں کردوں۔ مجھے کیا فائدہ ہوگا؟''

''تمہیں جو میں فائدہ پہنچاؤں گا...... تم اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔'' اس نے کہا۔

''مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔ تم کیا فائدہ پہنچا سکتے ہو......؟'' جوگی کبیر کے لہجے میں تمسخر تھا۔

''میں تمہیں کالا منتر سکھاؤں گا۔ یہ ایسا منتر ہوگا جس کا اس دنیا میں کسی کے پاس توڑ نہیں ہوگا۔''

''لیکن کالا منتر میرے لیے کسی کام کا نہیں میں اسے سیکھ کر کیا کروں گا؟'' جوگی کبیر نے بے پرواہی سے کہا۔

''یہ کالا منتر تمہیں نہ صرف دولت مند بنا دے گا بلکہ ایک غیر معمولی اور ناقابل تسخیر انسان۔ کالا منتر سے بڑا کوئی جادو اس دنیا میں نہیں ہے۔ اس کے آگے کالا جادو بھی بے بس ہوجاتا ہے۔ کوئی سفلی اور پراسرار علوم اس کا بال تک بیکا نہیں کرسکتا ہے۔'' اس نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے مجھے اپنی دکھ بھری داستان جو سنائی اس میں تمہارا واسطہ کالا منتر سے پڑا۔ موہنی بھی کالا منتر جانتی تھی۔ اس کی ماتا جی بھی لیکن وہ ان کے کچھ کام نہ آسکا۔ ایسا منتر کس کام کا جو میرے کام نہ آسکے۔'' جوگی کبیر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''یوں تو اس دنیا میں کالا منتر عام ہے۔ دراصل اس کی بہت ساری قسمیں ہیں ان میں چھوٹے بڑے اور عام قسم کے بھی ہیں لیکن مجھے جو کالا منتر ماتا نے سکھایا ہے وہ بہت ہی پراسرار قوت کا مالک ہے۔ وہ ہر کسی کو نہیں سکھاتی ہے میں بھی تمہیں سکھا دوں گا اس لیے کہ تم میرے محسن ہو۔''

''لیکن جب تم اتنی بڑی پراسرار قوت کے مالک تھے تو تم قبر میں سے کیوں نہ نکل سکے۔ انسانی حالت میں کیوں نہیں آسکتے ہو۔ تمہیں انسانی خون پینے کے لیے کس لیے چاہیے؟'' جوگی کبیر نے سوالات کی بوچھاڑ کردی۔

"ایک دیوتا نے پریوک میں میری ایک غلط حرکت پر ناراض ہو کر یہ شرائط عائد کر دیں اتنی سی بات ہے۔"

"دس آدمیوں کا خون حاصل کرنے کے لیے مجھے رقم چاہیے۔ میں ایک مفلس قلاش آدمی رقم کہاں سے لاؤں؟ میں خون خرابا کرنے کے بجائے خون خریدنے کی کوشس کروں گا لیکن اس کے لیے مال چاہیے۔"

"تمہیں مال مل سکتا ہے۔" اس نے کہا۔ "تم قبرستان کے مغربی گوشے میں جاؤ۔ وہاں ایک بچے کی قبر ہے اسے کھودو۔ اس قبر میں تمہیں رقم مل جائے گی لیکن تم اس رقم کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔"

"لیکن یہ رقم قبر میں کس نے رکھی ہے......؟ کیوں رکھی ہے؟" جوگی کبیر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"ایک چور بدمعاش نے...... یہ رقم اس نے زمین دار کے ہاں ڈاکہ مار کر حاصل کی اور اسے یہاں لا کر چھپا دیا تھا۔ اب اسے یاد نہیں رہا کہ اس نے کس قبر میں رقم چھپائی ہے یہ تین برس پہلے کی بات ہے۔"

"اچھا۔ اب میں جا کر قبر کھود کر دیکھتا ہوں۔ لیکن تمہارا کیا کروں......؟ تمہیں کہاں چھپاؤں......؟"

"تم مجھے انجن روم میں لے جا کر رکھ دو۔ لیکن تم رقم پا کر مجھے نہ بھول جانا۔ اگر تم نے اس رقم سے خون حاصل کر کے مجھے نہیں پلایا تو پھر کالی ماتا کسی بدروح کو بھیج دے گی۔ وہ تمہارا خون پی جائے گی۔"

جوگی کبیر نے قبرستان پہنچ کر بچے کی قبر کھودی۔ جیسے ہی اس نے مٹی ہٹائی وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے اسے برقی جھٹکا لگا ہو۔ اسے یقین نہیں آیا وہ خوف و دہشت سے آنکھیں پھاڑے قبر میں دیکھنے لگا۔

اس قبر میں ایک بچے کی لاش تھی اس کے سرہانے ایک بہت بڑی پوٹلی تھی۔ اس پوٹلی پر ایک خوفناک قسم کا کالا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ جوگی کبیر کو دیکھتے ہی اس نے اپنا پھن اٹھایا پھر یک دم سے اس کی نظروں سے غائب ہو گیا اس سانپ کو گدھے کے سر سے سینگ کی طرح غائب ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کی جان میں جان تو آئی لیکن اس کے جسم پر خوف اور دہشت سے جو لرزہ طاری تھا وہ ابھی بھی باقی تھا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں پھر سے وہ سانپ نہ آ جائے۔ گاؤں میں ہر قسم کے سانپ موجود تھے لیکن اس نے اپنی زندگی میں کبھی اس قدر خوفناک سانپ نہیں دیکھا تھا جو اسے قبر میں دکھائی دیا تھا۔ اس کی رگوں میں لہو برف کی طرح منجمد ہو گیا تھا۔

وہ قبر سے پوٹلی نکالنے میں جلدی کرنا نہیں چاہتا تھا تھوڑی دیر تک وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا کہ کہیں سانپ قبر سے نکل کر کسی قبر کے پاس تو نہیں چھپا بیٹھا ہے؟ حالانکہ اس نے سانپ کو نظروں کے سامنے سے غائب ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ اندھیرے کی وجہ سے اس نے اسے اپنا واہمہ سمجھا تھا۔ اس نے اچھی طرح اپنا اطمینان کرنے کے بعد پوٹلی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور اسے قبر سے نکال لیا۔ پھر اس نے پوٹلی دوسری قبر پر رکھ کر بچے کی قبر پر مٹی ڈال کر اسے اسی طرح جلدی سے ٹھیک کر دیا کہ کسی کو شک نہ ہو کہ یہ قبر کھودی گئی تھی۔

پھر اس نے اپنے ہاتھ اور کپڑے جھاڑنے کے بعد پوٹلی کا منہ کھول کر دیکھا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اسے یقین نہیں آیا اس میں پانچ سو، ہزار، سو اور پچاس کے بہت سارے نوٹ موجود تھے اس نے رقم گن کر دیکھی۔ چھبیس ہزار چھ سو روپے تھے۔ اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی اس رقم سے وہ دس کیا سو آدمیوں کا بھی خون خرید سکتا تھا۔ لیکن اسے تو صرف دس آدمیوں کے خون کی ضرورت تھی۔ آج انسانی خون تو پانی سے بھی ارزاں تھا۔ اب اس کے پاس اتنی رقم آ گئی تھی کہ وہ نہ صرف دو تین برس تک ایک پرسکون اور خوش حال زندگی گزار سکتا تھا بلکہ چھوٹا موٹا کاروبار کر کے اپنی زندگی اور مستقبل بنا سکتا تھا۔ اس کی نس نس میں خون رقص کرنے لگا۔ اس نے سوچا کہ اسے گھر چل دینا چاہیے۔ اسے کل سب سے پہلے شہر جا کر خون خرید کر لانا ہوگا۔ وہ جلد سے جلد اپنے اس وعدے کو پورا کرنا چاہتا تھا جو اس نے موہن لال کے ڈھانچے سے کیا ہوا تھا۔

پھر اس نے پوٹلی کا منہ اچھی طرح اور مضبوطی سے بند کیا۔ پھر وہ گھر کی طرف چل پڑا۔ اس کے دماغ میں خیالات کی یلغار تھی اور وہ خواب دیکھتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ وہ قبرستان سے دور ہو کر گاؤں کے قریب پہنچا تھا کہ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس نے مخالف سمت سے چار بدمعاشوں کو آتے ہوئے دیکھا۔ یہ اس کے گاؤں کے ایک نمبری چور ڈاکو اور لچے لفنگے تھے۔ راتوں کو کسی عورت کو اغوا کر کے لے جاتے اور اسے ساری رات رکھ کر چھوڑ دیتے تھے۔ گھروں میں ڈکیتی کی نیت سے گھس جاتے تھے بڑے بے رحم اور ظالم قسم کے بھی تھے۔

جوگی کبیر نے دل میں کہا...... برے پھنسے...... اب کیا ہوگا؟ یہ بدمعاش اس کے ہاتھ سے پوٹلی چھین لیں گے اسے مار پیٹ کر اور دھکے دے کر بھگا دیں گے۔ وہ تو ان کا بال تک بیکا نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ وہ چاروں ہر وقت چاقوؤں سے مسلح رہتے ہیں وہ اکیلا اور تنہا ہے ان سے کیسے مقابلہ کر سکے گا۔ مال بھی گیا اور جان بھی گئی۔ موہن لال تو اسے کسی قیمت پر بخشے گا نہیں اور نہ ہی اس کی کسی بات کا یقین کرے گا۔ اس کے لیے بھاگنا بھی مشکل ہے وہ چاروں اسے دوڑ کر پکڑ لیں گے۔

جوگی کبیر ٹھٹک کر رک گیا۔ ان چاروں نے قریب آ کر اسے حیرت سے دیکھا اور اپنے

حصار میں لے لیا۔ ایک نے متعجب لہجے میں اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ کہاں سے آ رہے ہو......؟''

اس کے کہنے سے پیشتر دوسرا بول اٹھا۔ ''لگتا ہے اپنی ماں کو کسی کے ہاں چھوڑ کر آ رہا ہے۔''

جوگی کبیر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس سے رہا نہ گیا۔ ''لالو! تو زبان سنبھال کر بات کر......''

''کیا میں نے یہ بات غلط کہی ہے......؟ سارا گاؤں جانتا ہے کہ تیری ماں منہ کالا کرتی پھرتی ہے۔'' وہ قہقہہ مار کر بڑی زور سے ہنسا۔ ''تیری ماں کا جواب نہیں ہے اس عمر میں بھی وہ کتنی سندر ہے۔''

''تیری بہن سونیا تو ایک ہفتے سے زمین دار کے ہاں رہ رہی ہے وہ کیوں نہیں بتاتا......'' جوگی کبیر نے کہا۔ ''سونیا سے زمین دار نے بیاہ کیا ہوا ہے وہ تیری ماں کی طرح بدچلن فاحشہ اور......''

جوگی کبیر نے اس کے منہ پر ایک زوردار مکا دے مارا تو اس کا جملہ پورا نہ ہو سکا۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ الٹ کر اپنے ساتھی پر جا گرا۔ اس نے فوراً ہی سنبھل کر جیب سے چاقو نکال لیا تیسرے بدمعاش نے ان کے درمیان میں آتے ہوئے کہا۔ ''آپس میں نہ لڑو۔ دیکھو۔ اس کے ہاتھ میں یہ پوٹلی کیسی ہے؟ لگتا ہے کہ کسی قریبی گاؤں سے ڈاکہ مار کر آ رہا ہے شاید اس میں مال ہو گا۔''

اتنا کہہ کر تیسرے بدمعاش نے چشم زدن میں اس کے ہاتھ سے پوٹلی جھپٹ لی۔ جوگی کبیر پوٹلی لینے اس کی طرف بڑھا تو چوتھے بدمعاش نے فوراً ہی اس کے سینے پر چاقو کی نوک رکھ دی۔ ''اپنی جگہ شرافت سے کھڑے رہو۔ زیادہ چالاکی اور بہادری دکھانے کی کوشش کی تو یہ چاقو تمہارے سینے میں اتار دوں گا۔''

جوگی کبیر رک گیا تیسرے بدمعاش کے علاوہ سب کے ہاتھوں میں چاقو تھے۔ تیسرے بدمعاش نے پوٹلی کو لیتے ہوئے کہا۔ ''بہت بھاری ہے۔ لگتا ہے اس میں مال بہت زیادہ ہے۔''

''یار جلدی سے کھول کر دیکھو......'' پہلے والے نے مشورہ دیا۔ ''لگتا ہے اس نے بہت اونچا ہاتھ مارا ہے؟''

''تم یہ پوٹلی کس کے ہاں سے لے کر آ رہے ہو؟'' چوتھے بدمعاش نے پوچھا۔ ''اس میں کیا ہے؟''

''یہ مجھے راستے میں ملی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس میں کیا ہے۔'' جوگی کبیر نے جواب دیا۔
تیسرے بدمعاش نے زمین پر رکھ کر پوٹلی کھولی۔ ادھر جوگی کبیر کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا رہا تھا یک بارگی اس نے سوچا کہ وہ پوٹلی چھین کر بھاگ جائے۔ جو ہو گا وہ بعد میں دیکھا جائے گا۔

پوٹلی کھلتے ہی تیسرے بدمعاش نے ایک دل خراش چیخ ماری۔ دہشت زدہ سا ہو کر وہ پیچھے ہٹا اس کی چیخ سن کر جوگی کبیر اور بدمعاشوں نے پوٹلی کی طرف دیکھا۔ پوٹلی میں وہی خوفناک کالا سانپ جو جوگی کبیر نے قبر میں دیکھا تھا وہ پھن اٹھائے بدمعاشوں کو گھور رہا ہے۔ پوٹلی میں نوٹوں کی جگہ سانپ نظر آ رہا تھا وہ چاروں دہشت زدہ ہو کر مختلف سمتوں میں ایسے بھاگے کہ انہوں نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ پھر سانپ غائب ہو گیا۔ پوٹلی میں رقم جوں کی توں موجود تھی۔ جوگی کبیر نے یہ دیکھ کر سکون و اطمینان کا سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ سارا کمال موہن لال کا ڈھانچا دکھا رہا ہے۔ اس کے کارن سارے بدمعاش بھاگ نکلے۔

جوگی کبیر نے پوٹلی کا منہ بند کیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گھر کی طرف بڑھا۔ اس نے دس منٹ کا فاصلہ طے کیا تھا کہ اسے کرخت آواز میں کسی نے پکارا۔ ''جوگی کبیر! رک جا...... کہاں جا رہا ہے؟''

جوگی کبیر نے رک کر مڑ کر دیکھا۔ تھانے دار درخت کے پاس کھڑا ہوا اور مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا۔ تھانے دار وضع قطع اور چہرے مہرے سے ایک ڈاکو دکھائی دیتا تھا۔ یوں بھی اس کا مزاج اور عادات اطوار کسی ڈاکو سے کم نہ تھے۔ گاؤں کے لوگ اس سے اتنا ڈرتے تھے کہ اس کی شکل دیکھ کر راستہ بدل لیتے تھے۔ وہ تیرہ برس کی لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ وہ لڑکی رو رہی تھی۔ جوگی کبیر کو یاد آیا کہ یہ غریب مچھیرے کی لڑکی ہے جب کوئی مچھیرا اسے مچھلی نہیں پہنچاتا تو وہ اس کی عورت کو رات بھر کے لیے لے جاتا تھا۔ لوگ اسے حرامی سؤر اور کمینہ خصلت خبیث کہتے تھے وہ اس کے پاس آ کر غرایا۔ ''تو اس وقت کہاں سے ڈاکہ مار کر آ رہا ہے؟''

''میں ایک دوست سے مل کر آ رہا ہوں۔ ندی پار گیا تھا۔ واپسی میں دیر ہو گئی۔'' اس نے جواب دیا۔

''تیرے ہاتھ میں مال ہے تو کہتا ہے کہ دوست سے مل کر آ رہا ہوں۔ کیا مجھے تو چغد سمجھتا ہے؟''

''یہ مال نہیں ہے بلکہ کالا سانپ اس میں بند ہے۔ اسے پکڑ کر لا رہا ہوں تاکہ شہر لے جا کر بیچ دوں۔''

''تو جھوٹ بول رہا ہے۔'' تھانے دار نے اس کے ہاتھ میں سے پوٹلی چھین لی۔ ''اس میں کالا سانپ ہے یا کالا دھن...... میں ابھی دیکھتا ہوں اس میں کالا دھن نکل آیا تو پھر تجھے اندر کر دوں گا۔''

تھانے دار نے جیسے ہی پوٹلی کا منہ کھولا اس میں کالا سانپ نکل آیا۔ کالا سانپ دیکھتے ہی اس کی روح فنا ہوگئی کالا سانپ پوٹلی سے نکل کر اس کے جسم کے گرد لپٹ گیا۔ وہ خوف و دہشت سے پوٹلی پھینک کر جدھر منہ اٹھا ادھر بھاگا۔ اس کی دل دوز چیخوں سے فضا گونجنے لگی۔ اس کی جان نکلی جا رہی تھی۔ کوئی نصف میل تک مسلسل بھاگنے کے بعد وہ ایک جگہ ٹھوکر کھا کر گرا۔ بے ہوش ہوگیا پھر کالا سانپ اسے ڈس کر کھیتوں کی طرف چلا گیا۔

جب تھانے دار اس کی نظروں سے اوجھل ہوگیا تو وہ لڑکی کے پاس گیا جو رو رہی تھی وہ اسے دلاسا دے کر اس کے گھر لے گیا۔ اس کے غریب ماں باپ سخت پریشان تھے بیٹی کو یاد کر کے رو رہے تھے۔ جوگی کبیر نے انہیں بتایا کہ اس خبیث کا بہت برا حشر ہوا اسے شاید کھیتوں کے پاس سانپ نے ڈس لیا ہوگا۔ اب یہاں کے لوگوں کو ایک شیطان سے نجات مل گئی ہے وہ کسی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔

صبح وہ بیدار ہوا تو بہت خوش تھا۔ اس نے دیکھا اس کی ماں بھی آج بہت خوش ہے اس نے کبھی اپنی ماں کو اس قدر خوش نہیں دیکھا تھا۔ آج ناشتے میں ماں نے انڈوں کا آملیٹ اور پراٹھے بنا کر اور حلوائی کی دکان سے رس گلے لا کر دیئے تھے۔ چائے بھی بہت اچھی بنائی تھی۔

جس وقت وہ چائے پی رہا تھا تب اس کی ماں نے کہا۔ ''مجھے تجھ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' وہ سمجھ گیا کہ اس کی ماں اس سے کیا کہنا چاہتی ہے۔ صبور اسے بتا چکا تھا کہ اس کی ماں عبداللہ چچا سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ صبور کی ماں بھی شادی کرنے والی تھی اس نے انجان بن کر پوچھا۔ ''کون سی بات......؟''

''عبداللہ چاچا ہے نا......؟'' اس کی ماں نے رک رک کر کہا۔ ''وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے شادی کر لو۔'' اس نے بے پروائی سے کہا۔ ''دوسروں کی غلامی سے بہتر ہے کہ تم شادی کر کے گھر بسا لو یہ عزت کی زندگی ہے۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں تمہاری شادی سے مجھے خوشی ہوگی۔''

''سچ بیٹے......'' اس کی ماں یک دم سے خوش ہوگئی اسے اپنے بیٹے سے اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ ''میں تو شادی کے بعد اپنے شوہر کے گھر چلی جاؤں گی وہ تمہیں نہ صرف اپنے ہاں رکھنے کے لیے تیار ہے بلکہ تمہاری شادی کرنے کے لیے بھی۔ میں چاہتی ہوں تمہاری بھی شادی کر دوں۔''

''تم شادی کے بعد اس گھر میں چلی جانا۔ میں یہاں رہ جاؤں گا۔ مجھے سوتیلے باپ کے

پاس رہنا پسند نہیں ہے۔ جبکہ وہ نیک اور بہت اچھا آدمی ہے۔ میں اس وقت شادی کروں گا جب دو چار پیسے کمانے لگوں۔ لہٰذا تم میری نہیں اپنی فکر کرو۔ اللہ میری ماں کو خوشیاں نصیب کرے۔''

''صبور کی ماں بھی شادی کر رہی ہے۔'' اس کی ماں نے بتایا۔ ''آئندہ جمعہ کو ہم دونوں کی شادی ہو جائے گی۔ ابھی تم ہم دونوں کی شادی کا کسی سے تذکرہ نہیں کرنا۔ ہم دونوں کوئی لڑکیاں نہیں ہیں جو شادی کا ابھی سے پتا چل جائے۔ اس شادی میں صرف پانچ چھ لوگ شریک ہوں گے۔''

جوگی کبیر کو ماں کی شادی سے کوئی دلچسپی نہ تھی موہن لال کے ڈھانچے نے اس سے کہا تھا کہ وہ اس کے بارے میں کسی کو اعتماد میں نہ لے۔ حتیٰ کہ اپنے دوست صبور کو بھی...... وہ ناشتا کرنے کے بعد خون لانے کے لیے شہر روانہ ہوگیا۔ آج کل پیسہ ہو تو ہر چیز مل جاتی ہے کسی کا دین ایمان عزت آبرو، ضمیر اور ہر عمر کی لڑکی بھی۔ اس نے شہر کے ایک ڈاکٹر سے پرچی بنوائی۔ شہر کے دو تین بلڈ بینک سے دس بوتل خون خرید کر اپنے گاؤں پہنچ گیا۔

رات بارہ بجے کے بعد وہ لانچ پر پہنچا ڈھانچے نے اس وقت پانچ بوتلیں خون کی پی لیں۔ پھر اس سے کہا کہ باقی پانچ بوتل خون وہ اس کے سر پر ڈال دے۔ جب وہ موہن لال کے ڈھانچے کو خون سے نہلا چکا تو موہن لال نے اس سے کہا کہ وہ گھاٹ پر اس کا انتظار کرے کیونکہ جو عمل شروع ہوگا وہ اسے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکے گا۔ بہت ساری چڑیلیں اور مردوں کی بدروحیں جمع ہونے والی ہیں۔

جوگی کبیر گھاٹ پر کھڑے ہو کر لانچ کے اندر سے آنے والی آوازیں سنتا رہا جو بڑی عجیب وغریب اور بھیانک قسم کی تھیں۔ اس کے جسم پر لرزہ طاری کرتی رہی تھیں رات اور تاریکی نے ماحول کو بہت پراسرار اور پر ہول بنا دیا تھا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہوتے رہے تھے۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد لانچ کے اندر سے ہر قسم کی آوازیں آنا بند ہوگئیں چاروں طرف ایک گہرا سناٹا طاری ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے دیکھا کہ لانچ سے ایک سایہ نکل کر اس کی طرف آ رہا ہے وہ چوکنا ہوگیا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا جوگی کبیر نے اسے حیرت اور غور سے دیکھا وہ ایک خوبصورت اور وجیہہ اور دراز قد جوان شخص تھا۔ اس نے جوگی کبیر کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''دوست میں موہن لال ہوں۔''

جوگی کبیر کو یقین نہیں آیا کہ ایک ڈھانچا اس قدر خوبصورت انسان کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت تھی جسے وہ جھٹلا نہیں سکتا تھا جوگی کبیر نے اس سے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا۔

''میرے محسن۔ میرے دوست۔ تم سے مل کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے میں بتا نہیں سکتا۔'' موہن لال نے خوش دلی سے کہا۔ ''میں تمہارا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔ بتاؤ۔ میں تمہارے

لیے کیا کر سکتا ہوں۔"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں کیا چاہتا ہوں۔" جوگی کبیر نے کہا۔ "میں دولت
بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں جنہوں نے میری ماں کو
پریشان اور ہراساں کیا، اس کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا۔ ان لوگوں کے خلاف میرے سینے
انتقام کی آگ بھڑک رہی ہے۔"

"میں تمہیں وہ کالا منتر سکھاؤں گا جس سے تم ساری دنیا کو اپنی مٹھی میں رکھ سکتے ہو۔
اس علم کو کسی پر ظاہر نہیں کرو گے۔ میں تمہیں دنیا کا سب سے طاقت ور اور عظیم انسان بنا دوں
اس کے علاوہ تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم بھی سکھاؤں گا۔ تم اس کے علاوہ ماضی کے جس دور میں جانا
جا سکتے ہو اور وہاں سے واپس بھی آ سکتے ہو۔ اس دور میں تمہاری حیثیت ایک ایسے شخص کی سی
جو کالا منتر ٹیلی پیتھی کا علم جانتا ہوگا۔ تمہیں کوئی شخص بھی کسی بھی محاذ اور کسی بھی مقابلے میں ہرا
سکے گا۔ تم شیر، درندوں اور ہاتھی کو بھی چیونٹی کی طرح مسل کر پھینک سکتے ہو۔ عظیم محلات اور بڑ
بڑے محل بھی کالا منتر کے علم کے ذریعے پھونک مار کر گرا سکتے ہو۔ لیکن یہ سب کچھ تم انسانیت
لیے کرو گے۔ اس سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤ گے۔ اس کا بلا وجہ اور بے مقصد استعمال نہیں
گے۔ کسی بھی مذہب کے خلاف نہیں جاؤ گے؟ کیا تم اس کے لیے تیار ہو؟"

"ہاں میں تیار ہوں۔" جوگی کبیر نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے وعدہ کرتا ہو
میں کبھی منفی راستے پر نہیں چلوں گا۔ کیا میں ماضی کے جتنے دور میں بھی چاہوں جا سکتا ہوں؟"

"ہاں۔" موہن لال نے سر ہلایا۔ "لیکن جب تم اس دور میں جاؤ گے تو اس ماضی سے تم
کوئی تعلق نہ ہوگا بلکہ تم اس دور سے متعلق ہو گے تمہارا نام جوگی ہوگا۔ جس دور میں بھی جاؤ
جوگی نام سے پکارے جاؤ گے۔ تم ایک خوش نصیب انسان ہو گے تمہاری زندگی میں جو
مشکلات پیش آئیں گی تم ان پر کالا منتر سے قابو پا سکو گے۔"

"تم مجھے کالا منتر کب سکھاؤ گے......؟" جوگی کبیر نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"کل سے۔" اس نے جواب دیا۔ "کل رات بارہ بجے سے رات کے آخری پہر تک تم
یہ علم سکھاؤں گا۔ دس دنوں تک تمہیں یہ عمل سیکھنا ہوگا دس دنوں کے بعد تمہیں نہ صرف کالا منتر
ٹیلی پیتھی کا علم بھی حاصل ہو جائے گا۔"

"یہ علم تم مجھے کہاں سکھاؤ گے......؟" جوگی کبیر نے پوچھا۔

"شمشان گھاٹ میں جو ندی کے اس پار ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "تم یہاں رات
بجے سے پہلے آ جاؤ گے پھر ہم دونوں وہاں چلیں گے پھر ٹھیک رات بارہ بجے عمل شروع ہوگا۔"

"ٹھیک ہے میں کل یہاں رات بارہ بجے سے پہلے پہنچ جاؤں گا۔" جوگی کبیر نے کہا۔

جوگی کبیر رات بارہ بجے سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی پہنچ گیا جب بارہ بجنے میں دس منٹ باقی
تھی تب اس سے چند قدم پر اچانک موہن لال نمودار ہوا۔ موہن لال کو دیکھتے ہی اس کی باچھیں
کھل گئیں۔ موہن لال نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "اپنی آنکھیں بند کر لو۔"
دوسرے لمحے اس نے ایسا محسوس کیا کہ وہ فضا میں کسی پرندے کی طرح پرواز کر رہا ہے چند لمحوں
کے پرواز کے بعد اس نے اپنے پیر زمین پر محسوس کیے تب اس نے موہن لال کی آواز سنی۔ وہ کہہ
رہا تھا۔ "جوگی کبیر! اب اپنی آنکھیں کھول دو......"

جوگی کبیر نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ اس نے اپنے آپ کو شمشان گھاٹ میں پایا۔ موہن
لال اسے کئی سادھوؤں کے درمیان والی جگہ پر ساتھ لے کر بیٹھ گیا پھر اس سے کہا۔ "میں جو پڑھتا
جاؤں گا تم اسے ساتھ ساتھ دہراتے جاؤ گے۔ دل مضبوط کر کے بیٹھے رہنا کیونکہ منتر پڑھنا جیسے ہی
شروع ہوگا بلائیں، چڑیلیں اور بدروحیں نمودار ہونا شروع ہو جائیں گی۔ تمہیں خوف زدہ پریشان
اور ہراساں ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے ہوتے ہوئے تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ کوئی
بلا تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکے گی۔"

جوگی کبیر دل مضبوط کر کے بیٹھ گیا۔ موہن لال نے بلند آواز میں رک رک کر منتر پڑھنا
شروع کیا۔ چند لمحوں کے بعد جوگی کبیر نے دیکھا اندھیرے میں سے پانچ سر کٹے آدمی نمودار
ہوئے۔ وہ آدمی نہیں کوئی عجیب وغریب مخلوق دکھائی دے رہے تھے ان کے چھ چھ ہاتھ اور چھ چھ
ٹانگیں تھیں ان کے شانوں پر کھیلنے والی گولیوں کے سائز کی ان گنت آنکھیں تھیں۔ ان کی گردن
سے ایک اژدھا لپٹا ہوا تھا۔

اس مخلوق کو دیکھ کر اس کا خوف و دہشت سے برا حال ہو گیا۔ اس کی رگوں میں لہو منجمد ہونے
لگا۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ پھر اسے موہن لال کی بات یاد آئی کہ اسے کسی بھی
بلا یا عفریت سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اس خیال کے آتے ہی اس کا خوف قدرے کم ہوا۔ وہ
بڑے دھیان سے منتر دہرانے لگا۔

وہ بلائیں تھوڑی دیر تک ان کے ارد گرد ناچتی تھرکتی اور چکر لگاتی رہی تھیں۔ موہن لال نے
جو ایک بہت بڑا دائرہ کھینچ دیا تھا وہ اس کے باہر ہی رہیں۔ ان میں سے جو بلا دائرے میں آنے کی
کوشش کرتی ایک شعلہ سا اس کی طرف لپک جاتا اور وہ بلا ایک دم سے پیچھے ہٹ جاتی۔ ان کی
چھوٹی چھوٹی آنکھیں اس قدر خوف ناک تھیں کہ اس نے کبھی تصور میں بھی نہیں دیکھی تھیں۔

پھر وہ ایک طرف بیٹھ گئیں۔ ان دونوں کو دیکھتی رہیں۔ کوئی نصف گھنٹے کے بعد شور شرابا

کرنے لگیں جس کے باعث جوگی کبیر کو منتر دہرانا مشکل ہو رہا تھا۔ یہ بلائیں پو پھٹنے تک رہیں
ایک دم سے غائب ہو گئیں۔

سورج طلوع ہونے سے کچھ دیر قبل موہن لال نے منتر پڑھنا بند کر دیا۔ پھر اس نے کبیر کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”شاباش دوست تم نے بڑی ہمت سے کام لیا۔ ان بلاؤں کو کر تمہارے منتر پڑھنے میں فرق نہیں پڑا۔ تم سے ذرہ برابر بھی بھول چوک ہو جاتی تو میری س محنت اکارت جاتی۔“

دوسرے دن جب وہ دونوں دائرے میں منتر پڑھنے بیٹھے تو جوگی کبیر پر اعتماد تھا۔ م لال نے اس سے کہہ دیا کہ ہر رات اسے ایک کڑے امتحان سے گزرنا ہوگا۔ منتر پڑھنا اس شروع کیا تو جوگی کبیر دہرانے لگا۔ کچھ دیر بعد ایک کونے سے کالا اور کثیف دھوئیں کا ایک م زمین سے اٹھا۔ وہ ایک بادل کی طرح پھیل گیا تھوڑی دیر بعد بادل چھٹا تو اس نے دیکھا چڑیلیں کھڑی ہنس رہی ہیں۔ ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں کسی خنجر کی نوک کی طرح اتر گ اس نے بچپن میں ماں سے جن بھوتوں اور چڑیلوں کی کہانیاں سنی تھیں۔ اس کی ماں بتاتی تھی چڑیلیں بہت ہی بدصورت اور خوفناک شکل وصورت کی ہوتی ہیں۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا اسے زندگی میں کبھی چڑیل دیکھنا نصیب ہوگا۔ چڑیل واقعی اس قدر بھیانک شکل کی ہوتی ہ آج وہ ایک نہیں پوری دس چڑیلوں کو دیکھ رہا تھا، جو ایک سے ایک بدصورت اور خوفناک شکل تھیں۔ ان کی آنکھیں بہت بڑی بڑی اور لال لال تھیں ایسا لگ رہا تھا کہ خون میں ڈوبی ہو ہیں۔ ان کے لمبے لمبے سفید اور چمکدار دانت تھے ان کی زبانیں گز بھر سے کم نہ تھیں۔ ہون موٹے بھدے اور لال لال ہو رہے تھے ان کی پیشانی پر ایک بہت بڑی آنکھ تھی ان کا قد دس ف تھا۔ ان کے جسم پر اس قدر لمبے لمبے اور کالے کالے بال تھے کہ جسمانی خطوط چھپ گئے تھے۔

ان چڑیلوں نے ان کی طرف دیکھا۔ چند لمحوں تک وہ آپس میں کھسر پھسر کرتی رہیں ایک دوسرے کے کہنیاں مارتی رہیں۔ قہقہے مار کر ہنستی رہیں۔ پھر وہ ان کی طرف بڑھیں۔ ا دائرے کے پاس آ کر رک گئیں۔ جوگی کبیر نے انہیں اس قدر قریب دیکھا تو اس کے اوسان خ ہونے لگے اور اسے منتر دہرانا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن اس نے بہ وقت تمام اپنے آپ کو سنبھالا ا ان پر سے نگاہیں ہٹا لیں۔ پھر انہوں نے ایک دائرہ بنا لیا۔ پھر بھونڈی اور بے سری آواز میں گا لگیں۔ آواز اس قدر تیز تھی کہ اسے اپنے کان کے پردے پھٹتے ہوئے لگے۔ وہ کیا گا رہی تھیں اس کے بول اس کے پلے نہیں پڑ رہے تھے اس نے موہن لال کی طرف دیکھا جو بڑے سکون واطمینان اور بے نیازی سے منتر پڑھ رہا تھا ان کی طرف نہ تو دیکھ رہا تھا اور نہ ہی اسے ان چڑیلو

کی حرکتوں کی کوئی پروا تھی۔

ان چڑیلوں نے پو پھٹنے تک ناک میں دم کیے رکھا۔ وہ جس طرح آئی تھیں اسی طرح غائب ہو گئیں تب اس نے سکون کا سانس لیا۔ موہن لال اسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ ”تم نے آج بھی کمال کر دکھایا۔“

تیسرے دن تو گزشتہ دو دن کے مقابلے میں زیادہ دہشت ناک منظر تھا اس نے دیکھا آسمان سے کھوپڑیوں کی بارش ہو رہی ہے۔ کوئی چالیس کھوپڑیوں کا ایک جگہ ڈھیر لگ گیا۔ پھر وہ کھوپڑیاں ایک ایک کر کے الگ ہونے لگیں۔ جوگی کبیر نے ایک بات جو سر کٹے آدمیوں، چڑیلوں اور ان کھوپڑیاں میں مشترکہ دیکھی وہ یہ تھی کہ وہ سب گہرے کالے رنگ کی تھیں۔ یہ ساری کھوپڑیاں کالی تھیں۔ ان کھوپڑیوں کی آنکھوں میں شعلے لپک رہے تھے ان کھوپڑیوں نے دائرے کے پاس آ کر اندر داخل ہونے کی کوشش کی تو انہیں ایک آگ داخل ہونے سے روکنے لگی۔ ان کھوپڑیوں کو دیکھ کر اس کے اعصاب تن سے گئے تھے۔ کھوپڑیاں اسے دیکھ کر ہنس رہی تھیں۔ ”اے مورکھ انسان۔ تو کالا منتر سیکھ کر کیا کرے گا۔ یہ تیرے بس کی بات نہیں۔ تو اس دائرے سے باہر آ...... ہم تجھے دنیا کا سب سے بڑا جادو...... کالا جادو سکھائیں گے۔“

یہ ساری کھوپڑیاں بھی پو پھٹنے تک اسے تنگ پریشان اور ہراساں کرتی رہی تھیں۔ ان کی بھی ساری کوشش یہ تھی کہ اس کی توجہ ہٹ جائے اور وہ منتر پڑھنا بھول جائے۔ لیکن وہ اپنی اس کوشش میں ناکام رہی تھیں اس نے ایک بات جو محسوس کی وہ یہ تھی کہ موہن لال جو منتر پڑھ رہا تھا اور وہ جو اسے دہراتا جا رہا تھا وہ اس کے ذہن میں محفوظ ہوتا جا رہا تھا۔ یہ حیرت کی بات تھی ناقابل یقین اسے خوشی اس بات کی تھی کہ اس نے اب تک جو کچھ بھی دہرایا وہ بالکل بھی نہیں بھولا تھا ایک سبق کی طرح یاد ہو گیا تھا۔ چوتھے دن سانپوں اور اژدھوں نے یلغار کی تھی پانچویں دن لال بیگ، چھپکلیوں اور چھوٹے چھوٹے سانپوں کا مینہ برستا رہا۔ لیکن ایک بھی دائرے میں نہیں گرا تھا۔ نویں دن تک پھر سے چڑیلیں کھوپڑیاں اور سانپ پریشان کرتے رہے تھے وہ نویں دن تک ثابت قدم رہا۔

دس واں دن آخری دن تھا۔ موہن لال نے اس سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آج اس کا سب سے سخت امتحان ہوگا اگر وہ اس امتحان پر پورا نہیں اترا تو پھر اس کی نو دن کی ساری محنت پر پانی پھر جائے گا۔ موہن لال نے اسے یہ نہیں بتایا کہ آج کی رات کون سی بلا نازل ہوگی اس کا کیا امتحان لیا جائے گا۔

رات دس منٹ کے بعد اس نے دیکھا کہ آسمان سے پانچ لڑکیاں اتریں۔ ان کی عمریں

سولہ سے لے کر بیس برس کے درمیان تھیں۔ یہ پانچوں لڑکیاں بلا کی حسین اور غیر معمولی طور پر پر کشش تھیں ان کے پر شباب گداز بدن کے انگ انگ سے مستی ابلی پڑ رہی تھی ان میں جو بلا کی جنسی کشش تھی اس نے آج تک کسی عورت میں نہیں دیکھی تھی نہ ہی اس نے کبھی سپنوں میں ایسی حسین لڑکیاں دیکھی تھیں۔

یہ پانچوں لڑکیاں فطری حالت میں تھیں اس کے گاؤں میں ندی کنارے اور تالابوں پر نوجوان اور ہر عمر کی عورتیں نہاتی تھیں بعض اوقات وہ بے حجاب ہو جاتی تھیں لیکن کبھی ان جسموں نے اس کی بھوک نہیں بڑھائی تھی اس نے کبھی کسی عورت یا لڑکی کے جسم کے حصول کی تمنا نہیں کی تھی ہر عمر کی لڑکی کا حصول ناممکن نہیں تھا غربت وافلاس اس قدر تھا کہ پانچ ٹاکا میں چودہ برس کی لڑکی بھی مل جاتی تھی۔

گاؤں میں گندمی، صندلی اور سانولی رنگت کی لڑکیوں کی بہتات تھی سرخ وسفید لڑکی یا عورت ایک بھی نہیں تھی ان پانچوں لڑکیوں کی رنگت دودھیا تھی ان کی اجلی اجلی رنگت نے اس کے سارے جسم میں خون کی گردش تیز کر دی اس کے دل کی دھڑکنیں بگڑنے لگیں۔ جب وہ دائرے کے پاس آ کر رکیں تو لمحے کے لیے وہ سانس لینا بھول گیا۔

نو دن تک اس کا جن بلاؤں، عفریتوں اور بدروحوں سے واسطہ پڑا تھا انہوں نے اس کا ایسا سخت امتحان نہیں لیا تھا اور اس نے ایسا خطرہ محسوس نہیں کیا جو اسے ان پانچوں لڑکیوں سے ہو رہا تھا۔ ان کے جسمانی نشیب وفراز اور نازک خطوط اس کے لیے عذاب اور سخت ترین امتحان بن گئے تھے۔ اسے ایسا لگ رہا تھا کہ وہ منتر دہرانا بھول جائے گا۔

وہ آنکھیں بند کر کے منتر دہرانے لگا تا کہ وہ جسموں کے طلسم سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکے۔ وہ لڑکیاں ایک دم سے کھل کھلا کر ہنس پڑیں۔ ان کی نقرئی ہنسی اس کے کانوں میں سات سروں کی طرح گونجنے لگی۔ اس قدر دل کش ہنسی اس نے کب سنی تھی اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔

پھر وہ لڑکیاں بڑے مستانہ اور والہانہ انداز سے رقص کرنے لگیں۔ ان کے ہیجان خیز جسموں نے رقص کو ایسا ہوش ربا اور بھڑکیلا پیش کیا کہ وہ بے قابو ہونے لگا رقص سے زیادہ جسموں کے زاویے تھے جو اس پر بجلیاں گرا رہے تھے۔ ان لڑکیوں کے جسم ان کی نگاہیں اسے دعوت دے رہی تھیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور رات کے ان لمحات سے محظوظ ہو۔ ایسے نشاط انگیز لمحات پھر کبھی تمہاری زندگی میں نہیں آئیں گے ہم تم پر مہربان ہو جائیں گی۔ تم پر فدا ہو جائیں گی ہم بہت فیاض ہیں۔

آج اب اسے احساس ہو رہا تھا کہ مرد عورت کا دیوانہ کیوں اور کس لیے ہے؟ وہ عورت کے جسم کا بھوکا کیوں ہے؟ عورت کا بدن ہر قیمت پر خریدتا ہے۔ دنیا کی ہر عورت اور مرد ایک دوسرے

کے محتاج کیوں اور کس لیے ہیں عورت کے جسم میں جو حسن ہے رعنائیاں ہیں ہیجان خیزی ہے دل کشی اور کشش ہے وہ دنیا کی کسی چیز میں کیوں نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا جادو ہے جو سر چڑھ کر بولتا ہے اس کے آگے کالا جادو اور کالا منتر بھی ہیچ ہے۔

پھر یک لخت اسے جیسے ہوش آ گیا۔ جوگی!...... ایک نادیدہ آواز نے اس کے دل کے کسی کونے میں اسے ٹوکا۔ یہ تم کیا سوچنے لگے ہو۔ بہک کیوں رہے ہو۔ اپنے نو دنوں کی ساری محنت عرق ریزی اور آزمائش کو خاک میں ملا رہے ہو؟ تم کالا منتر سیکھ جاؤ گے تو نہ صرف یہ حسین لڑکیاں بلکہ دنیا کی ہر حسین لڑکی تمہارے بستر کی زینت بن سکتی ہے۔ تم انہیں اپنے دل ودماغ سے نکال پھینکو۔ ورنہ پھر تم ایک قلاش آدمی رہو گے کبھی بھی دولت مند نہیں بن سکو گے بہکنے سے سب کچھ کھو دو گے۔

اس کے لیے ایک ایک لمحہ صدی کی طرح بھاری تھا پھر اس نے اپنے دل پر جبر کیا۔ خود کو پوری طرح منتر پڑھنے پر لگا دیا واقعی اس کا یہ بڑا سخت امتحان تھا آزمائش تھی ان نو دنوں میں وہ ایسی آزمائش سے نہیں گزرا۔ اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ نہ آنکھیں بند کر سکتا تھا نہ کھلی رکھ سکتا تھا۔ کھلی آنکھوں کے سامنے بجلیاں کوندنے لگتیں۔ بند آنکھوں میں ان کا سراپا لہرانے لگتا۔ ایک ایسا سراپا جو کسی قیامت سے کم نہیں ہوتا تھا۔

جب پو پھٹنے لگی تب اس نے ایک انتہائی تحیر انگیز اور ناقابل یقین منظر دیکھا اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ یہ پانچوں لڑکیاں بوڑھی ہونے لگیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ دو سو برس کی بوڑھی بے حد سیاہ بدصورت بدنما اور بدہیبت قسم کی ہو گئیں ان کے چہروں کی جھریاں دیکھ کر وہ خوف سے لرز سا گیا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگیں پھر وہ فضا میں بلند ہو کر پرندوں کی طرح پرواز کرتی ہوئیں نظروں سے غائب ہو گئیں۔

موہن لال نے اپنا منتر ختم کرنے کے بعد اسے گلے سے لگایا۔ ''مبارک ہو دوست! تم امتحان میں پورے اترے...... میں نے تمہیں وہ کالا منتر سکھا دیا ہے جو اس دنیا میں تمہارے میرے اور دو ایک آدمی کے سوائے کوئی نہیں جانتا ہے اب تم اس دنیا میں ایک ایسے زبردست علم کے مالک ہو جس سے دولت عورت شباب غیر معمولی جوانی اور طاقت حاصل کر سکتے ہو تم جس دور میں بھی جاؤ گے تمہیں شاید علم نہ ہو گا کہ تم کالا منتر کے مالک ہو۔ لیکن جیسے ہی یاد آئے گا احساس ہو گا تم اس سے کام لے سکو گے۔ لیکن تمہیں کسی کو اعتماد میں لینے کی ضرورت نہیں۔ لوگ تمہیں غیر معمولی انسان سمجھیں گے۔''

''جب مجھے ماضی کے کسی بھی دور میں جانا ہو گا تب کیا کرنا ہو گا......؟'' جوگی کبیر نے دریافت کیا۔

"کسی بھی ویران سنسان یا ایسی جگہ جہاں کسی انسان کا گزر نہ ہوتا ہو وہاں بیٹھ جانا۔ پھر تم جس دور میں جانا چاہتے ہو آنکھیں بند کر کے دل میں کہنا۔ میں اس دور میں جانا چاہتا ہوں۔ تم فوراً ہی اس دور میں پہنچ جاؤ گے۔ کس حیثیت سے یہ میں نہیں کہہ سکتا۔ ایک بچہ، جوان لڑکا۔ کسی عورت کا شوہر۔ شہزادہ۔ غلام، حاکم، وزیر ایک سپاہی، سوداگر، فقیر اور غریب بھی۔"

"میں واپس آنا چاہوں تو ایسی صورت میں میں کیا کروں گا؟" جوگی کبیر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم تیسرے دن کا منتر پڑھ کر کہنا کہ مجھے واپس بنگال حال میں پہنچا دو۔ پھر تم یہاں آ جاؤ گے۔"

"اگر میں کسی بھی ملک اور شہر میں جانا چاہوں تو جا سکتا ہوں کیا......؟" جوگی کبیر نے کہا۔

"ہاں......صرف ایک لحظہ میں۔ میں نے تمہیں جو دس دنوں میں دس منتر سکھائے ہیں ان سے تم دس مختلف کام لے سکتے ہو۔ اب تم دس پراسرار طاقتوں اور علوم کے مالک ہو۔"

"میں اس علم سے فائدہ اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ کیا یہ ضروری ہے کہ میں کسی ویرانے میں ہی بیٹھ کر کسی دور میں پہنچ سکتا ہوں کسی گھر اور بند کمرے میں ایسا کرنا ممکن نہیں ہے کیا؟"

"کیوں نہیں ہے......" اس نے جواب دیا۔ "لیکن یہ مناسب نہیں ہوگا۔ ویسے تم اس لانچ میں بیٹھ کر بھی کسی بھی دور میں پہنچ سکتے ہو تمہارے لیے یہ لانچ نہایت مناسب اور بہتر ہے۔ کیونکہ یہ برسوں سے یہاں خستہ حالت میں پڑی ہے کوئی اس طرف نہیں آتا ہے یہاں سناٹا ویرانی ہے۔"

"بالفرض محال کوئی اس لانچ کی طرف آ نکلا تو اس سے کوئی فرق پڑے گا؟" جوگی کبیر نے پوچھا۔

"کوئی فرق نہیں پڑے گا لیکن کوئی اس طرف نہیں آئے گا۔ کیونکہ تمہارا علم اس طرف کسی کو نہیں آنے دے گا۔ لانچ کو دیکھ کر اس پر ایک خوف و دہشت طاری ہو جائے گی۔ یہ چیز اسے بہت پراسرار اور خوفناک لگے گی۔"

جوگی کبیر گھر پہنچا تو بہت خوش تھا۔ اسے جو علم حاصل ہوا تھا وہ ایک غیر معمولی اور انتہائی طاقت ور تھا وہ گھر میں اکیلا تھا اس کی ماں گھر پر نہیں تھی۔ کیونکہ اس کی ماں نے شادی کر لی تھی اور اب وہ ایک پرسکون اور باعزت زندگی گزار رہی تھی۔ صبور کی ماں نے بھی شادی کر لی تھی غربت وافلاس بھوک اور فاقوں نے اس کی ماں، صبور کی ماں اور نجانے کتنی عورتوں کو جسم فروشی پر مجبور کیا تھا۔ اس دنیا میں اس سے بڑی عفریت کوئی نہیں تھی وہ ہر مجبور انسان کو نگل لیتی تھی۔ غریبوں کا کوئی

پرسان حال نہیں تھا۔ اس نے سوچا وہ کچھ ایسے لوگوں کو سبق سکھائے گا جو غریبوں کی عزت سے کھیلتے ہیں انہیں دونوں ہاتھوں سے لوٹتے ہیں اور ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ استحصال کرتے ہیں لوٹ مار کی حد کر دی ہے۔

کالا میاں غلے کا بہت بڑا بیوپاری تھا۔ اس کا بہت بڑا گودام تھا۔ اس میں چاول، دالوں اور مرچ مسالوں اور نمک کی بوریوں کے علاوہ سرسوں کے تیل کے سینکڑوں بڑے بڑے پیپے بھرے پڑے رہتے تھے۔ قرب وجوار کے جتنے گاؤں تھے وہاں کے دکان دار اس سے سودا سلف لے جا کر بیچتے تھے۔ وہ بڑے شہروں سے مال منگواتا تھا۔ اس نے منافع لینے کی حد کی ہوئی تھی۔ وہ دکان دار نہیں ڈاکو تھا۔ ایک دم کالی شکل وصورت کا مالک تھا۔ کوئلے سے کہیں کالا۔ موٹا بھدا اور بے ڈھنگا۔ اس کی توند مٹکے کی طرح نکلی ہوئی تھی۔ گاؤں میں وہ کالا ڈاکو کے نام سے مشہور تھا۔ لوگ اس سے سودا خریدنے پر مجبور تھے اس کے علاوہ وہ بے حد عیاش مزاج اور طبیعت کا تند خو تھا۔ اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔ اس نے کالا میاں کو سبق دینے کا فیصلہ کیا ہوا تھا۔

جوگی کبیر رات سے صبح تک جاگا ہوا تھا اس لیے بستر پر دراز ہوتے ہی اس کی آنکھ لگ گئی۔

جب وہ بیدار ہوا تو دن خاصا چڑھ آیا تھا۔ وہ نہانے تالاب پر چلا گیا۔ اس نے گاؤں کی ایک بوڑھی عورت کو دیکھا۔ وہ بے حد مغموم اور پریشان حال دکھائی دے رہی تھی وہ نہا کر کنارے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

"خالہ! کیا بات ہے تم رو کیوں رہی ہو؟" جوگی کبیر نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"زندگی سے بیزار ہو گئی ہوں جوگی بیٹے!" اس نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"زندگی سے کون غریب بیزار اور پریشان نہیں ہے۔ لیکن تم یہاں کیوں آئی ہو؟" جوگی کبیر نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "میرا بیٹا ملازمت کے لیے ڈھاکہ گیا ہوا ہے۔ ایک مہینہ ہو رہا ہے۔ اسے وہاں کوئی کام نہیں ملا ہے۔ میں نے اپنی بہو کی چوڑیاں سنار کو جو بیچی تھی اس میں سے وہ آدھی رقم لے گیا تھا۔ آدھی رقم دے گیا تھا۔ وہ ختم ہو گئی۔ میری بہو اس کے تین بچے اور میں کل سے فاقے سے ہیں۔ میں وہاں رو نہیں سکتی تھی اس لیے یہاں آ کر رو رہی ہوں۔ لیکن رونے سے کیا ہوتا ہے۔ رونے سے میرا میری بہو اور پوتی پوتوں کا پیٹ بھر نہیں سکتا۔"

جوگی کبیر نے چونک کر پوچھا۔ "وہ چوڑیاں کل کتنی تھیں کتنے تولے کی تھیں؟"

"وہ کل پانچ عدد چوڑیاں تھیں چار تولے کی تھیں۔" عورت نے بتایا۔

"سنار نے ان پانچ چوڑیوں کی کل رقم کتنی دی تھی؟" جوگی کبیر نے دریافت کیا۔

"تین ہزار ٹاکا......" عورت نے بتایا۔ "میری بہو نے بتایا کہ سات سال پہلے اس کے

باپ نے شادی میں دینے کے لیے انہیں پندرہ ہزار ٹاکا میں خریدا تھا۔ اس نے تو ہمیں لوٹ لیا بیٹے......؟''

''آج ان کی قیمت پچاس ہزار ٹاکا سے کم نہیں ہوگی۔ لیکن تمہارے بیٹے نے اتنی کم قیمت پر کیوں بیچ دیا؟''

''اس لیے کہ اس نے بتایا تھا کہ اس میں چار آنے سونا ہے اور باقی کھوٹ ہے۔ تمہارے سسر نے تمہیں دھوکا دیا۔ بے وقوف بنایا۔ اس کے صرف تین ہزار ٹاکا مل سکتے ہیں چوں کہ مجبوری تھی اس لیے بیچ دیا گیا۔''

''خالہ! تم فکر نہ کرو میں تمہیں سنار کے پاس لے چلوں گا۔ وہ تمہیں اس کی پوری پوری قیمت دے دے گا۔''

''نہیں بیٹا......اس کے پاس جانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ وہ بہت خبیث اور کمینہ ہے تین ٹاکا بھی نہیں دے گا۔''

''یہ میری ذمے داری ہے اس کی پوری قیمت دلانا......بلکہ کہو تو اس سے زیورات واپس دلا دوں تین ہزار ٹاکا دینے پر شاید وہ زیورات واپس بھی کر دے۔'' جوگی کبیر نے کہا۔

''میرے پا تین ٹاکا نہیں ہیں۔ تین ہزار ٹاکا کہاں سے لاؤں؟'' اس نے افسردگی سے کہا۔

جوگی کبیر نے جیب سے بیس ٹاکا نکال کر اسے دیئے۔ ''تم بازار سے کھانا لے کر جاؤ۔ بہو اور پوتوں کو کھلاؤ۔ میرے پاس تین ہزار ٹاکا ہیں۔ وہ میں لے کر آتا ہوں۔ پھر تمہیں اس کے پاس لے جاتا ہوں۔ شاید وہ تین ہزار ٹاکا لے کر تمہارے زیورات واپس کر دے یا پھر اس کی پوری پوری قیمت دے دے۔ کوشش کر کے دیکھنے میں کیا حرج ہے۔''

بوڑھی عورت اسے دعائیں دیتی ہوئی چلی گئی۔ جوگی کبیر کے پاس پندرہ بیس ہزار کی رقم موجود تھی جو اسے لڑکے کی قبر سے ملی تھی۔ رقم تو اور بھی تھی جو اس نے اپنی ماں کو کپڑے بنانے اور قرض ادا کرنے کے لیے دی تھی۔ وہ گھر سے بازار آیا۔ وہاں اس نے مٹھائی کی دکان کے برابر والے ہوٹل سے پراٹھے اور انڈوں کا ناشتا کیا۔ پھر وہ اس عورت کے گھر پہنچا۔ پھر وہ اس عورت اور اس کی بہو کو لے کر سنار کی دکان پر پہنچا۔

سنار دکان پر اکیلا تھا۔ وہ ایک چوڑی پر پالش کر رہا تھا۔ جوگی کبیر اور ان دونوں عورتوں کو دیکھ کر چونکا۔ جوگی کبیر نے اس کی اور ان دونوں عورتوں کی نظریں بچا کر اس پر ایک منتر پڑھ کر پھونکا۔

سنار نے ان تینوں کو باری باری دیکھ کر پوچھا۔ ''تم لوگ کیوں آئے ہو؟ کیا کچھ بیچنا ہے؟''

''خالہ کے بیٹے نے تمہارے ہاتھ جو زیور بیچا تھا اسے واپس لینے آئے ہیں۔'' جوگی کبیر نے کہا۔

''وہ کس لیے واپس لینا چاہتے ہو......؟'' سنار نے دریافت کیا۔

''اس لیے کہ تم نے اسے کوڑیوں کے مول خریدا۔ تین ہزار ٹاکا میں۔ جب کہ اب وہ زیورات بنائے جائیں تو ستر اسی ہزار ٹاکا سے زیادہ میں بنیں۔ اس کے ستر ہزار ٹاکا دے دو یا پھر تین ہزار پانچ سو ٹاکا لے کر واپس کر دو۔''

سنار چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر اس نے اپنی تجوری کھولی تجوری میں سے ایک تھیلا نکالا اس سے کچھ پوٹلیاں نکالیں۔ اس نے ہر پوٹلی پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ پھر ایک پوٹلی نکال کر اس نے باہر رکھی۔ باقی ساری پوٹلیاں اس نے واپس تھیلے میں رکھ کر تھیلا تجوری میں رکھ دیا۔ پھر اس نے تجوری مقفل کر دی۔

پھر اس نے پوٹلی کا منہ کھول کر اس میں سے سارے زیورات نکال کر ان کے سامنے رکھ دیئے۔ پھر وہ ساس اور بہو سے بولا۔ ''اچھی طرح سے دیکھ لو۔ یہ تمہارے ہی زیورات ہیں نا......؟''

بہو نے تمام زیورات ایک ایک کر کے دیکھے پھر اس نے اپنا سر ہلا دیا۔ ''یہ میرے ہیں اور پورے ہیں۔''

''ٹھیک ہے......'' سنار نے کہا۔ ''تین ہزار ٹاکا میں تمہارے شوہر نے انہیں میرے ہاتھ بیچا تھا میں کسی سے خریدا ہوا زیور اتنے سستے داموں کسی کے ہاتھ فروخت نہیں کرتا ہوں۔ تین ہزار پانچ سو ٹاکا دو اور زیورات لے جاؤ۔''

جوگی کبیر نے دکان میں داخل ہونے سے پہلے بوڑھی عورت کے ہاتھ پر ساڑھے تین ہزار کی رقم رکھ دی تھی۔ اس نے وہ رقم بہو کو دے دی تھی۔ بہو نے بلاؤز کے گریبان سے رقم نکال کر سنار کی طرف بڑھا دی۔

سنار نے رقم لے کر گنی پھر تمام زیورات پوٹلی میں ڈال کر واپس کر دیئے۔ پھر وہ تینوں دکان سے نکلے۔ ساس بہو کو یقین نہیں آیا۔ ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے انہیں ایسا لگ رہا تھا جیسے بہت بڑی دولت مل گئی ہو۔

''بیٹا! مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کوئی سندر سا سپنا دیکھ رہی ہوں۔'' بوڑھی عورت نے کہا۔

"یہ سپنا نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔ اب آپ اسے سنبھال کر رکھیں۔" جوگی کبیر نے کہا۔

"اس سنار میں اتنی زبردست تبدیلی کیسے آ گئی۔" بہو کہنے لگی۔ "سارا گاؤں جانتا ہے کہ وہ کس قدر خودغرض بے ایمان چور اور لٹیرا قسم کا ہے وہ ہر ایک سے چاندی اور سونے کے زیورات کوڑیوں کے دام خریدتا ہے اس سے پھر واپس لینے جاؤ تو اس کے دوگنے اور چار گنا دام لیتا ہے لیکن ہم سے صرف پانچ سو ٹا کا زیادہ لیا۔ یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ اس پر کسی نے جادو کر کے اس کے دل کو موم کر دیا ہے۔" بوڑھی عورت نے کہا۔

"ہاں۔ مجھے بھی ایسا کچھ محسوس ہو رہا ہے۔" جوگی کبیر نے کہا۔ "ویسے آدمی کو بدلتے دیر کتنی لگتی ہے۔"

"میں چاہتی ہوں اس میں سے صرف دو چوڑیاں بیچ دوں انہیں کہاں اور کس کے ہاتھ بیچوں۔" بہو بولی۔

"چوڑیاں کیوں بیچنا چاہتی ہو؟" جوگی کبیر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ "اس گاؤں میں صرف یہی ایک سنار ہے یہی سونا اور سونے کے زیورات کی خرید و فروخت کرتا ہے۔ وہ شاید ہی خریدے۔"

"اس لیے کہ گھر میں راشن نہیں ہے اور نہ پیسے ہیں۔ فاقے ہیں۔ آپ نے اماں کو پیسے دیئے تو کھانا نصیب ہوا اب دوپہر اور رات کے لیے کھانا کھانے کے لیے راشن کہاں سے لائیں۔ کالا میاں سے تین سو کا ادھار لے چکی ہوں۔ اب وہ مزید ادھار دینے پر تیار نہیں۔ وہ ایک شرط پر سودا ادھار دینے کے لیے تیار ہے لیکن اس کی شرط میں پوری کرنے سے رہی۔" بہو نے سر جھکا لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

جوگی کبیر نے ایک ہزار ٹا کا جیب سے نکال کر بوڑھی عورت کی طرف بڑھایا۔ "خالہ اسے تم قرض سمجھ کر لے لو۔ جب تمہارا بیٹا کما کر پیسے بھیجے۔ جب بھی سہولت ہو تھوڑے تھوڑے کر کے ادا کر دینا۔ کالا میاں کا ادھار اطار کر کے نقد سامان لے لو اور رقم سنبھال سنبھال کر خرچ کرو۔"

بوڑھی عورت اور بہو کا دل جوگی کبیر کے اس پرخلوص جذبے اور بے غرض ہمدردی پر بھر آیا۔ وہ بہت دکھی تھیں وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔

ان تینوں کے جانے کے بعد سنار کی دکان میں ابو میاں اور اس کی بیوی زیتون بیگم داخل ہوئیں۔ انہوں نے اسے سلام کیا ابو میاں نے اس سے کہا۔ "دس دن پہلے میں سونے کا ایک کڑا بیچنے آیا تھا۔ لیکن تم نے اس کے بہت کم دام لگائے تھے۔ اس لیے میں چلا گیا ہم دونوں بہت

پریشان ہیں۔ رقم کی سخت ضرورت ہے کچھ زیادہ رقم دے دو......"

"مجھے یاد نہیں آ رہا ہے......" سنار نے کہا۔ "اچھا وہ کڑا دکھاؤ۔"

زیتون بیگم نے بلاؤز میں سے سونے کا کڑا نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

سنار نے اس کے ہاتھ سے کڑا لے کر اسے دیکھا۔ پھر اس کا وزن کیا۔ "میں اس کے گیارہ ہزار ٹا کا دے سکتا ہوں۔"

"گیارہ ہزار ٹا کا۔" ابو میاں کو اپنی سماعت پر فتور کا احساس ہوا۔ اس نے حیرت سے اپنی بیوی کی طرف دیکھا۔ بیوی بھی دل میں ششدر رہ گئی۔ جب وہ اس سونے کے کڑے کو بیچنے کے لیے آئے تھے تو سنار نے دو ہزار ٹا کا لگائے تھے۔

"گیارہ ہزار ٹا کا۔" سنار نے دہرایا۔ "میں اس سے زیادہ رقم نہیں دے سکتا۔ اب آپ کی مرضی......"

"چلیں گیارہ ہزار ٹا کا دے دیں۔" ابو میاں نے کہا۔ "اللہ آپ کو خوش رکھے۔"

سنار نے گیارہ ہزار ٹا کا تجوری سے نکال کر انہیں دے دیئے میاں بیوی خوشی خوشی رقم لے کر نکلے۔ زیتون بیگم نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں یقین آ رہا ہے کہ اس نے گیارہ ہزار ٹا کا میں کڑا خرید لیا۔"

"یقین نہیں آ رہا ہے۔ کیوں کہ وہ اس روز اس کے تین ہزار ٹا کا تک دینے پر تیار نہیں تھا۔ جب کہ میں نے اس سے کہا بھی تھا کہ میں نے سونے کا کڑا تیرہ ہزار میں ڈھاکا شہر سے ایک سال پہلے خریدا تھا لیکن وہ دو ہزار پر اڑا رہا۔"

"اللہ نے ہماری بہت بڑی مشکل حل کر دی ہم تو اسے دو ہزار ٹا کا میں بیچنے آئے تھے۔"

سنار نے ایک لمحے کے لیے سوچا کہ یہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس نے اتنے مہنگے زیور جو صرف تین ہزار ٹا کا میں خریدے تھے صرف پانچ سو روپے منافع لے کر واپس دے دیئے جبکہ ان کی اصل قیمت ستر اسی ہزار ٹا کا تھی۔ یہ لوگ آج نہ آتے تو وہ دو دن بعد ڈھاکہ لے جا کر انہیں بیچنے والا تھا پھر اسے یاد آیا کہ اس نے کچھ دن پیشتر اس سونے کے کڑے کے دو ہزار ٹا کا لگائے تھے لیکن آج اس نے گیارہ ہزار ٹا کا میں خرید لیے۔ گو اس سودے میں اسے گھاٹا تو نہیں تھا۔ لیکن اس نے نو ہزار ٹا کا کیسے بڑھا کر دے دیئے۔ کہیں وہ نشے میں تو نہیں ہے۔ لیکن وہ شراب کہاں پیتا ہے پھر کس نے اس کے دل میں نرم گوشہ پیدا کر دیا۔

جوگی کبیر کالا میاں کی دکان پر پہنچا۔ دکان ابھی کھلی نہیں تھی۔ وہ دکان دیر سے کھولتا تھا۔ اس کی دکان کے سامنے گاہکوں کی بھیڑ تھی۔ اس طرح گاؤں کے مرد عورتیں اور لڑکیاں جمع تھیں جیسے

مفت میں راشن تقسیم ہونے والا ہو۔ کچھ دنوں سے قحط کی سی صورت حال پیدا ہوگئی تھی یہ صورت حال کالا میاں نے ذخیرہ اندوزی سے پیدا کی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کالا میاں اپنے دو نوکروں کے ساتھ آیا۔ وہ دکان کے سامنے بھیڑ دیکھ کر خوش ہو گیا پھر اس نے مرد اور عورتوں کو قطار بنانے کے لیے کہا تو وہ لوگ قطار بنانے لگے۔ نوکر دکان کے آہنی تالے کھولنے لگے۔ جوگی کبیر نے اس کے پاس سے گزرتے ہوئے اس پر پھونک ماری۔ پھر وہ آگے بڑھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

دکان کھلنے کے بعد سب سے پہلے عورتوں کی قطار میں سے ایک عورت آگے بڑھی اور اس سے بولی۔ ”میرے پاس صرف تین ٹاکا ہیں لیکن مجھے پانچ کلو چاول ایک کلو نمک اور تین کلو سرسوں کا تیل اور دو کلو چینی چاہیے۔“

”جانتی ہو اس کی رقم کتنی بنتی ہے؟ ایک سو بیس ٹاکا۔ شاید تم پر دو سو ٹاکا ادھار بھی ہے۔“

”اسے بھی ادھار میں لکھ لو اور تیس ٹاکا جمع کر لو۔“ عورت نے کہا۔ ”میرا میاں شہر سے آئے گا تو سارا حساب چکتا کر دوں گی۔“

”تمہارا میاں تین ماہ سے آ رہا ہے...... جانے وہ کب آئے گا؟“ کالا میاں نے تیز لہجے میں کہا۔

”وہ آئندہ ماہ کی دس تاریخ کو آ رہا ہے۔“ عورت نے کہا۔ ”تم نے راشن نہیں دیا تو میرے بچوں کو فاقہ کرنا پڑے گا۔“

اس نے نوکر سے کہا۔ ”اسے پانچ کلو سرسوں کا تیل دو کلو نمک اور پانچ کلو چینی دے دو۔ یہ سارا سامان ہر عورت اور مرد کو دے دو۔“ پھر اس نے عورت سے کہا۔ ”تم یہ تیس ٹاکا رکھ لو۔ میں نے تمہارا ادھار معاف کر دیا۔ یہ راشن تمہیں اور تمام مرد اور عورتوں کو مفت میں دے رہا ہوں۔ جس جس پر جتنا ادھار ہے میں وہ سب معاف کر رہا ہوں۔ بلکہ ادھار کا کھاتہ سب کے سامنے نذر آتش بھی کر رہا ہوں۔“

دونوں نوکر اپنے مالک کی بات سن کر ششدر رہ گئے۔ انہوں نے ایسی نظروں سے کالا میاں کو دیکھا جیسے وہ پاگل ہو گیا۔ پھر ان دونوں نے ایک دوسرے کو حیرت اور سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ انہیں اس لیے کالا میاں کی بات پر یقین نہیں آیا تھا کہ اس نے دکان کی طرف جاتے ہوئے ان سے کہا تھا کہ وہ ہر چیز کے ایک کلو پر دو ٹاکا بڑھا رہا ہے اور پھر اس نے یہ بھی کہا تھا کہ ہر کلو کے وزن پر سو گرام کی ڈنڈی ماری جائے۔

چند لمحوں میں اس میں اچانک اتنی بڑی تبدیلی آ گئی تھی وہ یکسر بدل گیا تھا۔ اس کی وجہ ان کی

سمجھ میں بالکل بھی نہیں آئی تھی۔ پہلے تو وہ دام بڑھانے اور وزن میں ڈنڈی مارنے کی بات کر رہا تھا۔ کہاں وہ اب یہ کہہ رہا تھا کہ قطار میں جو مرد اور عورتیں سودا لینے کے لیے کھڑی ہوئی ہیں ان میں ہر ایک کو تین سو ٹاکا کا راشن مفت دے دیا جائے۔ جب کہ اس نے کبھی کسی گاہک کو تین ٹاکا کی کوئی چیز مفت میں دی تھی اور نہ ہی رعایت کی تھی۔

ایک نوکر نے دریافت کیا۔ ”بڑے صاحب! کیا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔“

”ہاں...... میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔“ کالا میاں نے کہا۔ ”میں نے جو کہا ہے ویسا ہی کرو۔“

”مرد اور عورتیں کل ساٹھ ستر کے قریب ہیں۔“ دوسرے نے کہا۔ ”سوچ لیں بڑے صاحب......“

”میں نے اچھی طرح سوچ لیا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”میں نے برسوں ان سے کمایا ہے ان کی وجہ سے آج میرے پاس بے پناہ دولت اور اناج کا ذخیرہ ہے آج مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے ان لوگوں کے ساتھ بڑی ناانصافی کی۔ انہیں لوٹا ہے میرے دل میں ان لوگوں کے لیے جو نفرت تھی وہ محبت میں بدل رہی ہے یہ لوگ بھی مجھ سے نفرت کرتے ہیں میں اس نفرت کو محبت میں بدل دینا چاہتا ہوں ان لوگوں کے دل جیت لینا چاہتا ہوں۔“

ان نوکروں نے سمجھ لیا کہ کالا میاں کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ پاگل ہو گیا ہے ان کے باپ کا کیا جاتا ہے اچھا ہے کہ اس کے پاگل پن کی وجہ سے غریبوں اور گاؤں والوں کا بھلا ہو جائے گا۔

قطار میں سب سے آگے جو عورت کھڑی تھی اس نے جو یہ باتیں سنیں تو وہ خوشی سے پھول نہیں سمائی۔ اسے یقین نہیں آیا۔ اس مرد کو بھی جو مردوں کی قطار میں سب سے آگے کھڑا تھا۔ پھر ان مردوں اور عورتوں میں سامان تقسیم کیا جانے لگا۔ یہ بات کہ سامان مفت دیا جا رہا ہے اور ادھار بھی معاف کیا جا رہا ہے ان میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ ان میں ایک افراتفری اور بدنظمی سی پیدا ہو گئی تو کالا میاں ایک ڈنڈا لے کر دکان سے باہر نکل آیا۔ پھر اس نے چیخ کر غصے سے کہا۔ ”اگر کوئی قطار میں سے باہر آیا اور اس نے اپنی باری کا انتظار نہیں کیا اور بدنظمی پیدا کی تو وہ کان بند کر دے گا۔“ اس کی یہ دھمکی سن کر وہ سب سیدھے ہو گئے۔ تب کالا میاں نے کہا۔ ”تم لوگ فکر نہ کرو۔ ہر ایک کو راشن ملے گا۔ میں کسی کو خالی ہاتھ اور مایوس جانے نہیں دوں گا۔“

کالا میاں کی یہ بات سن کر مردوں اور عورتوں کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ ایک عورت نے آگے کھڑی ہوئی عورت سے سرگوشی کی۔ ”اری او۔ کہیں ہم لوگ سندر سپنا تو نہیں دیکھ رہی ہیں؟“

""نہیں یہ سپنا نہیں ہے۔ میں نے بھی سپنا سمجھا تھا۔ میں نے اپنے بدن میں چٹکی بھر کر
لی۔ یہ سپنا نہیں ہے۔""

""مزے کی بات یہ ہے کہ وہ ادھار بھی معاف کر رہا ہے۔ میرا چھ سو ٹا کا ادھار تھا۔""
نوجوان عورت بولی اور ایک لخت خاموش ہو گئی۔ اس نے دل پر چوٹ سی محسوس کی۔ کالا میاں
یہ ادھار اسے ایسے ہی نہیں دے دیا تھا۔

مردوں میں ایک ادھیڑ عمر کا مرد اپنے ساتھ کھڑے ہوئے ہم عمر مرد سے کہہ رہا تھا۔ ""نام
میاں جسم کالا، دل کالا ایک نمبری بے ایمان، ڈاکو، بے ضمیر، عیاش، خبیث، اس میں اچانک
ایک دم سے اتنی بڑی تبدیلی کیسے ہو گئی مجھے تو لگ رہا ہے کہ یہ کمینہ پاگل ہو گیا ہے۔""

""کہیں اس پر کسی نے جادو کر کے اس کا دماغ پلٹ تو نہیں دیا ہے؟"" دوسرے مرد نے کہا

""ہمارے گاؤں میں دور دور تک کوئی ایسا جادوگر نہیں ہے جو اسے بدل دے اور اس کے
دماغ پر اثر انداز ہو جائے۔ جو ہیں وہ معمولی قسم کے شعبدہ باز ہیں۔ وہ صرف نظروں کو دھوکا دے
سکتے ہیں۔ یہ شعبدہ بازی نہیں ہے کسی شعبدہ باز کی۔ بالفرض محال کسی جادوگر نے اس پر جادو کیا
تو اسے کیا حاصل؟""

""کسی نے اس پر جادو کیا ہو یا وہ پاگل ہو گیا ہو ہمیں اس سے کیا...... وہ ہم لوگوں پر کوئی
احسان بھی نہیں کر رہا ہے۔ اس نے جو ہم سب کا برسوں سے استحصال کیا ہے وہ شاید اس کا کفارہ
ادا کر رہا ہے۔ اگر وہ اپنی ساری دولت بھی لٹا دے تو اس سے کفارہ ادا نہ ہو۔"" تیسرے نے کہا۔

""وہ دیکھو۔"" چوتھے شخص نے مخالف سمت اشارہ کیا۔ ""وہ ادھار کے کھاتے جلانے کے لیے
لے آیا ہے۔""

کالا میاں جو بہت ہی موٹے موٹے رجسٹروں کو دکان سے باہر لے آیا تھا اسے کھلی جگہ پر
رکھ کر مٹی کا تیل ان پر چھڑک رہا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے انہیں دیا سلائی دکھا دی۔ آگ نے
انہیں لپیٹ میں لے لیا جو اس کے مقروض تھے ان کھاتوں کو جلتا دیکھ کر خوش ہو رہے تھے انہیں قرض
کی لعنت سے نجات مل گئی تھی۔

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے گاؤں میں پھیل گئی تھی کہ کالا میاں ہر شخص کو تین سو ٹا کا
راشن مفت میں دے رہا ہے۔ اس نے ادھار بھی معاف کر دیا ہے۔ وہ سب لوگ مفت میں راشن
لینے پہنچ گئے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا لیکن یہ حقیقت تھی کوئی مرد اور عورت یہاں سے خالی ہاتھ
نہیں گئے تھے یہ سلسلہ شام تک جاری رہا اس کی ساری دکان خالی ہو گئی۔ ہر کوئی خوش اور حیران تھا
کہ آج یہ کالا میاں کو کیا ہو گیا۔

یہ بات کوئی نہیں جانتا تھا کہ یہ کس کا کارنامہ ہے جوگی کبیر نے اس پر جو منتر پڑھ کر پھونکا تھا
یہ اس کا اثر تھا کالا میاں کے اندازے کے مطابق اس نے سات لاکھ ٹا کا کا راشن مفت میں تقسیم
کر دیا تھا۔ اسے جو لوگوں سے ادھار لینا تھا وہ ایک لاکھ بیس ہزار ٹا کا تھے اس کے خلاف لوگوں کے
دلوں میں جو نفرت تھی کثافت تھی وہ سب ڈھل گئی تھی۔

کالا میاں گھر آ کر سونے کے لیے بستر پر دراز ہوا تو اسے یک لخت یہ احساس ہوا کہ اس
نے یہ کیا کیا۔ اس نے لوگوں کو مفت میں راشن کیوں دیا۔ ادھار کھاتے کیوں جلا دیئے۔ آخر اس
نے کس لیے ایسا کیا......؟ اسے کیا ہو گیا تھا۔ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس کا لاکھوں کا اناج
صرف ایک دن میں گاؤں کے لوگوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔

وہ اٹھ بیٹھا پھر وہ اپنا سر پیٹنے لگا کہ اس نے یہ کیا حماقت کی۔ اب اسے پھر سے لاکھوں کا
اناج خرید کر لانا ہو گا۔ لیکن اسے یہ حماقت کرنے کے لیے کس بات نے مجبور کیا؟

پھر اس نے دیکھا اس کی نظروں کے سامنے وہ لڑکیاں اور عورتیں ایک ایک کر کے لہرانے
لگیں جن کی عزت سے اس نے کھیلا تھا۔ ان کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا تھا وہ اسے نفرت بھری
نظروں سے گھور رہی تھیں۔ پھر اس کے بعد گاؤں کے مردوں اور عورتوں کے چہرے ابھر آئے
جنہیں اس نے دونوں ہاتھوں سے لوٹا تھا پھر اس کے دل میں ایک خیال سا آیا کہ اب وہ ایک اچھا
انسان بننے کی کوشش کرے گا۔ کسی کی مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھائے گا کسی عورت کی طرف بری
نظروں سے نہیں دیکھے گا۔ بہت کم منافع لے گا۔ اب وہ کفارہ ادا کرے گا۔

جوگی کبیر اس وقت تک وہاں موجود رہا تھا۔ جب تک دکان بند نہ ہوئی تھی وہ اپنے کالے منتر
کا اثر دیکھ کر خوش ہو رہا تھا اس کے منتر نے سنار پر بھی اثر کیا تھا۔ اور کالا میاں پر بھی۔ اب اسے اس
بات کا پکا اور مکمل یقین ہو گیا تھا کہ موہن لال نے اسے جو کالا منتر سکھایا ہے وہ صرف محدود نہیں
ہے اس سے وہ بہت سارے کام لے سکتا ہے۔ اسے اس بات سے خوشی ہو رہی تھی کہ کالا میاں اور
سنار سدھر گئے ہیں اس گاؤں میں کچھ لوگ ایسے موجود تھے جنہیں سدھارنا بہت ضروری تھا۔ وہ ان
پر بھی اپنا منتر آزما کر دیکھنا چاہتا تھا۔

لیکن وہ ان لوگوں پر اپنا منتر آزمانے سے پہلے ماضی کے کسی ایک دور سے ہو کر آنا چاہتا
تھا۔ وہ ساری رات سوچتا رہا کہ اسے ماضی کے کس دور میں جانا چاہیے۔ اس نے رومی، یونانی،
مصریوں، ہندستان اور بنگال کے سینکڑوں ہزاروں برس پہلے کے دور میں خود کو محسوس کیا۔ ان کے
متعلق سوچا نیند کا غلبہ ہونے تک وہ کسی نتیجے پر پہنچ نہیں سکا۔

صبح اسے خیال آیا کہ بنگال بھی ماضی میں جادوگروں اور بدروحوں کا مسکن رہا ہے ساری دنیا

میں بنگال کا جادو مشہور رہا ہے کیوں نہ وہ بنگال کے ماضی کے کسی ایک دور میں جائے۔ جادوگروں سے مقابلہ کرے؟ پھر اس نے خیال بدل دیا کہ ایسی بھی جلدی کیا ہے۔ کیوں نہ وہ ماضی کے روم کے دور میں پہنچ جائے جب نیرو کی حکومت تھی۔

وہ رات کے وقت گھر سے نکل کر ندی پر پہنچا جہاں لانچ موجود تھی۔ اس نے لانچ کا ایک کمرہ صاف کیا۔ اس میں بستر لگا دیا۔ پھر اس پر دراز ہو کر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ پھر منتر پڑھتے ہوئے سوچنے لگا۔ اس نے اپنے آپ سے کہا۔ ''میں روم کے اس دور میں جانا چاہتا ہوں جب نیرو کی حکومت تھی۔'' پھر اس نے محسوس کیا کہ اس پر غشی طاری ہو رہی ہے۔ وہ تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔

☆.........☆.........☆

جوگی کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اس کا باپ اس کی ماں کو آخر کس لیے مارتا پیٹتا ہے۔ اس کی ماں کوئی معمولی عورت نہ تھی۔ وہ بہت حسین و جمیل اور کسی جوان لڑکی کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ پھر وہ دیکھتا اس کے ماں باپ محبت کی دنیا میں ڈوب جاتے ہیں۔ اس گاؤں میں اس کی ماں جیسی حسین عورت کوئی نہ تھی اس کی ماں اس تکلیف اور درد کو جیسے بھلا دیتی تھی جو باپ کے تشدد سے اسے محسوس ہوتا تھا۔ لیکن اس کی ماں کی زندگی میں محبت بھرے لمحات کم ہی آئے تھے۔

ایک روز نجانے کس بات پر اس کا باپ اس کی ماں کو ویرانے کی طرف لے گیا۔ اس وقت اس کا باپ غصے کی حالت میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں جانوروں کو مارنے والا چابک بھی تھا دوسرے ہاتھ میں رسی تھی۔ وہ بھی چھپتا چھپاتا ان دونوں کے پیچھے ہولیا۔ اسے اپنے باپ سے سخت نفرت تھی۔ اسے وہ باپ نہیں بلکہ ایک جلاد کی طرح لگتا تھا بے رحم اور سفاک قسم کا انسان۔ اسے اپنی ماں سے بے انتہا محبت تھی۔ کیونکہ ماں اس سے محبت سے پیش آتی تھی۔ اپنی ممتا نچھاور کرتی رہتی تھی۔ جب کہ اس کا باپ اس کے ساتھ ہمیشہ نفرت اور حقارت سے پیش آتا تھا ذرا ذرا سی بات پر نہ صرف نفرت اور حقارت سے اسے جھڑک دیتا تھا۔ کبھی کبھی مارنے کے لیے چابک اٹھا لیتا تو وہ گھر سے بھاگ نکلتا۔ دو دو دن تک گھر نہیں آتا۔ پھر اس کی ماں اسے تلاش کر کے لے آتی۔ جب تک اس کے باپ کا غصہ سرد پڑ جاتا لیکن اس کی نفرت اور حقارت میں کمی نہ آئی۔ اس ویرانے میں اس کی ماں باپ کے سوا کوئی نہ تھا۔ وہ ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس کے باپ نے اس کی ماں سے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''تم کپڑے اتار دو......''

''وہ کس لیے......؟'' اس کی ماں نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ اس کا نازک بدن کانپ اٹھا۔

''اس لیے کہ میں تمہارے برہنہ جسم پر کوڑے برسانا چاہتا ہوں۔'' اس نے غصے سے کہا۔

''میرا جرم کیا ہے جو تم میرے جسم پر چابک برسانا چاہتے ہو......؟'' ماں نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میں نے سنا ہے کہ تم نے اسٹیورا کے ساتھ تعلقات استوار کیے ہوئے ہیں تم دونوں ہر رات ملتے ہو۔''

''تمہیں شرم آنی چاہیے مجھ پر تہمت لگاتے ہوئے۔'' وہ بگڑ کر برہمی سے بولی۔ ''تم نے جس سے سنا ہے اسے میرے سامنے لاؤ۔ اس سے کہو کہ وہ ثبوت اور گواہ پیش کرے۔''

''یہ تہمت نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے۔'' وہ نفرت بھرے لہجے میں کہنے لگا۔ ''مجھے یہ شک ہے کہ تمہارے نوجوان لڑکوں اور مردوں سے تعلقات ہیں۔ کیونکہ تم بہت حسین ہو۔ تمہارے ایک اشارے پر مرد تمہارے غلام بن جاتے ہیں۔ کتے کی طرح دم ہلانے لگتے ہیں تمہارا جادو ان پر چل جاتا ہے۔''

''شک کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔'' اس کی ماں کہنے لگی۔ ''تمہیں مجھ پر اس لیے شک ہو رہا ہے کہ میں بہت حسین ہوں۔ حیرت کی بات ہے کہ تم مجھے ابھی تک نہیں سمجھے۔ میں تمہیں بتا دوں کہ اسٹیورا سے مجھے سخت نفرت ہے۔ اس سے میرے نہیں تمہاری بہن کے تعلقات ہیں وہ تین بچوں کی ماں ہو کر بھی اس کی آغوش گرم کرتی رہتی ہے۔''

''بکواس بند کرو۔'' اس کے باپ نے غضب ناک ہو کر اس کی ماں کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ دے مارا۔ جوگی کو ایسے لگا جیسے وہ تھپڑ اس کے منہ پر مارا گیا ہو۔ ''تم کپڑے اتارتی ہو کہ نہیں......''

''میں کپڑے نہیں اتاروں گی......'' اس کی ماں نے تکرار کے انداز میں کہا۔

''اگر تم نے کپڑے نہیں اتارے تو میں پھاڑ دوں گا۔'' وہ مشتعل ہو گیا۔

''جب میں برہنہ حالت میں گھر جاؤں گی تو سب مجھے دیکھیں گے۔ کیا تمہیں اچھا لگے گا۔'' وہ تنک کر بولی۔

اس کے باپ نے آگے بڑھ کر اس کی ماں کے گلے میں چابک کا پھندا ڈال دیا۔ ''اگر تم نے کپڑے نہیں اتارے تو میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔ کیا تمہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے؟ عبرت ناک موت مرنا پسند کرو گی؟

پھر اس کی ماں نے کپڑے اتار دیئے۔ اس کے باپ نے درخت کے تنے سے اس کی ماں کو باندھ دیا۔ تب اس نے دل میں کہا۔ ''کاش! ایسا ہو سکتا کہ یہ چابک اس کی ماں کے بدن پر پھول بن کر برسیں۔''

جب اس کے باپ نے اس کی ماں پر چابک برسایا تو اس نے دیکھا اس کی ماں کے بدن پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس کی ماں بڑے سکون واطمینان سے کھڑی رہی۔ یہ دیکھ کر اس کا باپ اور مشتعل ہو گیا۔ وہ زور زور سے اس کی ماں کے بدن پر چابک برسانے لگا۔ اس نے جو اس وقت سوچا تھا ویسا ہی ہوا تھا۔ اس کی ماں کے بدن پر چابک اثر نہیں کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اس کے باپ کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"کیا بات ہے تم چابک نہیں مار رہے ہو؟" اس کی ماں نے اس کے باپ سے کہا۔

"کیا کہا...... میں چابک نہیں مار رہا ہوں......؟" وہ حیرت سے بولا۔ "تم پر اثر نہیں ہو رہا ہے۔ کیا تمہیں چابک نہیں لگ رہا ہے؟"

"نہیں......" اس کی ماں نے جواب دیا۔ "مجھے اب تک ایک بار بھی چابک نہیں لگا۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی۔ تمہیں چابک کیوں نہیں لگ رہا ہے؟" اس کا باپ حیرت سے چابک کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔ "یہ پھول کی چھڑی نہیں بلکہ چابک ہے۔"

"مجھے تو یہ پھول کی چھڑی لگ رہی ہے۔" اس کی ماں نے ہنستے ہوئے کہا۔

اس کے باپ نے غصے میں آ کر چابک کا پھندا اس کی ماں کے گلے میں ڈال دیا۔ جوگی نے فوراً ہی دل میں کہا یہ چابک کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جائے......

جب اس کا باپ اس کی ماں کے گلے میں چابک کو پوری طاقت سے کسنے لگا تو دیکھتے ہی دیکھتے وہ کسی کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ گیا۔ اس کا باپ بھونچکا سا ہو گیا۔ جوگی نے انگلی سے اشارہ کیا تو وہ رسی بھی ٹوٹ گئی جس سے اس کی ماں کو اس کے باپ نے درخت سے باندھا ہوا تھا۔

"یہ سب کچھ کیا ہے......؟" اس کا باپ دنگ تھا اس کی عقل کام نہیں کر رہی تھی۔

"یہ سب کچھ خداوند کی امداد غیبی ہے۔" اس کی ماں کپڑے پہنتے ہوئے کہنے لگی۔ "تم نے ایک بے گناہ کو سزا دینا چاہا۔ میرا بال تک بیکا نہیں ہوا۔ تم نے ایک جھوٹے شخص کی بات کا یقین کر لیا۔ لیکن تم اپنے گریبان میں جھانک کر کیوں نہیں دیکھتے ہو۔ تم کون سے پارسا ہو۔ تم بھی تو منہ کالا کرتے رہتے ہو۔ کیا مجھے تمہارے کرتوت معلوم نہیں ہیں؟ میں ان عورتوں کو جانتی ہوں جن کے تم غلام بنے ہوئے ہو۔"

اس کے ماں باپ آپس میں تلخ کلامی کرتے ہوئے واپس لوٹے۔ اس کا باپ دل میں کس قدر حیران اور پریشان ہو رہا تھا۔ جوگی اس بات کو محسوس کر رہا تھا۔ اس کے باپ کو اس بات پہ شدید حیرانی ہو رہی تھی کہ جب بھی وہ اپنی بیوی کی پٹائی کرتا تھا وہ درد سے تڑپتی اور تکلیف سے کراہتی تھی۔ چیختی اور چلاتی بھی تھی روتی بھی تھی وہ اسے لاتوں اور گھونسوں سے مارتا تھا لیکن کبھی

چابک سے نہیں مارا تھا۔ آج ایک عجیب وغریب سی بات ہو گئی تھی۔

جوگی اپنے باپ سے زیادہ دل میں حیران تھا اور خوش ہو رہا تھا کہ اس نے جو سوچا اور چاہا وہ ہو گیا تھا۔ یہ کیسے اور کیوں کر ہو گیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اس کا باپ اس کی ماں کی کھال ادھیڑ کر رکھ دیتا۔ کہیں اسے کوئی جادو تو نہیں آ گیا ہے۔ اس روز کے بعد سے اس نے دیکھا۔ جب بھی اس کا باپ اس کی ماں پر ہاتھ اٹھاتا اور وہ دل میں کہتا ماں پر اس کا کوئی اثر نہ ہو لہٰذا ماں پر اس مار پٹائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ پھر وہ دل میں کہتا نفرت اور غصہ محبت میں بدل جائے پھر ویسا ہی ہوتا نفرت محبت میں بدل جاتی۔ وہ دونوں محبت کی وادی میں دور چلے جاتے تھے۔

اسی روز احاطے میں پڑے ہوئے کچے گوشت کے ٹکڑوں کے ڈھیر پر سبز رنگ کی بڑی بڑی چمکدار مکھیاں بھی بھنبھنا رہی تھیں انہوں نے گوشت کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ان کے سبز چمکدار زمردیں وجود پر دھوپ منعکس ہو کر قوس وقزح کے رنگ بکھیر رہی تھی۔ احاطے میں ایستادہ کھجور کے درخت میں نخلستان کی مست رو ہوا سرسرا رہی تھی۔ اسی احاطے میں واقع گارے کی بنی ہوئی چھت والی عمارت سے اس کی ماں کی ہذیانی آواز بلند ہوئی۔ پھر بچوں کے رونے اور بلبلانے کی آواز آئی۔ ان آوازوں میں ایک آواز، کرخت آواز جس میں سفا کی بھی نمایاں تھی بلند ہوئی۔ یہ اس کا باپ تھا جو مشتعل اور غضب ناک لہجے میں چیخ رہا تھا۔ جوگی کے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے۔ اس کا باپ اس کی ماں پر جو گھناؤنا الزام لگا رہا تھا وہ کوڑے کی ہر ضرب کی طرح اس کے جسم کو چاٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ ماں کی اس قدر تذلیل اس کے لیے ناقابل برداشت تھی وہ دیوار سے لگے ہوئے مٹی کے ڈھیر پر چڑھ گیا۔ پھر وہ باہر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مڑ کر کارواں سرائے کی عمارت پر نگاہ مرتکز کر دی۔ عمارت سے بچوں کے چیخنے چلانے اور رونے کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔ جوگی دوبارہ مڑا پھر جسم پر زور دے کر ایک جھٹکے سے دیوار کی بلندی پر پہنچ گیا۔ اس نے دوسری جست لگائی اور دوسری طرف جا رہا۔ ایسے موقع پر وہ ٹل جانا ہی مناسب سمجھتا تھا۔ وہ بے رحم اور سفاک مزاج کا آدمی جسے اس کا باپ کہا جاتا تھا نشے میں دھت اس کی ماں پر بچوں کے سامنے الزام تراشی کرنے لگتا تھا۔ چونکہ ماں کو مارنے سے اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا اس لیے وہ بچوں کو مارتا پیٹتا تھا جیسے وہ انسان نہیں جانور ہوں اور خستہ حال سرائے کے باقی ماندہ فرنیچر کو توڑنے پھوڑنے لگ جاتا۔ پھر وہ یہاں چند لمحوں کے لیے بھی نہیں ٹھہرتا۔ جوگی ہاتھ جھاڑتا ہوا اٹھا اور دیوار کو دیکھنے لگا۔ دیوار اس کے اور دوسری طرف نازل ہونے والے عذاب کے درمیان ایک رکاوٹ کی حیثیت رکھتی تھی حالانکہ یہ رکاوٹ عارضی تھی جوگی ہمیشہ کی طرح دوڑتا ہوا کچھ فاصلے پر واقع کھجور کے درختوں سے گھرے ہوئے چھوٹے سے تالاب کے قریب گیا۔ علی الصباح یا پھر رات کے وقت جب چاندنی راتیں ہوتی تھیں کنواری لڑکیوں کا

جھرمٹ یہاں آزادی سے نہانے کے لیے آتا تھا۔ وہ قریبی جھاڑیوں کی اوٹ میں بیٹھ کر انہیں نہاتا ہوا دیکھتا۔ اس کے جذبات میں کوئی ہل چل نہیں مچتی اور نہ جذبات بھڑکتے تھے۔ بلکہ ایک طرح سے ایک عجیب سی راحت وہ محسوس کرتا تھا۔ یہ نظارہ اس کے لیے بہت دل کش ہوتا۔ اس کی ہیجان نیزی نے کبھی اسے اکسایا اور ورغلایا نہیں تھا۔

کسی لڑکی کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور اسے قابو کرنا اس کے لیے چنداں مشکل نہ تھا۔ کیونکہ لڑکیاں اسے میٹھی اور خود سپردگی کی نظروں سے دیکھتی تھیں اپنا دل ہتھیلی پر لیے پھرتی تھیں وہ اس پر مہربان ہونا چاہتی تھیں۔ لیکن وہ ان کی طرف مائل نہیں ہوتا تھا۔ اس کے ساتھ کئی مرتبہ یہ اتفاق ہوا تھا کہ ویرانے میں اسے عورتوں نے دبوچ لیا تھا لیکن وہ ان کے شکنجے سے نکل آیا تھا۔ اس کے نزدیک حسین اور جوان عورت ایک دل کش مجسمہ تھی۔ اس کے خیال میں مجسمے کو چھونے سے وہ میلا ہوجائے گا۔ وہ اس کی خوبصورتی خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ عورت اسے دیکھنے میں بہت اچھی اور پیاری دکھائی دیتی تھی نہاتی ہوئی تیرتی ہوئی، وہ ان کے گیلے جسموں کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوتا تھا۔ اس کے لیے دنیا میں اس سے دل کش نظارہ کوئی اور نہیں تھا۔

اس کے گاؤں میں جوزف نامی جو کسان تھا اس سے دراز قد اور دیوہیکل مرد کوئی نہیں تھا۔ وہ طبعاً عیاش پسند تھا۔ اس کی کمزوری جوان اور شادی شدہ عورتیں تھیں وہ ایک شکاری کی طرح شادی شدہ عورتوں کو شکار کرنے کے لیے گھات میں رہتا تھا۔ وہ ویرانے میں عورتوں کی بو سونگھتا پھرتا تھا۔ جو بے چاری عورتیں اس کے جال میں شکاری کی طرح پھنس جاتی تھیں وہ اپنے شوہروں سے اپنی بے حرمتی کے متعلق کچھ نہیں کہتی تھیں۔ کیونکہ اس سے کچھ حاصل نہ تھا اس کے شوہر اس شیطان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے۔

ایک روز جب وہ ندی کنارے سے گھر لوٹ رہا تھا تب اس نے ایک نسوانی دل خراش چیخ سنی۔ وہ لپک کر اس طرف گیا جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان سے اس نے جو کچھ دیکھا وہ بڑا لرزہ خیز تھا۔ جوزف نے ایک ایسی جوان عورت کو دبوچ رکھا تھا جس کی شادی کو چھ سات ماہ کا عرصہ ہوا تھا۔ اس کی محبت کی شادی تھی جوزف دیوزاد تھا۔ یہ عورت دھان پان کی سی تھی پھول کی طرح نرم ونازک۔ وہ اس کے پنجے سے نکلنے کے لیے تڑپ رہی تھی مچل رہی تھی۔ بڑی جدوجہد کر رہی تھی۔ وہ کمینہ قہقہے لگاتا ہوا اور اس عورت کی بے بسی پر ہنس رہا تھا۔

جوگی اس کی مدد کرنے سے قاصر تھا۔ اس نے دل میں سوچا۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ یہ عورت کچھ دیر کے لیے اتنی بدصورت ہوجائے جیسی چڑیل ہوتی ہے۔ اس نے سنا تھا کہ چڑیلیں اس قدر بدصورت اور بھیانک شکل وصورت کی ہوتی ہیں کہ جو دیکھتا ہے اس کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں یہ

عورت بھی کاش چڑیل بن جائے۔

جوزف نے اس عورت کو بے لباس کر کے زمین پر گرا دیا تھا۔ وہ اس عورت کے چہرے پر جھکنے لگا۔ یک لخت رک گیا۔ اس کی آنکھیں خوف ودہشت سے پھیل گئیں۔ وہ اس طرح سے اچھل پڑا جیسے کسی نے اس کی پشت میں چھرا گھونپ دیا ہو۔ اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔

اس کی نظروں کے سامنے وہ عورت زمین پر نہیں پڑی تھی جس کے لیے وہ کئی مہینوں سے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ اس کی گھات میں تھا۔ اسے شکار کرنے کے لیے اس نے جانے کہاں کہاں جال پھیلائے تھے لیکن اسے ناکامی ہوئی تھی۔ اس عورت کے حسن وجمال اور جسم کی دل کشی اور رعنائیوں نے تڑپا دیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ اس نے اس عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ تالاب پر نہاتے دیکھا تھا تب سے وہ اس کے حصول کے لیے بے چین ہوگیا۔ لیکن اب اور اس لمحے یہ عورت وہ نہیں تھی یک لخت چڑیل بن گئی تھی کالا چہرہ کالا جسم...... کالی رنگت...... کالی لمبی زبان...... سفید چمک دار دانت...... دو آنکھیں پیشانی پر بھی تھیں۔ جو بہت بڑی اور بہت خوفناک تھیں اس کی چاروں آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ اس عورت کے جسم کے کالے بال اسے کانٹوں کی طرح چبھ رہے تھے پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر وہ بگٹٹ اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ اس میں اتنی ہمت بھی نہیں تھی کہ پیچھے پلٹ کر دیکھے۔ جوگی نے دل میں کہا کہ وہ ٹھوکر کھا کر اس بری طرح گرے کہ اس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر ٹوٹ جائے۔ ساری زندگی کے لیے معذور اور اپاہج ہوجائے۔ ادھر اس کا جملہ پورا ہوا تھا کہ جوزف ٹھوکر کھا کر منہ کے بل اس بری طرح نوکیلے پتھروں کے ڈھیر پر گرا کہ اس کے منہ سے ایک خراش چیخ نکل گئی۔ وہ کچھ دیر تک پتھروں کے ڈھیر پر پڑا رہا۔ اس نے اٹھنے اور کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن اس میں اتنی ہمت اور سکت نہیں رہی تھی کہ کھڑا ہوسکے۔ پھر اس نے اپنی ساری قوت مجتمع کی۔ کسی نہ کسی طرح کھڑے ہونے میں کامیاب ہوگیا۔ جب اس نے چلنے کی کوشش کی تو اسے لگا اس کے ایک پیر کی پنڈلی کی ہڈی اور ایک ہاتھ ٹوٹ چکا ہے۔ پھر وہ کسی نہ کسی طرح لنگڑاتا اور کراہتا چل پڑا۔ جب وہ خبیث نظروں سے اوجھل ہوگیا تو جوگی دل میں خوش ہوگیا کہ اس معصوم عورت کو شیطان سے نجات مل گئی اور اس کی عزت محفوظ رہی۔ وہ دل میں ششدر تھا کہ اس نے جو کچھ سوچا اور چاہا وہ کیسے اور کیوں کر پورا ہوگیا۔ ایسا دوسری مرتبہ ہوا تھا۔ پہلی بار اس کی ماں کو اس نے وحشی اور سفاک باپ کے ظلم سے بچایا تھا۔ آج اس کی سوچ سے اس عورت کو نجات مل گئی تھی اس نے لمحے کے لیے سوچا۔ کیا اس طرح کی سوچ کوئی علم ہے یا جادو ہے؟

پھر وہ جھاڑیوں اور درختوں کی اوٹ سے نکل کر اس عورت کی طرف بڑھا جس پر غشی طاری

تھی۔ جوزف کی دست درازی اور من مانی سے وہ نڈھال ہو کر غش کھا گئی تھی وہ اپنی اصلی شکل وصورت میں واپس آ گئی تھی۔ جوگی نے قریب میں واقع تالاب سے چلو میں پانی لا کر اس کے منہ پر چھینٹے مارے۔ جب وہ ہوش میں آنے لگی تو جوگی نے اس کے کپڑے جو بے ترتیبی سے زمین پر پڑے تھے وہ اس کے بدن پر پھیلا کر اسے اچھی طرح سے ڈھانک دیا۔

اس عورت نے آنکھیں کھول کر متوحش نظروں سے جوگی کو دیکھا۔ جوگی نے اس سے کہا۔ ''شیطان بھاگ گیا۔ میں نے نہ صرف اسے بھگا دیا ہے بلکہ اس کا ایک پیر اور ایک ہاتھ کی ہڈی توڑ دی ہے۔ اب وہ کسی عورت کی زندگی سے کھیلنے کے قابل نہیں رہا۔ وہ ساری زندگی کے لیے معذور اور اپاہج ہو گیا ہے۔''

پھر وہ ایک درخت کے پاس جا کر منہ پھیر کے کھڑا ہو گیا تا کہ یہ عورت کپڑے پہن لے۔

جب عورت نے کپڑے پہن لیے تب وہ اسے سہارا دے کر لے چلا۔ اسے تاکید کی کہ وہ اس واقعے کا کسی سے تذکرہ نہ کرے۔

اس وقت تالاب پر کسی کے آنے کا امکان نہیں تھا اس نے اپنا لمبا کرتا نکال کر ایک طرف ڈال دیا جو اس کے ٹخنوں تک آتا تھا۔ اس کے پاس ایسے صرف دو کرتے تھے پھر وہ پانی میں اتر گیا۔ پھر اس کے وسط میں جا کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے ایک ڈبکی لگائی تالاب کی بھیگی بھیگی اور ریشم جیسی ریت اس کے تلووں کو کسی نوجوان عورت کی طرح چومنے لگی۔ اس کی نس نس میں ایک فرحت بخش ٹھنڈک سنسنی کی طرح پھیل گئی۔ اس نے پانی سے نکل کر اپنے جسم کو اچھی طرح سے ملا۔ پھر وہ کنارے پانی میں بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ اس جگہ کو اپنے لیے پناہ گاہ کی طرح محسوس کرتا تھا یہاں آ کر اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ جنت میں آ گیا ہو۔ اس کے اذیت ناک شب وروز کے درمیان میں یہ اس کے لیے ایک عشرت کدہ تھی۔ اس نے کیف وسرور سا محسوس کیا جو وہ ہمیشہ سے محسوس کرتا تھا اسے یہاں آ کر بڑا سکون میسر آتا تھا۔ پھر وہ سپنوں کی بہت ہی حسین اور رنگین وادی میں پہنچ جاتا یہ وادی قدم قدم پر اس کے لیے طمانیت کا باعث بن جاتی پھر اس پر سوچ اور فکر کے دروازے کھل جاتے پھر وہ قصے اس کے سپنوں میں لہرانے لگتے جو سرائے میں ٹھہرنے والے مسافر وقتاً فوقتاً اسے سنایا کرتے تھے۔ چشم تصور میں وہ خود کو سورج دیوتا کے معبدوں میں پاتا یا دمشق اور انیٹوچ کی پر شکوہ گلیوں اور باغات کی سیر کر رہا ہوتا یا خود کو اسکندریہ میں اپالو دیوتا کے سامنے موجود پاتا پھر وہ ہندوستان کی سرزمین پر چلا جاتا جہاں دیوتاؤں کا راج تھا۔ جادو بھری دنیا۔ جادوگروں کی دیو مالائی کہانیاں جو اس کے لیے تجسس اور حیرت کا باعث بنتی تھیں۔

اسے ان مسافروں کی زبانی رنگین قصے اور انتہائی حیرت انگیز کہانیاں سن کر یقین نہیں آتا کہ

اس نخلستان اور اداس ویران سرائے سے ہٹ کر بھی دنیا ہے اتنی بڑی دنیا کہ اس کے تصور میں بھی نہیں آ سکتی ہے یہ دنیا بہت ہی خوبصورت بھی ہے۔ اسے یہ بات تسلیم کرنے میں تامل ہوتا۔

سرائے میں ٹھہرنے والے کارواں کے مسافر صرف عجائبات اور حیرت انگیز اور ناقابل یقین واقعات ہی نہیں سناتے تھے بلکہ ان کا موضوع عورت بھی ہوتا تھا اسے نجانے کیوں اس بات کا یقین نہیں آتا کہ اس کی ماں اور جوان بہنوں کے علاوہ دنیا میں اور بھی حسین اور اس قدر پرکشش عورتیں ہیں کہ آدمی انہیں دیکھتا رہ جائے۔ جب وہ ان عورتوں کے متعلق کہانیاں سنتا تو وہ انہیں داستانیں سمجھتا تھا کیوں کہ نخلستان اور یہ سرائے ہی اس کی ساری دنیا تھی اس نے ماں بہنوں اور اس آبادی کی عورتوں اور لڑکیوں کے سوا باہر کی کوئی عورت نہیں دیکھی تھی۔

جب بھی کوئی کارواں سرائے میں آ کر ٹھہرتا تو وہ لوگ رات کے کھانے سے فراغت پانے کے بعد کھلی جگہ پر بیٹھ جاتے۔ دودھیا چاندنی کے منجمد دریا میں نہاتے ہوئے خوش گپیوں میں مصروف ہو جاتے تو جوگی بھی ان کے پاس خاموشی سے جا بیٹھتا۔ پھر ان کی پرلطف ولذت انگیز باتیں سنتا۔ دو تین برس پہلے تو اسے مسافر ڈانٹ کر بھگا دیتے کہ یہ گفتگو سننے کی اس کی عمر نہیں ہے۔ ان مردوں کا موضوع عورتیں اور کیف ونشاط کی راتیں ہوتا تھا۔

اب تو اس نے نوجوانی کی دہلیز پار کر لی تھی شباب کی حدود میں قدم رکھ دیا تھا۔ اس کی مسیں بھیگنے لگی تھیں اس کی آنکھوں میں ایک بجلی کی سی چمک کوندتی رہتی تھی اب وہ اسے اپنی گفتگو میں شریک کر لیتے تھے اسے ان کی باتوں میں بڑی رنگینی اور جادو بیانی محسوس ہوتی تھی وہ حسین وادی میں بھٹکنے لگتا تھا۔

ان قصہ کہانیوں نے اس کے دل میں نہ صرف باپ سے شدید نفرت پیدا کر دی تھی بلکہ اسے سرائے اور نخلستان جیسے کاٹ کھانے کو دوڑتے تھے اس کے دل کے کسی کونے میں یہ خواہش جنم لینے لگی تھی کہ وہ یہاں سے جتنا جلد ہو سکے نکل جائے مگر یہ کیسے ممکن ہے......؟ وہ کیسے اور کس طرح یہاں سے جا سکتا ہے؟

وہ سوچوں کی دنیا سے نکل کر حقیقت کی دنیا میں واپس آ گیا۔ پھر وہ گہرے پانیوں کی طرف تیزی سے بڑھ گیا پھر وہ اپنے مضبوط اور توانا جسم اور چوڑے چکلے سینے سہلانے لگا۔ تالاب کا ٹھنڈا ٹھنڈا پانی اور تلووں کے نیچے دبی ہوئی نرم وملائم ریت اس کے تلووں کو سہلانے لگی ایک دوست رازدار غم گسار کی طرح۔

''سلاشیو!......تم دیکھ رہے ہو اس لڑکے کو۔ کسی یونانی دیوتا کی طرح نہ صرف خوبصورت، صحت مند تندرست اور کیسی مضبوط کاٹھی کا دکھائی دیتا ہے۔ یہ بہت شاندار اور بہت جاندار بھی

دکھائی دیتا ہے۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ ریگزار کے درمیان ایک تالاب میں ایسا وجیہہ دراز قد اور خوبصورت لڑکا نہاتا ہوا بھی دکھائی دے سکتا ہے۔ کیا کوئی اس بات کا یقین بھی کر سکتا ہے؟"

ایک اجنبی اور نامانوس مردانہ آواز سن کر جوگی چونک اٹھا۔ اس نے حیرت سے گھوم کر دیکھا۔ پھر اس کی نگاہ مشرقی کنارے کی طرف اٹھ گئی۔ دو آدمی اپنے گھوڑوں کی باگیں تھامے ہوئے کنارے کھڑے تھے اور اس کی طرف پرستائش اور تحسین بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے ان میں ایک جوان اور دوسرا معمر تھا۔ دونوں کے چہروں سے تھکن اور گرد و غبار نمایاں تھے جیسے وہ بہت دور دراز کے سفر سے آرہے ہوں۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ یہ لڑکا بے پناہ خوبصورت پرکشش وجیہہ اور لاکھوں میں ایک ہے ارسٹوجینس۔" نوجوان مرد نے جس کا نام سلاشیو تھا، معمر شخص کی طرف دیکھتے ہوئے تائیدی لہجے میں کہا۔ "صرف دو تین برس کی بات ہے پھر ہر عورت اسے اپنے بستر کی زینت بناتے ہوئے فخر محسوس کرے گی۔ اس کی جوانی اور جسم دیکھ کر دیوانی ہو جائے گی۔ کیا ظالم چیز ہے؟ کیا لڑکا ہے؟"

"تم دو تین برس کی بات کر رہے ہو میں تو اس میں اتنا کچھ دیکھ رہا ہوں کہ تم تصور تک نہیں کر سکتے ہو۔ عورتیں اور دوشیزائیں اسے دیکھ کر جذبات پر قابو نہیں رکھ سکیں گی۔ شادی شدہ عورتیں اپنے شوہروں کو اور ملکہ اس کی خاطر اپنی ریاست اور سلطنت تک چھوڑ سکتی ہے۔" ارسٹوجینس نے جواب دیا۔ پھر ارسٹوجینس نے جوگی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم لاطینی زبان سمجھتے ہو؟"

جوگی نے اثبات میں سر ہلایا۔ "جی ہاں۔ میں لاطینی ہی بولتا ہوں۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم رومی ہو؟" اس معمر شخص نے اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کر دیں۔

"مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا ہوں......؟ کون ہوں؟" جوگی نے لاطینی زبان میں جواب دیا۔

"مگر تم یہاں کیا کر رہے ہو......؟ کہیں تم مسافر تو نہیں ہو؟" اس نے دریافت کیا۔

"میں یہاں رہتا ہوں اور نہانے کے لیے تقریباً روز ہی آتا ہو۔" جوگی نے بتایا۔

"تمہارا نام کیا ہے......؟" سلاشیو نے اس سے پوچھا۔

"میرا نام جوگی ہے یہاں سب مجھے اسی نام سے جانتے اور پکارتے ہیں۔" جوگی نے جواب دیا۔

"جوگی......؟" سلاشیو بری طرح چونکا۔ "تمہارا نام عجیب و غریب ہے پہلی بار سن رہا ہوں۔ تمہارے نام سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا ہے کہ تم لاطینی ہو تمہارا یہ نام کس نے رکھا ہے؟"

"میری ماں نے رکھا ہے۔" جوگی نے بڑے پرسکون انداز میں جواب دیا۔

"اس قدر عجیب و غریب انوکھا اور نامانوس نام کس لیے رکھا ہے؟" اس کے لہجے میں شدید حیرت تھی۔

"اس کے بارے میں میری ماں ہی بتا سکتی ہے مجھے اس کے پس منظر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ہے۔"

"ہمیں تمہارے نام سے کچھ نہیں لینا ہے۔" معمر شخص نے کہا۔ "شاباش! تم فوراً ہی باہر نکل آؤ۔ سرائے تک ہماری رہنمائی کرو۔ ہمارا تھکن اور بھوک سے برا حال ہے۔ ایک ڈیڑھ گھنٹے میں ہمارا کارواں بھی یہاں پہنچنے والا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس وقت تک کمر سیدھی کر لیں اور پہلے کھانا کھالیں ان کے پہنچنے تک ہم تازہ دم ہو جائیں گے۔"

☆............☆............☆

دن ڈوب چکا تھا اور نخلستان میں شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ ارسٹوجینس اور سلاشیو نے نہا کر جب کھانا کھایا تو تب دن ڈوب رہا تھا ان کی ساری تھکن دور ہو چکی تھی۔ چونکہ وہ رات کے کھانے سے کچھ دیر پہلے ہی فارغ ہو چکے تھے اور ایک گوشے میں بیٹھے مے نوشی میں مشغول تھے۔

جوگی نے تالاب سے باہر آکر بھیگے جسم پر کرتہ پہنا۔ پھر وہ دونوں گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر سرائے تک لایا تھا۔ وہ دونوں اس سے جو کچھ پوچھ رہے تھے وہ ان کا جواب دیتا رہا تھا۔ وہ بھی سرائے میں موجود تھا۔ سلاشیو نے جوگی سے کہا تھا کہ سرائے کے مالک کو بھیجے۔

سرائے کا مالک ایک غلام کی طرح ان دونوں کے سامنے لنگڑاتا ہوا ایک چاپلوسی کی طرح کھڑا ہو گیا۔ اس کی حریصانہ نظریں ان دونوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اس کے چہرے پر دل کا کینہ ظاہر ہو رہا تھا۔

"تمہارا نام کیا ہے......؟" ارسٹوجینس نے اپنے لیے پیگ بناتے ہوئے پوچھا۔

"مارکس جناب عالی!" کسی درباری غلام کی طرح جھک کر چاپلوسی کے لہجے میں اس نے جواب دیا۔ "شام کی بارہویں لیجن کا سابق فوجی۔ ٹانگ سے معذور ہونے کے سبب مجھے فوجی ملازمت سے برخاست کر دیا گیا۔ اب میں آپ جیسے معزز اور عالی مرتبت لوگوں کی خدمت کے لیے یہ سرائے چلا رہا ہوں۔"

"جوگی۔ کیا تمہارا بیٹا ہے؟" اس نے شراب کا ایک گھونٹ لیتے ہوئے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ حرامی میرا بیٹا نہیں......" مارکس کے لہجے میں نفرت اور حقارت تھی۔

''وہ حرامی ہے تو پھر تم کس لیے اس کی پرورش کر رہے ہو؟ اور کس لیے اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے؟'' سلاشیو نے اسے چبھتی ہوئی نظروں سے گھورا۔ ''تمہاری یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے۔''

''میری شادی سے پہلے وہ موجود تھا۔ میری بیوی کہتی ہے کہ اس کا باپ کوئی جرمن شہزادہ تھا۔ میں اپنی نوجوانی میں لاکھوں میں ایک تھی کسی ملکہ کی طرح۔ قصہ کہانیوں کی شہزادی کی طرح۔ وہ ڈیانا کے معبد کی خادمہ تھی مگر جب اس نے ایک ناجائز بچے کو جنم دیا تو اسے معبد سے ذلیل کر کے نکال دیا گیا۔ پھر میں نے اس سے شادی کر لی۔''

''تم نے ایک ناجائز بچے کی ماں سے شادی کیوں کر لی......؟'' سلاشیو کے لہجے میں حیرت تھی۔

''اس لیے کہ ایک تو وہ بے حد حسین تھی۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس کے پاس کافی طلائی زیورات تھے۔''

ارسٹوجینس اس کی بات سن کر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے قدرے تذبذب سے کہا۔ ''مارکس! ہم اس لڑکے کو اپنے ہمراہ لے جانا چاہتے ہیں......؟ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں......؟''

''اس لڑکے کو......؟ اس میں ایسی آپ نے کیا خاص بات دیکھی؟'' اس نے حیرت آمیز لہجے میں پوچھا۔

''کیوں کہ اس جگہ نہ تو سرائے ہے اور نہ ہی یہ نخلستان۔ یہاں وہ شتر سواروں کی خدمت کے سوا کیا کر سکے گا؟'' وہ بھونچکا سا ہو گیا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اس لڑکے میں کوئی ایسا گوہر چھپا ہوا ہے جو اس کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔ لیکن اس جوہری نے کسی طرح اسے دیکھ اور پرکھ لیا۔ اس لیے وہ اسے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔

اس نے اپنے پیلے پیلے دانتوں کی نمائش کرتے اور دونوں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ میں نے اس کی پرورش پر پیسہ پانی کی طرح بہایا ہوا ہے اور پھر میں نے اس کی صلاحیتوں سے اب تک کچھ حاصل نہیں کیا۔ میں اس قدر عظیم نقصان کیسے برداشت کر سکتا ہوں اور پھر میری عمر بھی تو دیکھیں۔''

''میں پھر یہ بات دہرا رہا ہوں کہ وہ شتر سواروں کی خدمت کے لیے پیدا نہیں ہوا۔'' ارسٹو جینس کہنے لگا۔ ''اگرچہ وہ لڑکا غلام نہیں ہے آزاد پیدائشی رومن ہے تاہم میں اس کا معاوضہ ادا کر کے اسے لے جاؤں گا۔''

''آخر آپ اس کی کتنی قیمت لگا رہے ہیں......؟'' مارکس نے کاروباری لہجے میں پوچھا۔

''تم اس کی جو بھی قیمت مقرر کرو گے میں اس کا نصف دوں گا۔'' ارسٹوجینس نے جواب دیا۔

مارکس بیساکھی کے سہارے مزید آگے جھک آیا۔ پھر اس نے ہیجانی کیفیت کے لہجے میں بولا۔ ''اس طرح تو میں بہت قیمت بتا سکتا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ آپ کو کوئی ایسی مناسب قیمت بتاؤں جو قابل قبول ہو اور آپ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کریں گے۔ ڈھائی ہزار سٹرس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟''

''تم بہت زیادہ رقم کا مطالبہ کر رہے ہو......؟'' ارسٹوجینس نے نفی کے انداز میں سر ہلایا۔

''وہ ابھی تک نوجوان لڑکا ہے کوئی زیادہ عمر کا مرد نہیں ہے میں ڈیڑھ ہزار سے زیادہ نہیں دوں گا اچھی طرح سے سوچ لو۔''

''اٹھارہ گھڑیاں گزر چکی ہیں اور ابھی انیسویں جاری ہے نہ آپ کی بات نہ میری بات...... ایک درمیانی بات۔ اچھا تو دو ہزار کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' مارکس نے سودا طے ہو جانے کے انداز میں اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ارسٹوجینس نے اپنے ساتھی سلاشیو کی طرف دیکھا۔ سلاشیو نے اپنے سر کو جنبش دے کر اپنی رضامندی ظاہر کر دی پھر اس نے فوراً ہی مارکس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ چونکہ سودا طے ہو چکا تھا۔ اس لیے ارسٹوجینس نے چرمی تھیلی نکالی اور رقم گن کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔

''اب جوگی ہمارا ہے تم جلدی سے جا کر اسے ہمارے پاس بھیج دو۔ یہ گندی بدبودار اور گھٹیا سرائے اس کی اصلی جگہ نہیں ہے وہ اس سے بہت اونچا ہے۔'' ارسٹوجینس نے ہذیانی لہجے میں کہا۔

مارکس بیساکھی ٹیکتا ہوا چلا گیا کچھ دیر کے بعد جوگی نے آ کر مؤدبانہ لہجے میں ارسٹوجینس سے کہا۔ ''کیا آپ نے مجھے بلایا میرے آقا۔''

''ہاں جوگی!!'' ارسٹوجینس نے سر ہلایا۔ ''کل پو پھٹنے کے فوراً بعد کارواں یہاں سے روانہ ہو گا تو تم بھی ہمارے کارواں میں شامل ہو گے۔ تم جاؤ جا کر اپنی ماں اور گھر کے افراد سے رخصت ہو لو۔ آج کی رات تم ہمارے پڑاؤ میں بسر کرو گے۔ ہم تمہارا انتظار کریں گے۔''

ان کے درمیان گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ ایک عورت ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ ارسٹو جینس اور سلاشیو نے اس عورت کو دیکھا جو بہت حسین و جمیل اور بلا کی پرشباب گداز بدن کی عورت تھی۔ اس عمر میں بھی اس کے انگ انگ میں مستی ابلی پڑ رہی تھی اس نے جوگی کے شانے پر ہاتھ رکھا اور ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ''مارکس نے بتایا ہے کہ تم لوگ میرے بیٹے کو اپنے ساتھ لے کر جا رہے ہو؟''

ان دونوں نے سر ہلایا۔ سلاشیو نے کہا۔ ''تم نے ٹھیک سنا ہے۔''

''مجھے یہ بات سن کر کتنی خوشی ہوئی اسے بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔''

وہ سرشاری سے بولی۔ ''میرا بیٹا جوگی بہت اچھا بلکہ بہت ہی پیارا بیٹا ہے۔ دوسروں سے یکسر مختلف ایک انمول اور نایاب ہیرے سے کہیں قیمتی۔ اس کا یہاں سے چلا جانا اس کے حق میں لاکھ درجے بہتر ہے۔'' اس کی گرفت بیٹے کے شانے پر مضبوط ہوگئی پھر وہ اس کی پیشانی پر بوسہ دینے کے لیے پنجوں کے بل اٹھ گئی۔ وہ اس کے سر کے بالوں میں انگلیاں پھیرتی ہوئی سرگوشی کے انداز میں آہستگی سے بولی۔ ''یہاں کبھی بھول کر بھی نہ آنا۔'' اس کے جذبات امڈ آئے تو اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں میں صاف وشفاف موتی دمکنے لگے۔ ''میری ایک بات یاد رکھنا۔ اسے نہیں بھولنا۔'' اس نے توقف کیا کیونکہ اس کی آواز بھرا سی گئی تھی اس نے اپنے آنسوؤں کو پینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ ''میں آج تمہیں تمہارے باپ کے بارے میں بتاتی ہوں وہ ایک عظیم آدمی تھا۔ دراز قد بھورے بالوں والا اور بے حد وجیہہ...... وہ معزز خاندان کا فرد تھا۔ اس کا باپ ایک بادشاہ تھا۔ تمہارا باپ ایک مہمان کی حیثیت سے روم آیا تھا۔ اب تو مجھے اس کا نام بھی یاد نہیں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تمہارے ہاں لڑکا ہو تو اس کا نام جوگی رکھنا......''

تھوڑی دیر بعد جوگی نے ماں کو سرائے سے باہر لے جا کر کہا۔ ''ماں! میں تم سے ایک راز کی بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''کون سا راز بیٹے!'' ماں نے پلکیں جھپکائیں اس کے چہرے پر حیرت ابھر آئی۔

''وہ یہ کہ تمہارا شوہر اب تم پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھائے گا تمہارا غلام بن کر رہے گا۔ ایک وفادار کتے کی طرح......''

''یہ تم کس بنا پر کہہ رہے ہو۔ وہ ایک ظالم اور سفاک ترین شخص ہے۔'' وہ بولی۔

''میرے جانے سے اس میں ایک عظیم تغیر آجائے گا۔ مجھے ایک چھوٹا سا جادو آتا ہے جو آدمی کو مطیع بنا سکتا ہے۔ اس روز وہ تمہیں ویرانے میں لے گیا تھا کہ تمہاری کھال ادھیڑ دے۔ کیونکہ اسے شک ہوگیا تھا کہ تمہارے غیر مردوں سے تعلقات ہیں اس نے تمہیں درخت سے باندھ کر تمہارے بدن پر چابک برسائے میں نے انہیں اپنے جادو کے زور سے بے اثر کر دیا تھا تم پر ان کوڑوں کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا......''

''ہاں بیٹے......'' اس نے تحیر زدہ لہجے میں کہا۔ ''مجھے اپنے بدن پر چابک بالکل بھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔''

''وہ میرے اس جادو کا اثر تھا۔ اب اس جادو کے اثر سے وہ تمہارا غلام بن کر تمہارے ناز نخرے اٹھائے گا۔ میں نے اسی جادو سے جوزف سے بھی انتقام لیا ہے اس نے دو مرتبہ بے حرمتی کی تھی۔ میں نے ہی جوزف کو معذور اور اپاہج کر دیا اس کا کسی عورت کی عزت سے کھیلنا تو درکنار وہ

یک قدم چلنے کے قابل ہی نہیں رہا۔''

''تم نے جادو کس سے......! کہاں سے......؟ اور کیسے سیکھا......؟'' ماں نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ میں خود نہیں جانتا ہوں۔ میں خود حیران ہوں کہ مجھے یہ جادو آپ ہی آپ کیسے آ گیا؟''

سرائے کے باہر رات بھرپور انداز میں چھائی ہوئی تھی اور پھر نخلستان کی رات کی نرم ولطیف اور خنک ہوا ہر ایک کا منہ اور بدن چومتی پھر رہی تھی۔ کارواں آچکا تھا اور پڑاؤ ڈال چکا تھا مختلف الاؤوں کے گرد لوگ دائرے کی صورت میں براجمان تھے۔ وہ پڑاؤ میں داخل ہوئے تو سلاشیو نے بلند آواز میں پکارا۔ ''ماماکس! تم کہاں ہو؟''

جواب میں ایک شخص تقریباً تیزی سے دوڑتا ہوا ان کے قریب آیا۔ پھر اس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ''رات کے لیے پڑاؤ ڈال دیا گیا ہے آقا...... کیا اور کوئی حکم ہے؟'' وہ الاؤ کے قریب سے گزرنے لگے تو جوگی نے چونک کر اس شخص کا جائزہ لیا۔ وہ لمبے قد اور مضبوط جسم کا مالک تھا۔ چوڑا چکلا سینہ...... بھرا بھرا چہرہ بال بے حد سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ کبھی اس کے خدوخال میں جاذبیت رہی ہوگی۔ اس کی عمر سلاشیو جتنی معلوم ہوتی تھی۔ وہ بائیس تیئیس برس کا دکھائی دیتا تھا۔ جوگی کو جس چیز نے ششدر کیا وہ ماماکس کے گلے پڑا ہوا آہنی حلقہ تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ ایک غلام ہے۔

''آپ سب کے خیمے تیار کیے جاچکے ہیں آقا۔'' اس نے سابقہ لہجے میں کہا۔ ''البتہ میں کھانے کے بارے میں ابھی کسی نتیجے پر پہنچ نہیں سکا ہوں۔ آپ سرائے میں کھا چکے ہیں یا پھر یہاں کھائیں گے؟''

''نہیں۔ ہم سرائے میں کھا چکے ہیں اور ہمارے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔'' سلاشیو نے کہا۔

ماماکس نے جوگی کو اپنی نظروں کی گرفت میں لے کر تنقیدی نظروں سے دیکھا۔ اس وقت قریبی الاؤ کی روشنی جوگی کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں تھیں کہ جوگی کے چہرے اور جسم پر سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے تعریفی لہجے میں بولا۔ ''بہت ہی عمدہ چیز ہے آقا!......''

''جو کچھ تم سوچ رہے ہو اسے اپنے ذہن سے نکال دو گندے کیڑے۔'' ارسٹوجینس نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''یہ نہ تمہارے لیے ہے اور نہ ہمارے لیے...... اس کی حیثیت اور ہے۔ یہ تھیٹر کا اداکار بنے گا۔''

"یہ غلام ہے یا آزاد......؟" ماماکس اسے ابھی بھی حریصانہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

"یہ بالکل آزاد ہے...... اور تمہیں اس حیثیت سے اس کے ساتھ برتاؤ بھی ہے۔" سلاشیو نے جواب دیا۔

سلاشیو اور ارسٹوجینس نے ماماکس کو جوگی کے بارے میں مزید ہدایات دیں پھر ماما جوگی کو درختوں سے گھرے ہوئے تالاب پر لے گیا۔ جوگی نے اس کے کہنے پر کپڑے اتار کر طرف ڈال دیئے۔ اس کا لباس بہت میلا بھی ہو رہا تھا۔ ماماکس نے اس کا گورا گورا بدن خوب کر نہلایا۔

ماماکس اپنے ساتھ مرتبان بھی لے کر آیا ہوا تھا۔ جوگی کا بدن اچھی طرح دھونے کے بعد اس نے مرتبان میں سے لیس دار مادہ نکالا اور جوگی کے جسم پر ملنے لگا۔ پھر جب اس نے ایک کپڑے سے بدن پر مساج کیا تو جھاگ اٹھنے لگا۔ وہ عجیب خوشبو دار جھاگ تھا۔ اسے ایک عجیب سی فرحت اور لذت محسوس ہوئی جو اس نے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ وہ نہا دھو کر فارغ ہوا اس نے اپنا جسم پھول کی طرح ہلکا پھلکا سا محسوس کیا اور ایک انوکھی سی تراوٹ بھی محسوس ہو رہی تھی۔ جسم اور جان میں ایک پر کیف سرور ہلکورے لے رہا تھا۔ اس پر نشے کی سی کیفیت طاری رہی تھی۔ وہ کبھی اتنا خوش نہیں ہوا تھا۔ پھر اسے ماماکس نے پہننے کے لیے نیا لباس دیا۔ ایسا لباس اس نے اپنی زندگی میں دیکھا نہیں تھا وہ اس رات سویا تو اسے کچھ خبر نہیں تھی۔ دنیا و مافیہا بے نیاز...... اب اس کا رشتہ ماضی سے کٹ چکا تھا۔ اگلی صبح کا طلوع ہونے والا سورج اس کی نئی زندگی کے لیے اپنے دامن میں بے پناہ خوشیاں لانے والا تھا۔

دوسرے دن علی الصبح ہی ان کے کارواں نے سفر کا آغاز کیا۔ سفر کے دوران ماماکس نے جوگی کی معلومات میں خاصا اضافہ کیا۔ اس نے جوگی کے دریافت کرنے پر ارسٹوجینس اور سلاشیو کے بارے میں بتایا۔ پھر اس نے سفر کی غرض و غایت سے بھی آگاہ کیا۔ اس نے بتایا کہ ان کی پہلی منزل ہیلیو پولیس اور پھر انٹیوچ ہو گی۔ ہیلیو پولیس ایک دن کی مسافت پر تھا۔ وہاں ایک دن آرام کرنے کے بعد انٹیوچ کے لیے روانگی تھی۔ جو وہاں سے تین دن کی مسافت پر تھا۔

ماماکس نے ارسٹوجینس کے بارے میں بتایا کہ وہ یونانی ہے۔ وہ اپنے وقت کا عظیم اور نامور اداکار تھا۔ اس کے پرستار اس کی اس طرح سے پرستش کرتے تھے جیسے وہ کوئی دیوتا ہو۔ جب وہ پچیس برس کا ہوا تو اس نے کسی خیال سے اداکاری ترک کر دی۔ چونکہ اس کے پاس بہت زیادہ تجربہ تھا وہ اس نے اس کی بنیاد پر اریل تھیٹر میں ہدایت کاری کرنے لگا۔ سلطنت روم کے طول و عرض کی خاصی مصروف شخصیت تھا۔ سلاشیو کا تعلق ایران کے کسی شہر

تھا۔ وہ کسی یونانی سیاح کے ہمراہ فرات کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ایتھنز تک آیا۔ وہ یونانی ایک بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔ سلاشیو چونکہ رومی نہیں تھا اس لیے اسے ایتھنز میں غلام کی حیثیت سے بیچ دیا گیا۔ پھر اسے وہاں سے روم لایا گیا۔ غلاموں کی منڈی میں ارسٹوجینس کی نظر اس پر پڑ گئی۔ وہ اس کے حسن سے اس قدر متاثر ہوا کہ اسے فوراً خرید لیا۔ ارسٹوجینس نے اسے اداکار بنانے کے لیے خریدا تھا۔ اس لیے اس نے سلاشیو کو اداکاری کی خصوصی تربیت دی۔ پھر اسے آزاد کر دیا تا کہ وہ روم کے اسٹیج پر نمودار ہو کر اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کر سکے۔ پھر جب اس کے خدو خال پختہ ہونے لگے تو معاون کا درجہ دے دیا۔

ماماکس نے اپنی ذات کے بارے میں بڑی فراخ دلی سے اعتراف کیا کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کی رگوں میں کس کا خون دوڑ رہا ہے۔ شاید وہ مصری ہو۔ کیونکہ وہ اسکندریہ میں پیدا ہوا تھا۔ بہر حال وہ ایک محلاتی غلام کا بیٹا تھا۔ اسے اپنی ماں یاد تھی۔ مگر وہ اپنے باپ کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا تھا۔ جب وہ دس برس کا تھا تو اسے اپالو کے پجاریوں کے حوالے کر دیا گیا۔ وہ اسکندریہ کے معبد میں دو برس تک رہا۔ پھر اسے دوسرے لڑکوں اور کنواری لڑکیوں کے ساتھ بحری جہاز کے ذریعے انٹیوچ کے مضافات میں واقع ڈیفنے بیچ دیا گیا۔ جہاں وہ اپالو کے معبد میں رہا۔ وہاں دوسرے لڑکوں اور لڑکیوں کے ہمراہ زائرین کو خوش کرنے کی خصوصی تربیت دی گئی۔ ماماکس ان رنگین اور خوشگوار دنوں کو یاد کرتے ہوئے ان کے سحر میں کھو گیا۔ کیا حسین، رنگین اور پر کیف زندگی تھی۔ وہ دن بھر سوتے تھے۔ پھر سر شام نہا دھو کر جسم پر عطریات اور خوشبویات ملتے تھے اور معبد کے باغ میں نکل جاتے تھے۔ چاندنی چٹکی ہوتی تھی۔ فضا معطر ہوتی تھی اور وہ معبد کی رنگین دیواروں کے سائے میں اور درختوں کی خنک و نیم تاریک چھاؤں میں اپنے سرپرستوں اور قدر دانوں کو کیف آگیں لمحات بخشتے تھے۔

جوگی حیرت سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے گاؤں میں بھی نو کی بڑی قدر کی جاتی تھی۔ لیکن ماماکس جو بتا رہا تھا وہ قدرے مختلف تھا۔ ممکن تھا کہ اس کے گاؤں میں بھی لڑکوں اور مردوں کی دوستی کے واقعات پیش آتے رہے ہوں۔ گو اس نے دیکھا تھا کہ بڑی عمر کے مرد نو عمر جوانوں کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آتے تھے۔ اور ان میں کون سا جذبہ کارفرما تھا وہ اس سے بے خبر تھا۔ اس کے باپ کی وجہ سے اور خود اسے بھی مردوں کی دوستی اور محفلیں پسند نہیں تھیں۔ وہ ان سے الگ تھلگ رہتا تھا۔

ماماکس نے اپنی بات جاری رکھی تو وہ سوچوں کی دنیا سے نکل آیا، ماماکس کہہ رہا تھا کہ اس کے جسم میں وہ شادابی، وہ لوچ اور گداز نہ رہا جو کسی کو لبھا اور متوجہ کر سکے۔ پھر اسے سرپرست

تلاش کر نے میں دشواری پیش آ نے لگی۔اس کی جگہ دوسرے نوعمرلڑکوں کو دے دی گئی او
دوسرے درجے کے کام پر لگا دیا گیا۔اب اس کا کام ان لڑکوں کو نہلانا، بنانا سنوارنا اور زا
خدمت کے لیے تیار کرنا تھا۔ پھر یہ سب بھی ختم ہوگیا۔اسے معبد کے دوسرے غلام لڑ
لڑکیوں کے ساتھ سالانہ فروخت میں بھیج دیا گیا جہاں سلاشیو نے اسے پسند کر کے خرید لیا ا
ان کے ساتھ خوش تھا کیونکہ ان کا رویہ اور سلوک شائستہ اور انسانیت آمیز تھا۔وہ اسے حقار
نہیں دیکھتے تھے۔ جب کہ عام طور پر آقا اپنے زرخرید غلاموں کے ساتھ نفرت اور حقار
پیش آتے اور ذلت آمیز سلوک کرتے اور ذراسی غلطی پر کوڑے برساتے تھے۔

جوگی اور ماماکس پیدل چل رہے تھے جب کہ ارسٹو جینس اور سلاشیو گھوڑوں پر سوا
چلتے چلتے ماماکس نے جوگی کے شانے پر اپنائیت کے انداز سے اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے محبت
لہجے میں کہا تم بہت اچھے لڑکے ہو۔میں تمہاری زندگی نہ صرف بہت آسان بلکہ خوش گوار
گا۔میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا اور کچھ بھی نہیں چھپاؤں گا۔وہ سب کچھ سکھادوں گا جو
جانتا ہوں ادھر میں تمہاری دیکھ بھال بھی کرتا رہوں گا تاکہ تم میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔''

''کیا تم مجھے بتاسکتے ہو تم لوگ دور دراز سفر پر کس لیے نکلے تھے؟'' جوگی نے سوال کیا

''میں تمہیں سفر کی غرض وغایت کے بارے میں بتاتا ہوں۔ماماکس بتانے لگا۔''ہم
تھیٹر کے لیے ایک موزوں اداکار کی تلاش میں نکلے تھے۔اس لیے کہ ارسٹو جینس کا پسندید
زیروشیکس یا ہمرا کے شہزادے کو بھا گیا تھا۔اور شہزادے نے اسے اپنے محل میں رکھ لیا تھ
دن شہزادہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو اس نے زیروشیکس کو کسی دوسرے کی آغوش م
شہزادہ مشتعل ہوگیا۔اس پر نفرت اور غصے کا خون سوار ہوگیا۔اس نے اسی وقت اور ا
زیروشیکس کا پیٹ چاک کردیا۔پھر اس کی موت سے خلاء پیدا ہوگیا۔اب مسئلہ تھیٹر کے
نئے اداکار کی تلاش تھی۔ بہت سارے نوجوان نظر سے گزرے لیکن کوئی پسند نہیں آسکا۔
سخت مایوس اور پریشان ہوگئے تھے کہ تم دکھائی دے گئے۔تھیٹر کے اداکار کے لیے تمہیں منتخ
گیا۔'' ماماکس نے جوگی کو اور بھی بہت ساری باتیں بتائیں۔جوگی انہیں دھیان سے سنتا رہا

ڈوبتے سورج کی سنہری کرنوں کی آغوش میں انہیں ہیلیو پولیس شہر کے آثار دکھائی
جب وہ شہر میں داخل ہوئے تو جوگی کو ایسا لگا جیسے وہ خوابوں کی حسین وادی میں آ گیا ہے
لیے ہوئے ہے۔وہاں کی رونق، گہما گہمی دیکھ کر جوگی پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو
نہیں معلوم تھا کہ حقیقی دنیا خوابوں سے بھی کہیں حسین اور رنگین ہے۔ایسی دنیا خوابوں میں
نہیں آسکتی ہے۔اتنے سارے رنگ، اتنی خوبصورت اور پرشکوہ عمارتیں، خوبصورت اور د

جو شہزادوں کی طرح معلوم ہورہے تھے۔عورتیں حسین نوجوان اور دلکش تھیں۔وہ ان کی سریلی
آوازیں سن کر بار بار رک جاتا تھا۔ماماکس اسے آگے چلنے کے لیے دھکیلنے لگتا۔

رات کو وہ سرائے میں ٹھہرے، یہ سرائے اس کے باپ کے سرائے کے مقابلے میں لاکھ
درجے بہتر اور صاف ستھری تھی۔اس پر کسی رئیس زادے کی اقامت کا گمان ہوتا تھا۔اسے اور ماما
کس کو ایک الگ کمرہ دیا گیا۔کھانے سے فراغت پانے کے بعد ماماکس نے اس کے شانے پر
ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔''کیا تم شہر کی سیر کرنا پسند کرو گے؟''

جوگی اس کی بات سن کر اس بچے کی طرح خوش ہوگیا جسے کوئی بہت ہی خوب صورت کھلونا
مل گیا ہو یا اس کے پسند کی چیز خرید کردی جانے والی ہو۔اس نے سرشاری کے عالم میں پرجوش
لہجے میں کہا۔''اوہ ماماکس! میں تمہیں بتاچکا ہوں کہ میری خواہشات کیا ہیں اور میں نے تمہیں ان
کے بارے میں بتادیا ہے۔تم سے کوئی بات نہیں چھپائی میں نے زندگی میں پہلی بار کھجور کے
درختوں اور اونٹوں کے علاوہ کچھ اور دیکھا ہے۔میں نے خوابوں میں بھی یہ سب کچھ نہیں دیکھا۔''

ماماکس اس کی بات سن کر بے اختیار مسکرادیا۔''تم تھوڑی دیر صبر کرو۔میں آقا سے پوچھ کر
آتا ہوں مجھے یقین ہے کہ رات کو انہیں میری ضرورت نہیں پڑے گی۔ہم آرام سے شہر کی سیرو
تفریح کرسکیں گے۔''

جوگی کے لیے''تھوڑی دیر بھی اذیت ناک بن گئی۔کبھی وہ انتظار کی ایسی کیفیت سے دوچار
نہیں ہوا تھا۔ایک ایک لمحہ اس پر صدی کی طرح بھاری ہورہا تھا۔اس نے شہر میں داخل ہوتے
وقت جو کچھ دیکھا تھا وہ سب اس کی نظروں کے سامنے لہرا رہا تھا۔جب جوگی کو ماماکس آتا دکھائی
دیا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔اس نے ماماکس کے دمکتے چہرے سے اندازہ کرلیا تھا کہ اسے
اجازت مل گئی ہے۔ماماکس کی آنکھیں بھی چمک رہی تھیں۔

''اجازت مل گئی ہے لڑکے۔لیکن ایک مشکل درپیش ہے۔'' ماماکس نے حسرت بھرے لہجے
میں کہا۔

''کیا مشکل؟'' جوگی کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

''ہمارے پاس رقم نہیں ہے۔ہم صرف شہر کی سیر ہی کرسکیں گے۔ایسی سیر سے کیا حاصل۔
ہاں رکو۔یاد آیا۔'' ماماکس نے اپنے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔''مجھے یاد آیا کہ یہاں میرا ایک
دوست سائنو ہے۔ہم اس کے پاس تو جاسکتے ہیں۔''

جوگی کی آنکھیں مسرت سے چمکنے لگیں راستے میں اسے ماماکس نے بتایا کہ سائنو حبشی غلام
ہے۔سیاہ رات کی مانند ہے۔وہ دونوں اپالو کے معبد خانے میں ساتھ رہے تھے۔اب وہ مرد سیا

کے قحبہ خانے میں کام کرتا ہے۔

مردوسیا کا قحبہ خانہ تلاش کرنے میں انہیں کچھ مشکل پیش نہیں آئی۔ وہ ایک مشہور جگہ تھی۔ ہر کوئی اس سے بخوبی واقف تھا۔ جوگی، ماماکس کے ساتھ اس محل نما مکان میں داخل ہوا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس نے اپنی زندگی میں پہلی بار اتنی بہت ساری حسین اور جوان لڑکیاں دیکھی تھیں۔ ان میں گورے رنگ کی شامی، بیضوی چہرے والی مصری، سفید رنگ کی یونانی اور سیاہ رنگت والی نوبیا ہی لڑکیاں شامل تھیں۔

جوگی اس قدر مبہوت اور سحر زدہ سا ہو گیا تھا کہ اس نے سرخ لبادے میں ملبوس جسیم عورت کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ جوگی کے قریب پہنچ کر اسے دزدیدہ نظروں سے دیکھتی ہوئی بولی۔ ”تم نے میرے غریب خانے کو عزت بخشی ہے۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتی ہوں۔“

”خوبصورت رات مبارک ہو مادام مردوسیا۔“ جوگی سے پہلے ماماکس بول پڑا۔ ”آپ کچھ خیال نہ کریں ہم رات کو مزید بنانے سے قاصر اور واحد معذرت خواہ ہیں۔“

مردوسیا ماماکس کی طرف تیزی سے مڑی اور تلخ لہجے میں بولی۔ ”پھر تم دونوں نے یہاں کس لیے قدم رکھا ہے؟ کیا تم یہ بات نہیں جانتے ہو کہ ہم خیرات نہیں دیتے ہیں۔“

ماماکس مؤدب سا ہو گیا۔ اس نے بڑی عاجزی سے کہا۔ ”بصد لائق احترام مردوسیا! ہم یہاں خیرات لینے نہیں آئے ہیں۔ یہاں اپنے ایک پرانے دوست سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔ اگر آپ اجازت مرحمت فرمائیں گی تو میں مل لوں گا۔ میری مراد سائنو سے ہے۔ ہم دونوں ڈیلفی میں اپالو کے معبد میں ساتھ رہے ہیں۔“

مردوسیا کے چہرے پر جو ناگواری تلخی اور سختی تھی وہ یک لخت غائب ہو گئی تھی اس کی جگہ نرمی نے لے لی۔ ”اچھا تو تم بھی اپالو کے معبد میں رہے ہو۔ اگر میں نے تمہیں اس وقت دیکھا ہوتا تو تمہیں بھی سائنو کے ساتھ خرید لیتی۔ کیوں کہ آج کل ایسے تجربہ کار لڑکے نہیں ملتے ہیں۔ میں تم جیسے لڑکوں کی بہت قدر کرتی ہوں تم بے فکر رہو۔ میں ابھی لڑکوں کے گھر سے سائنو کو بلا بھیجتی ہوں۔ اگر وہ فرصت سے ہوا تو چلا آئے گا۔“

جوگی نے دائیں جانب دیکھا۔ وہاں ایک طرف بڑا سا سنگ مرمر کا چبوترا بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے پر بہت ساری نوجوان اور پرکشش لڑکیاں قطار کی صورت میں کھڑی تھیں۔ ان کے شاداب اور رہ گداز جسم جذبات کو بھڑکا رہے تھے۔ جوگی لڑکیوں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس لیے اسے مردوسیا اور ایک غلام کے قریب آنے کا بالکل بھی احساس نہ ہو سکا۔

”یہ رہا تمہارا دوست اور ساتھی سائنو۔“ مردوسیا ماماکس سے مخاطب ہو کر ٹھہری ہوئی

آواز میں بولی۔ لیکن اس کی نظروں کی گرفت۔ میں تو جوگی تھا۔ وہ اسے گہری نظروں سے دیکھ نہیں، بلکہ پڑھ رہی تھی۔ ”تم اپنے دوست سے صرف چند لمحے ہی گفتگو کر سکتے ہو۔“ مردوسیا نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ”اتنا کہہ کر پھر وہ براہ راست جوگی سے مخاطب ہوئی۔ ”میری ایک بات کا جواب دو گے؟“

”آپ ایک نہیں دس باتیں مجھ سے پوچھ سکتی ہیں؟ آپ کو کس بات کے جواب کی ضرورت ہے۔“

”دیکھو سچ بولنا۔ مجھے جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ میں سچے آدمیوں کی بڑی قدر کرتی ہوں۔“

”مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں سچ ہی بولوں گا۔“ جوگی نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔

”سچ بولنے سے ممکن ہے تم بہت فائدے میں رہو۔“ وہ اس کی آنکھوں میں گہری نظروں سے جھانکنے لگی۔ ”یہ بتاؤ کہ تمہاری زندگی میں کتنی عورتیں آئی ہیں۔ میں سچ سننا چاہتی ہوں۔“

جوگی کا سر کسی نوجوان کنواری لڑکی کی طرح جھک گیا۔ ”نہیں میری زندگی میں آج تک کوئی عورت نہیں آئی۔“

”حیرت کی بات ہے متعجب لہجے میں بولی۔“ جانے کیوں مجھے یقین نہیں آ رہا ہے۔ تم جھوٹ تو نہیں بول رہے ہو؟“

”نہیں۔ ویسے میرے گاؤں کی لڑکیوں اور عورتوں نے مجھ پر ڈورے ڈالے تھے لیکن میں ان سے بچا رہا۔“

”ایک کنوارا۔ اسکندریہ کے اپالو کی قسم۔ مردوسیا کے گھر میں ایک کنوارا لڑکا۔ لڑکے تم کیا کنوارے ہی رہنا چاہتے ہو؟“ مردوسیا نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔ جوگی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر نظریں نیچی کر لیں۔

”میں تمہارا کنوارپن ختم کرنے کے لیے کچھ پیش کروں؟“ مردوسیا بولی۔

جوگی کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اس نے اپنی پیشانی عرق آلود محسوس کی۔ ایک عورت اس سے ایسی بات کہہ رہی تھی جس کے بارے میں کوئی مرد کہتا تو شاید اس کی یہ کیفیت نہ ہوتی وہ خاموش رہا۔

پھر اس نے سائنو کی طرف دیکھا۔ ”سائنو! تم اس لڑکے کو نچلے کمرے میں لے جاؤ۔ اسے پہنچا کر فوراً واپس آؤ۔ اس کی واپسی تک تم اطمینان سے اپنے دوست کے ساتھ رہ سکتے ہو اور باتیں

کر سکتے ہو۔'' سائنو نے مخصوص انداز سے اپنے شانوں کو جھٹکا پھر وہ جوگی کا ہاتھ پکڑ کر نچلے کمرے کی طرف چل پڑا پھر وہ ایک تاریک راہ داری سے گزرے۔ چند ثانیوں بعد وہ ایک بھاری چوبی دروازے پر رک گئے۔ پھر اس نے اشارے سے جوگی کو اندر جانے کے لیے کہا۔

جوگی کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں ایک خاصا بڑا لیمپ روشن تھا جس کی روشنی سے کمرے کی ہر چیز صاف نظر آ رہی تھی۔ میز کے قریب ہی فرش پر جو گدا پڑا تھا وہ لیمپ کی روشنی میں نہا رہا تھا۔ اس کے علاوہ اس کمرے میں کوئی اور چیز نہیں تھی۔ ''انتظار کرو۔'' سائنو نے سپاٹ سے لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

جوگی اس نئی اچانک اور غیر متوقع صورت حال پر غور کرنے لگا۔ اسے یہ سب کچھ بہت عجیب و غریب اور ناقابل یقین سا لگ رہا تھا۔ اس کی بے کیف ویران اور بے جان سی زندگی میں اس قدر تیز رفتاری سے یکسر تبدیلی آ سکتی ہے۔ اس نے خواب و خیال میں بھی سوچا نہیں تھا۔ طویل مسافت کے بعد اسے آرام کرنے کا موقع نہیں ملا تھا اسے تھکن سی محسوس ہونے لگی تو وہ لباس کے بند ڈھیلے کرنے لگا تاکہ ستانے کے لیے بستر پر دراز ہو جائے۔

اس وقت کمرے میں ایک عورت داخل ہوئی۔ وہ نوجوان نہیں بلکہ بھرپور عورت تھی۔ بہت حسین نہیں تھی لیکن بے حد پرکشش عورت تھی۔ بہت ہی کالی رنگت کی تھی اس رنگت میں بے پناہ کشش تھی۔ عورت گوری ہو یا کالی ہو۔ عورت، عورت ہی ہوتی ہے۔ اس کے کالے رنگ میں بھی حسن ہوتا ہے۔ اس کے اندازے کے مطابق وہ عورت بتیس برس کی ہوگی۔ اتنی اور ایسی کالی عورت اس نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ لیکن اس میں اس نے جو جاذبیت اور کشش محسوس کی تھی وہ اسے گوری عورتوں میں نظر نہیں آئی تھی۔

اس عورت کا نام بارسس تھا۔ اس نے جوگی کے بالوں کو سہلاتے ہوئے کہا۔ ''سنو نوجوان لڑکے۔ میری زندگی میں آنے والے مردوں کے نام میں بھول چکی ہوں۔ لیکن میں تمہارا نام کبھی نہیں بھول سکوں گی۔ تم نے تو مجھے ایک طوفان کی طرح تاخت و تاراج کر کے رکھ دیا۔'' اس کے جانے کے بعد وہ دروازے کی طرف بڑھا مگر دروازہ باہر سے بند تھا۔ بارسس باہر سے دروازہ بند کر گئی تھی۔ کیوں اور کس لیے؟ وہ حیران اور پریشان ہو گیا۔ بارسس کی یہ حرکت اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں چلتا ہوا کمرے تک آیا۔ پھر وہ میز سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔

جوگی کے دل و دماغ میں ایک ہیجان برپا تھا۔ اس کے انگ انگ میں جیسے بجلی کی سی سن سناہٹ دوڑ رہی تھی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ پھر آئے گی۔ وہ عورت اس پر نجانے کون سا جادو کر گئی تھی۔ اس نے کوئی منتر پڑھ کر پھونک دیا تھا۔ جوگی کو کچھ یاد سا آیا۔ اس نے کوئی منتر سیکھا ہوا

ہے۔ جب اس نے باہر آہٹ سنی تو پھر اس کا خیال اس کی طرف چلا گیا۔ پھر وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگا شاید وہ عورت آ رہی ہے۔ اس کے تصور میں اس کا پیکر اور خطوط لہرانے لگے۔ نس نس میں سنسنی دوڑنے لگی۔

دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا لیکن اندر داخل ہونے والی وہ عورت نہیں تھی۔ اندر داخل ہونے والا سائنو تھا۔ جوگی دروازے کی طرف بڑھا تو سائنو اس کی راہ میں حائل ہو گیا تاکہ وہ باہر نہ جا سکے۔

''تم مجھے کمرے سے باہر جانے دو۔ میرا راستہ کیوں روک رہے ہو؟'' جوگی نے کہا۔

''میں تمہیں صاف صاف بتا دوں کہ تم یہاں سے جا نہیں سکتے ہو؟'' سائنو نے جذبات سے عاری لہجے میں کہا۔ جوگی نے محسوس کیا اس کے لہجے میں سختی ہے اور وہ بے حد سنجیدہ ہے۔

''میں یہاں سے کیوں اور کس لیے نہیں جا سکتا؟'' جوگی نے حیرت سے کہا۔ ''کیا کوئی دوسری لڑکی آنے والی ہے؟''

''نہیں۔ اس وقت کوئی لڑکی نہیں آ رہی ہے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ مردوسیا نے مجھ سے کسی لڑکی کی بابت کچھ نہیں کہا۔ تم مجھ سے بحث نہیں کرو۔ تم کمرے سے جا نہیں سکتے ہو۔''

''سائنو! میں یہاں رہنے اور لڑکیوں کے ساتھ وقت گزارنے نہیں آیا تھا۔ مجھے جلد ماماکس کے پاس پہنچنا ہے۔ کیونکہ کل ہم لوگ انٹیوچ کی جانب کوچ کریں گے۔''

''کل؟'' سائنو یک لخت بڑے زور سے ہنسا۔ اس کی ہنسی جوگی کو بڑی عجیب اور زہریلی لگی۔ اس نے جوگی کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر اس نے استہزائی لہجے میں کہا۔ ''ماماکس کی زندگی میں کبھی کوئی کل نہیں آئے گا۔ کیونکہ کل وہ کسی گندے نالے میں مردہ پڑا ہوگا۔ کوئی کسی مردہ غلام کے لیے نہیں روتا ہے۔''

''مگر کیوں؟'' جوگی نے خوف و حیرت سے پوچھا۔ ''وہ تو تمہارا دیرینہ دوست ہے؟''

''میرا دوست؟'' سائنو کا منہ اس طرح سے بن گیا جیسے کوئی کڑوی سی چیز آ گئی ہو۔ پھر اس نے بڑی نفرت اور حقارت سے کہا۔ ''جو لڑکے ڈیفنے کے معبد میں رہ چکے ہوں وہ کبھی ایک دوسرے کے دوست نہیں ہوتے اور نہ ہوئے ہیں۔''

''ایک ساتھ رہنے سے دوستی ہو جاتی ہے۔ وہ تو تمہیں اپنا بہت اچھا دوست کہہ رہا تھا۔ اس لیے تو مجھے یہاں لے کر آیا۔ لیکن تم اس سے نفرت اور حقارت کا اظہار کر رہے ہو۔ یہ کیوں؟'' جوگی نے الجھ کر کہا۔

''معبد میں ساتھ رہنے سے دوست نہیں ہو جاتے ہیں۔ وہاں کوئی کسی کا دوست نہیں تھا۔ سب ایک دوسرے کے دوست اور دشمن تھے۔ حسد اور نفرت کرتے تھے۔ لیکن مجھے سب سے

زیادہ نفرت ماماکس سے تھی۔'' سائنو نے کہا۔

''مگر۔ مگر تم لوگ مجھے کیوں روکنا چاہتے ہو؟'' جوگی نے تکرار کی۔

''اس کی وجہ مجھے نہیں معلوم۔ یہ مردوسیا کا حکم ہے۔'' سائنو نے جواب دیا۔

جوگی نے اپنے علاقے میں ہم عمر لڑکوں سے چھینا جھپٹی کے علاوہ زندگی میں کبھی کسی سے لڑائی نہیں کی تھی۔ اسے اپنی قوتوں اور جسمانی صلاحیتوں کا قطعاً کوئی اندازہ نہ تھا۔ مگر اس وقت خوف اور غصے کی ملی جلی کیفیت نے اسے پاگل کر دیا۔ وہ مشتعل سا ہو گیا۔ اس نے سوچے سمجھے بغیر سر جھکایا اور سائنو کے پیٹ میں زوردار ٹکر ماری سائنو کے حلق سے کراہ نکلی۔ وہ دونوں ہاتھ سے پیٹ پکڑے ہوئے چاروں شانے چت فرش پر گر گیا اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔

جوگی نے اس کے قریب جا کر اس کی پسلیوں میں ایک لات رسید کی تاکہ وہ اٹھنے کے قابل نہ رہے۔ پھر وہ چھلانگ لگا کر کمرے سے باہر آ گیا۔ شدید بوکھلاہٹ اور سراسیمگی کے باوجود اس نے دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی لگا دی۔ پھر وہ تیز دوڑتا ہوا اوپر پہنچا۔ ماماکس اس جگہ موجود تھا جہاں وہ اسے چھوڑ گیا تھا۔ مگر وہ نشے میں دھت تھا۔ اسے جیسے کسی بات کا ہوش ہی نہیں تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ماماکس کو سہارا دے کر کھڑا کیا۔ پھر اس نے ماماکس کے کان میں سرگوشی۔

''ماماکس! ہوش میں آ جاؤ۔ ہم خطرے کی حالت میں ہیں۔ یہاں سے نکل چلو۔''

''وہ لڑکا کہاں ہے جو شراب لایا تھا۔'' ماماکس نے لڑکھڑاتی زبان میں کہا۔

جوگی اسے سہارا دیتا ہوا بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس وقت مردوسیا دروازے پر نمودار ہوئی۔ جوگی پر نظر پڑتے ہی حیرت سے اس کا منہ کھل گیا اور آنکھیں منجمد ہو گئیں۔ جوگی اسے دیکھ کر گھبرایا نہیں۔ اس وقت وہ اپنے آپ پر پوری طرح قابو پایا ہوا تھا۔ جوگی نے وہی عمل اس پر بھی دہرایا جو وہ سائنو پر آزما چکا تھا۔ مردوسیا اپنا تھل تھل جسم لیے اس طرح گری جیسے کوئی بھاری درخت جڑ سے اکھڑ کر زمین پر گرتا ہے۔ جوگی نے ماماکس کو اٹھا کر اس طرح سے کندھے پر ڈال لیا جیسے وہ کپڑے کی چھوٹی اور ہلکی پھلکی سی گٹھڑی ہو۔ وہ دل میں حیران تھا کہ اس میں یہ بے پناہ طاقت کہاں سے آ گئی۔ لیکن یہ وقت ان باتوں کو سوچنے کا نہیں تھا۔ وہ ماماکس کو کندھے پر لیے تیزی سے دوڑنے لگا۔

خوف گھبراہٹ اور ناگہانی خطرے کے احساس نے ماماکس کا سارا نشہ ہرن کر دیا تھا۔ جلد ہی اس کے حواس بحال ہو گئے۔ وہ جوگی کے کندھے سے اتر آیا۔ عقب میں شور اور دوڑتے قدموں کی آواز نے ان کی رفتار بہت تیز کر دی۔ وہ پیچ در پیچ اور تاریک گلیوں میں بے تحاشا دوڑنے لگے۔ اب ماماکس باقاعدہ رہنمائی کرنے لگا۔ پھر وہ جلد ہی سرائے پہنچ گئے۔

اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہی جوگی نے دروازہ بند کر کے فوراً ہی چٹخنی لگا دی۔ ماماکس نے لیمپ روشن کیا۔ جب اس کی سانسیں بحال ہوئیں تو اس نے آگے بڑھ کر جوگی کے دونوں ہاتھ جکڑ لیے پھر وہ جذباتی لہجے میں کہنے لگا۔ ''اس ننھے منے دیہاتی لڑکے نے جو کبھی شہر نہیں آیا تھا اپنے حقیر غلام کی جان بچائی اور اپنی جان کی پروا بھی نہیں کی۔ جب ہم اس سرائے سے نکلے تھے تو تم یہاں کے ماحول اور حالات سے لاعلم تھے اور میں سب کچھ جانتا تھا۔ مگر واپسی میں میں لاعلم تھا اور تم سب کچھ جانتے تھے۔ آج رات تم نے غریب ماماکس کی جان بچائی اور اب سے اگرچہ حقیر ہی سہی مگر تم یہ دیکھو گے کہ میری زندگی بھی اب تمہاری ہے۔''

جوگی مسکرایا۔ ''یہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا۔ میں تمہیں حقیر نہیں سمجھتا ہوں۔''

''وہ تمہیں اداکار بنانے کے لیے لائے ہیں اداکاری میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ تمہیں کچھ اور بننا چاہیے۔''

''تمہارے خیال میں مجھے کیا ہونا چاہیے؟'' جوگی کے ہونٹوں پر دل کش مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

''وہ تمہیں اداکار بنا کر بہت بڑی غلطی کر رہے ہیں۔ تمہیں جان باز بننا چاہیے۔'' ماماکس نے کہا۔

''جان باز؟ وہ کس لیے؟ تمہیں یہ خیال کیوں آیا اور کس لیے آیا؟'' جوگی نے پوچھا۔

''دو باتوں سے۔'' ماماکس نے جواب دیا۔ ''ایک تو یہ کہ جس کا سر اتنا مضبوط ہو کہ وہ مردوسیا جیسی ہتھنی عورت کو گرا دے۔ دوئم تم مجھے کندھے پر ڈال کر اس طرح بھاگ رہے تھے جیسے میں کوئی گٹھڑی تھا۔''

☆......☆......☆

ہیلویس، انٹیوچ شہر کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ کسی بھی لحاظ اور اعتبار سے انٹیوچ سے اس کا موازنہ نہ کیا نہیں جا سکتا تھا۔ انٹیوچ دریائے روونٹیس کے کنارے، پہاڑوں کے درمیان گویا ایک مرمریں پیالے کی مانند رکھا ہوا تھا۔ انٹیوچ سلطنت روم کا تیسرا بڑا شہر تھا۔ صرف روم اور اسکندریہ ہی اس سے بڑے تھے۔ مگر بعض معاملات میں انٹیوچ کو ان پر فوقیت حاصل تھی۔ دنیا میں برائیوں کو اتنی خوبصورتی اور آزادی سے کہیں بھی برتا نہیں جاتا تھا۔ انٹیوچ فارس کی تعیشات اور لذت کوشی اور نشاط انگیزی۔ بابل کی تہذیب رفتہ، مصر کا علم، روم اور یونان کا تمدن، میدیا اور سرماشیا کی اذیت پسندی اور وحشت و بربریت کا حسین سنگم تھا۔ سرفروشی، سرمستی، بدمستی اور لذت کوشی وہاں کی عبادات تھیں۔ وہاں اپالو کا مرمریں معبد تھا۔ ڈیفنے کا خوبصورت باغ تھا جہاں

لڑکوں اور لڑکیوں کو اس نہج پر خصوصی تربیت دی جاتی تھی۔ ماماکس کبھی وہاں رہ چکا تھا۔

ایک اداکار کی حیثیت سے جوگی کی تربیت کا آغاز ہو گیا۔ اوسٹوجینس سلاشیو اور ماماکر نے اس پر اپنی بہترین صلاحیتیں صرف کیں۔ اس کی جسمانی تربیت بھی کی گئی۔ طو طریق، نشست و برخاست اور رفتار و گفتار میں شائستگی پیدا کی گئی۔ اسے لکھنا پڑھنا سکھایا گیا اور فر خطابت سے بھی آشنا کیا گیا۔ پھر ہر فن اداکاری کی باریکیاں اور اسرار و رموز بھی سمجھا گئے۔ اسے مزید جاذب نظر اور پرکشش بنانے کے لیے اس پر کچھ پابندیاں عائد کی گئیں۔ اسے نوجوانوں کی غلط کاریوں سے بچانے کے لیے یہ ضروری تھا اور پھر اس کے لیے کچھ مخصوص غذائیں تجویز کی گئیں۔

جوگی کو ابھی تک اس بات کا خیال نہیں آیا اور نہ ہی احساس ہوا تھا کہ وہ ماضی کے دور میں پہنچا ہوا ہے۔ وہ کالا منتر کا علم جانتا ہے۔ کبھی کبھی وہ خواب میں دیکھتا تھا کہ اس کی ذات کچھ او ہے۔ اس نے کسی اور قوم میں جنم لیا ہوا ہے۔ وہ بہت کچھ جانتا ہے لیکن کیا جانتا ہے اسے سمجھنے سے قاصر تھا۔

ہر پہلو سے مطمئن ہو جانے کے بعد کھیل زئیس اور لیڈا کی ری ہرسل شروع کر دی گئی۔ یہ اس عہد کا ایک مقبول ترین کھیل تھا اور اسے بار بار پیش کیا جاتا تھا۔ لوگ اس طرح ذوق و شوق سے دیکھتے تھے جیسے پہلی مرتبہ دیکھ رہے ہوں۔ تھیٹر کے اداکاروں کی فہرست طویل تھی۔ لڑکیوں کی تعداد زیادہ تھی جن کی عمریں بارہ اور بیس برس کے درمیان تھیں۔ زئیس کا کردار جوگی کو ادا کرنا تھا جب کہ لیڈا کا کردار اریادنے ادا کر رہی تھی۔

اریادنے۔ اس سے دو برس چھوٹی، بہت حسین، شاخ گل کی طرح نازک اندام اور صبیح رنگت کی لڑکی تھی۔ یوں تو وہاں اور بھی دل کش اور لوچ دار لڑکیاں تھیں۔ مثلاً کولے، آرٹیس، ہیلن اور ریامنے وغیرہ۔ مگر جوگی کو اریادنے سے غیر معمولی دلچسپی محسوس ہوئی۔ اس دلچسپی کی اصل وجہ یہ تھی کہ انہیں ری ہرسل کے دوران قریب ہونے اور باتیں کرنے کے زیادہ مواقع ملتے تھے۔ جوگی نے اپنے دل میں اریادنے کے لیے ایک عجیب سا جذبہ محسوس کیا مگر اریادنے میں ایسی کوئی خاص بات ضرور تھی اس لیے جوگی اس کے بارے میں بڑی سنجیدگی سے سوچا کرتا تھا۔ جب کبھی وہ اریادنے سے من مانی کرتا تو وہ اسے ایک خاص حد سے تجاوز کرنے نہیں دیتی تھی۔ جب اس نے اپنے دل کو ٹٹولا تو اندازہ ہوا کہ شاید اسے اریادنے سے محبت ہو گئی تھی۔ وہ اریادنے کے بارے میں اس انداز سے سوچتا نہیں تھا جس طرح دوسری لڑکیوں کے بارے میں سوچتا تھا۔ اس نے سوچا کہ لوگوں کی شادیاں بھی تو ہوتی ہیں۔ لوگ باپ بھی تو بنتے ہیں جیسے اس کا اپنا باپ تھا۔ اس

نے اریادنے کے بارے میں سوچا شاید وہ بھی اس کے بارے میں یہی کچھ سوچتی ہو گی۔ اس کی ماں نے بھی اس کے باپ کے بارے میں یہی کچھ سوچا ہو گا۔ ایسا تو نہیں کہ اس نے اریادنے ہی کے لیے سفر اختیار کیا ہو۔ کیا اریادنے ہی اس کی منزل تھی؟

کھیل اسٹیج پر پیش کیا گیا۔ توقع سے کہیں زیادہ کامیاب اور بے حد شاندار رہا۔ جوگی کو اس رات جو شہرت ملی وہ آج تک کسی کو نہ مل سکی تھی۔ امراء کے حلقوں میں اس کی دھوم مچ گئی۔ جس کی زبان پر دیکھو اس کی اداکاری کا چرچا۔ جوگی نے صرف ایک ہی کھیل میں اپنا لوہا منوالیا تھا۔ اس میں ایسی صلاحیت ہو گی لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا۔ فرمائشوں پر زئیس اور لیڈا کھیل کوئی بار پیش کیا گیا۔ جوگی کی وجاہت، مردانگی، اداکارانہ صلاحیت اور خطابت کو ہر کھیل میں سراہا گیا۔ قہوہ خانوں شراب خانوں میں نجی محفلوں اور شاہی ضیافتوں میں جوگی کا ہی چرچا تھا۔ ارسٹوجینس سلاشیو اور ماماکس خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے۔ کیونکہ جوگی نے ان کے خوابوں کو شرمندہ تعبیر کیا تھا۔ ان کا انتخاب اور محنت رائگاں نہیں گئی تھی۔ پھر جوگی وقت کا فیشن بن گیا تھا۔ جوگی کے ساتھ اریادنے کا بھی چرچا تھا۔ اس نے بھی جوگی کی ہمراہی میں بھرپور فن کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس طرح دونوں ایک دوسرے کے قریب آ گئے تھے۔

امراء اور معززین شہر کی فرمائش پر زئیس اور لیڈا ایک بار اور پیش کیا گیا۔ آخری منظر میں تماشائیوں نے جوگی اور اریادنے پر پھول برسائے اور ریشمی رومال پھینکے۔ پھر کھڑے ہو کر پرجوش انداز سے تالیاں بجا کر خراج تحسین پیش کیا۔ پرستائش نظروں سے دیکھتے رہے تھے۔ ہر بار تماشائیوں سے جوگی اور اریادنے نے ایسی ہی تحسین وصول کی تھی۔

کھیل کے اختتام پر جوگی اور ماماکس گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ تھیٹر کے احاطے میں بڑا مجمع تھا۔ وہیں متعدد ڈولیاں رکھی ہوئی تھیں جن پر زرتار اور منقش رنگین ریشمی پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ سب تھیٹر کے شائقین اور مداح تھے۔ جوگی پر نگاہیں پڑتے ہی تعریف و تحسین کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ وہ اور ماماکس ڈولیوں سے بچتے بچاتے اور راستہ بناتے ہوئے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ عین گیٹ کے راستے میں ایک بڑی سی ڈولی رکھی ہوئی تھی۔ جس پر طلائی کام کیا ہوا تھا۔ ڈولی کے گرد چار قد آور سیاہ فام نوبیائی غلام دست بستہ کھڑے ہوئے تھے۔ جوگی نے کترا کر نکل جانا چاہا مگر فوراً ہی ایک غلام اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ پھر وہ اس کے سامنے مؤدبانہ انداز سے جھک گیا۔ وہ دوبارہ سیدھا ہوا اور اس نے منہ کھولا تو جوگی کو پتہ چلا کہ وہ گونگا ہے اس کے منہ میں زبان نہیں تھی۔

اسی لمحے ڈولی کا پردہ سرکا۔ جوگی سامنے ہی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی نظر اندر بیٹھی ہوئی عورت پر

پڑی۔ وہ بہت حسین تھی لیکن اس میں بے مثال حسن کے علاوہ کوئی غیر معمولی بات تھی۔ جوگی نے اپنی زندگی میں کبھی ایسی عورت نہیں دیکھی تھی۔ وہ نوجوان نہیں تھی اور عمر میں اس سے دگنی بڑی ہوگی۔ جتنی حسین تھی اتنی دلکش اور پرکشش تھی۔ اس کی آنکھیں گہری سیاہ تھیں اور بھرے بھرے گداز سرخ ہونٹ جذبات کو مشتعل کر دینے والے تھے۔ اس نے سبز رنگ کا شفاف لباس زیب تن کیا ہوا تھا جس میں سے اس کا غیر معمولی پرکشش جسم جھانک رہا تھا۔ اس نے جواہرات سے مزین اپنا ایک ہاتھ بڑھایا اور جوگی کو قریب آنے کا اشارہ کیا۔

"نوجوان۔ تم آزاد ہو یا غلام؟" اس نے رس بھری آواز میں پوچھا۔ اس کے لہجے میں تمکنت تھی۔

"میں رومی ہوں۔" جوگی نے اس کے جسم کے فراز پر نگاہیں ڈالتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ تم رومی ہو۔ تو میں تمہیں خرید نہیں سکتی ہوں۔ خیر کوئی بات نہیں۔" وہ گہری نظروں سے جوگی کے سراپے کا جائزہ لینے لگی۔ پھر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہنے لگی۔ "یہاں خواجہ سراؤں اور عورتوں کے مجمعے میں تم سے تفصیل سے بات نہیں کی جا سکتی ہے۔ پھر بھی میں جو کچھ تم سے کہہ رہی ہوں اسے غور اور دھیان سے سنو۔ میرا نام اسمہ ہے۔ میرا نام اچھی طرح سے یاد کر لو۔ میں تمہیں کسی بھی وقت بلواؤں گی۔ جب بلواؤں تو ضرور آنا۔ سر دست مجھے یاد رکھنے کے لیے یہ رکھ لو۔"

اس نے انگلی سے ایک انگوٹھی نکال کر جوگی کی ہتھیلی پر رکھ دی۔ جوگی نے اس انگوٹھی پر نگاہ ڈالی۔ انگوٹھی میں سبز رنگ کا پتھر جڑا ہوا تھا۔ انگوٹھی قیمتی معلوم ہوتی تھی۔

"شکریہ۔" جوگی نے ممنونیت سے کہا۔

"کیا میں اس وقت کی امید رکھوں کہ کبھی تم مجھے بھی شکریہ ادا کرنے کا موقع دو گے۔" وہ معنی خیز لہجے میں بولی جوگی کے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی۔ اس کے معنی خیز لہجے میں جو جذبہ کار فرما تھا وہ اس کی تہہ میں پہنچ گیا تھا۔

"تم میرا نام سن کر چونکے نہیں۔ اس لیے اس بات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو۔ سبھی مجھے اچھی طرح جانتے ہیں۔ کچھ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور کچھ بات کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔" اس نے اپنی بات ختم کر کے پردہ گرا دیا۔ غلاموں نے ڈولی اٹھائی اور مخالف سمت چل دیئے۔

بھیڑ جو جمع ہوگئی تھی وہ چھٹ گئی۔ جوگی اور ماماکس چل پڑے، ماماکس اس کے پیچھے بھیڑ بھاڑ میں شامل تھا اس لیے جوگی اور اس کے درمیان ہونے والی وہ گفتگو سن نہ سکا تھا اور نہ ہی اسے ڈولی میں بیٹھی ہوئی عورت دکھائی دی تھی۔

کچھ دور جا کر ماماکس نے اس سے پوچھا۔ "یہ عورت کون تھی؟ کیا تم اس سے واقف ہو؟"

"اس نے اپنا نام اسمہ بتایا تھا۔ میں نے آج ابھی اور اس وقت اس عورت کو پہلی بار دیکھا ہے۔"

"اسمہ۔ اوہ خدا کی پناہ۔ وہ کوئی ملکہ یا شہزادی ہے اور وہ میدیا جیسے علاقے سے تعلق رکھتی ہے جہاں وحشی اور سفاک لوگوں کی آبادی ہے۔ اس کے بارے میں بہت ساری باتیں مشہور ہیں۔ میں نہیں جانتا کون سی بات درست ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ انٹیوچ کی مالدار ترین عورت ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ اس نے دولت کی خاطر اپنے پانچ چھ شوہروں کو زہر دے کر ہلاک کر دیا۔" ماماکس ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا جیسے اس کے حلق میں گرہیں پڑ گئی ہوں۔ "وہ بڑی عیاش اور بھوکی عورت ہے۔ اس نے تو مردوں کو بھی درندگی میں مات دی ہوئی ہے۔ اس کی کمزوری تم جیسے نوجوان لڑکے ہیں۔" ماماکس ہنسنے لگا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عورت نہیں کوئی بدروح تھی؟" جوگی نے اس کی طرف دیکھا۔

"تم ان باتوں سے خوف زدہ اور پریشان ہو گئے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تم نہا کر تازہ دم ہو جاؤ۔ پھر ہم باغ کی طرف چلتے ہیں۔ وہاں گئے ہوئے کئی دن ہو گئے۔ آج میرا دل ادھر جانے کو کر رہا ہے۔" ماماکس نے کہا۔

جوگی اور ماماکس ہر دوسرے تیسرے دن ڈیفنے کے باغ میں جاتے رہتے تھے۔ وہاں ان کا وقت بہت اچھا اور خوش گوار گزرتا تھا۔ اور وہ کئی دنوں سے اس طرف نہیں گئے تھے۔ جب وہ اور ماماکس گھر واپس لوٹے تو ارسٹوجینس نے اسے طلب کر لیا۔

"آج کل تمہاری شہرت نے ہر جگہ جھنڈے گاڑ دیئے ہیں۔" ارسٹوجینس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم واحد شخص ہو جس نے اتنی زبردست اور ناقابل یقین شہرت حاصل کی ہے۔ تمہاری اس شہرت پر ہر کسی کو رشک آتا ہے۔" جوگی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ اس قسم کی تعریف اور توصیف سے بھرے جملے ہر کسی سے سنتا رہتا تھا۔

"یہ عزت، پذیرائی، خوش نصیبی ہر ایک کا مقدر نہیں ہوتی ہے۔" اس نے کہا۔ "تم اس قدر پسند کیے جا رہے ہو کہ اب لوگ تمہیں تھیٹر کے علاوہ رہائش گاہوں پر بھی دیکھنے کے متمنی ہیں۔ لیڈی اسمہ کی خواہش ہے کہ تم اور اریادنے اس کے ساحلی ولا پر اپنا کھیل پیش کرو۔"

"مگر۔" جوگی نے کچھ کہنے کے لیے اپنا منہ کھولا۔

"ایک لمحہ۔" ارسٹوجینس نے شہادت کی انگلی سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھر گئی۔ "اس کی درخواست رد نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ میں اس شہر کا بڑا

بااثر شخص ہوں۔ میرے بڑے اختیارات ہیں۔ مگر جہاں میرے اختیارات ختم ہوتے ہیں و
سے لیڈی اسمہ کے اختیارات شروع ہو جاتے ہیں۔" اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ اس
نظروں میں اسمہ کی حشر سامانیاں لہرانے لگیں۔ اس نے اپنا منہ سر جھکا لیا۔

جوگی کو اندازہ نہ تھا کہ لیڈی اسمہ کا ساحلی ولا اس کی توقع سے کہیں شاندار اور خوبصور
ہوگا۔ وسیع وعریض اور بے حد کشادہ ہال میں تقریب کا اندازہ ضیافت کا رنگ اور مہمانوں کے
پھر اسمہ کا رکھ رکھاؤ اور وقار کسی دربار کا سماں پیش کر رہے تھے۔ وہ کسی قدر متاثر اور مرعوب سا ہو
تھا۔ بہت بڑا سا ہال تھا۔ سامنے اونچا بڑا سا سنگ سرخ کا چبوترا تھا جسے کھیل کے اسٹیج کے
مخصوص کیا ہوا تھا۔ مختلف رنگ کے پردوں نے اسے اسٹیج کی شکل دے دی تھی۔ کھلی کشا
کھڑکیوں سے آتی ہوئی ساحلی ہوا میں پردے لہرا رہے تھے۔ اسٹیج سے مقابل قدرے فاصلے
خوشبو رنگ اور روشنی کا کھیل جاری تھا۔ مرغن، متنوع اور اشتہا انگیز کھانے، خوشبویات، عطریا
اور عود و عبر، ارغوانی شرابیں، رنگین تحریری لباس، جوان، دل کش، مہکتے جسم، ملے جلے قہقہے، غلا
کنیزیں اور مادام اسمہ۔

رات کا آغاز ہو چکا تھا۔ حسین اور رنگین رات۔ گہرا اندھیرا تھا لیکن جھاڑ فانوس اور شمع دانو
نے ہال کو بقعہ نور بنا رکھا تھا۔ اندھیرے کا وجود ہی نہیں رہا تھا۔ مادام اسمہ ایک بڑے تخت پر شاہانہ
انداز سے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔ اس کے چہرے سے وقار اور تمکنت نمایاں تھی۔
اس کے دائیں بائیں اور عقب میں تنومند سیاہ فام مسلح غلام کھڑے تھے جو اس کے محافظ بھی
تھے اور ضرورت بھی۔ ان کا سربراہ بانیو تھا جو طول قامت، شہ زور اور قومی تھا۔ ان سے ہٹ
کر مہمانوں کی قطاریں تھیں۔ مہمانوں میں قریب ترین ارسٹو جینس اور سلاشیو تھے۔ ماماکس بھی
وہیں موجود تھا مگر وہ خصوصی طور پر لوگوں کی خدمت پر مامور تھا۔ اس کی حیثیت جوگی کے ایک
معاون کی سی تھی۔ وہ اپنی جگہ مستعد تھا۔

ضیافت کے بعد جب شراب کا دور چل رہا تھا تب ایک غلام نے آکر جوگی سے کہا کہ اسے
مادام اسمہ یاد کر رہی ہے۔ ضیافت کے بعد اسمہ ہال کے عقب والے کمرے میں چلی گئی تھی۔ غلام
نے اس کی رہنمائی کی۔ جوگی نے دروازے پر دستک دی تو اسمہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں
کہا۔ "اندر آجاؤ۔"

وہ جیسے ہی دروازہ کھول کر اندر گیا اسے اسمہ نے دبوچ لیا۔ پھر وہ اس کے چہرے پر جھکتی
ہوئی بولی۔ "جب کھیل ختم ہوگا۔ اس کمرے میں ہم دونوں کا کھیل شروع ہوگا۔ پھر تمہیں انعام و
اکرام سے نوازوں گی۔"

پہلے کمرے سے جوگی نکلا۔ کچھ دیر بعد اسمہ آکر سابقہ حالت میں تخت پر بیٹھ گئی۔ شرابیں پی
جا چکی تھیں۔ کھیل کے آغاز سے قبل بونوں اور مسخروں نے کچھ دیر تک اپنے اپنے کرتب دکھائے۔
محفل کا رنگ دھیرے دھیرے پورے ماحول پر جم رہا تھا۔ کہیں کہیں اعضاء سریلے نشیلے قہقہے اور
کھنکتی ہنسی تھی۔

پھر کھیل زئیس اور لیڈا پیش کیے جانے کا اعلان کیا گیا تو سارے ہال میں ایسا سناٹا مسلط
ہو گیا جیسے کوئی موجود ہی نہیں ہے سب کی نگاہیں اسٹیج کی طرف اٹھیں تو مرتکز ہو کر رہ گئیں۔ تھوڑی
دیر بعد اس کھیل کے پہلے منظر کا آغاز ہوا۔

اس منظر میں جوگی کو زئیس کی حیثیت سے آریادنے کی طرف بڑھنا تھا۔ اریادنے کو لیڈا
کے روپ میں زئیس کے گلے میں بانہیں حمائل کر کے خود سپردگی سے اس کا بوسہ لینا تھا۔ پھر دونوں
کو اپنی محبت کا اظہار پرجوش انداز میں کرتے ہوئے کچھ دیر تک جذبات کی رو میں بہ کر دنیا و مافیہا
سے بے نیاز ہونا تھا۔ جب زئیس حد سے تجاوز کرنے لگے تو اریادنے کو اس کے بازوؤں سے نکل
کر اپنے بے ترتیب بال اور لباس کی بے ترتیبی اور شکنوں کو درست کرنا تھا وہ اریادنے کے قریب
گیا تھا کہ اریادنے کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ جوگی بھی
ششدر رہ گیا۔

اریادنے کی نگاہ ایک خاص نقطے پر جم کر رہ گئی۔ جوگی نے مڑ کے دیکھا تو خود بھی لرز کر رہ
گیا۔ ایک کھڑکی سے ایک دیو ہیکل اور کریہہ صورت شخص کود کر آگیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک
بڑی سی تلوار تھی۔ دوسرے ہی لمحے بالکل اس جیسا دوسرا شخص کھڑکی سے اندر کودا۔ پھر اس جیسے بے
شمار لوگ کھڑکیوں اور دروازوں سے اندر آنے لگے۔ ہال میں ایک شور و غل مچ گیا۔ ہال میں
متعین غلام تلواریں سونت کر ان وحشیوں پر پل پڑے۔

میزیں الٹ رہی تھیں۔ ظروف ٹوٹ رہے تھے۔ ایک طرف لوگ قتل ہو رہے تھے۔ قالین
لمحہ بہ لمحہ سرخ آلود ہوتے جا رہے تھے۔ مختلف اعضاء سر اور دھڑ ادھر ادھر بکھر رہے تھے۔ معطر اور
مسحور کن فضا میں خون کی بو رچ گئی۔ کشت خون کا بازار گرم تھا یک لخت کسی نے جوگی کے شانے پر
ہاتھ رکھا تو وہ ایک دم سے اس طرح اچھل پڑا جیسے اسے کوئی جھٹکا لگا ہو۔ اس نے تیزی سے پلٹ
کر دیکھا تو ماماکس اسے اپنی پشت پر نظر آیا۔

جوگی! "جلدی سے میرے ساتھ آؤ۔" ماماکس نے اس سے سرگوشی کی اور وہ پلٹ کر چل
دیا۔ جوگی نے نیم بے ہوش اریادنے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے سہارا دیا۔ پھر وہ ماماکس کے پیچھے
ہولیا۔ وہ بڑے محتاط انداز اور کمال ہوشیاری سے پردوں کی آڑ لیتے ہوئے حملہ آوروں کی نظروں

سے چھپتے چھپاتے ہوئے دوسری منزل پر ایک کمرے میں پہنچے۔ وہاں مادام اسمہ کا خصوصی خادم بانیو پہلے سے موجود تھا۔

”اس وقت جو صورت حال ہے اس کے پیش نظر یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہے۔“ ماماکس نے کہا۔ ”مایوس، ہراساں اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہم یہاں سے کسی نہ کسی طرح نکلنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ حوصلہ رکھیں۔ بانیو یہاں کے چپے چپے سے واقف ہے۔ وہ ہماری رہنمائی کرے گا۔“

اریاد نے کا چہرہ دھلی چادر کی طرح سفید پڑا ہوا تھا وہ وہیں دیوار سے ٹک کر بیٹھ گئی۔

”یہ سب کیا ہے ماماکس۔“ جوگی نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔ ”میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ تمہی بتاؤ یہ کون لوگ ہیں؟“

”یہ قزاق لوگ ہیں۔ انہوں نے حملہ کر دیا ہے۔ وہ اکثر ساحلی علاقوں میں لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔ سب کچھ صاف کرنے کے بعد وہ ٹل جائیں گے۔ جب وہ یہاں سے چلے جائیں گے تب ہم یہاں سے نکلیں گے۔“

نیچے سے ابھی تک چیخ و پکار اور آہ و بکا سنائی دے رہی تھی۔ جوگی نے ذرا سا پردہ سرکایا اور نیچے جھانکنے لگا۔ وہ جائزہ لینے لگا۔ اسے کچھ باتیں عجیب و غریب نظر آئیں۔ کشت خون کا بازار بدستور گرم تھا۔ قزاق بڑی درندگی اور بربریت کے ساتھ لوگوں کا صفایا کر رہے تھے۔ حیرت انگیز اور خاص بات یہ تھی کہ وہ کسی غلام کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت قتل نہیں کر رہے تھے البتہ وہ اسے بے بس اور نہتہ کر دیتے تھے اور بہت ہی مجبوری کے عالم میں موت کی نیند سلا دیتے تھے۔ ان کا نشانہ وہ لوگ تھے جو غلام نہیں تھے۔ ان میں مرد اور عورتیں دونوں شامل تھے۔ ہر دروازے اور کھڑکی پر ایک ایک قزاق متعین کر دیا گیا تھا۔ وہ وہاں سے کسی کو باہر جانے نہیں دے رہے تھے۔ عورت، مرد جوان اور معمر سبھی جان بچانے کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ اور ان قزاقوں کے ہاتھوں بہیمانہ انداز سے قتل ہو رہے تھے۔

جوگی کو یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوا کہ مادام اسمہ برہنہ حالت میں اپنے تخت کے نیچے سر بریدہ پڑی تھی۔ اس کے پاس ہی ایک قزاق کی لاش پڑی تھی جس کے سینے میں خنجر پیوست تھا۔ جس وقت وہ وہاں سے نکل رہا تھا تب اس نے قزاق کو اسمہ کی بے حرمتی کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے موقع پا کر اسے قتل کر دیا۔ اس پر قزاق کے کسی ساتھی نے شاید مشتعل ہو کر اسمہ کا سر تن سے جدا کر دیا تھا۔ اس عورت نے اس رات بستر کی زینت بنانے کے لیے تمنا ظاہر کی تھی۔ لیکن اب یہ عورت دل میں یہ حسرت لیے موت کے منہ میں جا چکی تھی۔ اس عورت کے ساتھ جو چند لمحات گزرے تھے وہ اس

کے لیے یادگار تھے۔ کیا عورت تھی۔ جوگی کو اس کے ہونٹوں کی تپش ابھی تک محسوس ہو رہی تھی جب وہ چاروں طرف نظریں دوڑانے لگا تو اسے ایک اور زبردست دھچکا لگا۔ کیونکہ اسے ایک اور دردناک منظر نظر آیا تو اسے اپنے دل میں چھری اترتی محسوس ہوئی۔ اس کے لیے یہ بڑا اذیت ناک منظر تھا۔ ایک کونے میں ارسٹوجینس چت پڑا تھا اور ایک تلوار دستے تک اس کے پیٹ میں پیوست تھی۔ اس کے قریب سلاشیو کی لاش پڑی تھی۔ اس کا خوبصورت اور توانا جسم دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو چکا تھا۔

غلام مرد اور عورتوں کے سوا بھی لوگ مارے جا چکے تھے۔ اب قزاقوں نے دوسرا کام شروع کیا۔ انہوں نے لاشوں کے جسموں سے زر و جواہرات اتارنا شروع کیے۔ ہر قیمتی سامان اور ظروف جمع کیے جانے لگے۔ ”اب ہمیں یہاں سے جلد سے جلد رخصت ہو جانا چاہیے۔“ بانیو نے کہا۔

”وہ کس لیے؟“ جوگی نے کہا۔ ”ہم کیا یہاں محفوظ نہیں ہیں؟ تم نے کہا کہ یہ لوگ مال لوٹ کر چلے جائیں گے۔“

”یہ لوگ اتنی آسانی سے اور اتنی جلدی نہیں جائیں گے۔ نیچے سارا سامان جمع کرنے کے بعد پھر پورے مکان میں قیمتی سامان سمیٹنے کے لیے پھیل جائیں گے۔ اور پھر ہم سب آسانی سے ان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔“

”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ انہوں نے غلاموں کو کیوں نہیں چھوا؟“ جوگی نے حیرت آمیز لہجے میں جانیو سے پوچھا۔

”اس لیے کہ وہ غلاموں کو ساتھ لے جائیں گے۔“ بانیو نے جواب دیا؟ ”غلام بھی ان کے نزدیک قیمتی مال ہیں۔ کیونکہ ان کی بازار میں بڑی بھاری قیمت ملتی ہے۔ بقیہ ان کے لیے بیکار تھے اس لیے انہیں قتل کر دیا۔ اچھا تم لوگ یہیں رکو۔ میں ابھی آیا۔“ بانیو کمرے سے نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو آہنی حلقے تھے۔ اس نے زور لگا کر حلقے کو ذرا سا پھیلایا۔ پھر اسے جوگی کے گلے میں ڈال کر اسے دوبارہ کس دیا۔

”یہ تم نے میرے گلے میں کس لیے ڈال دیا۔؟“ جوگی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

”یہ تمہاری زندگی کی ضمانت ہے۔“ بانیو نے جواب دیا۔ ”ہر غلام کے گلے میں ایک آہنی حلقہ ضرور ہوتا ہے۔ پھر وہ اریاد نے کی طرف گھوم گیا۔ پھر اس سے مخاطب ہوا۔ ”لڑکی! تم بھی یہ حلقہ اپنے گلے میں ڈال لو۔ زندگی بچانے کے لیے یہ ضروری ہے۔ وہ غلام مرد اور عورت کی جان

نہیں لیتے ہیں۔" بانیو نے اس کے گلے میں آہنی حلقہ ڈال کر اسے کس دیا۔ نیچے قزاقوں کے ہنسنے
بولنے اور قہقہے لگانے کی آوازیں آرہی تھیں۔ کوئی بلند آواز میں سمندر کی عظمت کے گیت گا
رہا تھا۔ گیت میں کامرانی کی تعریف بھی تھی۔ وہ پھر شاید شراب نوشی میں مشغول ہو گئے تھے۔

وہ بانیو کی رہنمائی میں چلتے ہوئے ایک بغلی دروازے سے باہر آئے۔ باہر نیم تاریکی تھی
آگے خاردار جھاڑیاں تھیں اور زیتون کے درخت تھے۔ انہیں ان درندوں اور وحشیوں سے چھپ
چھپا کر بڑھنا تھا۔ بانیو نے پھر ایک بار اطراف کا جائزہ لیا۔ پھر اس نے ان سب کو نیچے جانے
اشارہ کیا اور پھر وہ آگے آگے ہو لیا۔

وہ جھکے، سکڑے، سمٹے بڑھ رہے تھے کہ اریادنے کا ایک پاؤں بدحواسی میں ایک جھاڑی میں
الجھ گیا اور وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک کرخت آواز گونجی۔ "کون ہے؟"

جوگی کی پیشانی عرق آلود ہو گئی۔ بانیو کے اشارے پر وہ وہیں جھاڑیوں میں گر گئے۔
جھاڑیوں کو روندتے قدموں کی آہٹیں خاموشی میں گونجنے لگیں۔ آہٹیں لمحہ بہ لمحہ ان کے قریب
سنائی دیتی جارہی تھیں۔ اچانک اریادنے خوف و دہشت سے ہسٹریائی انداز میں چیخ چیخ
رونے لگی اور اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔

ماماکس نے سرعت سے اریادنے کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا لیکن اب دیر ہو چکی تھی۔ انہیں
تین قوی ہیکل سایوں نے اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں جنگی تلواریں تھیں
اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔

"کون ہو تم لوگ؟ کھڑے ہو جاؤ۔" ایک نے کڑکتے ہوئے لہجے میں حکم دیا۔ وہ چاروں
ایک ایک کر کے جلدی سے کھڑے ہو گئے۔ اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔

"اوہ۔ یہ تو چاروں غلام ہیں۔ ان میں جو سب سے جسیم اور کریہہ شخص تھا وہ مسرت آ
لہجے میں چیخا۔ "تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ سارے غلام عظیم فراتے کی ملکیت ہیں۔"

وہ ایک بار پھر اس عظیم ولا میں تھے جو خون میں نہایا ہوا تھا۔ مگر اب وہ پہلے جیسا حال نہیں
تھا۔ اب یہاں مادام اسمہ کی نہیں فراتے کی حکمرانی تھی۔ وہ مادام اسمہ کے تخت پر بیٹھا ہوا
کر رہا تھا۔ اس کے چہرے سے درندگی اور بربریت ٹپک رہی تھی۔ وہ جسامت میں پورا دیو کا
تھا۔ ہاتھی کے سر کی مانند بڑا سر، بڑے بڑے اور موٹے موٹے ہاتھ پاؤں، بڑی بڑی
آنکھیں اور طباق جیسے چہرے پر سرخ رنگ کی داڑھی۔ ان چاروں کو مجرموں کی طرح سا
کھڑا کر دیا گیا۔ وہ سب گنگ تھے۔

"یہ چاروں یہاں سے فرار ہو رہے تھے فراتے میری نظر نہ پڑتی تو نکل ہی جاتے۔"

اور کریہہ شخص نے کہا۔

"اوہو۔ یہ چاروں بھاگ رہے تھے فراتے کی آنکھوں میں دھول جھونک کر۔" فراتے نے
ایک بلند قہقہہ مار کر ہنسنا جو شروع کیا تو بے تحاشا ہنستا چلا گیا۔ پھر وہ یک بیک سنبھلا اور پھر اس نے
اپنے آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے کرخت لہجے میں کہا۔ "مگر افسوس۔ یہاں سخت پہرے میں یہ
اگ نکلے کیسے؟ یہ ایک نہیں کل چار مرد ہیں۔"

روفس کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ وہ سوچتا ہی رہ گیا۔ "تم کتنے
لاپرواہ اور غیر ذمے دار ہوتے جارہے ہو۔ میں تمہارے بارے میں بعد میں سوچوں گا۔ جاؤ اور
جلدی سے تیزی سے واپسی کے انتظامات کرو۔"

روفس چاروں کو جانوروں کی مانند ہانکتا ہوا لے کر چلا۔ وہ اندر ہی اندر وحشت زدہ ہو رہا
تھا۔ وہ چند قدم چلا تھا کہ عقب سے فراتے کی تحکمانہ آواز سنائی دی۔ "رکو۔"

فراتے کے حکم پر وہ رک کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

فراتے نے اریادنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم دیا۔ "اس لڑکی کو میرے پاس لے
آؤ۔"

روفس کے چہرے پر ناگواری کی لہر پھیل گئی اور اس کے رگوں میں لہو ابلنے لگا۔ لیکن اس نے
فوراً ہی خود پر قابو پالیا تاکہ فراتے اس کے بشرے سے اس کی دلی نفرت اور غصے کا اندازہ نہ
کر سکے۔ اس نے اندر ہی اندر پیچ و تاب کھاتے ہوئے اریادنے کے بازو کو پکڑا۔ اس نے اتنی دیر
میں کیا کیا خواب دیکھ لیے تھے وہ اریادنے کو قربانی کے جانور کی طرح بے رحمانہ انداز سے کھینچتا ہوا
لے جانے لگا تو اریادنے نے زبان سے تو کچھ نہ کہا لیکن وہ بری طرح مزاحمت کرنے اور مچلنے
لگی۔ جس پر روفس نے مشتعل ہو کر اس کے چہرے پر ایک بھرپور طمانچہ جڑ دیا اور اسے فراتے کے
سامنے لے جا کر کھڑا کر دیا۔

فراتے نے آریادنے کو نیچے سے اوپر تک گہری نظروں سے دیکھا۔ پھر اس نے روفس کی
طرف دیکھا۔ "اسے میرے پاس چھوڑ دو۔ یہ میرے لائق ہے۔ تم اپنے لیے کوئی دوسری لڑکی
تلاش کر لو۔ لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

روفس کو اس کا حکم زہر لگا۔ روفس کے چہرے پر اس بار نفرت، غصے اور ناگواری کے جو
تاثرات پھیلے تھے وہ فراتے دیکھ نہ سکا۔

روفس ست قدموں سے واپس ہوا۔ اس نے جوگی ماماکس اور بانیو کو غلاموں کے مجمعے
میں لے جا کر کھڑا کر دیا۔ واپسی کے انتظامات کیے جانے لگے۔ جمع شدہ مال تیزی سے جہاز پر

پہنچایا جانے لگا۔ ہال میں قبرستان کی سی خاموشی طاری تھی۔ ہال کی فضاء میں تعفن پھیلا ہوا تھا۔ غلاموں کے دو گروہ تھے۔ عورتوں کو ایک طرف کھڑا کیا گیا تھا اور ان سے قدرے فاصلے مردوں کو کھڑا کیا ہوا تھا۔ قزاقوں نے جب اپنا کام مکمل کرلیا تو فراتے کی اجازت سے وہ تفریح میں مصروف ہو گئے۔

جوگی نے اپنی آنکھیں بند کرلیں اس کی آنکھوں سے دو آنسو رخسار پر ڈھلک آئے۔ پھر اس نے یک لخت ایک خاموشی محسوس کی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سوائے اس کے ہر ایک شخص جس حالت میں تھا اس حالت میں پتھر کا بت بن گیا ہے۔ ہال سب کے سب مجسمے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ماماکس اور بانیو کو بھی ہلا کر دیکھا۔ وہ پتھر کے بنے ہوئے تھے۔

معاً اس کی نگاہ موہن لال پر پڑی۔ وہ اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ جوگی کو سب کچھ یاد آ گیا۔ کالا منتر اور یہ کہ وہ ماضی کے دور میں آیا ہوا ہے۔ اس نے موہن لال سے پوچھا۔ ''کیسے؟ کیوں اور کس لیے آ گئے؟''

''میں تمہاری مدد کو آیا ہوں۔'' موہن لال نے جواب دیا۔ ''میرے علم میں یہ بات آئی تھی کہ تمہیں کچھ یاد نہیں رہا ہے۔ مجھے دیکھتے ہی تمہیں سب کچھ یاد آ گیا ہے۔ اب تم کالا منتر سے کام لے سکتے ہو۔''

''کاش! مجھے بہت پہلے کالا منتر اور اپنے بارے میں یاد آ جاتا۔ تو یہ سب کچھ نہ ہوتا۔''

''یہ سب کچھ کیونکہ ہو چکا ہے اور ہوگا۔ اسے تم روک یا بدل نہیں سکتے ہو۔ لیکن اپنا تحفظ کر سکتے ہو۔ تم اپنے علم سے کام لے تو سکتے ہو۔ لیکن واقعات میں فرق نہیں آئے گا۔ تم بعض کمالات دکھا سکتے ہو۔ لیکن موقع بے موقع کالا علم سے کام نہیں لینا۔ جو واقعات پیش آ رہے ہیں انہیں آنے دو۔ ورنہ کیا فائدہ اس دور میں آنے کا۔''

''کہیں ایسا تو نہیں کہ آگے چل کر میں موت کی بھینٹ چڑھ جاؤں؟'' جوگی نے پوچھا۔

''نہیں۔ ایسا تمہارے ساتھ نہیں ہوگا۔ بالغرض ایسا ہوا تو تم آخری لمحے میں غائب ہو کر واپس اپنی دنیا میں آ سکتے ہو۔'' موہن لال نے جواب دیا۔ ''میں نے سب کو جادو کے زور سے مجسمہ بنا دیا ہے۔ میرے جاتے ہی پھر سے وہ سلسلہ شروع ہو جائے گا جو ٹوٹ گیا تھا۔ اب تمہیں میری مدد کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم رومی ہی بنے رہنا۔ اور ہاں کسی کو بھی اعتماد میں لینے کی ضرورت نہیں۔''

موہن لال کے غائب ہوتے ہی پھر سے وہ زندگی کے منظر دکھائی دینے لگے۔ سب مجسمے اصلی حالت میں آ گئے۔ ادھر فراتے نے جو اریادنے کو ایک عقاب کی طرح دبوچ رکھا تھا

نے جوگی کو چراغ پا کر دیا۔ چونکہ رندگی کا کھیل جاری تھا۔ غلام عورتوں کو نشانہ بنایا ہوا تھا۔ کوئی قزاق فراتے کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ غلام مرد، بانیو اور ماماکس اریادنے لی بے بسی دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا ان کے لیے ناقابل یقین تھا۔ نازک سی اریادنے نے فراتے کو اپنے دونوں ہاتھوں پر اس طرح سے اٹھا لیا جیسے وہ کوئی کھلونا ہو۔ پھر اسے تخت سے گرا دیا۔ فراتے ششدر ہو گیا۔ اسے یقین نہیں آیا۔ اریادنے نے خود اپنی اس بے پناہ طاقت کا یقین نہیں کیا۔ فراتے نے یہ خیال کیا کہ وہ خود اپنی حماقت سے غیر متوازن ہو کر تخت سے گرا ہے۔ وہ فرش پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اریادنے کو اس نے اپنے ایک غلام کے حوالے کر دیا۔

وہ غلام اس کے چہرے پر جھکا اور ایک دم سے اچھل پڑا۔ اس نے دیکھا اریادنے اسے انتہائی بدصورت دکھائی دے رہی ہے۔ اس کے چہرے پر لمبے لمبے بال آگ آئے ہیں۔ لال لال آنکھیں بہت خوفناک اور بدصورت سی لگ رہی ہیں۔ اور پھر بدن پر کانٹے ابھر آئے ہیں اور وہ اس کے جسم میں چبھنے لگے ہیں۔ جیسے وہ کسی بچھو کے زہریلے ڈنک ہوں۔ وہ اریادنے کو چھوڑ کر ایک طرف دوڑ گیا۔

رات کا آخری پہر تھا۔ جب قزاق اپنی تمام تفریحات چھوڑ کر فراتے کے حکم پر مستعد اور چاق و چوبند ہو گئے۔ اب فراتے نے خود کمان سنبھال لی تھی۔ فراتے ایک لمحے کے لیے اس طرف چلا گیا جہاں سے سامان جہاز پر لے جایا جا رہا تھا۔ روفس تخت کے قریب گیا جہاں اریادنے تھکن سے چور پڑی تھی۔ فراتے اس کی بے حرمتی تو نہیں کر سکا تھا لیکن اس کے بھاری جسم نے اریادنے کے انجر پنجر ڈھیلے کر کے رکھ دیئے تھے۔ جوگی چاہتا تو اریادنے میں بلا کی قوت پیدا کر دیتا۔ لیکن اس نے کسی وجہ سے ایسا نہیں کیا تھا۔ جوگی نے روفس کا ذہن پڑھ لیا تھا۔ وہ جس ارادے سے آیا تھا بہت ہی بھیانک اور لرزہ خیز تھا۔

چشم زدن میں جو کچھ ہوا اسے کوئی بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ جوگی نے اپنا منتر پڑھ کر اس شخص پر پھونکا جس نے اسمہ کا سر تن سے جدا کیا تھا۔ روفس کو کچھ خبر نہ ہو سکی کہ اریادنے کا یہ جسم نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھی کا ہے۔ جوگی نے اریادنے کو غائب کر کے اس کے گھر پہنچا دیا تھا۔ اب وہ شخص اریادنے کے روپ میں فرش پر پڑا ہوا تھا۔ جب روفس نے میان سے تلوار نکالی تو اس شخص نے کہا۔ ''روفس! یہ تم کیا کر رہے ہو؟ میں شمعو ہوں۔''

روفس کو ایسا سنائی دیا جیسے اریادنے رحم کی بھیک مانگ رہی ہے التجا کر رہی ہے۔

''فراتے نے تمہیں مجھ سے چھین لیا تھا۔ میں تمہارے اس خوبصورت بدن پر دسترس حاصل نہ کر سکا۔ سرفراز نہ ہو سکا۔ اب تمہارا جسم مسلا جا چکا ہے اریادنے! میں تمہارا جسم چاک کر رہا ہوں۔''

"روفس۔روفس۔" وہ ہیجانی لہجے میں چلانے لگا۔ "تم کیا اندھے ہو گئے ہو۔حرام زادے تم مجھے نہیں پہچان رہے ہو۔میں شمعو ہوں۔اریادنے نہیں ہوں۔خبردار جو تم نے مجھے ہاتھ لگایا۔"

روفس کو اس کی آواز اریادنے کی طرح لگی۔نسوانی آواز تھی۔ "اریادنے تم مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتی ہو۔" روفس نے کہا۔ "میں اندھا نہیں ہوں۔اندھی تم ہو جو اپنے آپ کو نہیں دیکھ رہی ہو۔" شمعو نے اپنے جسم کو دیکھا تو بھونچکا سا ہو گیا۔یہ واقعی اس کا بدن نہیں تھا۔ایک عورت کا جسم تھا۔ہاتھ پیر بھی عورت جیسے ہی تھے۔اسے اپنی آواز بھی بدلی ہوئی کسی عورت کی طرح لگ رہی تھی۔یہ سب کیا ہے۔وہ عورت کیسے بن گیا۔روفس نے تلوار کی نوک اس کی ناف کے نیچے رکھ دی۔شمعو میں طاقت نہیں رہی تھی کہ وہ اٹھ کر کھڑا ہوتا۔مزاحمت کرتا۔روفس نے تلوار کو ناف کے نیچے ٹھیک سے رکھا اور پیٹ تک چاک کر دیا۔ان تینوں کو وہ اریادنے نہیں لگی تھی۔صرف روفس کو لگی تھی۔وہ خوش ہو گئے تھے کہ اسمہ کا قاتل کیفر کردار کو پہنچا۔

جوگی چاہتا تو واپس بنگال اپنے گاؤں جا سکتا تھا فراتے اور اس کے ساتھیوں کو جہاز سمیت غرق کر سکتا تھا۔ماماکس اور بانیو کو نکال کر لے جا سکتا تھا۔لیکن اس نے دانستہ ایسا نہیں کیا تھا۔وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کیا حالات پیش آ سکتے ہیں۔

"اریادنے کہاں چلی گئی؟" ماماکس نے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"وہ اس ہنگامے میں سے ایک طرف خاموشی سے نکل گئی۔اس وقت جب فراتے دوسری عورت کو تخت پر لے آیا تھا۔" جوگی نے کہا۔

"خداوند۔اس کی حفاظت کرے۔" ماماکس نے کہا۔ "وہ واحد عورت ہے جو اپنی جان اور عزت بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہو گئی۔"

☆......☆......☆

تین دن بحری سفر کے بعد فراتے کا جزیرہ آ گیا تھا۔جو اس کی اپنی ملکیت تھا۔اس پورے جزیرے پر اس کی اپنی حکمرانی تھی۔غلاموں کو قطار کی صورت میں اتارا گیا۔مردوں اور عورتوں کے الگ الگ باڑے تھے۔زنجیریں اور بیڑیاں بھی ان کے جسموں سے الگ نہیں ہوئیں۔وہ باڑے میں مقید رہے اور آہنی حلقوں میں جکڑے رہے۔جوگی نے اپنے منتر کے زور سے ان زنجیروں،بیڑیوں اور حلقوں کو پھولوں کا سا بنا دیا۔سب حیران تھے کہ یہ کیوں کر اور کیسے ہو گیا۔

اور قید میں کئی دن بیت گئے تھے لیکن انہیں کبھی قید خانہ محسوس نہیں ہوا تھا۔کیونکہ جوگی کا کالا منتر اپنا کام دکھا رہا تھا۔انہیں صبح و شام جو کھانا پہنچایا جاتا تھا وہ جانور بھی شاید نہ کھائیں۔صرف ایک دن ایسا کھانا انہیں کھانا پڑا تھا۔دوسرے دن سے تمام غلام مردوں اور عورتوں کو مرغن اور لذیذ

اور ذائقے دار کھانے ملنے لگے تھے۔جو کھانا فراتے اور اس کے خاص آدمیوں کو ملتا تھا اس کی مقدار اتنی بن جاتی تھی کہ انہیں مجبوراً غلاموں کو دینا پڑ جاتی تھی۔ان کی صحت قابل رشک ہوتی جا رہی تھی۔

فراتے کے جزیرے کے جیل خانے میں جو باڑے کی شکل میں تھے۔اس میں غلاموں کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔جوگی ماماکس اور بانیو کے درمیان ایک خاص قسم کی قربت پیدا ہو گئی تھی۔وہ تینوں ایک اکائی بن گئے تھے۔ان میں بانیو گرانڈیل قوی اور شہ زور تھا۔اس کے پاس بے پناہ جسمانی قوت تھی۔جوگی کے پاس نہ صرف ذہن تھا بلکہ وہ پراسرار علوم کا ماہر تھا۔لیکن اس کی بابت اس نے اپنے دوستوں کو اعتماد میں نہیں لیا تھا۔اس کے علاوہ وہ بھی بے پناہ جسمانی اور جنسی قوت کا مالک تھا۔وہ ہر قسم کا خطرہ مول لیتا تھا اور فی الفور فیصلہ کر گزرتا تھا۔ماماکس کے پاس تجربہ اور مہارت تھی۔اس میں قوت برداشت اور حالات سے سمجھوتا کرنے کی زبردست صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔

مرغن غذاؤں اور جوانی نے عورت کی طلب بڑھا دی تھی۔نہ صرف ان کے باڑے میں سخت پہرہ تھا بلکہ عورتوں کے باڑے میں بھی۔سارے مرد قیدی شام سے صبح تک پابہ زنجیر کر دیئے جاتے تھے۔اس لیے پہرے دار عورتوں کے باڑے سے عورتوں کو لا کر اس باڑے میں چلے جاتے تھے جو ان کے لیے مخصوص تھا۔وہ شراب اور شباب سے دل بہلاتے تھے۔یہ چار عدد پہرے دار تھے۔رف مردوں کو پابہ زنجیر کیا جاتا تھا۔جب کہ عورتوں کے باڑے کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی جاتی تھی انہیں عورتوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا کہ فرار ہو جائیں گی۔

جوگی اپنے جادو کے زور سے نہ صرف زنجیریں بلکہ بیڑیاں بھی کھول سکتا تھا لیکن اس طرح اس کا راز ظاہر ہو جاتا۔اس کے ذہن میں ایک روز تدبیر آئی تو اس نے ایک کیل دیوار سے اکھاڑ لی۔پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ اس کیل کی مدد سے تالے،بیڑیاں اور زنجیریں کھول سکتا ہے۔پھر اس نے اپنی اور ان دونوں کی بیڑیاں اور زنجیریاں کھول دیں۔

ایک دن سارے غلاموں کو باڑے سے ہانک کر ایک وسیع و عریض ہال میں لے جایا گیا۔ایک بہت بڑے چبوترے پر فراتے اس کی ماں اور بوڑھا باپ براجمان تھے۔روفس ان کے قریب کھڑا ہوا تھا۔فراتے کے اشارے پر روفس نیچے آیا اور تمام غلاموں کو برہنہ ہونے کا حکم دیا۔غلاموں نے اس کے حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کی۔اس کے سوا چارہ بھی نہ تھا۔پھر فراتے بھی چبوترے سے نیچے اتر آیا۔وہ گھوم پھر کر غلاموں کا جائزہ لینے لگے۔ان غلاموں میں سے دس غلام منتخب کیے گئے۔باقی غلاموں کو واپس باڑے میں بھیج دیا گیا۔ان دس غلاموں کو باری باری فراتے

کے بوڑھے باپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ وہ بوڑھا تجربے کار اور جہاں دیدہ تھا۔ اس کی عمر پچاس برس سے کسی طرح کم نہیں تھی۔ اس کے قویٰ اب بھی بے حد مضبوط تھے اور بڑی بڑی آنکھوں میں عقابی چمک تھی۔ آبائی پیشہ بیٹے کے حوالے کر کے اب وہ گوشہ نشین کی زندگی گزار رہا تھا۔ وہ باری باری غلاموں کے جسموں کا جائزہ لیتے ہوئے ٹٹول رہا تھا۔ دانت اور بازو سے لے کر ناف کے نیچے تک اس نے ہر غلام کو ناپ ڈالا۔ پھر ان میں مزید چھانٹی ہوئی۔ ان میں صرف چھ منتخب قرار دیئے۔ ان چھ میں جوگی، ماماکس، بانیو، روینٹس، رنیڈیکس اور برو شامل تھے۔ جوگی کی عمر انیس سال ماماکس کی چھتیس برس، بانیو کی بائیس، ڈینٹس کی بیس اور رینڈیکس کی بائیس برس تھی۔ برو کو اپنی عمر معلوم نہیں تھی پھر اس کی عمر اندازے سے بیس برس لکھ لی گئی۔ بانیو بالائی نیل کے علاقے تھیسیں کا رہنے والا تھا، ڈینٹس سسلی کا تھا اور رنیڈیکس یونس کا رہنے والا تھا۔ برو اپنی عمر کی طرح اپنی جائے پیدائش سے بھی لاعلم تھا۔

ان چھ کو ان کی مختلف خصوصیات کی بناء پر منتخب کیا گیا تھا۔ اس جزیرے پر ان کی مزید تربیت ہونا تھی تاکہ بعد میں انہیں روم لے جا کر اچھی قیمت پر فروخت کیا جا سکے۔ وہاں جاں بازوں کو تربیت دینے والا کوئی بھی ادارہ ہاتھوں ہاتھ خرید لیتا اور خصوصی تربیت دے کر مشہور رومن اکھاڑے سرکس میکس مس میں لڑنے کے لیے بھیج دیتا۔

ان چھ کو ایک علیحدہ باڑے میں بند کر دیا گیا اور ان پر خصوصی توجہ دی جانے لگی۔ فراتے صرف ایک جزیرہ ہی نہیں بلکہ اچھی خاصی سلطنت سے کم نہیں تھا۔ اس کا اپنا ایک نظام اور دستور بھی تھا۔ وہاں باقاعدہ زراعت کی جاتی تھی باغ بانی بھی ہوتی تھی اور مویشیوں کے فارم بھی تھے۔ اس کے علاوہ منفعت بخش کام روم کے اکھاڑے، سرکس میکس مس کے لیے جاں باز فراہم کرنا بھی شامل تھا۔

ان کا اتالیق اور نگران ڈمناریکس نامی ایک نوجوان شخص تھا۔ وہ دراز قد اور کسرتی جسم کا مالک تھا۔ اگر اسے ایک رخ سے دیکھا جاتا تو وہ انتہائی وجیہہ اور پرکشش نظر آتا مگر دوسرے رخ سے انتہائی کریہہ اور خوفناک تھا۔ اس کے ایک رخسار پر گوشت اور کھال نہیں تھی۔ جس کے سبب اس کے دانت صاف طور پر دکھائی دیتے تھے۔ اس رخ پر آنکھ بھی نہیں تھی۔ وہ ان لوگوں کے لیے بہت مہربان اور نرم ثابت ہوتا تھا جو اس کے کسی حکم سے انحراف نہیں کرتے تھے۔ اس نے انہیں نرمی سے سمجھایا کہ ان کی فلاح اس میں ہے کہ وہ یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اس سلسلے میں ان کی ہر کوشش بیکار ثابت ہوگی۔ اگر وہ ڈمناریکس کے کہنے پر چلیں گے تو اسے اپنا بہترین اور مخلص دوست پائیں گے۔ وہ ان کا ہر طرح سے خیال رکھے گا۔

ڈمناریکس کبھی خود سرکس میکس مس کا نام اور جانباز رہ چکا تھا مگر ایک مقابلے میں مغلوب ہونے کے بعد اسے مردہ قرار دے کر سمندر میں پھینک دیا گیا تھا۔ یہ اتفاق سے فراتے کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ وہ جب سے یہاں پر تھا اور اسے غلاموں کی خصوصی تربیت پر مامور کر دیا گیا تھا۔ فراتے کو اس جیسا اتالیق کبھی مل نہیں سکتا تھا۔

ڈمناریکس واقعی ایک بہترین اتالیق ثابت ہوا تھا۔ ان کی توقع سے کہیں بڑھ کر۔ وہ جلد ہی اس کی صلاحیتوں کے معترف ہو گئے تھے۔ اس کی نگرانی میں وہ مختلف بھاری کام انجام دیتے تھے جس سے ان کی جسمانی قوتوں اور چستی میں حیرت انگیز اضافہ ہوا تھا جس کی انہیں توقع نہیں تھی۔

چھ مہینے بعد فراتے اور اس کے باپ نے ان کا امتحان لیا۔ آزمائش کی۔ ایک جوہری کی کسوٹی پر پرکھا وہ سب فراتے اور اس کے باپ کے مطلوبہ معیار پر پورے اترے اور انہیں پھر جہاز میں سوار کرا دیا گیا۔ ان کی منزل روم تھی۔ وہ خوش تھے کہ انہیں جزیرے سے نجات ملی اور عظیم روم کو دیکھیں گے۔

وہ پہلے دو تھے۔ پھر تین ہوئے۔ پھر چھ ہو گئے تھے۔ ان کے درمیان بڑی محبت اور انسیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ ڈمناریکس کو کبھی بھول نہیں سکتے تھے۔ اس بھیڑ بھاڑ میں وہی ایک قاعدے کا آدمی نظر آیا تھا۔ خاص طور پر جوگی کے دل میں اس کے لیے بڑا احترام تھا۔ وہ اس کی شخصیت سے بہت ہی زیادہ متاثر ہوا تھا۔

جوگی اس دور میں پہنچ کر بہت ہی مسرور تھا۔ اس نے کبھی خواب وخیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس کی زندگی میں ایسے دن بھی آ سکتے ہیں۔ وہ ماضی کے جس دور میں چاہے پہنچ سکتا ہے۔ جس ملک میں چاہے جا سکتا ہے۔ یہ دور خود اس نے ہی منتخب کیا تھا۔ جس قسم کے حالات اور واقعات پیش آ رہے تھے وہ بڑے عجیب وغریب اور بے حد خطرناک تھے۔ تاہم وہ خائف نہیں تھا کیونکہ کالا منتر کے علوم کا ماہر تھا۔ پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ پراسرار علوم اس کے ذہن میں محفوظ تھے۔ وہ ان سے بہت سارے کام لے سکتا تھا۔ ذہن پڑھ سکتا تھا۔ کسی کے ذہن پر سوار ہو سکتا تھا۔ اسے اپنا مطیع بھی بنا سکتا تھا۔ اس نے اپنے تمام ساتھیوں کے ذہن پڑھ لیے تھے۔ وہ مخلص تھے۔ ان میں اپنائیت اور انسیت تھی۔ محبت کا گہرا جذبہ موجود تھا۔

اس نے اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر بہنے دیا۔ وہ اپنے پراسرار علوم کو صرف اس وقت استعمال کرنا چاہتا تھا جب حالات بے قابو ہو جائیں اور جان کو خطرہ لاحق ہو جائے اس کا ہر وقت آزمانا بھی مناسب نہیں تھا۔

☆......☆......☆

ان کا جہاز جب اپنی منزل مقصود پر پہنچا تو وہ ساحل پر نہیں لگا۔ وہ ساحل سے دور بیچ سمندر میں روک دیا۔ کیونکہ وہ قزاقوں کا جہاز تھا۔ انہیں ساحل پر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ انہیں ساحل سے خود بھی دلچسپی نہ تھی۔ انہیں صرف غلاموں کو فروخت کرنے سے دلچسپی تھی۔ جہاز پر ہی مول تول ہونے کے بعد ان کا سودا ہو گیا۔ پیڈلیس نامی ایک تربیتی ادارے کے مالک نے انہیں ایک معقول رقم کے عوض خرید لیا۔ پھر جہاز واپس روانہ ہو گیا۔

انہیں جہاز سے ایک بڑی کشتی میں سوار کرایا گیا۔ پھر انہیں ساحل پر اتارا گیا۔ پھر انہیں ایک قطار کی صورت میں کورنیل ہل کی طرف لے جایا گیا۔ جہاں تربیتی ادارہ تھا۔ وہ پیدل چل رہے تھے۔ پیڈلیس اور اس کے آدمی ان کے آگے پیچھے گھوڑوں پر سوار تھے۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ شفق کی لالی آسمان پر پھیلی ہوئی تھی۔ جوگی خوش تھا کہ وہ روم آ گیا تھا۔ وہ عروس البلاد روم کی ایک سڑک سے خواب کی سی حالت میں گزر رہا تھا۔

وہ سنگ مرمر سے بنے ہوئے ایک معبد کے قریب سے گزر رہے تھے کہ ایک سمت سے اچانک ایک بگھی سڑک پر نمودار ہوئی۔ بگھی پر نصف پردہ پڑا ہوا تھا اور اس کے گرد چھ مسلح گھڑ سوار حصار کئے ہوئے تھے۔ پیڈلیس نے فوراً اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور مزید آگے بڑھنے سے روک دیا۔

پھر اس نے غلاموں کی طرف رخ کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''کوئی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالے۔ سب اپنے سر جھکا لیں اور اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔ امپیریل ہاؤس کی مقدس جولیا گزر رہی ہیں۔''

بگھی قریب سے گزری تو پیڈلیس کے سخت حکم کے باوجود جوگی اپنی نگاہ پر قابو نہ رکھ سکا۔ وہ کسی ضدی بچے کی طرح مچل کر اس کی طرف اٹھ گئی۔ اس کی نگاہ بگھی اور پھر خوبصورت ریشمی پردے پر جم گئی۔ لہراتے پردے کی درز سے اسے سفید چہرہ اور گہری سیاہ آنکھیں نظر آئیں۔ لمحے بھر کے لیے ان کی نظریں ایک دوسرے میں پیوست ہو گئیں۔ اس عورت کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ پر بگھی آگے بڑھ گئی تھی۔ کچھ آگے جا کر بگھی رک گئی تھی۔ چند لمحوں کے بعد دو سوار پلٹ کر ان کی طرف آئے اور پیڈلیس سے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' ایک نے قدرے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

''میرا نام پیڈلیس ہے۔'' اس نے مؤدبانہ انداز سے جواب دیا۔

''پیشہ کیا ہے؟''

''میں کوئی غیر معروف شخص نہیں ہوں۔ کورنیل ہل کے دامن میں میرا ایک تربیتی ادارہ ہے۔ میں جانبازوں کو تربیت دے کر انہیں تیار کرتا ہوں۔ مگر تم مجھ سے یہ سوالات کیوں کر رہے

ہو؟ میں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا اور نہ ہی میرے خلاف کوئی الزام ہے۔ میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہوں۔''

''مقدس ماں جولیا عظیم راہبہ کو ان سوالوں کے جواب درکار ہیں۔'' اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ ''مارمورا کے تہہ خانے کا مزا چکھنا نہیں چاہتے ہو تو جو کچھ تم سے پوچھا جائے اس کا جواب دیتے جاؤ۔''

پیڈلیس خوف سے کانپنے لگا۔ جو عورت بگھی میں سفید پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی وہ رومی شہنشاہیت کی سب سے عظیم اور طاقتور شخصیت تھی۔ حتیٰ کہ روم کا شہنشاہ بھی اس خصوصی راہبہ کی طاقت اور اثر ونفوذ کے آگے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ مزید یہ کہ وہ جولین خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ جو شہنشاہ کے قریب ترین خاندان تھا۔

پیڈلیس فوراً ہی اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور مسلح سوار کے آگے تعظیماً جھک گیا۔ پھر اس نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ''میں آپ کے ہر سوال کا جواب دینے کے لیے تیار ہوں۔''

''یہ کون ہے؟'' مسلح سوار نے جوگی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دریافت کیا۔

''زر خرید غلام ہے۔ کچھ ہی دیر ہوئی میں نے اسے خریدا ہے میں اسے دوسرے غلاموں کے ساتھ جانباز کی حیثیت سے تربیت دینا چاہتا ہوں۔'' پیڈلیس نے اسے بتایا۔ مسلح جوان جوگی کی طرف مڑا اس نے جوگی سے پوچھا۔ ''تمہارا نام کیا ہے؟''

''جوگی۔'' جوگی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''تم کہاں کے باشندے ہو؟'' اس مسلح سوار نے اس سے دوسرا سوال کیا۔

''میں شام میں پیدا ہوا تھا۔'' جوگی کے منہ سے بلا ارادہ نکل گیا۔ مسلح نوجوان نے جوگی کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ اس نے جوگی کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لیا جوگی نے سر جھکا لیا۔

وہ مسلح نوجوان پیڈلیس کی طرف گھوم گیا۔ ''تمہارا نام پیڈلیس ہے اور تم کورنیل ہل کے دامن میں جاں بازوں کا تربیتی ادارہ چلاتے ہو۔ تم نے اس غلام کو جس کا نام جوگی ہے کچھ دیر ہوئی خریدا ہے اور اس غلام کا تعلق سرزمین شام سے ہے۔'' اس نے ذہن نشین کرنے کے انداز سے کہا۔ ''یہ ہیں نا تفصیلات؟''

پیڈلیس نے سر ہلا دیا۔ مسلح گھوڑے سوار لوٹ گئے۔ بگھی دوبارہ چل پڑی۔ پیڈلیس دیر تک اپنی عرق آلود گردن اور پیشانی پونچھتا رہا تھا۔ اس کی حالت سنبھلنے نہیں پا رہی تھی۔ اس کی رگوں میں لہو منجمد ہو گیا تھا۔

تربیتی ادارے میں جس جگہ جاں بازوں کو رکھا جاتا تھا وہ اصطبل کہلاتے تھے اور اصطبل

سے مختلف بھی نہیں تھے۔ بلکہ درحقیقت وہ ہر لحاظ سے اصطبل ہی تھے۔ جاں بازوں کو انسانوں سے کمتر اور جانوروں کے برابر سمجھا جاتا تھا اس لیے انہیں جانوروں کی مانند اصطبل میں رکھا جاتا تھا۔ ان کی پرورش، نگہداشت اور تربیت جان بازوں کی طرح ہی کی جاتی تھی۔ اصطبل میں داخل ہونے کے بعد جب وہ سب فرش پر بیٹھ گئے تو برو نے پوچھا۔

"ماماکس۔ کیا اس شخص کے پاس انسانوں کو رکھنے کے لیے جگہ نہیں ہے؟"

"ہم مہمان نہیں بلکہ زرخرید غلام ہیں۔" ماماکس نے جواب دیا۔ "ہمیں جہاں بھی رکھا جائے رہنا تو ہے۔"

"کیا یہ بھی تربیت کا ایک حصہ ہے؟" بانیو نے سر جھکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔" ماماکس نے جواب دیا۔ "جاں بازوں کی تربیت اس نہج پر اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اپنے حریف اور مدمقابل کو شقاوت اور بربریت سے ہلاک کر دیں۔ ورنہ خود دردناک موت کے لیے تیار ہو جائیں۔"

"کیا ایک جاں باز اپنے حریف کو شکست دینے کے بعد اسے معاف نہیں کر سکتا؟" برو نے سوال کیا۔

"نہیں۔" ماماکس نے سر ہلایا۔ "ہار جیت کی صورت میں ایک جاں باز کی موت لازمی ہے۔ اس لیے ان کی زندگی کا سارا فلسفہ مار ڈالنے میں مضمر ہے۔ دوسرے کی موت میں اس کی زندگی پوشیدہ ہوتی ہے۔ مشہور تاریخی رومن اکھاڑے میں جاں بازوں کو نہ صرف دوسرے جاں بازوں سے لڑنے پر مجبور کیا جاتا ہے بلکہ انہیں خون آشام درندوں سے بھی لڑنا پڑتا ہے۔ یہ خونی کھیل، یہ تماشا رومیوں کا پسندیدہ اور قومی کھیل ہے۔ وہ اسے اس لیے شوق جنون سے دیکھتے ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ درندگی، بربریت، خون آشامی بھیڑیوں کی شقاوت سے یہ لوگ محظوظ ہوتے ہیں؟" جوگی نے پوچھا۔

"ہاں۔ اس رومی قوم نے اسے اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔" ماماکس نے جواب دیا۔

کچھ دیر بعد پیڈلیس چند مسلح آدمیوں کے ہمراہ آیا۔ جوگی اور اس کے ساتھیوں کو بھی ایک بڑے سے باڑے کے مختلف اصطبلوں میں رکھ دیا گیا۔ ان اصطبلوں میں دو دو کر کے رکھے گئے۔ جوڑیاں یوں بنائی گئی تھیں۔ جوگی اور ماماکس، رنیڈیکس اور ڈینٹس، بانیو اور برو۔ وہاں اور بہت سارے جان باز تھے جن کی تعداد ڈیڑھ سو کے لگ بھگ بنتی تھی۔ وہ دن میں آزادانہ ایک دوسرے سے مل سکتے تھے۔ مگر رات کو انہیں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہی سونا پڑتا تھا۔ اصطبل میں ایک کمبل بچھانے اور ایک کمبل اوڑھنے کے لیے دیا ہوا تھا۔

ان چھ دوستوں کی دوبارہ ملاقات رات کے کھانے پر ہوئی۔ ڈینٹس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "دوستو۔ صورتحال تو بہت اچھی ہے۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" ماماکس نے تائیدی لہجے میں کہا۔ "یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم ایک ساتھ ہیں۔"

بانیو نے خوش ہوتے ہوئے شوخی سے کہا۔ "جوگی نے چھوٹتے ہی میدان مار لیا۔ وہ عورت اس پر مرمٹی۔"

"اگر تمہارا اشارہ اس مقدس کنواری ماں کی طرف ہے جو ہمیں راستے میں ملی تھی تو یہ جان لو کہ۔ اسے صرف چھو لینے کا مطلب انتہائی دردناک اذیت ناک اور عبرت ناک موت ہے۔" ڈینٹس نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

☆......☆......☆

نیرو کے محل گولڈن ہاؤس کا وسیع و عریض اور پرشکوہ ہال جست کے ہزاروں بڑے بڑے چراغوں کی روشنی سے بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ایک شاندار اور پرتکلف تقریب اپنے اختتام کو پہنچی تھی جس میں اعلیٰ قسم کی شرابیں اور انواع اقسام کے بہت ہی عمدہ اور لذیذ کھانے بھی تھے۔ تمام مہمان درباری اور مصاحب ہال میں موجود تھے۔ مگر نیرو اپنے خصوصی منظور نظر اور مقرب خاص لوگوں پوپیا غلام زادی ایکتے اور ایک جاں باز پائتھاگورس کے ہمراہ تخلیے میں جا چکا تھا۔

ہال کے بڑے سے بیرونی دروازے پر قرنوں کی تین معیاری آوازیں سنائی دیں جس سے پورا ہال گونج کر رہ گیا۔ اس گونج کا مہمانوں نے کوئی اثر نہیں لیا۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ بوس وکنار مے نوشی اور سرگوشیوں میں مصروف رہے۔ ایک غلام دہلیز تک گیا۔ اور اس نے لپک کر دروازہ کھول دیا۔ دہلیز کی دوسری طرف دو محافظ سپاہی جو سفید لباس میں ملبوس تھے۔ وہ رات کی تاریکی میں کھڑے نظر آئے۔ دروازہ کھلتے ہی وہ دونوں نپے تلے قدموں سے ہال کی طرف بڑھے۔ پھر وہ بلند آواز سے چیخے۔

"راستہ دو۔ مقدس جولیا آ رہی ہیں۔ روم کی مقدس ماں۔ ان کے لیے راستہ بناؤ۔"

ان سپاہیوں کے عقب میں دو سپاہی اور بھی تھے۔ ان کے درمیان ایک بلند قامت، بارعب اور باوقار عورت تھی۔ اس کے قبل از وقت سفید بال، ایک اونی رومال سے ڈھکے ہوئے تھے۔ اس کے پتلے، سفید اور بے شکن چہرے پر گہری سیاہ آنکھیں روشن تھیں۔ وہ سر اونچا اٹھائے، ادھر ادھر دیکھے بغیر لوگوں کے جھکے ہوئے سروں کی قطار کے درمیان سے گزرتی چلی گئی۔ دونوں سپاہیوں کی معیت میں وہ متعدد خالی کمروں سے گزرتی ہوئی ایک دوسرے جست کے دروازے پر رک گئی۔

پھر اس نے ہاتھ کے اشارے سے دونوں سپاہیوں کو رخصت کیا اور دستک دیئے بغیر دروازہ کھو
کر کمرے میں داخل ہوگئی۔

اندر ایک عورت سنگھار دان کے سامنے سنگ مرمر کی بنچ پر بیٹھی ہوئی تھی اور دو غلام زادیاں ا
کے سر پر سرخ رنگ کی وگ درست کر رہی تھیں۔ وہ عورت قدرے جھک کر آئینے میں آنے وا
عکس دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ایک غلام زادی کا ہاتھ جھٹک دیا اور حیرت کی کیفیت میں تیزی
گھوم گئی۔ "جولی۔" وہ بھونچکی ہو کر بولی اس پر ایک لمحہ کے لیے سکتے کی سی کیفیت طاری رہی۔

چند ثانیوں کے بعد وہ سنبھل کر بولی۔ "آخر وہ کون سی ایسی بات ہے جو تمہیں رات کی ا
گھڑی یہاں لے آئی؟" وہ سفید پوش جولیا سے مخاطب تھی لیکن اس کے ہاتھ بری طرح کانپ
رہے تھے۔

"ایک مقدس کنواری ہونے کے ناطے میں بغیر کسی پوچھ گچھ کے جہاں چاہے جا سکتی ہو
مگر میں یہاں اس وقت ایک مقدس کنواری کی ترجیحات کے مسئلے پر بحث کرنے نہیں آئی ہو
ایگری پینا۔ میں تم سے گفتگو کرنے آئی ہوں۔ میں اس گفتگو کی اتنی شدید ضرورت محسوس کر رہی تھ
کہ انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اپنی لڑکیوں کو رخصت کر دو۔"

لڑکیاں جولیا کی بات سنتے ہی مزید کسی حکم کے اپنے چرمی سینڈلوں پر تیزی سے گھوم گئیں او
کمرے سے نکل گئیں۔ جولی نے اس وقت تک انتظار کیا جب تک کمرے کی دوسری طرف چٹ
چڑھائے جانے کی آواز سنائی نہیں دی۔ کمرہ اگرچہ پوری طرح روشن تھا اور وہاں کسی کے چھپے ہو
کے امکانات نہیں تھے مگر اس کے باوجود مقدس جولی نے بھرپور نگاہ سے کمرے کے گوشوں کا جائز
لیا۔ وہ اس وقت جس عورت سے ملنے آئی تھی وہ ایسی نہیں تھی کہ اس کے ظاہر پر اعتماد کیا جا سکتا۔

"ایگری پینا۔ اگر تم نے اطراف میں اپنے جاسوس چھپا رکھے ہوں تو انہیں بھی چل
کردو۔" جولی نے کہا۔

"آخر تم اس قدر محتاط اور خوف زدہ کیوں ہو۔ آخر تم کیا کہنے آئی ہو؟" ایگری پینا کی حیرت
دو چند ہوگئی۔

"اس لیے کہ جو بات میں تم سے کہنے کے لیے آئی ہوں وہ نہ صرف تمہیں بلکہ مجھے بھی تبا
کرنے کے لیے کافی ہے۔"

"ہم تنہا ہیں جولی۔" ایگری پینا نے اسے فوراً ہی یقین دلایا۔ "اس وقت ہمارے علا
یہاں کوئی اور موجود نہیں ہے۔ اور پھر ہماری آوازیں بھی باہر نہیں جا سکتی ہیں۔" ایگری پینا ن
بھاری وگ سر سے اٹھا کر فرش پر ڈال دی۔ "میں اب دربار کا رخ بھی نہیں کرتی ہوں۔ ایسا لگتا ہ

کہ میں پہلی جیسی اب مقبول بھی نہیں رہی ہوں۔ نیرو اپنا سارا وقت اپنی داشتہ پوپیا۔ غلام زادی
ایکٹے اور جاں باز پائتھا گورس کے ساتھ گزارتا ہے۔ جس سے اس نے شادی کر رکھی ہے اور وہ
اسے اپنا شوہر گردانتا ہے۔ اس لیے اب میں اکیلی ہوں۔ اب کوئی شخص میرے مشورے قبول نہیں
کرتا ہے اور نہ ہی میری پسند اور ناپسند کا خیال کرتا ہے۔"

جولیا۔ ایگری پینا کے قریب پہنچی اور ہاتھی دانت کی کرسی کھینچ کر بیٹھ گئی۔ پھر وہ قدرے جھکی
اور گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔ "دربار میں تم سے متعلق جو افواہیں پھیل رہی ہیں میں ان سے
واقف ہوں۔"

"وہ میرے خلاف ہوگیا ہے جولیا۔ اور یہ محض پوپیا کی وجہ سے ہوا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتی
ہے کہ میں کبھی یہ نہیں چاہوں گی کہ نیرو۔ اوکتاویا کو طلاق دے دے۔ پوپیا روم کی ملکہ بننے کے
سہانے خواب دیکھ رہی ہے۔" پھر وہ جولیا کی طرف جھک کر سرگوشی میں آہستگی سے بولی۔ "اور
اب تو میں ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ میری زندگی خطرے سے دوچار ہے۔"

جولیا نے ایگری پینا کا گہری نظروں سے اس طرح سے جائزہ لیا جیسے وہ اسے پہلی بار دیکھ
رہی ہو۔ ایگری پینا چالیس برس سے کم کی نہیں تھی۔ لیکن اس کی خصوصی خادماؤں نے اپنے بہترین
فن اور مجرب نسخوں سے اس کی عمر کو چھپا دیا تھا۔ اب وہ روز بروز نوجوان ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی
جلد ملائم، چکنی، صاف وشفاف اور شکنوں سے پاک تھی۔ اس کے بال گہرے سیاہ تھے۔ ان میں
ایک بھی چاندی کا تار نہ تھا۔

"مجھے تمہاری ذہانت کا اعتراف ہے ایگری پینا۔" جولیا کہنے لگی۔ "تم نے ایک تجربہ کار اور
ماہر جواری کی طرح ہمیشہ اونچے داؤ لگائے اور بازیاں جیتتی رہی ہو۔ تم نے روم کی ملکہ بننے کے
لیے میرے چچا کلاڈیس سے شادی کی۔ پھر تم نے ڈومینس سے، تاکہ اپنے لڑکے کو شہنشاہ بنا سکو۔
کلاڈیس کو زہر دے کر تم نے راستہ صاف کیا۔ تم نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ کلاڈیس کے
جائز وارث برٹیا فیکس کو بھی زہر دے دیا۔ پھر کلاڈیس کی بیٹی اوکتاویا سے نیرو کی شادی کرا دی
تمہیں تمہارے اقتدار تک پہنچنے کی کہانی سنانا بہت عجیب سا لگ رہا ہے۔ میرا خود بھی خیال تھا کہ وہ
کلاڈیس یا برٹیا فیکس سے بہتر شہنشاہ ثابت ہوگا۔ اوکتاویا ایک اچھی لڑکی ہے۔ اور نیرو سے بہتر
شوہر کا حق رکھتی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ نیرو اس قدر بدل گیا ہے یقین نہیں آتا ہے۔ اس نے روم
کے شہنشاہ سے بہترین آغاز کیا تھا مگر اب اسے دیکھو۔ یہ کیا ہو گیا ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں جولیا۔" ایگری پینا نے اس کے چہرے پر نظریں مرتکز کر دیں۔ "پہلے
میں نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی تھی لیکن اب میں کس قدر خوف زدہ ہوں بتا نہیں سکتی۔"

"یہ ایک فطری بات ہے۔" جولیا کہنے لگی۔ "ایسا ہونا بھی چاہیے۔ میں اس غرض سے
تمہارے پاس آئی ہوں۔ لیکن میں کچھ کہنے سے پیشتر تمہیں ایک بات بتا دوں اگیری پینا۔ تم غو
سے سنو۔ تم یہ بات اچھی طرح جانتی ہو کہ جنہیں میں بہت زیادہ چاہتی ہوں۔ ان میں سے تم ایک
ہو۔ کیا تمہیں میری اس بات سے انکار ہے؟"

"ہاں۔ میں یہ بات جانتی ہوں جولیا۔ تم مجھ سے بہت محبت کرتی ہو۔" اگیری پینا نے
سر ہلایا۔

"ابھی سے نہیں بلکہ بہت پہلے سے مجھے یہ بات معلوم ہے کہ تم بہت خود غرض، مکا
اور سازشی ہو مگر اس کے باوجود مجھے تم سے بہت محبت ہے۔ میں تم سے حقیقی محبت کرتی ہوں شا
کسی اور سے اتنی محبت کرتی ہوں گی۔ مجھے یاد ہے کہ ہم دونوں بہنوں کی مانند ایک ساتھ
تمہارے باپ جرمانیکس کے مکان میں پلی بڑھی ہیں۔ پرورش پائی۔ اس وقت ہم دونوں چھو
بڑی بہنوں کی طرح تھیں۔ میں تمہیں چھوٹی بہن کی طرح بے انتہا چاہتی تھی۔ تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں۔ مجھے آج بھی اسی طرح یاد ہے جیسے کل کی بات ہو۔ میں تمہاری اس محبت کو ک
بھول سکتی ہوں جولیا۔"

"چونکہ آج بھی میری وہی محبت برقرار ہے اس لیے میں تمہارا اور اوکتادیا کا بھی تحفظ
چاہتی ہوں۔"

اگیری پینا، جولیا کی طرف ذرا جھکی اور اپنے عمرزاد کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولی۔ "
پیاری۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کسی نے بھی کہا کہ وہ مجھ سے محبت کرتا ہو۔ بالغرض کسی نے کہا بھی
اپنے قول میں پرخلوص رہا ہو۔"

"کیا اگاتھونیس نے کبھی تم سے اقرار محبت نہیں کی؟ وہ تم سے محبت کرتا تھا نا؟" جولیا
پوچھا۔

"اگاتھونیس؟" اگیری پینا نے چونک کر اسے ویران منجمد نظروں سے دیکھا۔

"ہاں۔ میں اگاتھونیس کے بارے میں پوچھ رہی ہوں۔ کیا اس نے تمہیں کبھی نہیں بتا
وہ تم سے محبت کرتا ہے؟"

اگیری پینا کا بایاں ہاتھ ٹھوڑی پر پہنچ گیا اور انگلیاں اس کے گلے کو سہلانے لگیں پھر وہ
ہوئے بولی۔ "اگاتھونیس؟ جولیا۔ آخر اس کے ذکر سے تمہارا کیا مقصد ہے؟"

"میں المانیہ کے اس شہزادے کا ذکر کر رہی ہوں جو یرغمال تھا۔ جسے تمہارے والد
آخری فتوحات میں یرغمال بنا کر لے آئے تھے۔ تمہیں یاد آ رہا ہے اگیری پینا اس وقت اس

ی کیا تھی؟ وہ چھوٹا اور ہمارا ہم عمر تھا۔ ہم لوگ ایک ساتھ ہی تو بڑے ہوئے ہیں۔"

"ہاں۔ یاد آ گیا۔ مگر جولیا۔ یہ تو بہت ہی پرانی بات ہے۔ وہ کس قدر خوبصورت
تھا۔ دیوتاؤں کی طرح، آخر کو شہزادہ جو تھا۔ ہم اسے اپنی طرف مائل کرنے کے لیے کیا کیا جتن نہیں
کیا کرتی تھیں۔" اگیری پینا اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ "تمہیں یہ سب کچھ یاد آ رہا
ہوگا۔ ہماری ہر کوشش رائیگاں جاتی تھی لیکن ہم نے کبھی ہمت نہیں ہاری۔ مایوس نہیں ہوئے۔ کیا یہ
حقیقت نہیں ہے جولیا۔ تم اس سے محبت کرتی تھیں۔"

"ہاں۔ میں اس سے محبت کرتی تھی اور اسے ٹوٹ کر چاہتی تھی اور اس سے ہمیشہ محبت کرتی
رہی۔ مجھے اس بات کا اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں ہے۔ میں نے اس پر ڈورے ڈالے اور
اس کی جھولی میں گرنے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن اس نے میرے جسم کو چھونے کی بھی کوشش نہیں
کی۔ ایک بار ایسا بھی ہوا تھا کہ وہ ندی میں نہا رہا تھا میں اس حالت میں نہانے لگی کہ کوئی اور ہوتا تو
ضرور بہک جاتا۔ جسم کی تپش سے اس طرح جھلس جاتا جس طرح سورج کی گرمی سے جھلس جاتا
ہے۔ لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ برف کا تودہ بنا رہا۔ اور پھر میں اس کی محبت کی خاطر مقدس
کنواری بن گئی۔" جولیا ایک ہی سانس میں بول گئی۔ اگیری پینا اس کی باتیں خاموشی سے سنتی
رہی۔ "تم اس سے شادی کرنے کے لیے بھی تڑپ رہی تھیں؟"

"ہاں" جولیا نے سر ہلایا۔ "یہ بعد کی بات ہے۔ میں نے جب یہ دیکھا اور محسوس کیا کہ تم
بھی اس میں دلچسپی لے رہی ہو تو میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس کا قرب حاصل کر لوں۔ اس لیے کہ تم
اسے جیت لو گی۔ شادی نہ سہی، تعلقات ہی سہی۔ پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ تمہارے والد سے
کہوں کہ وہ میری شادی اس سے کرا دیں۔ میں تم سے عمر میں بڑی تھی۔ انہوں نے یہ کہہ کر بڑی
بے دردی سے میری شادی کی درخواست رد کر دی کہ جولین خاندان کا کوئی فرد کسی غیر ملکی سے
شادی نہیں کر سکتا۔ مجھے حیرت اور دکھ اس بات کا ہوا کہ غیر ملکی سے تعلقات رکھے جا سکتے ہیں لیکن
شادی نہیں کی جا سکتی۔ پھر ایک روز میں رات کے وقت اس ارادے سے اس کے کمرے میں
داخل ہو گئی کہ اس پر ایک فیاض خاتون کی طرح مہربان ہو کر جولین خاندان پر ایک بدنما داغ
لگا دوں گی۔"

اس نے مجھے بڑی حیرت سے دیکھا تھا۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا کہ میں اس سے ملنے کے
لیے بھی آ سکتی ہوں۔ اس نے میرے بشرے اور میری آنکھوں میں محبت کی چمک سے جیسے
بھانپ لیا تھا کہ میں اپنی خالی جھولی لیے آئی ہوں۔ بھکارن بن کر تا کہ وہ اپنی محبت میری جھولی
میں ڈال دے۔ ایک نوجوان لڑکی کا آدھی رات کو کسی مرد کے کمرے میں آنے کا کیا مطلب ہو سکتا

ہے۔ میں نے اس کے چہرے پر خوف و اندیشے کی پرچھائیاں دیکھیں اسے یہ خوف دامن گیر ہوگیا
تھا کہ کہیں ہم غلاظت کے دلدل میں نہ گر جائیں۔ رات اور تنہائی میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔

اس نے مجھ سے پوچھا۔ ''شہزادی جولیا! آپ نے اس وقت کس لیے زحمت کی؟''

''بات یہ ہے شہزادے!'' میں نے جواب دیا۔ ''میں تمہاری محبت میں گرفتار ہوگئی ہوں۔''

''محبت......؟'' اس کے چہرے پر گہرا استعجاب چھا گیا۔ ''یہ کیا غلطی کی آپ نے
شہزادی......؟''

''غلطی...... آپ میری محبت کو غلطی کا نام دے رہے ہیں......؟'' میں نے ٹوٹے ہوئے
لہجے میں کہا۔

''یہ غلطی نہیں ہے تو اور کیا ہے......'' اس نے کہا۔ ''ہمارے درمیان بہت سارے فاصلے
ہیں، تفریق ہے۔ ایسی صورت میں محبت کرنا بھی تو ایک سنگین غلطی ہے کیوں کہ ایسی محبت کی کوئی
منزل نہیں ہوتی ہے۔''

''محبت تو آندھی ہوتی ہے۔'' میں نے تکرار کی۔ ''محبت ہو جاتی ہے۔ کی نہیں جاتی۔ مجھے
آپ سے محبت ہوگئی ہے۔''

''میں آپ کی محبت اور جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن میں چاہتے ہوئے بھی آپ سے
محبت نہیں کر سکتا۔ میں محبت کروں تو اس سے کچھ حاصل نہیں۔ کاش! میں آپ کو پا سکتا؟ لیکن آپ
اپنے سرپرست سے کہہ کر مجھے حاصل کر سکتی ہیں؟''

''میں نے ایگری پینا کے والد سے درخواست کی تھی کہ میری شادی آپ سے کر دیں۔ لیکن
انہوں نے یہ کہہ کر میری درخواست رد کر دی کہ جولین خاندان کا کوئی فرد کسی غیر ملکی سے شادی نہیں
کر سکتا۔ ان کی اس بات نے مجھے خون کے آنسو رلا دیا۔''

''واقعی بہت بڑا المیہ محبت کرنے والوں کے لیے......'' شہزادے نے کہا۔ ''آپ کو ان
فیصلے کا احترام کرنا چاہیے۔''

''میں اس لیے آئی ہوں کہ آج کی رات آپ سے محبت بھری باتیں کروں تا کہ میری روح
کو سکون پہنچے۔''

پھر ہم دونوں محبت بھری باتوں میں کھو گئے۔ پھر بہت دور نکل گئے۔ پو پھٹنے سے پہلے
اس کے کمرے سے نکلی تو بہت خوش اور مسرور تھی۔ مجھ پر ایک سرشاری کی سی کیفیت طاری تھی۔
رات کے بعد میری اس سے دو تین مرتبہ اور ملاقات ہوئی۔ ہم نے یہ راتیں اور ملاقاتیں محبت
نذر کر دیں۔ پھر جب آگاتھونیس شاہی فوج میں شامل ہو کر روم سے چلا گیا تو میرا دل بھی ساتھ

گیا۔ مجھے اس سے پہلی اور آخری محبت کرنے کے بعد کسی دوسرے آدمی کی خواہش نہیں رہی۔ وہ
میری زندگی میں آنے والا پہلا اور آخری مرد تھا۔ میں نے اس لیے بھی دوسرے مرد کی خواہش
نہیں کی تھی کہ میں نے کچھ عرصے کے بعد چہرے پر سفید نقاب ڈال لیا اور مقدس کنواری بن گئی۔''

اس نے ایگری پینا کا ہاتھ جھٹک دیا اور یک لخت کھڑی ہوگئی۔ پھر ایگری پینا کی طرف انگلی
اٹھاتی ہوئی بولی۔ ''تم سچ سچ بتانا...... کیا تم کبھی اس کے کمرے میں رات کے وقت گئی
تھیں؟'' ایگری پینا اس کا سوال سن کر کانپ گئی۔ اس نے مرتعش لہجے میں پوچھا۔ ''یہ تم مجھ سے
کیوں پوچھ رہی ہو جولیا؟''

''اس لیے کہ میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ سچ کیا ہے...... جھوٹ کیا ہے؟'' جولیا نے سپاٹ سے
لہجے میں کہا۔

''تم نے کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔'' ایگری پینا نے جواب دیا۔ ''اگر میں سچ بتا دوں
تو محبت نفرت میں تبدیل تو نہیں ہو جائے گی؟''

''سچ ایگری پینا!...... تم بالکل سچ بتاؤ گی...... ورنہ روم کی مقدس ماں کی قسم...... میں تمہیں
اور تمہارے اس احمق بیٹے کو جسے تم نے شہنشاہ بنا رکھا ہے بددعا دوں گی۔'' وہ تلخی سے بولی۔ ''تم
بددعا پسند نہیں کرو گی؟''

ایگری پینا نے مقدس جولیا کی تیز نگاہ سے بچنے کے لیے سر جھکا لیا۔ ''ہاں۔'' چند لمحوں کے
بعد اس نے جیسے مردہ لہجے میں اعتراف کیا۔ ''مگر تم مجھے الزام نہیں دے سکتیں جولیا! میں نے اسے
تم سے چھینا نہیں تھا۔ تم بہت پاکیزہ اور سرد تھیں۔''

''میں تمہیں الزام نہیں دے رہی ہوں البتہ تم پر رشک کر رہی ہوں۔'' جولیا نے اس کے
چہرے پر اپنی نگاہیں مرتکز کر دیں۔ ''اب میں تم سے دوسرا سوال کر رہی ہوں جو بہت کڑوا اور چبھتا
ہوا ہے۔ تم اس کا جواب دینے میں تامل نہیں کرو گی۔ وہ یہ کہ نیرو کس کا بیٹا ہے؟ ڈومینس یا آگاتھونیس
کا......'' جولیا کے لہجے میں بے حد سنجیدگی تھی۔

ایگری پینا کی صورت مسکینوں جیسی بن گئی۔ وہ سر ہلاتے ہوئے کہنے لگی۔ ''میں وثوق سے
کچھ کہہ نہیں سکتی......؟''

''وہ کس لیے......؟'' جولیا نے پلکیں جھپکائیں۔ ''تم نیرو کی ماں ہو کر یہ بات کہہ رہی ہو؟''
اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ ''اور ایسا لگ رہا ہے کہ تم مجھ سے چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔
سنو۔ میں سچ سننا چاہتی ہوں۔''

''اصل بات یہ ہے کہ جب بھی میں ڈومینس کی خلعت میں رہی میرے تصور نے آگاتھونیس

ہی کو محسوس کیا۔ وہ میرے دل و دماغ پر چھایا ہوا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس کا خیال میرے دل و دماغ سے نہیں نکلتا تھا۔ اب کیا کہا جا سکتا ہے کہ نیرو کا باپ کون ہے؟ ڈومینس یا اگاتھونیس دونوں ہی کے بال سرخ تھے۔ نیرو کے بال گہرے سرخ ہیں جیسے میرے ہیں۔ میرے اور اگاتھونیس کے تعلقات کا میری ایک خادمہ کے سوا کسی اور کو علم نہ ہو سکا۔ اس نے مجھے مجبور کیا تھا میں اگاتھونیس کی خدمت میں اسے صرف ایک بار پیش کروں۔ اخفاء راز کے خوف سے میں نے اس کی بات مان لی۔ لیکن وہ ایسی کمینی اور بدذات نکلی کہ وہ پھیل گئی۔ ایک طرح سے اس نے مجھے اور اگاتھونیس کو نچانا شروع کیا۔ ایک دوسرے کے درمیان دیوار بن گئی۔ اسے صلیب پر لٹکوانے سے پہلے اس کی زبان کٹوا دی۔ نیرو کی پیدائش سے کئی مہینے پہلے اگاتھونیس شام چلا گیا تھا۔ جولیا! یہ سب تم مجھ سے کیوں اور کس لیے پوچھ رہی ہو؟ مجھ سے کبھی کسی نے نیرو کے باپ کے بارے میں نہیں پوچھا اس کا باپ ڈومینس ہو یا اگاتھونیس...... اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟''

''بہت فرق پڑتا ہے۔ اس کا اندازہ تم نہیں کر سکتی ہو؟'' جولیا بولی۔

''خاک فرق پڑتا ہے...... آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟ صاف صاف کہو۔'' اگری پینا نے تنک کر کہا۔

''میں تمہیں بتاؤں کہ اصل بات کیا ہے...... آج میں نے اگاتھونیس کو دیکھا ہے؟'' جولیا بولی۔

''تم نے اگاتھونیس کو خواب میں دیکھا ہے...... کیا؟ ناممکن ہے یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ وہ شام میں مارا جا چکا ہے۔''

''اس کے باوجود میں نے اسے دیکھا ہے۔ ایک بیس برس کے نوجوان کے روپ میں۔'' جولیا بولی۔

اگری پینا بے تحاشا ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی ہسٹریائی تھی۔ ہنسنے کی وجہ سے اس کا خوبصورت اور زہد شکن جسم جھٹکے کھانے لگا تھا۔ ''تم دیوانی ہو گئی ہو جولیا!...... قول ہے کہ وہ عورتیں جن کی زندگی میں کوئی مرد نہ آیا ہو وقت کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی ہی ہو جاتی ہیں۔ آج اگاتھونیس ایک چالیس برس کا شخص ہوتا۔ مگر وہ شام میں مارا جا چکا ہے۔ یہ بھی جانتے ہیں۔''

''ہاں...... وہ مارا جا چکا ہے۔'' جولیا تکرار کے انداز میں کہنے لگی۔ ''مگر اس کے باوجود آج میں نے اسے سڑک سے گزرتے ہوئے، ایک غلام کے روپ میں دیکھا ہے۔ میں نے اپنی بگھی کا پردہ سرکا کر براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔ اور پھر وہ مجھے ہو بہو اگاتھونیس دکھائی دیا اور نیرو بھی...... حیرت ہے کہ میں نے نیرو کے خدوخال میں اگاتھونیس کے حسن کو پہلے محسوس نہیں

کیا تھا۔ آج اس لڑکے کو دیکھا تو اندازہ ہوا کہ نیرو المانیہ کے اس شہزادے سے کتنی حیرت انگیز مشابہت رکھتا ہے۔ جس سے میں محبت کرتی تھی۔ ہاں آج میں نے سڑک پر اس لڑکے کے روپ میں نیرو کو بھی دیکھا۔'' دو نیرو، دو ہم عمر، ایک شہنشاہ اور دوسرا غلام۔ مگر دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے۔ وہ نیرو اس شہنشاہ نیرو سے کتنا مختلف تھا۔ شہنشاہ نیرو جس سے میں شدید نفرت کرتی ہوں وہ اس نیرو سے بہت مختلف تھا۔ اس نیرو سے۔ جو اپنی داشتہ پوپیا سے خوش فعلیاں کرتے ہوئے خود کو اپنے جاں باز پائیتھا گورس کے حوالے کر دیتا ہے۔ جو نشے میں دھت روم کی گلیوں میں آوارہ پھرتا ہے جو منکر اخلاق ہے، تقدس کا دشمن ہے جو خود کو شاعر سمجھتا ہے، بھدی اور بھونڈی آواز میں گاتا ہے۔ وہ نیرو اس اخلاق باختہ، احمق نیرو سے بہت مختلف تھا۔

''جولیا! تمہیں اس کے بارے میں اس قسم کے نازیبا الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہئیں؟'' اگری پینا نے احتجاج کیا۔

''وہ کس لیے...... ؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے جو میں نے بیان کیا ہے؟'' جولیا نے تنک کر کہا۔

''اس لیے کہ وہ میرا بیٹا اور روم کا شہنشاہ ہے۔'' اگری پینا بولی۔

''وہ اپنے وقت کا سب سے بڑا احمق، ضدی اور سرکش ہے اور یہ تم بہت اچھی طرح جانتی ہو۔ آج وہ تمہارے اور اوکتاویا کے قتل کی تدبیر بھی کر رہا ہے سازشیں ہو رہی ہیں میں تم دونوں کو بچاؤں گی اور عظیم روم کو بھی...... مگر اس کے لیے ہمیں سرعت اور ثابت قدمی سے عمل کرنا ہوگا۔'' جولیا نے کہا۔

''لیکن تم ہمیں کس طرح بچاؤ گی جولیا...... ؟'' اگری پینا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کیا تمہارے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی ہے کہ میں کس طرح سے بچا سکتی ہوں؟'' جولیا نے کہا۔

''نہیں......'' سر ہلاتے ہوئے اگری پینا بولی۔ ''میں وہ نہیں سوچ سکتی جو تم سوچ سکتی ہو۔''

''آج رات روم میں شہنشاہ کا جڑواں موجود ہے۔'' جولیا زیر لب مسکرائی۔

''لیکن اس سے کیا ہوگا...... ؟ تم کس طرح ہمیں بچا سکو گی؟'' اگری پینا نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''اس سے بہت کچھ ہوگا اور بہت کچھ کیا جا سکتا ہے۔'' جولیا کہنے لگی۔ ''اس جڑواں کے بارے میں صرف ہم دونوں جانتے ہیں۔ وہ غلام لڑکا اگاتھونیس سے ہو بہو مشابہت رکھتا ہے اگرچہ نیرو میں اگاتھونیس کی خاص مشابہت نظر نہیں آتی مگر اس غلام لڑکے سے کافی مشابہت ہے۔''

''تو تمہارا مطلب ہے...... ؟'' اگری پینا اس بات کی تہ میں پہنچ گئی تھی۔

"میرا مطلب وہی ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ تائبریں کی موت کے بعد سے دو رومی شہنشاہ قتل کیے جاچکے ہیں کالی گو کو، کاسٹیس نے قتل کیا اور کلاڈیس کو......" جولیا نے ایک لمحے توقف کرکے تامل کیا، ہچکچاتے ہوئے پھر بولی۔ "کلاڈیس کو تم نے قتل کیا۔ کیا تم اپنی زندگی بچانے کی خاطر ایک دوسرا قتل کرتے ہوئے ہچکچاؤ گی اگری پینا......؟ ہمیں ہر حال میں تخت و تاج کا ایک جائز وارث چاہیے۔ اوکتاویا کے بیٹے کی شکل میں......اوکتاویا کے یہاں بیٹا ہوتے ہی ہم سب محفوظ ہوجائیں گے پھر نیرو کو مزید زندہ رہنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

"تم یہ بات بھول رہی ہو کہ نیرو آگسٹس خاندان کا آخری فرد ہے جولیا! ذرا سوچو تو سہی کہ اگر وہ بے اولاد مرگیا تو......" اگری پینا اپنی بات ختم کرکے گردن سہلانے لگی۔

"تم میری بات سمجھنے کی کوشش کرو اگری پینا!......یوں بھی نیرو کے بعد آگسٹس خاندان کا خاتمہ ہے وہ بھی صاحب اولاد نہ ہوسکے گا۔ ہاں اگر اوکتاویا ماں بن جائے تو تم ایک شیر خوار اور نابالغ پوتے کی سرپرست کی حیثیت سے بدستور روم کی مادر ملکہ ہوگی۔ نیرو کی موجودگی میں تم بتدریج اپنی حیثیت کھوتی جارہی ہو۔ میں جو کچھ کررہی ہوں صرف تمہارے لیے کررہی ہوں اگری پینا!......ہم اپنے خاندان کی بقا کے لیے کررہے ہیں۔ جولین خاندان کے لیے جس سے ہم دونوں کا تعلق ہے اور اوکتاویا بھی اس خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ سب سے بڑھ کر میں یہ سب کچھ اس خاندان کے لیے کررہی ہوں جس کا چہرہ اس شخص کے چہرے سے مشابہہ ہے جس سے میں نے کبھی محبت کی تھی۔

اگری پینا ہیجانی کیفیت میں بینچ سے اٹھتے ہوئے بولی۔ "تب تو ہمیں فوراً کام شروع کردینا چاہیے کیا میں اس نوجوان کو بلا بھیجوں؟ کسی سنتری یا محافظ کو بلاؤ۔ میں اس کے ساتھ سپاہیوں کا ایک دستہ بھیجتی ہوں تاکہ وہ اس غلام کو یہاں لے آئیں......تم کیا کہتی ہو جولیا!......؟"

جولیا نے اسے غیر محسوس انداز سے دھکا دے کر دوبارہ بٹھا دیا۔ وہ حیرت سے جولیا کی شکل دیکھنے لگی۔ "تم بہت ذہین اور چالاک ہونے کے باوجود کبھی کبھی بڑی احمقانہ حرکتیں کرنے لگتی ہو۔" جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

"اس میں احمقانہ حرکت والی بات کیا ہے؟" اگری پینا نے اسے متعجب نظروں سے دیکھا۔

"تمہاری عقل اس وقت گھاس چرنے گئی ہوئی ہے شاید......؟" جولیا نے سابقہ لہجے میں جواب دیا۔ "تم کوڑھ مغز ہوگئی ہو۔"

"بعض کام ایسے ہوتے ہیں کہ اس میں پل بھر کی تاخیر بھی نقصان دہ ثابت ہوتی

ہے۔" اگری پینا بولی۔

"تم میری باتوں کو غور اور دھیان سے سنو......بچوں جیسی باتیں نہ کرو۔" جولیا کہنے لگی۔ "وہ اس وقت جہاں بھی ہے بالکل محفوظ ہے اور پھر تمہیں بھی فی الوقت کوئی خطرہ نہیں ہے اور پھر ابھی نیرو میں بھی اتنی جرأت نہیں ہے کہ اپنی ماں کو قتل کرسکے۔ لہٰذا تمہیں نیرو سے خوف زدہ رہنے کی نہیں، بلکہ ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ غلطیاں دہرائی جائیں۔"

"اس میں کیا کسی غلطی کے سرزد ہونے کا امکان ہے؟" اگری پینا نے پوچھا۔

"ہاں۔" جولیا نے سر ہلایا۔ "ایسی غلطی پیروں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوگی۔ تمہاری غلطی بتاؤں جب تم نے پہلی بار چچا کلاڈیس کو زہر دیا تو ناکام رہی تھیں اور جب برٹانیکس کو زہر دیا تب بھی......یہ اس لیے کہ تم نے عجلت بازی کی تھی اور تمہاری تدبیر انتہائی ناقص اور عیب دار تھی اس میں بہت جھول تھا۔"

اگری پینا نے افسردگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "تم سے پہلی بار غلط بیانی سرزد ہوئی ہے جولیا! اس لڑکی کو میں نے نہیں، نیرو نے زہر دیا تھا، کیوں کہ اسے محبت اور اس کی بے حرمتی میں ناکامی ہوئی تھی۔ نیرو اسے بزور بازو فتح نہیں کرسکا تھا۔ اس نے نیرو کی جبر و زیادتی کی ہر کوشش کو ناکام بنادیا اور اس کے منہ پر تھوک دیا تھا۔ نیرو یہ توہین، ذلت، ناکامی اور شرمندگی کو برداشت نہ کرسکا تھا۔ میں تو برٹانیکس سے محبت کرتی تھی۔"

جولیا جذبات سے عاری لہجے میں بولی۔ "اب ان معاملات کی کوئی اہمیت نہیں رہی ہے کیوں کہ وہ مرچکے ہیں اور قصہ پارینہ بن چکے ہیں اب تو ہمیں آج اور اب کے بارے میں سوچنا ہے دیکھنا ہے۔"

"کیا تمہیں اندیشے اور خطرات لاحق ہیں جو تم اس کے بارے میں سنجیدہ ہو؟" اگری پینا بولی۔

"سنو......وہ غلام جوگی ابھی زندہ ہے۔ وہ ایک زیر تربیت جان باز ہے چھ ماہ میں اس کی تربیت مکمل ہوجائے گی وہ اس وقت تربیت گاہ تک محدود ہے اور اتنا ہی محفوظ بھی جتنا کوئی مارا مدرا کے تہہ خانوں میں محفوظ ہوسکتا ہے۔"

اگری پینا نے پھر ایک بار سر کو جنبش دی۔ "تم اکثر کہتی ہو کہ میں دور اندیش نہیں ہوں۔ شاید نہ ہوں۔ مگر ایک بات جانتی ہوں وہ یہ کہ ایک جان باز کی تربیت خطرناک بھی ہوسکتی ہے۔ وہاں وحشیوں کے درمیان ایک وحشی زندگی ہوتی ہے اسے اکھاڑے میں پہنچنے سے پہلے ہلاک بھی کیا جاسکتا ہے۔"

جولیا نے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ ''تمہاری بات سو فیصد درست ہے اور میں اس سے سو فیصد اتفاق بھی کرتی ہوں مگر اسے مقدس کنواری جولیا کے تحفظ میں رکھا نہیں جا سکتا......؟''

''وہ کس لیے جولیا......؟'' اگیری پینا نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''اس لیے کہ سارے روم کی زبان کھل جائے گی کہ مقدس جولیا ایک جان باز میں دل چسپی لے رہی ہے البتہ......'' جولیا کے ہونٹوں پر ایک دل کش مسکراہٹ ابھر آئی۔

''البتہ کیا......'' اگیری پینا مقدس جولیا کی بات کی تہ میں نہیں پہنچ سکی۔

''یہ سب جانتے ہیں کہ ملکہ اگیری پینا نوجوان وجیہہ اور ہٹے کٹے جان بازوں سے خصوصی دل چسپی رکھتی ہے اور وہ اس کی کمزوری ہیں اگر ملکہ اگیری پینا اس تربیت گاہ میں جائے اور اس کے مالک کو چند اشرفیوں کے عوض یہ ہدایت دے کہ وہ غلام جوگی کو اس کی ملکیت تصور کرے اور اسے ملکہ کا تحفظ حاصل ہوگا تو اس غلام کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔'' اگیری پینا ایک جھٹکے سے اٹھی اور جوش کے عالم میں مقدس جولیا سے لپٹ گئی۔ ''تم فرطِ خوشی کے جذبات میں بہہ رہی ہو اگیری پینا!'' جولیا معنی خیز انداز سے مسکرادی۔

''تم کتنی ذہین، دور اندیش اور دانشمند ہو جولیا!'' وہ جولیا کے رخسار کو چومتی ہوئی بولی۔ ''اگر وہ غلام چہرے مہرے سے اگاتھونیس سے مشابہہ ہے تو دوسرے معاملات میں بھی اس جیسا ہوگا۔ میرے لیے یہ بے حد دل چسپ بات ہوگی۔''

''میں یہ سب تم پر چھوڑتی ہوں کہ اسے جس طرح چاہے استعمال کرو۔'' جولیا نے کہا۔

''یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو......؟ کیا وہ اس لیے تمہارے لائق نہیں ہے کہ وہ ایک غلام ہے؟''

''نہیں یہ بات نہیں ہے۔'' جولیا حسرت بھرے لہجے میں کہنے لگی۔ ''مقدس جولیا کی آگ اور اس کے جذبات کب کے سرد پڑ چکے ہیں۔ لیکن ایک بات ذہن نشین کر لو۔ اس کی اچھی طرح سے حفاظت کرنا۔ اس کی تربیت عام جان بازوں ہی کی مانند ہونی چاہیے اور پھر اسے خصوصی تحفظ حاصل ہونا چاہیے۔ اس بات کو تم نہیں بھولنا۔''

''تم بے فکر رہو۔ اسے ملکہ اگیری پینا ہی کا تحفظ حاصل ہوگا۔'' اگیری پینا کچھ سوچتے ہوئے مسکرادی۔

''مگر اس سے تم احتیاط رکھنا۔ یاد رہے کہ اس کی ہمت کو کسی دن روم پر حکومت کرنا ہوگی۔'' جولیا ہنس کر بولی۔ جولیا خاموشی سے دروازے تک گئی۔ دروازہ کھول کر باہر جھانکا پھر اپنا اطمینان کر کے واپس آئی پھر اس نے اگیری پینا کے رخسار کو بوسہ دیا پھر مڑ کر تیز تیز چلتی ہوئی

کمرے سے نکل گئی۔

جان بازوں کی زندگی بھی کیا زندگی تھی۔ انہیں جانوروں سے بھی بدتر محسوس ہوتی تھی ذلت آمیز اور توہین آمیز سی لگتی تھی۔ جوگی چونکہ کالا منتر کے علم سے واقف تھا اس لیے وہ غیر محسوس انداز سے فائدہ اٹھاتا تھا اس لیے وہاں جو دوسرے جان باز تھے ان کے مقابلے میں انہیں وہ اذیت اور تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یوں تو جوگی اور اس کے ساتھیوں کو صبح سویرے اٹھنے اور سخت جسمانی محنت کرنے کی عادت فراتے کے جزیرے ہی میں پڑ چکی تھی مگر یہاں کی مشقت و محنت کچھ اور ہی تھی۔ یہاں انہیں جنگ جو اور خطرناک بنایا جا رہا تھا خونخوار وحشی...... انہیں برچھی بھالے نیزے، تلوار، مشعل، کمند اور ڈھال سے لڑنے کی تربیت دی جاتی تھی اپنا دفاع اور مقابل کو ہلاک کرنے کے گر بتائے جاتے تھے انہیں مقابل کے اعضاء کی حرکت اور آنکھوں کی جنبش سے اس کے اقدام کا تعین کرنے کی تعلیم دی جاتی تھی سارا دن عذاب مسلسل میں گزرتا تھا وہ زخمی ہوتے نیم جان ہوتے اور مر بھی جاتے تھے مگر تربیت کا سلسلہ برابر جاری رہتا۔ پھر چھ ماہ بعد جو جان باز کامیاب قرار پاتے انہیں باقاعدہ لڑنے کے لیے روم کے شہرہ آفاق اکھاڑے میں بھیج دیا جاتا۔

جوگی اپنے علم سے اپنے ساتھیوں کو اس عذاب سے بچا لیتا تھا۔ انہیں عذاب اذیت اور مشقت بالکل بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ زخمی ہونے سے بھی بچ جاتے تھے نیم جان ہونے کی نوبت نہیں آتی تھی تھکن بالکل بھی محسوس نہیں ہوتی تھی وہ دل میں حیران سے ہوتے تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ پھر وہ یہی سمجھتے کہ فراتے کے جزیرے میں انہیں جو محنت اور مشقت کی عادت پڑی ہے وہ آج یہاں کام آرہی ہے۔ یہ ان کے استاد کی محنت کا نتیجہ بھی ہے۔

سارا دن جانبازوں کا سخت جانفشانی میں گزرتا تھا وہ تھک کر چور ہو جاتے تھے رات کو جب کھانا کھانے کے لیے یہ لوگ بیٹھتے تو اپنے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک کونے اور دائرے میں بیٹھ جاتے تھے۔ کھانا عام قسم کا ہوتا تھا۔ لیکن جوگی تو اپنے علم کے زور سے شاہی محل کے باورچی خانے سے منگواتا تھا اس کے ساتھی یہ سمجھتے کہ انہیں یہ کھانا خصوصی طور پر دیا جاتا ہے۔ دوسروں کو پتا بھی نہیں چلتا کہ وہ کیا کچھ کھا رہے ہیں کون سی شراب پی رہے ہیں کسی کو اس وقت بھوک کے باعث کچھ خبر نہیں ہوتی تھی۔

شاہی محل کے باورچی خانے کا باورچی اس روز سے سخت حیران اور پریشان تھا جس دن سے جوگی ایک غلام کی حیثیت سے آیا تھا۔ کھانے میں بہت ساری مقدار ایک دم سے کم ہو جاتی تھی پانچ چھ آدمیوں کا کھانا کم ہو جاتا تھا اور سب سے بڑھیا۔ شراب کی بوتل بھی۔ خالی بوتل تو اسے کہیں نہ کہیں مل جاتی تھی پہلے تو اسے خیال آیا کہ شاہی محل کے کسی خادم یا خادمہ کی حرکت

ہوگی؟ لیکن اتنا سارا کھانا چھپا کر لے جانا آسان یا مذاق نہ تھا۔ اس کے لیے دل چسپ بات نہ تھی بلکہ جان لیوا بات تھی کہ کھانا غیر محسوس انداز سے کم ہو جاتا تھا۔ جن برتنوں میں وہ رکھتا تھا اس کے لیے یہ سب کچھ پراسرار سا بن گیا تھا۔ پھر اس کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ باورچی خانے میں کوئی آسیب موجود ہے۔ اس نے بسیرا کرلیا ہے پھر اس نے کھانا زیادہ پکانا شروع کر دیا۔

کھانا کھانے کے بعد سارے غلام اپنے اپنے اصطبل میں جاتے اور کمبلوں پر گر پڑتے۔ جوگی کے ساتھی جب گہری نیند میں غرق ہو جاتے تو پھر وہ اپنے علم سے ان کے بستر بدل دیتا۔ کمبلوں کی جگہ نرم و گداز گدے اور مخملیں چادریں آجاتیں جو خوشبوؤں میں بسی مہک رہی ہوتی تھیں۔ جب وہ بیدار ہوتے تو وہ اپنے آپ کو کمبل پر پاتے تھے۔

جوگی چشم تصور میں جسے دیکھتا اور جس کے بارے میں سوچتا وہ اس کی نظروں کے سامنے ہوتا۔ اس کے پاس ایک آئینہ تھا۔ اس آئینے میں وہ جو چاہتا دیکھتا اور ان کی گفتگو بھی سن سکتا تھا۔ اسے کالا منتر پڑھ کر پھونک مارنے کی دیر ہوتی تھی۔ وہ صرف رات میں دیکھتا اور عمل کرتا تھا تاکہ اس کے ساتھیوں کو ہوا بھی نہ لگ سکے۔

رات جب اس کے ساتھی سو گئے تو اس نے آئینہ جیب سے نکال کر اس پر منتر پڑھ کر پھونکا۔ مقدس کنواری جولیا کہاں ہے۔ اگلے لمحے اس نے مقدس کنواری جولیا اور اگیری پینا کو ایک کمرے میں باتیں کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ ان کی گفتگو کی گونج اپنے کانوں میں سنتا رہا۔ جب جولیا، اگیری پینا کے ہاں سے رخصت ہوئی تو اس نے اس منظر کو ہٹا دیا۔ بہت ساری باتیں اس کے علم میں آچکی تھیں اور آتی بھی جا رہی تھیں۔ لیکن وہ ایک خاموش تماشائی بنا ہوا حالات کے دھارے پر بہہ رہا تھا۔ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتا تھا کہ کوئی اس کا بال تک بیکا نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے وہ اس طرح کی زندگی گزار رہا تھا۔

اس کے دل میں ایک انجانی سی خواہش پیدا ہوئی کہ وہ اس شہر کی آئینے میں سیر کرے۔ اس نے آئینے میں دیکھنا شروع کیا۔ پھر وہ ایک ایسے محلے کو دیکھنے لگا جس میں بہت ہی قدیم طرز کے مکانات تھے۔ ایک مکان جو قدرے ہٹ کر تھا اس کے سامنے چار گھوڑے سوار آکر رکے۔ چاروں دیو قامت تھے ان کے چہروں سے درندگی اور خباثت ٹپک رہی تھی۔ آنکھوں میں سفاکی تھی ان کی کمروں سے تلواریں لٹک رہی تھیں۔

ان چاروں نے اپنے گھوڑے مکان کے باہر والے درخت کے تنے سے باندھے پھر وہ مکان کی طرف بڑھے ایک نے دروازے پر بھونڈے پن سے بڑے زور سے دستک دی۔ پھر دروازے پر ایک زوردار لات رسید کی۔ چند لمحوں کے بعد ایک تیس برس کی بہت ہی خوبصورت اور دراز قد کی

عورت نے دروازہ کھولا۔ اس نے اپنے بائیں ہاتھ میں شمع اٹھائی ہوئی تھی اس مرد نے جس نے دروازے پر دستک دی تھی اس عورت کو دھکا دے کر ایک طرف ہٹایا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے باقی تینوں مرد بھی اندر داخل ہو گئے۔ ایک بڑے سے کمرے میں داخل ہوئے جس میں تین عورتیں سو رہی تھیں۔

وہ عورت ان کے پیچھے پیچھے کمرے میں آگئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔ ”تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟“

”ہم لوگ نیرو کے سپاہی ہیں۔“ ان میں سے ایک نے رعونت سے جواب دیا۔ ”ہم یہاں تمہارے اور تمہاری بہنوں کے ساتھ رات گزارنے آئے ہیں۔ تم ہمیں خوش آمدید کہو اور اپنی بہنوں کو جگاؤ۔ ہمارے لیے شراب کا بھی انتظام کرو۔ شراب اور شباب کے ہم عادی ہیں۔“

”سنو۔ ایسا ظلم نہ کرو۔“ عورت خوف زدہ ہو کر گڑگڑانے لگی۔ ”خدا کے لیے یہاں سے چلے جاؤ۔“

”اس میں ظلم کی کیا بات ہے مرینا۔“ وہ بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسا۔ ”یہ محبت کی بات ہے۔ محبت میں ہر چیز جائز ہوتی ہے ہم یہاں محبت کے سوداگر بن کر آئے ہیں۔ ہم اپنی محبت تمہارے اور تمہاری بہنوں کے دلوں پر نقش کر کے چلے جائیں گے۔“

”اوہ۔“ ”تم مجھے اور میرا نام بھی جانتے ہو؟“ وہ حیرت سے بولی۔ ”سنو...... جسے تم محبت کہہ رہے ہو......“

”تمہارا اور تمہاری بہنوں کا نام ہر مرد جانتا ہے۔“ اس نے تیزی سے درمیان میں کہا۔ ”اس شہر کا ہر مرد یہ آرزو رکھتا ہے تم اور تمہاری بہنیں اس کے بستر کی زینت بن جائیں۔ تم چاروں کے حسن و جمال و شباب اور حسن کی کرشمہ سازیوں کا چرچا ہر مرد کی زبان پر ہے۔ وہ چرچا ہمیں یہاں کھینچ لایا ہے۔ ہمیں یہ بتایا گیا کہ سب سے بڑی بہن کا نام مرینا ہے۔ تم اپنی بہنوں میں سب سے بڑی ہو۔ تمہیں اور تمہاری ان سوئی ہوئی بہنوں کو دیکھ کر اس بات کی تصدیق ہو رہی ہے کہ تم چاروں واقعی بہت حسین اور لاجواب ہو۔ ہماری بدنصیبی کہ ہم تم سے اب تک محروم رہے ہیں۔“

”سنو۔ ہم دو بڑی بہنیں شادی شدہ ہیں۔ دونوں چھوٹی بہنیں منسوب ہو چکی ہیں۔ تم لوگوں کو زیب نہیں دیتا ہے کہ ہماری بے حرمتی کرو۔ چلے جاؤ۔ قحبہ خانوں میں ہم سے حسین اور پرشباب اور بہت خوش کرنے والی عورتیں مل جائیں گی۔“ مرینا نے کہا۔ ”ہم دونوں کے شوہر تجارت کے سلسلے میں یونان گئے ہوئے ہیں۔ ان کی واپسی کے بعد میری بہنوں کی شادی ہوگی۔“

"ہم یہاں صرف دو دن اور دو راتیں گزار کر جائیں گے۔لہٰذا تم میں سے کوئی انکار نہیں کرے گا۔" دوسرے نے استہزائی لہجے میں کہا۔

ان کی باتوں کے شور سے مرینا کی تینوں بہنیں بیدار ہو کر اپنے اپنے بستروں میں سکڑ اور سمٹ گئی تھیں وہ دہشت زدہ ہو رہی تھیں۔انہیں اندازہ ہو گیا کہ یہ مردود کس لیے آئے ہیں انہوں نے گفتگو بھی سن لی تھی۔جوگی نے ان کی عمروں کا اندازہ کیا۔دوسری بہن پچیس برس کی تھی۔تیسری اٹھارہ اور چوتھی سولہ برس کی۔

تینوں مردان لڑکیوں کو دیکھ کر ان کی طرف بڑھے وہ بیدار ہو چکی تھیں۔انہوں نے لڑکیوں کا ہاتھ پکڑ کر بستر سے کھینچ لیا۔مرینا تڑپ کر ہذیانی لہجے میں بولی۔"تم انہیں چھوڑ دو۔یہاں سے چلے جاؤ۔"

تم بھول جاؤ کہ ہم یہاں سے سرفراز ہوئے بغیر چلے جائیں گے۔" پہلے والے نے کہا۔"دنیا کی کوئی طاقت ہمیں اپنے ارادوں سے باز نہیں رکھ سکتی ہے تم چاروں کی بہتری اور سلامتی اسی میں ہے کہ ہماری ہر بات بلا چوں چرا مان لو۔ہمیں جبر و زیادتی پر مجبور نہ کرو۔آج تک ایسا نہیں ہوا کہ ہم اپنی پسند کی عورت سے محروم رہے ہوں۔لہٰذا ضد چھوڑ دو۔ہمارے ساتھ محبت سے پیش آؤ۔ہماری محبت کی قدر کرو۔"

مرینا کی سب سے چھوٹی بہن ایوا جو سولہ برس کی تھی۔اس نے اپنا ہاتھ چھڑا کر اسے زور سے ایک طرف دھکا دیا تو وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔فرش پر گر پڑا۔اس نے فوراً دیوار سے خنجر اتار لیا۔پھر وہ خنجر لہراتی ہوئی ان بدمعاشوں کے سرغنہ پر غضب ناک ہو کر حملہ آور ہوئی تو اس نے ایوا کی کلائی پکڑ لی اور اسے مروڑا تو اس کے منہ سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر گیا۔اس نے ایوا کو اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ بستر پر جا گری۔

اس بدمعاش نے خنجر اٹھا لیا اور اپنے ایک ساتھی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"اس خنجر سے ان کے لباس چاک کر دو۔جسم پر ایک دھجی تک نہ رہے۔اس گستاخ لڑکی کو سبق دینا بہت ضروری بھی ہے۔" وہ بدمعاش خنجر لہراتا ہوا مرینا کی طرف بڑھا۔جوگی نے آئینہ ایک طرف رکھ دیا۔ان عورتوں کی مدد کرنا بہت ضروری ہو گیا تھا وہ ایک پل میں وہاں پہنچ گیا۔ایک طرف کھڑا ہو گیا۔وہ کسی کو نظر نہیں آیا تھا۔

مرینا جو خوف و دہشت سے کانپنے لگی تھی اور اسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ایک لخت وہ بے خوف سی ہو گئی۔جیسے ہی بدمعاش نے خنجر کی نوک اس کی فراک کے گلے پر رکھی مرینا نے اس تیزی اور خوب صورتی سے اس کے ہاتھ سے خنجر جھپٹ لیا کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھونچکا سا

ہو گیا۔اس کے ساتھی بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

مرینا نے خنجر پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کر کے اس بدمعاش کی گردن پر خنجر کی نوک سے خراش ڈال دی۔اس میں سے خون کی دھار پھوٹ پڑی۔خون دیکھ کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔وہ مرینا کو دبوچ کر قابو میں کرنے اور اس کے ہاتھ سے خنجر چھیننے کے ارادے سے بڑھا۔اس نے مرینا کا ہاتھ پکڑ لیا۔لیکن کلائی مروڑ نہیں پا رہا تھا۔اسے آہنی سلاخ کی طرح لگ رہی تھی۔مرینا نے اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی چھڑا لی اور اس کے پیٹ میں اتنے زور سے لات رسید کی کہ وہ تیزی سے پیچھے کی طرف لڑکھڑاتا ہوا گیا اور دیوار سے ٹکرا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔پھر اپنا پیٹ پکڑ کر درد اور تکلیف سے تڑپنے لگا۔

اس کے ساتھی یہ سب کچھ بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے انہیں یقین نہیں آیا تھا کہ ایک نرم و نازک عورت ان کے ساتھی کی یہ درگت بھی بنا سکتی ہے ان تینوں نے میانوں سے تلواریں نکال لیں وہ تلواریں سونت کر مرینا اور اس کی بہنوں کی طرف بڑھے ان کے سرغنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔"انہیں دبوچ کر بے بس کر دو۔مرینا کو میں سبق سکھاتا ہوں۔"

"تم لوگ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو یہاں سے ابھی اور اسی وقت دفع ہو جاؤ۔" مرینا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

سرغنہ نے پہلے تو اسے حیرت سے دیکھا اور پھر ہنسنے لگا۔"تمہیں اپنے بارے میں بڑی غلط فہمی ہو گئی ہے۔بہت زعم آ گیا ہے۔"

"خبردار! تم میں سے کسی نے بھی میری بہنوں کو ہاتھ لگایا۔" مرینا نے غضب ناک نظروں سے ان بدمعاشوں کو گھورا جو اس کی بہنوں کے پاس پہنچ کر رک گئے تھے اور تلوار کی نوک ان کے گلے کے نیچے رکھ کر ہنس رہے تھے۔اس وقت اس کی تینوں بہنیں بھی بے خوف و خطر اور قدرے سکون و اطمینان سے کھڑی ہوئی تھیں۔یہ بات ان بدمعاشوں کے لیے حیرت کا باعث تھی۔

سرغنہ نے ان تینوں کو پر سکون دیکھ کر اس کا مطلب اور لیا۔اس نے استہزائی لہجے میں مرینا سے کہا۔"تم خواہ مخواہ راستے کا پتھر بن رہی ہو۔اپنی بہنوں کو دیکھو۔ان کی آنکھوں سے کیسی محبت اور سپردگی جھانک رہی ہے۔کیا تمہیں اس بات سے اندازہ نہیں ہو رہا ہے کہ انہوں نے میرے آدمیوں کو پسند کر لیا ہے اور ان کی آرزو ہے کہ رات کی ساتھی بن جائیں۔یہ تمہارے مقابلے میں زیادہ سمجھدار اور ذہین ہیں اپنی ضد چھوڑ دو۔"

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔" مرینا نے تنک کر کہا۔"میری بہنیں بدچلن اور فاحشائیں نہیں ہیں۔"

"لیکن آج کے بعد یہ بدچلن اور فاحشائیں ہو جائیں گی۔" زخمی بدمعاش اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک لڑکی کی طرف بڑھا تاکہ اسے دبوچ لے۔ "اب تم دیکھو۔ ہم ان سے کس طرح اظہار محبت کرتے ہیں۔"

زخمی بدمعاش نے تلوار میان سے نکال کر سونت لی تھی۔ وہ جس لڑکی کو دبوچنے کے لیے بڑھ تھا وہ ایوا تھی۔ اسی لمحے چشم زدن میں جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین، اچانک اور غیر متوقع تھا۔ مرینا اور اس کی بہنوں نے ان کے ہاتھوں سے تلواریں اس طرح چھین لیں اور توڑ دیں جیسے وہ کھلونے ہوں۔ دوسرے لمحے تلواروں کے ٹکڑے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔

وہ بھونچکے اور ساکت و جامد ہو کر حیرت سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنے لگے۔ جوگی جو ایک کونے میں کھڑا ہوا اپنے کمالات دکھا رہا تھا اسے یک لخت خیال آیا کہ کیوں نہ وہ ان چاروں عورتوں کو جوڈو کراٹے کی مہارت دے دے۔ ذرا لطف رہے گا۔ تفریح رہے گی ان بدمعاشوں کو بھی سبق مل جائے گا۔

دوسرے لمحے وہ چونک کر ان عورتوں کو دبوچنے کے لیے بڑھے۔ لیکن وہ دل میں یہ بھی سوچ سوچ کر پریشان اور خوف زدہ ہو رہے تھے کہ ان چاروں عورتوں میں اتنی طاقت کہاں سے اور کیسے آ گئی کہ ان چاروں نے تلواریں اس طرح توڑ کر پھینک دیں کہ جیسے کھلونے ہوں۔ ایک طاقت ور سے طاقت ور مرد کی مجال نہیں کہ وہ ہاتھ سے تلوار کو توڑ دے۔ انہیں صرف لوہے یا فولاد سے ہی توڑا جا سکتا ہے۔

انہیں اپنی طاقت اور بازوؤں پر بڑا گھمنڈ تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ ان چاروں کو قابو میں کر کے بے بس کر دیں گے۔ لیکن اندر ہی اندر وہ ان عورتوں کی طاقت سے مرعوب اور خائف سے ہو گئے تھے کہ کہیں مزاحمت نہ کریں۔ لیکن چونکہ ان عورتوں کا حسن و شباب اور بھڑکیلا جسم ان کے جذبات میں ہل چل مچائے ہوئے تھا۔ اور چونکہ ان کی تلواریں ان عورتوں نے توڑ کر پھینک دیں' اس نے انہیں حیران اور مشتعل بھی کر دیا تھا۔ وہ اس کا بدلہ لینے پر بھی تل گئے تھے۔

چاروں بہنیں ایک دوسرے سے کسی قدر فاصلے پر کھڑی ہو کر انہیں دیکھ رہی تھیں۔ وہ ذرہ برابر بھی خائف اور پریشان نہ تھیں بدمعاشوں کی آمد کے وقت ان میں جو خوف و ہراس پھیل گیا تھا اب اس کا دور دور تک نام و نشان نہ تھا۔ وہ بت کی طرح تھیں بے حس و حرکت اور جامد۔ "
چاروں دل میں خوش ہو گئے کہ اب کوئی مزاحمت نہیں ہو گی۔ یہ عورتیں اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے پر تیار ہو گئی ہیں ان کی مردانگی اور وجاہت نے ان عورتوں کا دل موہ لیا ہے۔

وہ چاروں ان عورتوں پر ٹوٹ پڑے۔ وحشیوں کی طرح دبوچ کر قابو میں کر کے بے بس

کر لیا، اس سے پہلے وہ ان کا لباس تار تار کرتے وہ ان کی گرفت سے نکل آئیں پھر ایک کھیل شروع ہو گیا۔ جوان بدمعاشوں کے لیے بالکل نیا، انوکھا ناقابل یقین اور بے حد خطرناک بھی تھا۔ ان عورتوں نے انہیں اپنے ہاتھوں پر شیر خوار بچوں کی طرح اٹھا لیا اور انہیں چند لمحوں تک فضا میں پکڑ دیتی رہی تھیں وہ ان کی گرفت سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر مارنے لگے۔ بہت زور لگا لیا کہ کسی نہ کسی طرح وہ گرفت سے نکل آئیں۔ لیکن انہیں کامیابی نہ ہو سکی۔ سوچنے لگے کہ کیا یہ جادوگرنیاں ہیں؟ جادوگرنیوں کا خیال آتے ہی ان کی حالت غیر ہونے لگی۔ پھر ان چاروں عورتوں نے انہیں پوری قوت سے فرش پر پٹخا۔ وہ اٹھ کر بھاگنے لگے تو انہیں دبوچ لیا۔ پھر جوڈو کراٹے سے ان کی کوئی دس پندرہ منٹ تک خاطر تواضع ہوتی رہی۔ جب وہ ایک ایک کر کے گھر سے نکلے تو ان میں سے کسی کا ایک ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا تو کسی کا پیر کسی کی پسلیاں اور جسم کی ہڈیاں۔ وہ خوف و دہشت زدہ اور سراسیمہ سے ہو کر اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ انہوں نے فرار ہوتے ہوئے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔

پھر مرینا اور اس کی بہنوں کو نیند آنے لگی۔ وہ اپنے اپنے بستر پر دراز ہو گئیں۔ چند لمحوں بعد نیند نے انہیں دبوچ لیا۔ پھر وہ گہری نیند سو گئیں صبح چاروں بہنیں بیدار ہوئیں تو مرینا بولی۔ "رات میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ لیکن نجانے کیوں مجھے اس پر حقیقت کا گمان ہو رہا ہے۔" پھر اس نے بتایا کہ وہ کیا خواب تھا۔

"میں نے بھی رات بالکل ایسا ہی خواب دیکھا۔" ایوا حیرت سے بولی۔

"میں نے بھی۔" تیسری بہن نے کہا۔ "ہم نے چار بدمعاشوں کی ایسی درگت بنائی کہ وہ بھاگ نکلے۔ وہ چاروں ہمیں قابو میں کرنے اور بے حرمتی کرنے آئے تھے۔ لیکن وہ ناکام رہے اور ان کے ارادے پورے نہ ہو سکے۔"

"میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔" چوتھی بہن بولی۔ "وہ نیرو کے سپاہی تھے دیو قامت وحشی ظالم اور درندہ صفت تھے۔ ہم نے ان کی تلواریں ان سے چھین لی تھیں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیئے تھے انہوں نے ہمیں دبوچ کر بے بس کر دیا تھا۔ تب نجانے کہاں سے ہم میں اتنی طاقت آ گئی کہ ہم نے انہیں شیر خوار بچوں کی طرح اٹھا لیا تھا۔ پھر انہیں فرش پر پٹخ کر ان پر ہاتھوں اور لاتوں سے داؤ آزمائے۔ پھر وہ گیدڑوں کی طرح بھاگ نکلے۔ کتنی حیرت کی بات ہے کہ ہم چاروں نے بالکل ایک جیسا خواب دیکھا۔"

ایوا فرش کی طرف دیکھتے ہوئے چونک پڑی۔ "یہ کیا۔ تلواروں کے ٹکڑے فرش پر بکھرے پڑے ہیں۔"

تینوں نے اس کی بات سن کر فرش کی طرف دیکھا۔ وہ ششدر ہو گئیں۔ مرینا نے اپنی جگ
سے اٹھ کر تلوار کے ٹکڑے اٹھا لیے۔ انہیں الٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ اس کی تینوں بہنوں نے بھ
فرش سے تلواروں کے ٹکڑے اٹھا لیے۔

"تو کیا وہ خواب نہیں حقیقت تھا......؟" ایوا نے تحیر زدہ لہجے میں مرینا سے کہا۔

"حقیقت ہی تھی۔" مرینا خواب کی سی حالت میں بولی۔ "مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب
وقت دروازے پر دستک ہوئی میں جاگ رہی تھی میں نے دروازہ کھولا تو وہ چاروں دندنا
ہوئے اندر داخل ہو گئے تھے جب میں ان کے آگے ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگی۔ ان کی من
سماجت کرنے لگی کہ وہ یہاں سے چلے جائیں اس وقت تم تینوں بھی بیدار ہو گئیں۔ جب ایوا
ان پر خنجر سے وار کیا تھا اس کے بعد وہ تلواریں سونت کر بڑھے تھے۔ ہم نے ان کی تلواریں چھ
اور توڑ کر پھینک دیں۔ اس وقت میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں کوئی نادیدہ طاقت سی آ گئی ہے اس
طاقت کی وجہ سے میں نے تلوار توڑ کر پھینک دی۔ پھر جب میں نے ایک بدمعاش کو ہاتھوں پر
اٹھا لیا تب کچھ یاد نہیں رہا۔"

"ہاں۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی کچھ ہوا۔" ایوا بولی۔ "شاید کسی دیوتا نے ہماری مدد کی۔"

☆......☆......☆

جوگی بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ اس نے اپنا منتر آزمایا تھا کہ وہ کسی کام کا ہے یا نہیں۔ لیکن وہ اپنا
علم بھولا نہیں تھا۔ ماضی میں پہنچ کر وہ ابھی بھی کالا منتر کے علم سے پوری طرح واقف ہے اور اس
کے دسترس میں ہے۔ وہ سیاہ سفید کا مالک ہے۔

صبح وہ بیدار ہوا تو بہت خوش تھا۔ صبح کے وقت وہ ناشتے کے لیے جمع ہوتے تھے اور ہنسے
بولتے رہتے تھے۔ مذاق کرتے تھے دل کھول کر قہقہے لگائے جاتے تھے۔ بعض اوقات مذاق سنگین
صورت اختیار کر جاتا جس سے جھڑپیں ہو جاتی تھیں۔ پھر نوبت خون ریزی تک پہنچ جاتی تھی۔
اس تصادم کو روکنا بہت مشکل ہو جاتا تھا۔

جوگی اور اس کے ساتھی جب تربیت گاہ میں آئے تھے تو ان کے نگران نے انہیں سختی سے
تاکید کی تھی کہ وہ میں کسی کے ہنسی مذاق اور فقرے پر کبھی مشتعل نہ ہوں صبر وضبط اور تحمل سے کام
لیں۔ اس کان سے سنیں اور دوسرے کان سے نکال دیں۔ کیونکہ یہ یہاں کی ریت ہے وہی خوشی کی
چند گھڑیاں ہوتی ہیں جو جانبازوں کو اس خون اور پسینے کی بو سے رچے بسے اور عذاب ناک ماحول
میں میسر آتی ہیں اسی لیے انہیں دل پر نہ لیا جائے۔

ناشتے کا گینگ اپنے ٹھیک وقت پر بج چکا تھا اور تمام ہی جانباز میں پہنچ چکے تھے جوگی اپنے

ساتھیوں کے ہمراہ پہنچا تو قدرے تاخیر ہو چکی تھی جب وہ ہال نما کمرے میں داخل ہوئے تو متعدد
نگاہیں ان کی طرف اٹھیں۔ وہ اس تربیت گاہ میں داخل ہونے والے غلاموں کی حالیہ کھیپ تھی
اور اس لیے وہ سب کی نگاہوں کا مرکز اور دلچسپیوں کا مرکز بنے ہوئے تھے وہ طائرانہ نظروں
سے اپنے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے کہ جوگی کو کسی کا چبھتا ہوا فقرہ سنائی دیا۔

"اس سنہرے بالوں والے خوب صورت لونڈے کو دیکھو۔ کیا لونڈا ہے؟" جوگی سمجھ گیا تھا
کہ یہ اشارہ اس کی طرف ہے۔ وہ سن کر خاموش رہ گیا۔

"سنو۔ میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے لہٰذا تم اس سے اپنا ہاتھ دور رکھنا۔" جوگی کو دوسرا جلتا
وا فقرہ سنائی دیا۔ "جب میں اس کا گلہ کاٹوں گا تو اس کے سنہرے بال سرخ ہو جائیں گے۔"

"لڑکے کیا تم میرا خدمتگار بننا پسند کرو گے......؟" اس بار جوگی کو براہ راست مخاطب کیا گیا تھا۔

"لیکن یہ بتاؤ کہ اس کا مالک کون ہو گا؟ تم یا وہ......؟" پوچھا گیا۔ اس پر ایک زوردار قہقہہ
ا اور وہ سب بھونڈے پن سے ہنسنے لگے ایک دوسرے کو کہنیاں مارنے لگے۔

وہ تینوں خاموشی سے ان کی باتیں بے پروائی کے انداز میں سنتے ہوئے اپنے لیے مناسب
ہ تلاش کرتے رہے۔

ایک چپٹی ناک، چندھی آنکھوں، گھنگھریالے سیاہ بالوں والا تنومند شخص جو مصری دکھائی دیتا
اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کی طرف بڑھنے لگا اس کی نگاہیں صرف انہی پر مرتکز تھیں۔ "انہیں خوش
مدید کہو کوٹکس۔" کسی نے اس شخص کو عقب سے مخاطب کر کے مشورہ دیا۔

"ان کے لباس ہٹا کر دیکھو کہ اس کھیپ میں آنے والے مرد ہیں یا لڑکیاں......؟" تیسری
از استہزائی تھی۔ کوٹکس سر ہلاتا، مسکراتا اور ہاتھ لہراتا ہوا ان کی طرف بڑھا۔ پھر وہ براہ راست
ی کے قریب پہنچ گیا پھر اس نے بڑی بدتمیزی اور تیزی سے سالن میں لتھڑا ہوا ہاتھ اس کے
لوں میں ڈال دیا۔

جوگی ساکت وجامد سا رہا۔ اس کے عقب میں ماماکس اور بانیو اسے گھورتے رہے پھر جوگی
اپنے بازو پر ماماکس کی کہنی کی ہلکی سی ضرب محسوس کی پھر اس کے ساتھ ہی اسے سرگوشی سنائی
"مردود۔ یاد کرو۔"

ماماکس نے کہنی کی ایک بھرپور ضرب جوگی کے پہلو میں رسید کی اور دانت پیستا ہوا بولا۔ "کیا
دنیا والا واقعہ بھول گئے ہو یا پھر تمہاری مردانگی جواب دے گئی ہے۔"

جوگی نے نگراں کی تاکید کے باعث خاموش اور صبر وتحمل کیا ہوا تھا۔ اس مصری نژاد کی اشتعال
ی کو برداشت کر رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ بدمزگی ہو۔ بات آگے بڑھ جائے اور نوبت خون

ریزی تک جا پہنچے لیکن اب اس کے لیے ناقابل برداشت ہوگیا۔ پھر وہ یک لخت حرکت میں آ گ
وہ قدرے کترا کر دو تین قدم پیچھے ہٹا اور تیزی سے جھکتے ہوئے اور تیزی سے بڑھ کر کوٹلکس کو ا
زوردار ٹکر ماری۔ کوٹلکس اس کے لباس کا ٹکڑا ہاتھ میں لیے ہوئے ہوا میں اچھلا اور دھب سے فرش
آرہا۔ اس لمحے ہال میں ایک سناٹا سا چھا گیا جیسے وہاں کسی ذی روح کا وجود ہی نہ ہو۔ پھر یک
کمرے کے درو دیوار اور ہر گوشے سے قہقہے ابل پڑے۔ لوگ پیٹ دبا کر ہنس رہے تھے۔

کوٹلکس نے جو اپنی ذلت اور توہین اور تمسخر دیکھا تو اس کی حالت ایک جنونی کی طر
ہوگئی۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا اور اس کی لال لال آنکھیں انگارے برسانے لگیں۔ جوگی کے
ہوئے لباس کا ٹکڑا ابھی تک اس کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا۔ اس نے لباس کو ایک طرف پھینک دیا
سانڈ کی طرح غراتا ہوا جوگی کی طرف بڑھا۔ اس پر جھپٹا۔ اس نے ایک مکا جوگی کی ناک پر
مارا۔ جوگی نے اپنے علم سے کام نہ لیا ہوتا تو اس کی نکسیر پھوڑ دی گئی ہوتی۔ لیکن اس کا کچھ نہ
خون کی ایک بوند تک نہیں نکلی کوٹلکس کے لیے حیران کن بات تھی اسے اپنے مکے کی طاقت پر ناز
تھا۔ جوگی کو چونکہ بہت کچھ ظاہر کرنا تھا اس لیے اس نے دوسرے لمحے ناک سے خون نکالا۔ خ
دیکھتے ہی اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ پاگل ہوگیا ہے پھر دونوں ہی ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہ
اس کے بعد ان کے حلیف ان کی مدد کو آ گئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے میس کا نقشہ ہی بدل گیا۔

ادھر جوگی اور اس کے ساتھی ان بدمعاشوں پر اس کی وجہ سے بھاری پڑ گئے تھے۔ اس کا
نہ ہوتا تو ان کا دشمنوں سے بچنا ناممکن ہو جاتا جب صورت حال بہت خراب اور نازک ہوگئی
گمان یہ ہونے لگا کہ دو چار مر ہی جائیں گے تو ایک شخص دوڑتا ہوا گیا اور پیڈلیس کو بلا لایا۔

اس نے آ کر میس کا جائزہ لیا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ نصف سے زیادہ لوگ
ہوگئے تھے اور کچھ تو شدید زخمی ہوگئے تھے۔ وہ ڈھیر کی صورت میں ایک دوسرے پر پڑے ہوئے
اور اس قابل نہیں رہے تھے کہ اپنی جگہ سے ہل جل سکیں اور ان کی کراہیں بھی گونج رہی تھیں۔

"یہ ہنگامہ کس نے اور کیوں کیا ہے......؟" پیڈلیس نے ایک طائرانہ نگاہ سب پر
اور دہاڑا۔ "مجھے بتاؤ کہ اس خون ریزی اور فساد کی جڑ کون ہے؟" اس کے سینے میں سا
پھولنے لگیں۔

"اس کا ذمے دار وہ نوجوان ہے جو نئی کھیپ میں آیا تھا" ہال میں سے ایک شخص نے
آواز میں جواب دیا۔ "اس کے بال سنہرے ہیں۔ پہل اسی سنہرے بالوں والے نے کی تھی۔"

"اچھا......" پیڈلیس کو حیرت ہوئی پھر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہو
کہا۔ "کہاں ہے وہ؟ وہ نظر کیوں نہیں آرہا ہے؟ اسے تلاش کر کے میرے سامنے لے آؤ۔"

جوگی کی تلاش کا کام سرعت سے شروع ہوگیا۔ زخمیوں کا ڈھیر ہٹایا جانے لگا۔ اس ڈھیر میں
سے ڈینٹس، رینڈیکس اور برو بھی برآمد ہوئے۔ پھر بانیو دکھائی دیا۔ اس کے بعد ماماکس پھر سب
سے آخر میں جوگی۔ بظاہر بانیو اور جوگی کی بری حالت تھی۔ جوگی نے اپنے علم سے یہ ظاہر کیا ہوا تھا
کہ اس کے تمام ساتھیوں کی حالت بھی شدید زخمی ہے جیسے لوگوں کی تھی۔ لیکن انہیں کوئی درد
اور تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی سب سے زیادہ وہی لڑے تھے یوں تو بظاہر سب سے پٹے بھی تھے
لیکن ان لوگوں کے ہاتھوں جوگی پٹائی ہوئی تھی وہ شدید زخمی حالت میں درد اور تکلیف سے تڑپ
رہے تھے۔ ادھر بانیو اور جوگی نے اپنے چہروں پر نیم بے ہوش زخمیوں کا خون مل لیا تھا جسم پر جگہ
جگہ نیل پڑے دکھائی دے رہے تھے ان کی آنکھیں بھی متورم سی ہوگئی تھیں۔

پیڈلیس نے تفصیل سے پورا واقعہ سنا۔ کچھ لوگوں کے بیانات بھی سنے پھر اس نے ایک جج
کی طرح اپنا فیصلہ صادر کر دیا۔ جوگی اور ماماکس مجرم قرار دیے گئے۔ ان لوگوں نے ان دونوں کے
خلاف جانب داری برتی تھی اور ان کی ہمدردیاں کوٹلکس کے ساتھ تھیں کیونکہ وہ ان کا پرانا ساتھی
تھا۔ اور پھر جوگی نے ان کے ساتھیوں کا حشر نشر کر دیا تھا۔

پیڈلیس نے ان کی سزا بھی تجویز کر دی وہ اپنی تربیت گاہ میں نظم و ضبط کا سختی سے پابند تھا۔ جو
خلاف ورزی کرتا اسے عبرتناک سزا دی جاتی تھی۔ وہ سزا میں رعایت یا نرمی کرنا بالکل نہیں جانتا تھا۔

جوگی، ماماکس اور بانیو کو برہنہ کر کے احاطے میں لے جایا گیا۔ وہاں انہیں ٹکٹکی میں کس دیا
گیا۔ ان کے پیچھے پیچھے ضابطے کے مطابق پوری خلقت بھی تماشا دیکھنے اور ان کی درگت بنانے
آئی تھی۔ وہ اس بات پر خوش تھے کہ انہیں سزا دی جارہی ہے۔ وہ بھی جانتے تھے کہ اصل سزا
کوٹلکس کو ملنا چاہیے کیوں کہ اصل مجرم وہی تھا ساری شیطانی اس کی تھی۔

یہ خلقت خالی ہاتھ نہیں آئی تھی۔ پھر ان سب نے اپنے ساتھ لائے ہوئے گندے ٹماٹر،
سڑے ہوئے آلو اور روٹی کے بچے کچے ٹکڑے ان پر پھینکنے شروع کر دیئے۔ ماماکس اور بانیو حیران
تھے کہ ان کے نشانے خطا ہو رہے ہیں۔ ان تینوں کو ایک چیز بھی نہیں لگی بلکہ آگے پیچھے قدموں پر
گر پڑی۔ جب وہ ان تینوں کے منہ پر تھوکنے کے لیے بڑھے اور ان پر تھوکنے لگے۔ اس لمحے ہوا
ایسی تیز چلی کہ ان کا تھوک ان کے منہ پر آنے لگا۔ پھر تھوکنے کا سلسلہ رک گیا۔

اس کے بعد سزا کا دوسرا اور سخت ترین مرحلہ شروع ہونے والا تھا۔ کیونکہ پیڈلیس کے نزدیک
یہ سزا ناکافی اور سخت ترین نہ تھی۔ وہ بہت ہی سخت سزا دینا چاہتا تھا تاکہ تربیت گاہ کے دوسرے جان
بازوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔

اچانک احاطے میں ایک شور سا مچ گیا اور پھر یک لخت گہری خاموشی چھا گئی۔ احاطے کے

گیٹ کے پاس ایک عورت باوقار انداز سے کھڑی تھی۔ اس میں بڑی تمکنت تھی وہ بے حد قیمتی
لباس میں ملبوس تھی۔ اس کے حسین چہرے پر نقاب پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ دو خوش لباس
عورتیں اور پانچ محافظ بھی تھے۔ پیڈلیس اس عورت کے سامنے تقریباً جھکا ہوا زمین کو جیسے چھو
تھا۔ دوسرے لمحے وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے سرعت سے گھوم کر وہاں موجود اپنے تر
آدمیوں کو بلند آواز سے قطار بنانے کا حکم دیا۔ فوراً ہی قطار بن گئی۔

ایک عورت ایک ایک فرد کو غور سے دیکھتے ہوئے قطار کے سامنے سے گزرنے لگی۔ پھر
دوبارہ پیڈلیس کے پاس پہنچی پیڈلیس پھر ایک بار اس عورت کے سامنے رکوع کے انداز میں جھک گیا

''میں جس کی تلاش میں آئی ہوں ان میں وہ شخص موجود نہیں ہے۔'' عورت نے تیز ل
میں کہا۔

''آپ اس کا نام بتائیں تا کہ میں اسے حاضر کر سکوں۔'' پیڈلیس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا

''اس نوجوان کا نام جوگی ہے۔ اسے فوراً میرے روبرو حاضر کیا جائے؟'' عورت نے
تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''وہ...... وہاں اس طرف ہے ڈومینا......'' پیڈلیس نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے بتایا

''وہ...... وہاں کس لیے موجود ہے......؟'' عورت کا لہجہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔

''اس لیے کہ اسے وہاں سزا دی جا رہی ہے۔'' پیڈلیس نے لجاجت سے جواب دیا۔

''کیا صرف اسے سزا دی جا رہی ہے......؟'' ڈومینا نے سخت لہجے میں کہا۔

''جی نہیں۔ اس کے دو ساتھی بھی ہیں۔ ان تینوں نے نظم وضبط کی خلاف ورزی کی تھی۔''

''اچھا اس کے دو ساتھی بھی ہیں......؟ تو پھر ان تینوں کو یہاں لے آؤ۔'' اس نے تحکما
لہجے میں کہا۔

پیڈلیس نے ایک جان باز کو اشارہ کیا۔ پھر کچھ بعد وہ اس عورت کے سامنے آئے تو خوا
میں لتھڑے ہوئے تھے۔ بری حالت اور چہرہ خون میں ڈوبے ہونے کی وجہ سے ان تینوں کی شکل
واضح نہیں ہو رہی تھی۔

''تم تینوں میں جوگی کون ہے؟'' اس عورت نے باری باری ان کے چہروں پر نظر ڈالی۔

''جوگی!...... آگے آؤ۔'' پیڈلیس نے جواب دیا۔ پھر جوگی ایک قدم آگے بڑھ آیا۔

''بہت خوب...... یہ تو ٹماٹر کی چٹنی ہو رہا ہے۔'' عورت جوگی پر ایک نظر ڈال کر ہنس
پڑی۔ پھر اس نے ماما اور بانو کی طرف دیکھا۔ ''اوہ...... مزید چٹنیاں، لگتا ہے کہ بہت سارے لا
تینوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔'' اس کے تبصرے پر وہ تینوں خاموش کھڑے رہے۔ ان کے لیے جواب

دینا بھی مناسب نہیں تھا۔

''میں انہیں سیزر کی میز کے لیے خریدنے آئی ہوں۔'' اس عورت نے کہا۔ ''یہ تینوں ابھی
زیرِ تربیت ہیں نا؟''

''جی ہاں...... ڈومینا!'' پیڈلیس نے سر کو خفیف سا خم دے کر جواب دیا۔

''یہ یہیں زیر تربیت رہیں گے۔'' عورت کہنے لگی۔ ''تم انہیں اب، اس وقت اور آج سے
ہی میری ملکیت سمجھو۔ لہٰذا تم ان پر خصوصی توجہ دو گے۔ لیکن ایک بات یاد رکھو۔ اگر ان میں سے کسی
کو کوئی نقصان پہنچا تو تم اس کے ذمے دار ٹھہرائے جاؤ گے اور تم اس بات کو اچھی جانتے ہو کہ غیر
ذمے داری کی سزا کیا ہوتی ہے؟''

اس نے ایک لمحے کے لیے توقف کر کے چہرے سے نقاب ہٹا، تو ایسا لگا چاند پر سے بادل
ہٹ گیا ہو۔ پھر وہ پیڈلیس کی آنکھوں میں براہ راست جھانکتی ہوئی بولی۔ ''میں پھر سے یہ
وضاحت کر دوں کہ تمہیں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ میری ملکیت کو نقصان پہنچانے کی
کیا سزا ہے؟'' اپنی بات ختم کر کے اس نے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ تیزی سے گھومی اور احاطے
سے باہر نکل گئی۔

جو جان باز جوگی کو ساتھ لے کر آیا تھا اس نے جوگی کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے
کہا۔ ''جانتے ہو کون تھی؟''

جوگی نے اپنے علم سے معلوم کر لیا تھا۔ اس نے انجان بن کر جواب دیا۔ ''ایک عورت۔''

''تمام خداؤں کی قسم وہ عورت ہی تھی......'' اس نے تحیر زدہ لہجے میں کہا۔

''کیا عورت کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں؟'' جوگی نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔ ''میں
تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا؟''

''وہ کیسی عورت ہے تم جلد ہی جان جاؤ گے۔'' وہ کہنے لگا۔ ''لڑکے تم بہت خوش نصیب
ہو۔ اب تم روم کی مادر ملکہ اگیری پینا کی ملکیت ہو۔ میں اسے جانتا ہوں کیونکہ ایک بار اکھاڑے
میں اس نے اپنے خوبصورت انگوٹھے کو جنبش دے کر میری زندگی بچائی تھی۔ مجھے تم پر رشک
آ رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی افسوس بھی ہو رہا ہے۔''

''افسوس کس بات کا......؟'' جوگی نے دریافت کیا۔ ''اس بات کا کہ اس کی نظر انتخاب تم پر
نہیں پڑی؟''

''افسوس اس بات کا کہ اگیری پینا کے عاشقوں کی زندگی کا اختتام صلیب پر ہوتا ہے۔''

جوگی نے شانے اچکاتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ ''اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔''

''فرق کیوں نہیں پڑتا ہے؟'' اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''کیا تمہیں اپنی زندگی پیار نہیں ہے؟''

''میں ایک جان باز ہوں کوئی عام آدمی نہیں ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہر شخص کو ایک نہ ایک بار تو مرنا ہوتا ہے۔''

اس روز کے بعد سے جوگی اور اس کے ساتھیوں کا رعب اور دبدبہ تربیت گاہ کے بدمعاشوں پر ایسا طاری ہوا کہ کوئی ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہوئے خوف کھاتا تھا۔ خوف کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ لوگ ایگری پیٹا کی ملکیت تھے دوسری وجہ یہ تھی کہ اس روز انہوں نے کوئنکس اور اس کے حلیفوں کی جو درگت بنائی تھی وہ بڑی عبرتناک تھی۔ وہ تینوں نہتے ہونے کے باوجود تین خطرناک اور دیوہیکل بدمعاشوں پر بھاری پڑے تھے انہیں شدید زخمی کر دیا تھا وہ کئی دنوں تک بستر سے ہل نہیں سکے تھے لیکن یہ زخمی ہونے کے باوجود چند گھنٹوں میں اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے زخم فوراً ہی مندمل بھی ہو گئے تھے۔ جیسے وہ زخمی ہی نہیں ہوئے تھے پیڈلیس بھی ان کا بہت زیادہ خیال کرنے لگا تھا۔ ان سے مؤدبانہ انداز سے پیش آتا تھا۔

تربیت گاہ میں ان تینوں کی جو عزت اور پذیرائی ہو رہی تھی اس نے جان بازوں میں ان کے خلاف نفرت اور حسد و جلن کے جذبات پیدا کر دیئے تھے۔ کوئنکس جوگی اور اس کے ساتھیوں کا سخت جانی دشمن بن گیا تھا۔ اس کا بس چلتا تو وہ ان لوگوں کو قتل کر کے بھون کر کھا جاتا۔ وہ تو جوگی کا بدترین دشمن بن گیا تھا۔ وہ جوگی کے مکوں، لاتوں اور گھونسوں کو نہیں بھولا تھا۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ اس نوجوان لڑکے میں اتنی طاقت ہو گی۔ جوگی نے اسے بری طرح پیٹا تھا اور ایسی درگت بنائی تھی کہ اسے پوری طرح صحت مند ہونے میں دس دن لگ گئے تھے۔ وہ جسمانی طور پر بے حد توانا ہوتا اور اس میں بلا کی قوت پوشیدہ نہ ہوتی تو وہ مر چکا ہوتا۔

اس کے سینے میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے ان دو جان بازوں کو اپنے اعتماد میں لیا جو جوگی اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں بری طرح پٹے اور زخمی ہو گئے تھے۔ ان تینوں نے مل کر جوگی کو پہلے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان کے نزدیک سارے فساد کی اصل جڑ جوگی تھا۔ وہ یہ چاہتے تھے کہ جوگی کو اس کے اصطبل سے اٹھا کر ویرانے میں لے جائیں۔ اسے کسی درخت سے باندھ دیں۔ پہلے اس کے ہاتھ پیر اور ناک کاٹ دیں۔ پھر اسے ذبح کر کے اس کی لاش دفن کر دیں۔

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے لیکن ان کے نزدیک ایسا کچھ مشکل بھی نہ تھا۔ لیکن وہ اس بات کو بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے تھے کہ جوگی کے غائب ہونے پر قیامت آ جائے گی۔ پیڈلیس ایک طوفان کھڑا کر دے گا۔ سب کی شامت آ جائے گی کیونکہ جوگی ایگری پیٹا کا منظور نظر

غلام ہے۔ اس نے پیڈلیس سے سودا کیا ہوا ہے اگر پیڈلیس کے علم میں یہ بات آ گئی کہ جوگی کو کسی نے اغوا کر کے قتل کیا ہے تو اس کی شامت آ جائے گی۔

جب رات خاصی بھیگ گئی تب کوئنکس اور اس کے ساتھی اپنے اور اصطبل سے دبے پاؤں باہر آئے۔ گھپ اندھیرا تھا ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ باہر جو پہرہ دار تھا وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ رات کو جب کوئی بھی سونے کے لیے دراز ہوتا تھا وہ فوراً ہی گہری نیند سو جاتا تھا۔ اس پر نیم بے ہوشی سی طاری ہو جاتی تھی اور اسے کچھ ہوش نہیں رہتا تھا۔

وہ تینوں جوگی کے اصطبل کی جانب بڑھے۔ جب وہ اندر داخل ہوئے، جوگی اور اس کے ساتھی بے سدھ اور بے ہوش سے سو رہے تھے کوئنکس نے موم بتی جلا کر جوگی کو دیکھا۔ پھر اس کے پاس پہنچ کر سب سے پہلے کوئنکس نے اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا۔ اس کے ساتھیوں نے اس کی مشکیں کس دیں۔ جوگی کی آنکھ کھل گئی۔ پھر تینوں اسے اٹھا کر باہر لے آئے۔

کوئنکس نے موم بتی گل کر دی۔ پھر وہ تینوں جوگی کو اٹھائے ہوئے تیزی سے ویرانے کی طرف لپکے۔ وہ ہتھیاروں سے لیس تھے۔ پھر وہ ویرانے میں پہنچ کر ایک درخت کے پاس رک گئے۔ انہوں نے جوگی کو درخت کے تنے سے باندھ دیا۔ کوئنکس کے ایک ساتھی نے دو تین موم بتیاں روشن کر دیں تا کہ جوگی انہیں دیکھ سکے اور وہ جوگی کو ایذائیں دے کر ختم کر دیں۔

کوئنکس اور اس کے ساتھیوں کے لیے حیران کن بات یہ تھی کہ جوگی انہیں ذرہ برابر بھی دہشت زدہ اور پریشان دکھائی نہیں دیا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور آنکھوں سے ایک عجیب قسم کی طمانیت جھانک رہی تھی وہ بے حد پرسکون تھا۔

جوگی نے بڑی نرمی سے پوچھا۔ ''کوئنکس! تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ مجھے درخت سے کس لیے باندھا گیا ہے؟''

''تمہیں اس لیے لائے ہیں کہ پہلے تمہارے اعضاء ایک ایک کر کے کاٹ دیئے جائیں۔ پھر تمہیں ذبح کر دیا جائے۔''

''ایسا تم کیوں اور کس لیے کرنا چاہتے ہو......؟'' جوگی نے بدستور نرمی سے پوچھا۔

''یہ تم پوچھ رہے ہو کہ کس لیے ہم تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں؟'' کوئنکس نے حیرت سے جواب دیا۔ ''انجان بن رہے ہو؟''

''میں حیران ہوں کہ تم بلاوجہ مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں لے کر آئے ہو۔ جب کہ میں نے تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑا؟''

''بلاوجہ نہیں۔ اس روز تم اور تمہارے آدمیوں نے مل کر مجھے اور میرے ساتھیوں کو دھوکے

سے مارا تھا اور قتل کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔ آج میں اور میرے ساتھی تم سے اس بات کا بدلہ چکا رہے ہیں۔'' کونٹکس نے سفاک لہجے میں کہا۔

''کونٹکس!'' جوگی کہنے لگا۔ ''میری بات غور سے سنو۔ اس روز کی بات اس روز ہی ختم ہوگئی تھی۔ تمہارے حلیفوں نے نہ صرف مجھے بلکہ میرے ساتھیوں کو بھی خوب مارا پیٹا اور شدید زخمی کر دیا تھا۔ اب تو میں اور میرے ساتھی اس واقعے کو بھول بھی چکے ہیں۔''

''نہیں وہ بات ختم نہیں ہوئی ہے۔ وہ تمہاری موت سے ختم ہوگی بلکہ ہم تمہارے ساتھیوں کو بھی ایک ایک کر کے موت کی نیند سلانے والے ہیں۔ کونٹکس نے سخت لہجے میں کہا۔ ''ہم اس واقعے کو بھولے ہیں اور نہ بھولیں گے۔''

''کونٹکس! تم جو کچھ کر رہے ہو وہ اچھا نہیں کر رہے ہو۔'' جوگی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''تمہیں مجھے قتل کر کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہتر ہے کہ میری مشکیں کھول دو۔ ہم واپس چلتے ہیں۔ میں اپنی زبان بند رکھوں گا۔ پیڈیس اور اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر نہیں کروں گا۔''

''میں اچھا کر رہا ہوں یا برا کر رہا ہوں یہ تم سے بہتر سمجھتا ہوں۔'' وہ خشونت سے بولا۔ ''تمہیں ذبح کر کے مجھے کیا حاصل ہوگا یہ بھی جانتا ہوں۔ میرے سینے میں انتقام کی جو آگ بھڑک رہی ہے اس صورت میں بجھ سکتی ہے کہ تم سے بدلہ لے لوں۔''

کونٹکس کی بات ختم ہوتے ہی ایک ساتھی نے جو اپنے ہاتھ میں ایک تیز چھرا لیے کھڑا تھا، چشم زدن میں جوگی کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ خون کے فوارے کے ساتھ جوگی کے پیٹ سے انتڑیاں باہر نکل آئیں دوسرے نے تلوار نکال کر جوگی کے دائیں بازو پر وار کیا تو وہ کٹ کر زمین پر آ رہا۔ اس نے جوگی کو سنبھلنے کی مہلت نہیں دی۔ دوسرا وار اس کے بائیں بازو پر کر دیا۔ جوگی خوف و دہشت سے بے ہوش ہوگیا۔ اس کے خون سے زمین سرخ ہونے لگی۔

کونٹکس نے میان سے تلوار نکالی اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''اب مجھے انتقام لینے دو۔ حیرت ہے یہ بے ہوش ہوگیا۔''

کونٹکس نے سب سے پہلے جوگی کے دائیں پیر کو تلوار سے کاٹ دیا۔ پھر اس نے بائیں پیر کو بھی نشانہ بنایا پھر اس کی نفرت اور غصہ عود آیا اس کی رگوں میں لہو ابلنے لگا۔ پھر اس نے تلوار کو جوگی کے سینے میں دل کی جگہ گھونپ دیا۔ جب اس نے تلوار نکالی تو خون کا فوارہ ابل پڑا۔ کونٹکس نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ اس نے اپنے ساتھی سے چھرا لے کر اس کا سینہ اور پیٹ پوری طرح چاک کر دیا پھر اس نے چھرے سے جوگی کی دونوں آنکھیں نکال کر پھینک دیں پھر اس نے تلوار نکال کر جوگی کی گردن اڑا دی۔

وہ تھوڑی دیر تک جوگی کے جسم کے ٹکڑوں کو فاتحانہ نظروں سے دیکھتے رہے۔ پھر وہ تینوں بانہوں میں بانہیں ڈال کر دیوانہ وار ایک دائرے میں کچھ دیر تک ناچتے رہے۔ فرط خوشی سے ان کے چہرے دمک رہے تھے۔ پھر انہوں نے پہلے سے کھود کر رکھے ہوئے گڑھے میں جوگی کے جسم کو ڈال دیا۔ پھر زمین ہموار کر دی۔ پھر وہ اپنے اصطبل واپس آ گئے۔

صبح، وہ تینوں ناشتہ کرنے کے لیے میس پہنچے تو انہیں کچھ دیر ہو چکی تھی۔ میس کی طرف جاتے ہوئے کونٹکس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ''جوگی کی پراسرار گمشدگی سے اس کے ساتھی بہت حیران اور پریشان ہو رہے ہوں گے۔''

''میرا خیال یہ ہے کہ...... وہ یہ سمجھ رہے ہوں گے جوگی فرار ہو گیا ہے۔'' دوسرے نے کہا۔

''جوگی کے فرار اور غائب ہو جانے کے خیال سے ان کی کمر ٹوٹ گئی ہوگی۔'' تیسرے نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''انہیں جوگی پر بڑا ناز و غرور تھا۔ کیونکہ وہ ان میں سب سے طاقتور اور توانا جسم کا مالک تھا۔''

وہ میس میں داخل ہو کر دہلیز کے پاس کھڑے ہو گئے۔ کونٹکس اور اس کے دونوں ساتھیوں کی نگاہیں جوگی کے ساتھیوں کو تلاش کرنے لگیں۔ کونٹکس اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل اعتبار تھا۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا۔ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے بدن میں چٹکی بھی لی۔ یہ خواب نہیں حقیقت تھی۔ جوگی اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا اور ہنس ہنس کر باتیں کیے جا رہا تھا۔ کونٹکس کی رگوں میں لہو منجمد ہونے لگا۔

''یہ جوگی ہے یا نظروں کا دھوکا ہے......؟'' کونٹکس نے اپنے ساتھیوں سے کہا جو دوسری طرف دیکھ رہے تھے۔

''کہاں ہے جوگی......؟'' اس کے ایک ساتھی نے کونٹکس سے کہا۔ ''کہیں اس کی روح تو نہیں آ گئی ہے؟''

''شاید اس کی روح ہی ہو۔'' کونٹکس نے اس سمت اشارہ کیا۔ ''وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے۔''

اس کے دونوں ساتھیوں نے جوگی کو دیکھا تو بھونچکے سے ہو گئے۔ ان پر سکتہ سا چھا گیا جیسے کوئی بجلی آ گری ہو۔ وہ پتھر کے بن گئے تھے۔ ''مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں نے رات کوئی خواب دیکھا تھا۔'' کونٹکس بولا۔

''وہ خواب نہیں تھا۔ ہم دونوں ساتھ تھے۔ روشنی میں اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ روشنی ہی

میں اسے قتل کیا تھا۔'' تیسرے نے کہا۔

''پھر یہ سب کچھ کیا ہے...... میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔'' کونٹکس نے کہا۔ ''سوچ سوچ کر میرا دماغ چکرا رہا ہے۔''

ایک پہرہ دار نے اندر داخل ہوکر کونٹکس سے کہا۔ ''یہاں سے کچھ فاصلے پر میں نے ایک بھیڑ کو دیکھا۔ کسی نے اسے ذبح کر کے کھال اتارے بغیر ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے نشے کی حالت میں اسے......''

☆......☆......☆

دن گزرتے گئے۔ پھر ایک صبح جوگی کو تربیت گاہ کے اسلحہ خانے میں لے جایا گیا۔ اسلحہ خانے کے بوڑھے اور دانتوں سے محروم نگراں نے اسے زرہ بکتر پہننے کو دی۔ زرہ بکتر اس قدر خوبصورت تھی کہ جوگی کو اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اسے جو خود دیا گیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ جوگی کی آنکھیں چندھیائی جارہی تھیں۔ خود کا چھجا چوڑا تھا۔ سامنے کی طرف چہرے کی پوشش کے لیے جست کی جالی تھی جس پر طلائی کا کام کیا ہوا تھا سامنے اوپری حصے پر ڈولفن کی تصویر کڑھی ہوئی تھی اور مصری بگلیوں کے بیش قیمت سفید پروں سے کلغی تیار کی گئی تھی۔

جست کا شانہ تھا جس پر میڈوسا کی تصویر بنی ہوئی تھی سرخ چمڑے کی چوڑی پیٹی تھی جس پر طلائی حاشیہ تھا اور بھاری بکسوا سونے کا تھا۔ دونوں ساق پوش بھی چمڑے کے تھے اور پیٹی ہی کی مانند طلائی کام سے مزین تھے۔ دفاع کے لیے ایک مستطیل ڈھال تھی جس پر مارس اور وینس کی تصویریں کندہ تھیں۔ جوگی کو جس چیز نے سب سے زیادہ خوش کیا۔ وہ دمشق میں ڈھلی ہوئی بہترین فولاد کی تلوار تھی۔ تلوار کا پھل وزن میں ہلکا مگر بے حد مضبوط تھا۔ دھار اتنی تیز تھی کہ اس سے خط بھی بنایا جاسکتا تھا اور پالش اتنی عمدہ تھی کہ جوگی کو اپنی شکل دکھائی دے رہی تھی اس نے طویل سانس لیا تو آب دار پھل پر دھندسی پھیل گئی۔

''یہ سب کچھ تمہارے لیے ہے لڑکے!'' نگران نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''سچ......'' جوگی نے حیرت اور خوشی کا مظاہرہ کیا۔ ''بہت بہت شکریہ۔''

''یہ چیزیں ایگری پینا کی طرف سے تحفہ ہیں۔'' اس نے خود دوبارہ اٹھالیا۔ ''غور سے دیکھ لڑکے...... یہاں حلقوم کے پاس ایک خفیہ قفل ہے جو ایک بار پہن لینے کے بعد دوبارہ نہیں اتارا جاسکتا۔ لڑائی کے دوران تم خود اتار نہیں سکتے۔ اس خود کو صرف وہ شخص اتار سکتا ہے جس کے پاس اس کی چابی موجود ہو۔''

''اس کی چابی کس کے پاس ہے؟'' جوگی نے پوچھا۔ ''کیا تمہارے پاس اس کی چابی ہے؟''

''اس کی چابی صرف ایگری پینا کے پاس ہے۔'' دفعتاً عقب سے پیڈلیس کی آواز سنائی دی۔

پیڈلیس چند لمحے پہلے ہی وہاں آیا تھا۔ جوگی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تو اس نے کہا۔ ''بالفرض محال یہ چابی ایگری پینا کے پاس سے کھو جائے تو تمہیں زندگی بھر یہ خود پہنے رہنا ہوگا یہ کسی دوسری چابی سے کھل نہیں سکتا ہے۔''

پیڈلیس نے وہ خود اپنے ہاتھ میں لے لیا اور حریصانہ انداز میں سفید کلغی پر انگلیاں پھیرتے ہوئے بولا۔ ''تین دن بعد تم سرکس میکسمس میں لڑو گے مگر نہیں شاید میں نے لڑنے کا لفظ غلط استعمال کیا ہے ایگری پینا اپنے خوب صورت لڑکے کو ضائع ہونے نہیں دے گی وہ لڑائی ملی بھگت ہے۔ پہلے سے طے شدہ ہے اس لیے تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا ممکن ہے تھوڑا خون بہے مگر کوئی ترشول تمہاری آنکھوں میں داخل نہیں ہوگا۔ لہٰذا پریشان اور متفکر ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''میرا مقابلہ کس سے ہوگا کیا تم بتا سکتے ہو؟ میرے مدمقابل کے بارے میں جانتے ہو؟'' جوگی نے دریافت کیا۔

''تمہارے مقابلے پر پائسس کے اصطبل کا یونانی لڑکا نارسکو ہوگا۔ شرط کے مطابق اسے بھی کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ ایگری پینا نے مجھے اور پائسس کو خاصی بھاری رقم دے کر یہ لڑائی طے کردی ہے۔ نارسکو ترشول اور کمند سے مسلح ہوگا اور تم تلوار اور ڈھال سے پھر لڑائی شروع ہوگی۔ تم دونوں ایک دوسرے کو معمولی زخمی بھی کرو گے پھر نارسکو کسی نہ کسی حیلے سے زمین پر گر جائے گا اور تم فوراً اس کے سینے پر ایک پیر رکھ کر کھڑے ہو جاؤ گے اور ہاتھ کا انگوٹھا سیدھا کر کے سیزر سے اسے ہلاک یا جان بخشی کرنے کی منظوری لو گے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم سب چیخ چیخ کر نارسکو کو جان بخشی کے لیے درخواست کریں گے۔ سیزر نارسکو کی جان بخشی کردے گا۔ تم اس کے سینے سے پیر ہٹاؤ گے اور وہ اچھل کر کھڑا ہو جائے گا۔ اور پھر لڑائی دوسرے دن کے لیے ملتوی ہوجائے گی۔''

''میرے دونوں ساتھی بھی تو ہیں......؟'' جوگی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

پیڈلیس نے نفرت اور حقارت سے زمین پر تھوک دیا اور تلخی سے بولا۔ ''ان دونوں کی لڑائی بھی ملی بھگت ہوگی۔ کیوں کہ ملکہ ایگری پینا تم تینوں ہی پر بہت مہربان ہے۔''

اور بقیہ تین۔ بروہ وینٹس اور ریڈیکس......'' جوگی نے دوبارہ پوچھا۔

پیڈلیس قہقہہ مار کر بڑے زور سے ہنسا۔ ''وہ ایک دوسری کہانی ہے۔ انہیں تو ہر صورت میں لڑنا ہوگا۔ یہ سچ مچ کی لڑائی ہوگی ان کی لڑائی ہی تو مزے کی ہوگی۔'' پیڈلیس کا لہجہ بڑا معنی خیز

ہوگیا۔ جوگی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ بہت کچھ سمجھ گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو کالا منتر کے ذریعے بچانے کا فیصلہ کرلیا۔

شہرہ آفاق روم کا تاریخی اکھاڑہ سرکس میکس مس رومیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ تل دھرنے کی جگہ تک نہیں تھی تماشائی اشتیاق سے بے حال ہوئے جارہے تھے لحہ لحہ ان کی بے چینی اور اضطراب میں اضافہ ہوتا جارہا تھا انہیں کسی لمحے چین نہیں آرہا تھا۔

ایک طرف سنگ سرخ اور سنگ مرمر کے سفید اور وسیع وعریض چبوترے پر روم کا سیزر نیرو اپنے اہل خاندان مصاحبوں اور درباریوں کے ساتھ ایک مرصع تخت پر متمکن تھا۔ جوگی نے پہلی بار نیرو کو دیکھا تھا نیرو خاصا پرکشش اور وجیہہ تھا مگر شب وروز کی عیاشی اور مے نوشی کی وجہ سے فربہی مائل ہوچلا تھا جس کی وجہ سے خدوخال میں بھدا پن آرہا تھا اور اس کی خوبصورتی متاثر ہورہی تھی جس کی اسے کوئی فکر اور پروا نہیں رہی تھی۔

جوگی کی بائیں سمت وہ عورت بیٹھی تھی جس نے اسے خریدا تھا۔ وہ بے حد خوب صورت اور پرکشش تھی مگر اس کے مقابلے میں وہ نوعمر لڑکی زیادہ پرکشش تھی جو نیرو کے دائیں جانب بیٹھی تھی جوگی کا خیال تھا کہ وہ نیرو کی بدقسمت ملکہ اوکتاویا تھی۔ اوکتاویا جسے نظر انداز کر کے نیرو سرخی مائل بھورے بالوں والی سبینا کی طرف راغب تھا مگر سابق جان باز پائتھا گورس کی تو وہ دیوانگی کی حد تک پرستش کرتا تھا۔ پائتھا گورس اس کے عقب میں بڑے کروفر سے بیٹھا ہوا تھا۔

اچانک نفیری زور زور سے بجائی جانے لگی چند ثانیوں کے بعد مقدس کنواری جولیا کی آمد کا اعلان ہوا۔ مقدس جولیا بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ وارد ہوئی اور اپنی مخصوص نشست پر براجمان ہوگئی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی دمک تھی۔ کوئی چند لمحوں کے بعد کھیل کا آغاز ہوگیا۔ پہلے مجرموں غداروں سازشیوں اور شہنشاہ کے نمک حراموں کو بھیانک اور عبرت ناک سزائیں دی گئیں پھر کھیل کے کچھ مقابلے ہوئے جو جلد ہی ختم ہوگئے۔

اس کے بعد جان بازوں کی باقاعدہ لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابتدا میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوئیں۔ جان باز باری باری میدان میں بچھی ہوئی ریت پر آتے اور جھک کر نعرہ بلند کرتے۔ ''ہم جو مرنے والے ہیں اپنے عظیم سیزر کو سلام پیش کرتے ہیں۔''

پھر لڑائی کا آغاز ہوتا۔ لڑائی کے فیصلہ کن اختتام پر تماشائی جنون آمیز نعرے بلند کرتے۔ فاتح باب حیات کی طرف جاتا اور مقتول یا زخمی کو۔ باب موت...... کی طرف چلتا کردیتا۔ انتہائی بے دردی اور سفاکی سے۔ مغلوب سسک بھی رہا ہوتا تو باب موت میں اس کا سر انتہائی بربریت اور شقاوت سے کچل دیا جاتا۔

چھوٹے مقابلے ہوتے رہے۔ میدان کی ریت انسانی لہو پی پی کر سرخ ہوتی رہی۔ پھر ماماکس اور بانیو کی بھی باری آگئی۔ ملی ہوئی لڑائی تھی اس لیے وہ دونوں فاتح قرار پائے۔ ان کے مغلوبین کو زندگی کی امان مل گئی۔

اس کے بعد جوگی کی باری تھی میدان میں اترنے کے بعد جوگی نے پہلی بار اپنے حریف نارسکو کی طرف دیکھا۔ وہ دبلا پتلا مگر وجیہہ یونانی لڑکا تھا جوگی کی طرح اس کے چہرے پر فکر و تردد کے آثار نہ تھے۔ کیونکہ اسے بھی معلوم تھا کہ ان کی لڑائی ملی ہوئی ہے۔ اسے صرف مغلوب ہونا تھا۔ جان کو خطرہ تو کسی کو لاحق نہیں تھا۔

سیزر کو سلام کرنے کے بعد ان دونوں کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں ایک دوسرے پر وار کرتے رہے اور اپنا دفاع بھی کرتے رہے تھے۔ نارسکو جوگی پر کمند پھینکتا مگر جوگی جھکائی یا پینترا بدل کر صاف نکل جاتا۔ نارسکو کو مغلوب کرنے کے لیے لازمی تھا کہ جوگی اسے کمند سے محروم کردیتا وہ دونوں اپنے اپنے جوہر دکھاتے رہے۔ مسلسل حرکت اور تگ وتاز سے وہ دونوں ہی پسینے میں شرابور ہوگئے۔

ادھر تماشائیوں نے آسمان سر پر اٹھایا ہوا تھا۔ پھر ان دونوں کو سچ مچ کا جوش آگیا۔ وہ خطرات مول لے کر ایک دوسرے پر حملے کرنے لگے۔ وہ یہ بھول گئے کہ وہ ملی ہوئی لڑائی لڑ رہے تھے پھر جوگی نے نارسکو کو کمند سے محروم کردیا، اور خود ہی لڑائی کو اختتام تک پہنچانے کے لیے کمند سے دستبردار ہوگیا۔ دونوں زخمی بھی ہوگئے تھے احتیاط کے باوجود ان کے جسموں اور چہروں سے خون رسنے لگا تھا جوگی نے اپنے علم سے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ دونوں زخمی ہوگئے ہیں باطن میں ایسا نہ تھا۔ جوگی نے تماشائیوں کی دل چسپی اور جنون کے پیش نظر یہ تاثر دیا کہ وہ خون کی بو سونگھتے ہی پاگل ہوگیا۔ وہ وحشیانہ انداز میں نارسکو پر حملہ کرنے لگا۔ نارسکو کو اپنا دفاع کرنا مشکل ہوگیا تماشائی داد و تحسین کے نعرے بلند کررہے تھے۔

''یہ کیا کررہے ہو......؟ کہیں تم پاگل تو نہیں ہوگئے ہو؟'' نارسکو نے بوکھلاتے ہوئے کہا۔ اس کے بازو اور شانے سے خون ابلنے لگا تھا۔ ''جوگی ہوش میں آؤ۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھو۔''

''تم زمین پر لیٹ جاؤ نارسکو!'' جوگی نے کہا۔ ''کیوں کہ تمہیں مغلوب ہونا ہے تمہیں اپنے زخموں میں درد محسوس نہیں ہوگا۔''

ایک مناسب موقع دیکھ کر نارسکو نے ترشول زمین پر ڈال دیا اور بظاہر لڑکھڑا کر گر پڑا۔ جوگی نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اس کے سینے پر پیر رکھ دیا۔ پھر اس نے سیزر کی طرف رخ کر کے ہاتھ کا انگوٹھا فضا میں بلند کردیا۔

پیڈیس اور بائسس کے حلقوں کی جانب سے طے شدہ پروگرام کے مطابق نارسسکو کی جان بخشی کے لیے درخواستیں اور التجائیں کی جانے لگیں۔ فلک شگاف نعروں سے زمین تھرائی جارہی تھی۔ ریت اور خون میں لتھڑا ہوا نارسسکو زمین پر پڑا ہوا تھا۔ ریت اس کی آنکھوں ناک کان اور منہ میں گھس گئی تھی۔

ہزاروں تماشائیوں کی نگاہیں سیزر کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ سیزر مسکرا رہا تھا۔ اسے صرف ایک ہاتھ بلند کر کے انگوٹھے کو نیچے یا اوپر کرنا تھا۔ جس کا مطلب نارسسکو کی موت یا جان بخشی تھا۔ سیزر نیرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور پورے سرکس میکس مس میں سناٹا طاری تھا۔ پھر نیرو نے اس لمحے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ مگر اسی لمحے اگری پینا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور سرگوشی کی۔ وہ تھوڑی دیر اس کے کان میں کچھ کہتی رہی نیرو کے چہرے سے مسکراہٹ کافور ہو گئی۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا مگر انگوٹھا نیچے کر دیا۔ سیزر نارسسکو کی موت کا خواہش مند تھا۔ جوگی کو یہ فیصلہ تسلیم کرنا اور اس پر عمل کرنا تھا۔

جوگی کا دل بیٹھ گیا اور وہ سخت حیران ہو گیا۔ وہ سیزر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہچکچانے لگا۔ اسے تامل ہو رہا تھا۔ اسے نارسسکو کی نوجوانی اور معصومیت پر رحم آ رہا تھا۔ وہ اس کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنا نہیں چاہتا تھا اس وقت اکھاڑے کا منتظم تیزی سے لپکتا ہوا اس کی طرف آیا پھر وہ ہذیانی لہجے میں چیخنے لگا۔ ''مار ڈالو۔ اسے مار ڈالو...... یہ سیزر کا حکم ہے۔''

''مگر یہ تو......'' جوگی نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا فقرہ نا تمام چھوڑ دیا۔

''بکواس بند کرو۔ دیکھ نہیں رہے ہو۔ یہ سیزر کا حکم ہے۔'' وہ بھڑک اٹھا۔ ''اس کے حکم کی تعمیل کرو۔''

جوگی کے ہاتھ میں دبی ہوئی سنہرے دستے والی دمشق کی تلوار کانپ گئی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیوں کہ نارسسکو کہہ رہا تھا۔ ''ذرا جلدی میرے رومی دوست!'' وہ یونانی نارسسکو گھگیا بھی رہا تھا۔ ''دیکھو مجھے تکلیف نہ ہو۔ حلقوم پر وار کرنا۔''

جوگی نے اکھاڑے کے منتظم کو سنانے کے لیے نارسسکو سے کہا۔ ''خدا حافظ...... میرے دوست نارسسکو!'' پھر اس نے کہا۔ نارسسکو! تم مارے نہیں جاؤ گے۔ تم سوائے میرے سب کی نظروں سے غائب ہو جاؤ گے اور اپنے وطن پہنچ جاؤ گے۔ یہاں تمہاری ہم شکل لاش ہو گی۔ یہ لاش اس شخص کی ہو گی جو انتہائی ظالم جابر اور درندہ صفت ہے۔ بس تم اپنی آنکھیں بند کر لو۔ چند لمحوں بعد کھول دینا۔''

نارسسکو کو اس کی بات کا یقین نہیں آیا۔ یہ کیسے ممکن ہے۔ وہ سمجھ گیا کہ جوگی کا دماغ غم وصدمے

سے چل ہے۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحوں تک اس نے انتظار کیا۔ اسے لگا بس اب تلوار اس کا کام تمام کرنے والی ہے پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ ایتھنز میں اپنے گھر میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔

ادھر جوگی کی تلوار فضاء میں بلند ہو کر چمکی۔ زمین پر جو شخص پڑا تھا وہ نارسسکو کا ہم شکل تھا۔ اس کے حلق سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ کچھ خون ریت میں جذب ہوا اور کچھ اس کے پسینے سے شرابور لباس پر آ رہا۔ دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ نارسسکو موت کی آغوش میں چلا گیا۔ جوگی ان بھوری اور بے خود آنکھوں پر نظر ڈالے بغیر باب حیات کی طرف بڑھ گیا۔ باب حیات کی دوسری طرف اس کے ساتھی اس کے منتظر تھے۔ وہ نیم تاریک راہ داری سے گزر رہا تھا کہ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔

جوگی نے رک کر مڑ کے دیکھا۔ وہ سفید لباس میں ملبوس ایک سنجیدہ اور سرد مزاج غلام تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چابی تھی اس نے چابی جوگی کے خود کے قفل میں پھنسائی اور قفل کھول کر خود اس کے سر سے اتار لیا۔ پھر اس نے جوگی سے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''میرے پیچھے آؤ۔''

غلام نے ایک ذیلی تاریک راستے کی طرف اشارہ کیا جو کسی دوسری راہ داری میں جاتا تھا۔ پھر وہ اس سمت اسے لے کر چل پڑا۔

وہ پتھریلی دیواروں کے درمیان راہ داری میں چلتے رہے۔ جیسے جیسے بڑھتے گئے راہ داری تنگ ہوتی گئی کچھ آگے جا کر وہ ایک کھردرے اور کھلے ہوئے چوبی دروازے کے سامنے رک گئے۔ سرکس میکس مس کے نیچے تہ خانوں اور راہ داریوں کی ایک دنیا آباد تھی اسے نہیں معلوم تھا کہ اس کمرے میں کیا ہے۔ ایک قریبی کھڑکی سے کمرے میں ہلکی روشنی آ رہی تھی وہ کھڑکی خندق کی جانب کھلتی تھی اس روشنی میں جوگی کو کمرے کے فرش پر گندے کپڑوں کے ڈھیر کے سوا کچھ اور نظر نہ آیا۔ غلام نے اسے عقب سے اندر دھکیلا اور دروازہ بند کر کے چلا گیا۔

کمرے میں کوئی موجود تھا جو دروازے کے قریب ہی کھڑا ہوا تھا۔ جوگی کے اندر داخل ہوتے ہی دو معطر اور نرم و نازک بازو اس کے گلے میں حمائل ہو گئے اور کسی کے متلاشی پیاسے اور دہکتے ہونٹ اس کے ہونٹوں پر جم گئے۔ جوگی گھبرا کر تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹا پھر اس کی نگاہ سامنے لانبی پلکوں کے عقب سے گھورتی ہوئی دو خوبصورت آنکھوں پر جم گئی۔

''ملکہ!......؟'' وہ بوکھلا کر قدم بوسی کے لیے جھکنے لگا۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا۔

''کوئی ملکہ نہیں...... کوئی اگری پینا نہیں...... صرف تمہاری کنیز جوگی!'' اگری پینا نے جذباتی لہجے میں کہا اور اس نے جوگی کو دوبارہ کھینچ لیا۔

جوگی نے خون اور پسینے سے آلودہ لباس کا خیال کرتے ہوئے ایگری پینا کو آہستہ سے الگ کر دیا۔ پھر اس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''آپ اپنا لباس خراب کرلیں گی۔ میں......''

''ہاں ابھی تم ایک آدمی کو قتل کر کے آئے ہو اور تمہارا لباس اس کے خون سے بھیگا ہے۔''

ایگری پینا نے اپنی سفید مرمریں انگلی اس کے سینے سے مس کی اور جمے ہوئے خون سے لتھڑی ہوئی انگلی کو منہ میں ڈال کر چوسنے لگی۔ ''اور جسم سے پسینے کی بو بھی آرہی ہے۔ تمہارا خیال ہے کہ میں نے تمہیں اس کندوالے آدمی کو ہلاک کرنے پر کیوں مجبور کیا۔ جب کہ سارا روم اس کی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا؟ خود سیزر نیرو بھی نہیں چاہتا تھا کہ اسے ہلاک کیا جائے؟''

''مجھے نہیں معلوم......'' جوگی نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ ''میں کیا کہہ سکتا ہوں۔''

''ایسا اس لیے ہوا کہ میں ایسا چاہتی تھی۔'' ایگری پینا بولی۔ ''جانتے ہو کیوں اور کس لیے؟''

''جی نہیں......'' جوگی نے اس کے چہرے اور ہونٹوں پر نظریں مرکوز کر کے سر ہلا دیا۔

''اس لیے کہ میں یہ چاہتی تھی کہ تمہارے جسم سے اس کے خون اور تمہارے پسینے کی بو آئے۔ میں چاہتی تھی کہ جن ہاتھوں نے ایک لمحہ پہلے ایک آدمی کو ہلاک کیا ہے وہ مجھے پیار کریں۔ میرے جسم کو سہلائیں میں اپنا چہرہ تمہارے سینے میں چھپانا اور پسینے کی ترشی اور خون کی تلخی چکھنا چاہتی تھی۔''

جوگی نے خود کو نخلستان کے اس تالاب میں محسوس کیا جہاں وہ طرح طرح کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ وہ خواب اور اس کی تعبیر روم کی ملکہ ایگری پینا!...... اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ وہ تا دیر تک دم بخود سا رہا۔

''آؤ...... ہم بھول جائیں کہ...... تم غلام ہو اور میں روم کی ملکہ ہوں۔''

☆......☆......☆

اب میں دوبارہ ملکہ روم ہوں۔ ایگری پینا ہوں۔ حد ادب کا لحاظ رہے۔''

''میرے لیے کیا فرق پڑتا ہے۔ یوں بھی یہ میری زندگی کی آخری رات ہے۔ سنا ہے تم اپنے تصرف میں آنے والے مردوں کو ہلاک کر دیتی ہو تا کہ وہ کسی کو کچھ نہ بتا سکیں۔'' جوگی نے صاف گوئی سے کہہ دیا۔

''جھوٹ۔ بالکل بکواس...... لوگوں نے مجھے عفریت بنا کر پیش کیا ہے اس بات میں ذرا برابر بھی صداقت نہیں ہے۔ میں تمہاری موت کی طلب گار نہیں ہوں جوگی!...... مجھے تمہاری ضرورت

ہے۔ تم میرے لیے جو کچھ کر سکتے ہو وہ روم کا کوئی شخص نہیں کر سکتا ہے۔'' ایگری پینا بولی۔ ''میں تمہاری ذات سے بہت توقع رکھتی ہوں۔''

''آج نہیں تو کل میری زندگی کا آخری دن ہوگا کل مجھے پھر اکھاڑے میں لڑنا ہوگا۔'' جوگی نے کہا۔

''کل کو بھول جاؤ میرے جوگی!......'' ایگری پینا نے کہا۔ ''اب ایسا کوئی کل نہیں آئے گا۔''

''یعنی...... یعنی...... میں سمجھا نہیں۔'' جوگی نے اس کی حسین آنکھوں میں ڈوبتے ہوئے کہا۔

''تم آج، اب اور اس وقت سے ایک آزاد انسان ہو۔ ایک معزز رومی شہری۔'' ایگری پینا بولی۔

''شکریہ ڈومینا!'' جوگی نے ممنونیت بھرے لہجے میں کہا۔ ''میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''میری خدمت......؟ میری خدمت میرے احکام کی تعمیل ہوگی وہ جو تمہارے دو ساتھی ہیں کیا وہ تمہارے بھروسے کے ہیں؟''

''جی ہاں۔'' جوگی نے سر ہلایا۔ ''وہ میرے لیے ایسے ہیں جیسے میرے دو بازو میری دو آنکھیں......''

''بہت خوب......'' ایگری پینا کا چہرہ دمک اٹھا اور اس کی بڑی بڑی حسین آنکھیں چمک اٹھیں۔ ''میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ کچھ دیر بعد میرا خصوصی خادم ایزدا تمہیں یہاں سے لے جائے گا باہر تمہارے دونوں ساتھی بھی موجود ہیں میں ان دونوں کو آزاد کرتی ہوں اب وہ غلام نہیں رہے۔'' وہ سانس لینے کے لیے رکی تو جوگی نے اس پر ممنونیت بھری نظروں سے دیکھا۔ ''تمہارا بہت بہت شکریہ۔''

ایگری پینا نے اپنی بات جاری رکھی۔ ''میں ان دونوں کو بھی آزاد کرتی ہوں۔ ان کی حیثیت بھی تمہاری طرح آزاد اور معزز شہری جیسی ہوگی۔ تم تینوں کو بائیا کی پہاڑی پر واقع میرے خصوصی ولا میں منتقل کر دیا جائے گا۔ وہاں تمہاری شخصیت ایک معزز شہری کی سی ہوگی۔ ایک رئیس زادے کی طرح۔ مگر شہری زندگی سے بیزار اور گوشہ نشین۔ ماماکس تمہارے ولا کا نگراں اعلیٰ ہوگا۔ اور بانو تمہارا خصوصی ملازم۔ کیوں ٹھیک ہے؟'' جوگی اس کی باتیں بڑے دھیان اور غور سے سنتا رہا۔ اس نے سر ہلایا۔

''میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ تم انٹیوچ میں امپیریل تھیٹر میں اداکار رہ چکے ہو۔ تم لکھ پڑھ اور بول لیتے ہو۔ ولا میں شان دار لائبریری بھی موجود ہے۔ تم وہاں رومی شہنشاہوں کے خاندان کے بارے میں مطالعہ کرو گے۔ ان کے طور طریق طرز فکر اور روایات کو ذہن نشین

کرد گے۔ یہ مطالعہ اس لیے ضروری ہوگا کہ تم صحیح معنوں میں رومی بن سکو۔ تم یوں تو خاصی شائ
سے بول لیتے ہو لیکن اس میں اور نفاست پیدا کرو۔ کیا تمہاری سمجھ میں میری تمام باتیں آ گئیں؟"

"جی ہاں......" جوگی نے سر کو اثباتی انداز میں ہلایا۔ "میں تمہاری باتوں کا خیال رکھوں گا۔"

"دو ہفتے کے اندر نیرو بابیا کے محل میں آنے والا ہے۔ میں اس وقت تم سے ملنے آؤ
گی۔ مگر ایک بات یاد رکھو جوگی! وہ یہ کہ تم یا تمہارے کسی ساتھی نے ولا سے قدم نکالنے کی کوشش
تو ایزدا کو میرے احکامات ہیں کہ تم لوگوں کو قتل کر دے۔ ٹھیک ہے؟"

جوگی نے سوچا کہ اس سے کہے کہ اسے جانے اور غائب ہونے سے کوئی روک نہیں سکتا۔
اپنے ساتھیوں سمیت بھی غائب ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ اس قسم کی کوئی حرکت کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس
اپنے آپ کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا۔ وہ کسی بھی مرحلے پر غائب ہو سکتا تھا۔ اس لیے ا
کسی بات کی فکر اور پروا نہیں تھی۔

"تم بے فکر رہو۔ میں اور میرے ساتھی تمہارے احکامات کی سختی سے پابندی کریں گے۔"

ولا میں جوگی۔ ماماکس، بانیو اور ایزدا کے سوا چوتھا شخص کوئی نہیں تھا ایزدا ہی وہاں سب کچھ
جلد ہی اسے اندازہ ہو گیا کہ ان کی حیثیت وہاں قیدی کی سی تھی اور خونخوار ایزدا دراصل ان کا جیل
جوگی اور اس کے ساتھی کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے تھے جوگی اپنا سارا وقت مطالعے یا گپ شپ
میں گزارتا۔ رات کے وقت کبھی کبھی وہ ایگری پینا کی خواب گاہ میں غائب ہو کر پہنچ جاتا۔ وہ
خواب ہوتی۔ پھر وہ صبح ہونے پر واپس آ جاتا۔ لیکن ایگری پینا یہ سمجھتی کہ اس نے رات خواب د
تھا اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ حیران بھی ہوتی تھی کہ ایسے خواب اسے پہلے کبھی کیا
نہیں دکھائی دیئے۔

ماماکس نے جوگی پر یہ دردناک حقیقت منکشف کی تھی کہ رینڈیکس اور ڈینٹس کو مشت
تماشائیوں نے انتہائی بے رحمی سے مار ڈالا تھا۔ یہ دردناک واقعہ جوگی اور نارسکو کی ملی ہوئی
میں بدعہدی کی وجہ سے پیش آیا تھا۔ تماشائیوں نے اپنے طور پر جوگی کی بدعہدی کا انتقام ان
دونوں ساتھیوں سے لیا تھا مزید یہ کہ برو کا کہیں پتا نہیں تھا۔

ان باتوں کا جوگی کو علم تھا۔ وہ اپنے ساتھیوں کو اصل حقیقت سے آگاہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔ ا
نے موہن لال کو اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے کے لیے کہہ دیا تھا۔ موہن لال نے رینڈیکس ا
ڈینٹس کی جگہ دو سفاک قاتلوں کو تماشائیوں کا نشانہ بنا دیا تھا۔ انہیں لہولہان کی طرح بنا دیا تھا۔ ا
وہ دونوں اپنے اپنے گھروں میں تھے۔ برو بھی بحفاظت اپنے گھر میں تھا۔ اس نے اپنے ساتھیو
پر یہ ظاہر کیا تھا کہ اس دردناک واقعہ سے وہ بہت خوف زدہ ہے اور اپنے تین ساتھیوں کے انجا

اس کا دل بہت دکھا ہے۔ مزید یہ کہ اسے ماماکس اور بانیو کے بارے میں بھی نہیں معلوم کہ ان کا
انجام کیا ہونے والا ہے۔ آنے والے دن اپنے جلو میں کیا لائیں گے۔ "بہر حال ہم تینوں کو تقدیر
پر شاکر ہو جانا چاہیے آسمانوں پر جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔" وہ بڑی بے چینی سے
ایگری پینا کی ولا میں آمد کے منتظر تھے۔

آخر وہ دن آ ہی گیا جب نہ صرف ایگری پینا بلکہ مقدس کنواری جولیا بھی ولا میں وارد ہوئی
وہ دونوں سنگ مرمر کی بنچ پر بیٹھی سامنے کھڑے ہوئے جوگی، ماماکس اور بانیوں کا غور سے جائزہ
لیتی رہیں۔ مقدس جولیا نے پہلی بار بہت قریب سے جوگی کو دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر اضطراب
کی سی کیفیت تھی اور ہونٹ رہ رہ کر کانپنے لگتے تھے۔

"بالکل اگاتھونیس...... ہو بہو۔" وہ بڑبڑائی۔ وہ سحر زدہ سی تھی مگر یکایک اسے جیسے ہوش
آ گیا۔

"اس کے دونوں ساتھیوں کو دوسرے کمرے میں بھیج دو۔ ہم جس مقصد کے لیے آئے ہیں
اس کے لیے تنہائی اور رازداری کی ضرورت ہے۔" مقدس جولیا ایگری پینا کو مخاطب کرتی ہوئی
سرگوشی میں بولی۔

"تم دانش مند ہو جولیا!...... تمہاری بات درست ہے مجھے اس سے انکار نہیں۔ مگر جوگی نے
مجھے یقین دلایا ہے کہ اس کے دونوں ساتھی قابل اعتماد ہیں اور وہ ان پر پورا بھروسا کرتا ہے، ہم جو
کچھ کرنے جا رہے ہیں اس میں جوگی کے علاوہ ان دونوں کی ضرورت بھی ہوگی۔ ماماکس کے پاس
دماغ ہے اور بانیو کے پاس بلا کی جسمانی قوت ہے۔" ایگری پینا نے جواب دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔" مقدس جولیا بولی اور اس نے تینوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "بیٹھ
جاؤ۔ میں تم سے بہت تفصیل سے اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ میری باتیں غور اور دھیان سے
سننا۔"

وہ تینوں اسٹول پر بیٹھ گئے۔ مقدس جولیا کچھ دیر خاموش رہی پھر اس نے جوگی پر نظر ڈالتے
ہوئے کہا۔

"سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم ہم سے الگ نہیں ہو جوگی، تمہاری رگوں میں شاہی خون
دوڑ رہا ہے تم اور نیرو ایک ہی باپ اگاتھونیس کے بیٹے ہو۔ البتہ تمہاری مائیں الگ الگ
ہیں۔ تمہاری ماں کے علاوہ وہ دوسری عورت کون ہو سکتی ہے۔ یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں ہے ایک ہی
باپ کی اولاد ہونے کے ناتے تم میں اور نیرو میں حیرت انگیز مشابہت ہے اور تم دونوں اپنے باپ
اگاتھونیس سے ملتے ہو کیوں...... ایگری پینا! کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

ایگری پینا کے چہرے پر ایک عجیب سا رنگ آ کر گزر گیا۔ اس نے چند لمحوں کے بعد سرہلایا۔ ''تم ٹھیک کہتی ہو مقدس جولیا!''

جوگی کے لیے وہ ایک حیرت ناک لمحہ تھا۔ اسے حیرت ہی ظاہر کرنا تھا اس انکشاف نے اسے مسرور بھی کیا تھا اور دوسری طرف مغموم بھی کر دیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس کا باپ ایک جرمن شہزادہ تھا۔ یہ بات اس کی ماں نے اسے متعدد بار بتائی تھی اس کا سوتیلا باپ بھی یہی کہتا تھا مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ اس کا باپ نیرو کا بھی باپ تھا۔ نیرو اپنی ماں ایگری پینا کے ہمراہ روم پر حکومت کرتا تھا اور وہ اپنی ماں کے ساتھ دور افتادہ انگلستان میں کرب و اذیت کی زندگی گزار رہا تھا۔ یہ قدرت کی ستم ظریفی نہیں تھی تو اور کیا تھی؟

''محض تمہاری رگوں میں شاہی خون دوڑنے اور نیرو سے بھرپور مشابہت کی بنا پر اس کھیل کی ابتدا کی جا رہی ہے۔'' مقدس جولیا ٹھہر ٹھہر کر کہے جا رہی تھی۔ ''ایگری پینا نے اپنے بیٹے نیرو کو سیزر بنانے کے لیے کیا کیا دکھ نہیں جھیلے۔ تم تصور نہیں کر سکتے۔ اس نے سازشیں کیں اپنوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ مگر آج وہی بیٹا اس کے خلاف ہو گیا ہے۔ اس قدر خلاف کہ ماں کو راستے سے ہٹانے کے منصوبے بنا رہا ہے، بہانے ڈھونڈ رہا ہے، وہ کیا تھا اور کیا ہو گیا ہے، وہ نہ صرف اپنی ماں ایگری پینا بلکہ اپنی بیوی اوکتاویا سے بھی برگشتہ ہے۔ تمہیں یہ جان کر حیرت ہو گی کہ اوکتاویا شادی کے بعد عورت نہ بن سکی۔ وہ ابھی تک کنواری ہے کیونکہ نیرو اپنی ساری توجہ اور سارا وقت اس طوائف زادی پوپیا اور سابق جان باز پائیتھا گورس پر صرف کرتا ہے۔ دراصل ایک طرح سے پوپیا ہی نیرو اور سارے روم پر حکومت کرتی ہے اس عورت کے اشارے پر نیرو اپنی ماں ایگری پینا اور اوکتاویا کو راہ سے ہٹانے کے بارے میں سوچ رہا ہے تاکہ پوپیا عملی اور قانونی طور پر روم کی ملکہ بن جائے۔''

مقدس جولیا رکی۔ پھر قدرے توقف کے بعد اپنی دلکش اور مخروطی انگلیوں پر نگاہیں مرکوز کر کے کہنے لگی۔ ''روم کا موجودہ سیزر، نیرو کو بھی پسند نہیں کرتا ہے ہم بھی اسے پسند نہیں کرتے ہیں ہم اسے موت کی نیند سلا دینا چاہتے ہیں۔''

جوگی کے سارے بدن میں سنسنی سی دوڑ گئی وہ گھبرا کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ماماکس اور بانو کی بھی یہی کیفیت تھی۔ مقدس جولیا اطمینان سے بولتی رہی۔ ''نیرو کی موت روم کے مفاد میں ہو گی اور ہمارے مفاد میں بھی...... اسی طرح روم تباہی سے بچ سکتا ہے اس کے علاوہ ایگری پینا اور اوکتاویا کی زندگی کو بھی خطرات لاحق نہیں رہیں گے۔ مگر صرف نیرو کے مرنے سے بات نہیں بنتی ہے۔ کیونکہ نیرو کے بعد روم بغیر سیزر کے رہ جاتا ہے پھر ہمیں روم کے لیے نئے سیزر کی ضرورت ہو گی۔ بالفرض اوکتاویا ایک بچے کی ماں بن جاتی ہے۔ تو پھر یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ اور پھر ایگری

پینا بھی بچے کے بالغ ہونے تک اس کی نگران ہونے کی حیثیت سے روم پر حکمرانی کر سکے گی۔

''نیرو اوکتاویا سے نفرت کرتا ہے اسے دھتکارتا بھی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اوکتاویا اس نفرت کے باوجود نیرو سے شدید محبت کرتی ہے۔ اس کے باوجود اس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ اس نے مایوسی کو اپنے قریب پھٹکنے بھی نہیں دیا۔ وہ آج بھی ہر شب خواب گاہ میں اس کی راہ تکا کرتی ہے۔ اگر تمہیں اس کی خواب گاہ میں بھیج دیا جائے تو مشابہت کی بنا پر وہ یہی سمجھے گی کہ تم نیرو ہو اور تمہیں بالآخر اس پر رحم آ گیا ہے۔ اس کی محبت نے تمہیں جیت لیا۔ اسے صبر کا پھل مل گیا ہے اوکتاویا کے بارے میں، میں تمہیں یہ بات بتا دوں کہ وہ ویسے بھی ایک سادہ لوح لڑکی ہے وفور جذبات میں وہ کسی بات کی تمیز نہ کر سکے گی۔''

جوگی مارے خوف اور گھبراہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ ''میں......میں......'' اس کا تومند جسم آہستہ آہستہ کانپ رہا تھا۔ اس لمحے وہ اپنے آپ کو بھول چکا تھا۔ اسے کالا منتر بھی یاد نہیں رہا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اگاتھونیس کا بیٹا سمجھ رہا تھا۔ اسے اپنا انگلستان اور اپنی ماں یاد آ رہی تھی۔

مقدس جولیا نے جوگی کو تیز نظروں سے دیکھا اور بڑے پرسکون لہجے میں بولی۔ ''جوگی! بیٹھ جاؤ۔''

جوگی بیٹھ گیا۔ لیکن اس کی عجیب سی حالت ہو رہی تھی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یک لخت کالا منتر کیسے بھول گیا۔ یہ بڑی عجیب سی بات تھی۔ اسے سب کچھ یاد تھا کہ وہ اس دور میں کیسے آیا؟ کیوں آیا؟ اس کا تعلق بنگال سے ہے۔ وہ بنگالی ہے۔ رومی نہیں ہے۔ وہ واپس کیسے جا سکے گا؟ اس سے زیادہ اہم یہ تھا کہ سنگین حالات سے وہ کیسے کیوں کر نبرد آزما ہو سکے گا کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ موت کے منہ میں چلا جائے۔ اور پھر وہ دوسروں کی کیا اپنی مدد کرنے سے بھی قاصر رہے گا۔

''میری بات غور اور دھیان سے سنو۔'' مقدس جولیا ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنے لگی۔ ''تمہارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ میری ہدایت پر عمل کرو۔ احکام بجا لاؤ۔ دو چار دن میں نیرو باٹیا کی پہاڑی پر اپنے گرمائی محل میں آنے والا ہے۔ وہ وہاں اسپین کے قونصل کو ضیافت دے گا۔ اس کی ضیافت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک مثالی ضیافت ہوتی ہے۔ جو خوش نصیب ہوتے ہیں انہیں اس میں شرکت کا موقع ملتا ہے وہ اپنی اس خوش نصیبی کو کبھی نہیں بھلاتا ہے تمہیں کسی طرح اس محل کے ایسے گوشے میں پہنچا دیا جائے گا کہ جہاں تم چھپ کر نیرو کی عادات حرکات وسکنات لب و لہجے اور اضطراری کیفیت کا مشاہدہ کر سکو گے۔ اس کی کسی چھوٹی سی بات حرکت اور عادت کو نظر انداز نہیں کرو گے۔ اور پھر اس کے چلنے کا انداز بھی مدنظر رکھنا ہو گا۔ اس لیے کہ تم ہر لحاظ سے ہر طرح سے نیرو ہی معلوم ہوتے ہو۔ ایک ذرا سی بھول بھی دل میں

شکوک وشبہات کو انجام دے سکتی ہے۔''

''اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ میں نیرو کے ہمزاد کی طرح ثابت ہوں گا؟'' جوگی نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کامیابی کی امید اور توقع اس لیے ہے کہ تم ایک اداکارہ چکے ہو اور یہاں ولا کی لائبریری میں روم کے شاہی خاندان خصوصاً سیزر کے طور طریق کے بارے میں مطالعہ کر چکے ہو اس لیے با آسانی نیرو کا کردار ادا کر سکو گے۔ جب تم دوسرے نیرو بن چکے ہو گے تو تمہیں او کتاویا کی خواب گاہ میں بھیجا جائے گا تم اس کے حسن وشباب اور دل کش جسم کے مالک بنو گے۔''

''کیا مجھے ساری زندگی ہی نیرو بن کر رہنا ہوگا......؟'' جوگی نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

''نہیں۔ ساری زندگی نہیں۔'' مقدس جولیا نے سرہلایا۔ ''تم صرف بچے کی پیدائش تک نیرو بنے رہو گے۔ بچے کی پیدائش کے بعد تم آزاد اور خودمختار ہو گے۔ ایک بے حد شاندار زندگی تمہارے سامنے ہوگی تم ایک معزز شخص کی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس ولا میں رہ سکو گے یہاں تمہیں کسی بات کی تکلیف نہ ہوگی۔

جوگی کا جسم پسینے میں نہا گیا تھا۔ جانے اس کی راہ میں کتنی آزمائشیں تھیں۔ اس دور میں جیسے اس کا یہ دوسرا جنم تھا۔ ماضی کا جنم۔ وہ ماضی میں تھا نخلستان کا ایک لڑکا اداکارہ، قیدی، غلام جان باز ایک معمولی آدمی۔ وہ اب تک ہر روپ میں موت کے چنگل سے بچتا آیا تھا مگر اس روپ میں اسے اپنی دردناک موت یقینی نظر آ رہی تھی۔ اس کے ساتھیوں کی حالت بھی اس سے قطعی مختلف نہیں تھی۔ ان کے چہروں پر بھی مردنی چھا گئی تھی اور آنکھوں کی چمک بھی ماند پڑ گئی تھی۔ جوگی کے دل پر ان کی دلی کیفیت چہروں پر بھانپ کر چوٹ لگی۔ چند لمحوں کے بعد اگری پینا اور مقدس جولیا جانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ اگری پینا جاتے جاتے تنبیہہ کے طور پر بولی۔

''تمہارے پاس اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ بات تم اچھی طرح ذہن نشین کرو۔ تم پسینہ پسینہ کس لیے ہو رہے ہو؟ ملکہ روم تمہاری ایک حقیقی بیوی کی طرح ہوگی۔''

''تمہیں اس قدر گھبرانے کی ضرورت نہیں جوگی!'' ماماکس نے اسے دلاسا دیا۔ ''انسان کی زندگی میں بہت سارے واقعات جو انتہائی حیرت انگیز اور ناقابل یقین ہوتے ہیں وہ غیر متوقع طور پر پیش آتے ہیں۔ آگے جانے کیا کیا ایسے واقعات پیش آ سکتے ہیں جو وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتے۔ لہٰذا تم نہ صرف اس کے لیے ذہنی بلکہ جسمانی طور پر بھی تیار رہو۔''

''میں نے خواب وخیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ مجھے حقیقی زندگی میں نیرو کا کردار ادا کرنا

ہوگا۔'' جوگی نے کہا۔ ''میری صورت نیرو سے اس قدر مشابہت رکھتی ہے کہ ہم دونوں جڑواں بھائی معلوم ہوتے ہیں۔ ہم دونوں کو جیسے ایک ہی ماں نے جنا ہو لیکن مجھے ایک بات کا خوف دامن گیر ہے۔''

''تم کس بات سے خوف زدہ ہو جوگی!......؟'' ماماکس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''اس لڑکی کو کسی حرکت کسی بات سے یہ ظاہر اور شک ہو گیا کہ میں نیرو نہیں ہوں۔ تب کیا ہوگا؟'' جوگی نے جواب دیا۔

''اول تو اس پر ظاہر نہیں ہوگا۔ کیونکہ تم ایک بہترین اداکار ہو۔ میں نے تمہاری تربیت پر اپنی بہترین صلاحتیں صرف کی ہیں۔ اور تم انتہائی باصلاحیت شخص ہو۔ تمہاری قابلیت سے کسی کو کیا انکار ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی شک وشبے کی بات ہو تو سنبھال سکتے ہو۔ وہ عورت جو محبت کے اندھے جنون میں مبتلا ہے اسے بھلا شک کیوں ہونے لگا۔ اسے صرف محبت اور قرب چاہیے۔ لہٰذا تم اپنے دل کے ہر کونے سے ہر قسم کے خدشات کے زہریلے سانپوں کو نکال پھینکو۔ آنے والا دن تمہیں جو راحت اور آسائش دے رہا ہے اس کے ایک ایک لمحے سے فائدہ اٹھاؤ۔''

''ایک بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ ایک سگا بیٹا جسے اس کی ماں نے اپنے پیٹ میں نو ماہ رکھ کر پرورش کی ہو۔ اپنا خون پلایا ہو۔ دودھ پلایا ہو۔ وہ اپنی اس ماں کی جان کا دشمن بن گیا ہے۔ کیا ایسا ممکن ہے ماماکس!......؟'' جوگی نے حیرت سے کہا۔

''یہ اقتدار کی جنگ ہے۔'' ماماکس کہنے لگا۔ ''جب اقتدار کی ہوس میں کوئی اندھا ہو جاتا ہے تو اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا ہے کیا تم نے نہیں سنا......؟ مقدس جولیا کیا کہہ رہی تھی؟ اس نے کہا تھا کہ دراصل پوپیا سینا ہی نیرو اور سارے روم پر حکومت کرتی ہے۔ محض اس کے اشارے پر نیرو اگری پینا اور او کتاویا کو راہ سے ہٹانے کے بارے میں سوچ رہا ہے۔ اس لیے بھی وہ اپنی ماں اور بیوی سے برگشتہ ہے اس کی بیوی ابھی تک کنواری ہے وہ ایک طرح سے اپنی بیوی سے بھی انتقام لے رہا ہے۔ وہ اپنی بیوی کو جوانی اور تنہائی کی آگ میں جلا رہا ہے۔ ایک طوائف زادی نے اسے ایک طرف اپنا اسیر بنا رکھا ہے تو دوسری طرف وہ سابق جان باز پائتھا گورس کا اسیر ہے۔ اس نے ایک مرد اور عورت کے قرب سے اپنی زندگی حسین اور رنگین بنا رکھی ہے۔''

''اس لیے ماں بھی اپنے بیٹے سے سخت نفرت کرتی ہے۔ روم کا بچہ بچہ بھی موجودہ سیزر نیرو کو بالکل بھی پسند نہیں کرتا ہے۔'' بانو نے کہا۔ ''نیرو کی موت کے بعد روم بغیر سیزر کے رہ جائے گا۔ کتنی عجیب سی بات ہے کہ نیرو کی موت روم کے مفاد میں ہوگی۔ روم تباہی وبربادی سے بچ جائے

گا۔ یہ مقدس جولیا نے کہا ہے ہم کیا جانیں محلاتی سازشوں کو۔ مقدس جولیا یہ سب کچھ نہیں بتاتیں تو ہم اندھیرے میں رہتے۔ اب ہمیں حالات کا ساتھ دینا ہوگا۔ اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بانیو!" ماماکس نے تائیدی لہجے میں کہا۔ "حالات سے سمجھوتا کرنے میں دانش مندی ہے جوگی کو حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے اور نہ ہی کسی بات کی زیادہ گہرائی میں جانا چاہیے۔ اپنی آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔ قسمت کا دیوتا تم پر مہربان ہے جوگی!"

"تم دونوں فکر نہ کرو۔" جوگی نے کہا۔ "تم دونوں کی بے مثال محبت اور ہمدردی کے جذبے نے مجھے بہت حوصلہ دیا ہے۔"

پھر ایک رات خفیہ طور پر اور انتہائی رازداری کے ساتھ جوگی ماماکس اور بانیو کو نیرو کے گرمائی محل کے ایک ایسے گوشے میں پہنچا دیا گیا جہاں وہ چھپ کر ضیافت میں شریک مہمانوں نیرو اور اس کے متعلقین کو دیکھ سکتے تھے۔ بہت اچھی طرح اور بھرپور انداز سے۔ ایگری پینا کا ایک بااعتماد اور راز دار محافظ انہیں وہاں پہنچا کر رخصت ہو چکا تھا اور وہ تینوں ہمہ تن گوش ہو کر میزبانوں اور مہمانوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ جوگی کی نگاہ نیرو پر تھی۔ وہ جام پر جام لنڈھائے جا رہا تھا اور بدمست ہو رہا تھا۔ اسے مہمانوں کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ ان سے بے نیاز اور دنیا و مافیہا سے بے خبر سا ہو گیا تھا۔

مہمانوں کی ذمے داری ایگری پینا نے سنبھال رکھی تھی۔ نیرو اپنی تمام تر توجہ پوپیا سینا اور پائتھا گورس پر کیے ہوئے تھا۔ وہ باری باری دونوں کے ناز نخرے اٹھا رہا تھا محفل کی پروا کیے بغیر ان پر جیسے فدا ہوا جا رہا تھا۔ اس محفل کا رنگ کچھ اور ہی تھا گوشوں میں مرد مہمان حضرات عورتوں سے بھی دل بہلا رہے تھے۔ رومان میں بڑی جذباتیت تھی بوس و کنار بھی ہو رہا تھا۔

یوں تو جوگی ان سب کو سرکس ماکس میکس میں دیکھ چکا تھا مگر اس وقت صورت حال کچھ اور تھی فاصلہ بھی زیادہ تھا اور وہ ذہنی طور پر بہت الجھا ہوا تھا اس کی ایک وجہ کالا منتر بھول جانا بھی تھا۔ ایسا یک لخت اس دن کیوں کیسے اور کس لیے ہوا وہ جاننا چاہتا تھا۔ اس روز سے وہ کالا منتر یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کالا منتر کا علم ہونے سے نہ صرف وہ بلکہ اس کے ساتھی بھی ہر خطرے سے محفوظ رہ سکتے تھے۔ اس وقت اس لیے بھی بہت پریشان تھا کہ فاصلہ برائے نام تھا اور اس کے یہاں موجود ہونے کا مقصد یہی تھا کہ وہ ان کا اور خاص طور پر نیرو کا بغور جائزہ لے نیرو کی ٹھوڑی اور بالائی لب صاف تھے البتہ رخساروں پر ہلکی سی روئیدگی تھی۔ وہ خاصا وجیہہ تھا اس کے کانوں میں جواہر سے مرصع طلائی آویزے جھل ملا رہے تھے وہ مہمانوں سے بے پروا اول فول اور فحش بک رہا تھا اور اپنی فحش کلامی کی پائتھا گورس سے باقاعدہ تصدیق و تائید چاہ رہا تھا۔ کبھی تو وہ جوش

میں آکر گنگنانے لگتا تھا اس کی آواز بھدی بھونڈی اور بے سری تھی۔ پوپیا شکل سے ہی طوائف لگ رہی تھی جب وہ معزز اور باوقار نظر آنے کی بھونڈی سی کوشش کرتی تو اور مضحکہ خیز بن کر رہ جاتی پھر جوگی کی نظر بھٹکتی ہوئی کسی طرف چلی گئی اور اس کا دل بری طرح دھڑک اٹھا۔

اوکتاویا اس کے تصور سے کہیں حسین و جمیل تھی اس کے پرشباب ابلتے بدن میں ایسا گداز ایسا آتش فشاں۔ شادابیاں اور حسن کی کرشمہ سازیاں واضح تھیں کہ اس کے دل پر یہ سب کچھ قیامت بن کر ٹوٹا۔ لیکن یہ تراشیدہ پیکر جو لاکھوں میں ایک تھا حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا وہ مغموم سی لگ رہی تھی ساری دنیا اسے مغموم سی لگی۔ اس کی بڑی بڑی بہت ہی خوبصورت سیاہ آنکھوں سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ وہ پرامید نظروں سے نیرو کی طرف دیکھ رہی تھی مگر نیرو نے ایک بار بھی اس کی طرف کبھی پلٹ کر نہیں دیکھا تھا۔

یہ وہ لڑکی تھی جس کی خواب گاہ میں اسے داخل ہونا تھا۔ جسے اس کے بچے کی ماں بننا تھا۔ جو شادی کے باوجود کنواری تھی۔ جو روم کی ملکہ ہو کر بھی خوش نہیں تھی اور وہ بھی کب خوش تھا۔ زندگی نے ان دونوں کو کیا دیا تھا شاید یہ دونوں ایک راستے کے مسافر تھے اندھیری رات کے مسافر۔ جوگی اپنا کالا منتر اپنا ماضی اور اپنے آپ کو جیسے بھول چکا تھا وہ ایک رومی تھا صرف ایک رومی، اس حیثیت سے سب کچھ سوچ رہا تھا۔

اوکتاویا کا حسین تصور، اس کا تراشیدہ پیکر اس کا بے مثال بھڑکیلا سراپا، اس کی افسردگی اور حزن و ملال جوگی کے وجود میں اتر گئے۔ اس عرصے میں وہ خاموش رہی تھی اس نے ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ جوگی اس کی آواز سننے کے لیے بے چین تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اوکتاویا کی آواز بھی بہت پیاری اور کھنک دار، رسیلی اور دل کو چھو لینے والی ہوگی۔

جب وہ ولا سے واپس آیا، تو اوکتاویا ایک بہت ہی خوبصورت اور شاہکار تصویر کی طرح اس کے من کے نہاں خانوں میں نقش ہو چکی تھی۔ وہ اس کے فوری حصول کی طلب میں روہانسا ہو رہا تھا لیکن اس قدر جلدی ممکن نہیں تھا جیسے وہ چاہ رہا تھا۔ اس کے بس اور اختیار میں کچھ نہ تھا اسے یہ خیال بھی آیا تھا کہ وہ کالا منتر کا علم بھولا ہوا نہ ہوتا تو اوکتاویا کی خواب گاہ میں پہنچ جاتا۔ لیکن سوتے جاگتے میں وہ اس کے خواب دیکھتا رہا۔ اس کے بارے میں سوچتا تو اس کی ذہنی رو بہک جاتی۔

جوگی کو نیرو بنانے کی تیاری شروع ہو چکی تھی۔ اس کے کان چھید کر اس میں آویزے پہنا دیے گئے تھے اس کے چہرے کی روئیدگی بڑھنے دی گئی۔ البتہ ٹھوڑی اور بالائی لب تراشے جاتے رہے۔ وہ گھنٹوں نیرو کے لب و لہجے اور احمقانہ حرکات و سکنات کی نقل کرتا۔ کبھی بھرائی ہوئی آواز میں گانے لگتا پھر ایک روز اس کا امتحان لیا گیا۔ کسوٹی پر پرکھا گیا۔ پھر اسے آزمائش میں

ڈالے جانے کے قابل قرار دے دیا گیا۔ وہ اب ہو بہو نیرو تھا۔ ہر لحاظ سے نیرو ہی تھا۔ جلد ہی وہ گھڑی آ گئی جس کے خواب جوگی بھی دیکھ رہا تھا۔ گو اس کے خواب الگ تھے مقدس جولیا اور ایگری پینا کے خواب الگ تھے۔

محل میں تقریباً سبھی سو چکے تھے۔ ایک گہرا سناٹا طاری تھا۔ ایگری پینا کے بقول نیرو اس وقت پائتھا گورس کے پاس تھا۔ اور پھر اس کے فوری باہر جانے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اوکتادیا اپنی خواب گاہ میں کروٹیں بدل رہی تھی۔ روئیں روئیں میں جیسے چنگاریاں بھڑک رہی تھیں۔ وہ انہیں سرد نہیں کر سکتی تھی۔ اسے اپنی بے بسی پر رونا آ رہا تھا وہ جس آگ میں جل رہی تھی وہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔ وہ ملکہ روم تھی اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ کسی غیر مرد کے ساتھ رات گزار نہیں سکتی تھی اور پھر وہ شادی شدہ تھی۔ اسے نیرو سے محبت تھی اس لیے کہ وہ اس کا شوہر تھا۔

ایگری پینا کے دور از دار محافظ اوکتادیا کی خواب گاہ کے دروازے پر متعین تھے۔ ایگری پینا کی ہدایت پر ان محافظوں کی جگہ ماماکس اور بانیو کو لینا تھی جب جوگی اوکتادیا کی خواب گاہ سے واپس آ جاتا، ماماکس اور بانیو اسے لے کر لا چلے جاتے تو وہ محافظ دوبارہ اپنی جگہ لے لیتے۔ سارا معاملہ تیار تھا میدان بالکل صاف تھا۔ ایگری پینا، جوگی، بانیو اور ماماکس کو اوکتادیا کی خواب گاہ کے دروازے تک پہنچا کر لوٹ آئی۔

تینوں دوستوں نے ایک دوسرے کو غور سے دیکھا ان کی پیشانی عرق آلود تھی۔ ماماکس نے جوگی کا شانہ تھپتھپایا جوگی نے اپنے دونوں ساتھیوں سے مصافحہ کیا پھر وہ مڑا اور دھڑکتے دل کے ساتھ اوکتادیا کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔

خواب گاہ میں بے پناہ سکون تھا۔ ماحول پر لطیف خاموشی طاری تھی۔ ایک گوشے میں چاندی کا شمع دان روشن تھا جس سے خواب گاہ کے ایک محدود حصے میں روشنی ہو رہی تھی۔ بقیہ حصے میں خواب ناک اور رومان پرور اندھیرا تھا۔ ایسا اندھیرا جس میں خواہشات اور آرزوؤں کو شہ ملتی ہے اور جذبات کے بند ٹوٹنے لگتے ہیں۔ اس حصے میں ایک بڑی سی مسہری تھی جس پر پڑی ہوئی سفید براق چادر کھڑکی سے آتی ہوئی خنک سمندری ہوا میں بار بار بل رہی تھی۔ جوگی دروازے کے قریب کھڑا ہوا خواب گاہ کا بار بار جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کی نظر تاریکی میں کھڑے ہوئے ایک سائے پر پڑی وہ سایہ مسہری سے کچھ ہٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ وہ نپے تلے قدموں سے اس کی طرف بڑھنے لگا۔ جوگی نے قریب پہنچ کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیے تاکہ اوکتادیا کو اپنی آغوش میں لے لے۔ سایہ بجلی کے کوندے کی طرح لپک کر اس کے بازوؤں میں سما گیا۔

''اے نیرو!... نیرو... مجھے یقین نہیں آ رہا ہے؟'' سایہ جوگی کی بانہوں میں کانپنے لگا۔

''بے چاری اوکتادیا۔'' جوگی نے بازوؤں کا حلقہ تنگ کرتے ہوئے نیرو کے لہجے کی نقل اتاری۔

''مگر اب وہ بے چاری نہیں۔'' اوکتادیا اس کے سینے سے رخسار رگڑتے ہوئے بولی۔ جوگی نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھر لیا۔ جوگی کو احساس ہوا کہ اوکتادیا کا چہرہ آنسوؤں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔

''بے چاری اوکتادیا!......'' جوگی نے پھر کہا اور اسے گود میں اٹھا لیا وہ اسے لیے ہوئے شمع دان کے قریب لے آیا تھا تاکہ اوکتادیا اس کے چہرے کو دیکھ لے اس نے اوکتادیا کے چہرے پر حیرت نہیں دیکھی۔ وہ اسے شوہر ہی سمجھی تھی اسے جوگی پر ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوا تھا اس پر ایک بے خودی سی طاری تھی چند لمحوں کے بعد جوگی اسے مسہری پر لے آیا۔ اور وہ ایک دوسرے میں گم ہو گئے۔

اچانک ایک زوردار آواز کے ساتھ خواب گاہ کا دروازہ کھلا اور اس کے ساتھ ہی تلواریں سونتے ہوئے سپاہیوں کا ایک دستہ خواب گاہ میں داخل ہو گیا۔ آگے آگے سیزر نیرو تھا کچھ سپاہیوں نے دوسرے ہاتھ میں مشعلیں اٹھا رکھی تھیں۔ ان کی تلواریں چمک رہی تھیں اور کمرے میں مشعلوں کی زرد اور بیمار روشنی پھیلی ہوئی تھی نیرو نے ہاتھ کے اشارے سے انہیں رکنے کے لیے کہا اور مسہری کے قریب چلا گیا۔ اس کی نگاہ جوگی اور اوکتادیا پر نہیں تھی اس نے جیسے انہیں دیکھا ہی نہ ہو۔ اس کی نظر شکن آلود چادر پر جمی ہوئی تھی۔ وہ قہقہہ مار کر بڑے زور سے ہنسا اور شگفتگی سے بولا۔

''تو اب اوکتادیا کنواری نہیں رہی......''

اوکتادیا جوگی کو دھکا دیتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اور وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی نیرو کو دیکھ رہی تھی اور کبھی جوگی کو۔ وہ بھونچکی تھی اس پر سکتہ سا چھا گیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ خوف زدہ ہو کر چلائی۔

''مجھے۔ سچ سچ بتاؤ تم دونوں میں سے نیرو کون ہے؟ یہ کیا کھیل تماشا ہے؟''

نیرو نے اوکتادیا کی بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے مڑا۔ پھر اس نے ایک سپاہی کو اشارہ کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''ان دونوں کو لے آؤ۔''

ماماکس اور بانیو کو دھکا دیتے ہوئے اندر لایا گیا ان کے ساتھ ایک تیسرا شخص بھی تھا ایزدا...... اس کا چہرہ ایک دم سفید پڑا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا جیسے اسے مقتل میں لایا گیا ہو۔

جوگی نے گہرا سانس لیا اور سوچا کہ ولا کا نگران اور ایگری پینا کا راز دار ایزدا۔ نیرو سے ملا ہوا

تھا اور باقاعدہ جاسوسی کر رہا تھا۔ جوگی نے بھرپور نظروں سے ان سب کا جائزہ لیا نیرو کے قریب ہی پاتھا گورس بھی کھڑا ہوا تھا۔

نیرو نے ابھی تک اوکتاویا کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ اس نے جوگی کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ ''ادھر آؤ دوست! میں نے ایزدا سے تمہارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔'' جوگی اس کی طرف بڑھا۔ پھر اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے سوا چارہ بھی تو نہیں تھا۔

نیرو اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ ''تم تو بالکل نیرو ہو...... ایزدا سچ ہی کہتا تھا بلکہ میرا خیال ہے کہ تم اصلی نیرو سے زیادہ اصلی نیرو معلوم ہوتے ہو۔'' پھر اس نے توقف کر کے جوگی کے شانے پر اپنا ایک ہاتھ رکھ دیا اور پھر کسی جھنجلاہٹ یا غصے کے بغیر انتہائی محبت سے کہنے لگا۔'' ایگری پینا کا بیان درست ہے کہ کوئی غیر ملکی ہم دونوں ہی کا باپ تھا۔ افسوس کہ تم پہلے ہی ماں کے ہاتھ لگ گئے ورنہ میں تمہیں بہت ہی بہتر طریقے سے استعمال کرتا۔ تم میرے ہاتھ لگ جاتے تو میرے بہت سے مسئلے حل ہو جاتے تم دعوتوں اور ضیافتوں کی صدارت کرتے مجلسوں اور تقریبوں میں زبردست تقریریں کرتے اور میں اپنا دل بہلایا کرتا جوگی! تم جائز و ناجائز احمق سیزروں کی قطار در قطار پیدا کر دیتے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ مگر میرے دوست! مشکل یہ ہے کہ روم دو سیزروں کے لیے بہت چھوٹا ہے اس لیے تمہیں مرنا ہو گا۔''

جوگی اس دوران یہ سوچ رہا تھا کہ کاش! اسے کالا منتر یاد آ جائے پھر وہ نیرو کے ہاتھوں مرنے سے بچ جائے گا۔ نہ صرف اوکتاویا بلکہ اپنے دونوں ساتھیوں کو یہاں سے زندہ سلامت نکال کر لے جاتا۔ نیرو منہ دیکھتا رہ جاتا۔

پھر نیرو پہلی بار اوکتاویا کی طرف مڑا چند لمحوں کے بعد نیرو کی آواز پھر بلند ہوئی۔ ''اور اوکتاویا!...... تمہیں بھی مرنا ہو گا۔ حتیٰ کہ میری ماں کو بھی...... مگر فہرست ابھی مکمل نہیں ہوئی۔'' پھر وہ ایزدا کی طرف گھوما۔ ''تمہیں بھی مرنا ہو گا۔ کیونکہ تم بھی اس راز سے واقف ہو۔'' پھر وہ ماماکس اور بانیو کی طرف مڑا۔ ''تم دونوں بھی مرو گے۔''

اس کے بعد وہ پاتھا گورس سے مخاطب ہوا۔ ''سب کو مار ڈالو۔ سب سے پہلے اس ملکہ کو کہ اس کی گردن بڑی نازک لمبی اور خوبصورت ہے۔ ایسی صراحی دار گردن بہت کم دیکھنے میں آتی ہے پھر اس غلام ایزدا کو۔ کیوں کہ یہ اپنی کارکردگی کا انعام چاہتا ہے۔ پھر ان دونوں کو جنہوں نے خواب گاہ کے محافظوں کا کردار ادا کیا تھا۔ مگر اس سیاہ فام کی کھال اتارنا نہیں کیوں کہ اس کی کھال سے جوتے بنوانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ البتہ میں اپنے بھائی کو سب سے آخر میں قتل کروں گا۔ میں

یہ دیکھنا چاہوں گا کہ مرتے وقت میرے چہرے پر کس قسم کے تاثرات ہوں گے۔''

''تم ہمیشہ صحیح بات کہتے ہو عظیم نیرو!...... بے شک ان سب کو مر جانا چاہیے لیکن......'' پاتھا گورس کچھ کہتے کہتے رک گیا۔ ''لیکن کیا......؟'' نیرو نے سوالیہ بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''میرا مشورہ یہ ہے کہ تم اس مسئلے پر دوبارہ غور و خوض کرو۔'' پاتھا گورس نے کہا۔

''وہ کس لیے......؟'' نیرو کے لہجے میں حد درجہ حیرت تھی چہرے پر بھی حیرت چھا گئی تھی۔

''اس لیے کہ تم پہلے بھی ایسا کر چکے ہو۔ میرا خیال ہے کہ تم ایسا نہ کرو تو بہتر ہے۔'' پاتھا گورس نے کہا۔

''کیا میرے فیصلے ناقص اور پچھتاوے کا سبب ہوتے ہیں؟'' نیرو نے اسے ساکت نظروں سے دیکھا۔

''نہیں...... یہ بات نہیں ہے۔ تمہارے فیصلے خدا کے فیصلے ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ تم خدا ہو۔ جب تم پہلی بار کوئی فیصلہ کرتے ہو وہ انسان کا فیصلہ ہوتا ہے لیکن دوسرا فیصلہ جو ہوتا ہے وہ اٹل ہوتا ہے اس لیے کہ یہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے۔''

نیرو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر کر گہری ہو گئی اس نے پاتھا گورس کا ہاتھ تھام کر تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ''تم ہمیشہ سچ بولتے ہو پاتھا گورس! مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند ہے اور اس لیے بھی تمہیں اتنا چاہتا ہوں۔ میں اکثر بھول جاتا ہوں کہ میں خدا ہوں۔ لیکن پاتھا گورس! یہ تو بتاؤ کہ میں اگر خدا ہوں تو پھر یہ کیا ہے؟'' نیرو نے جوگی کی طرف اشارہ کیا۔ ''تم اسے کیا درجہ دیتے ہو؟''

''محض خدا کا ایک دھندلا سا عکس ہے۔ لیکن خدائی باپ کی طرف سے منتقل نہیں ہوتی ہے۔'' پاتھا گورس نے کہا۔

''مجھے کچھ اور بتاؤ پیارے پاتھا گورس!......؟'' نیرو نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کیا اور اسے چومتے ہوئے بولا۔ ''تم بھی یقیناً یہ نہیں چاہتے ہو گے کہ میں انہیں آزاد کر دوں......؟''

''آزاد کر دو...... نہیں...... ہرگز نہیں۔ مگر یہ وقت ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کا نہیں ہے۔ سوچو عظیم سیزر! یہ عورت تمہاری بیوی ہے...... سیزر کلاڈیس کی بیٹی!...... روم کے لوگ اس سے بہت محبت کرتے ہیں۔ اسے بھی مار کر تم قاتل کہلاؤ گے۔ روم کی تاریخ میں تمہارا نام قاتل کی حیثیت سے لکھا جائے گا۔ یہ بات جب مجھے پسند نہیں تو تمہیں کیسے ہو سکتی ہے۔ ایک عظیم شخص اور خدا کو تاریخ میں قاتل لکھا جائے۔ لوگ کہیں گے کہ تم نے پوپیا کو ملکہ بنانے کے لیے ایسا کیا۔ پھر جانتے ہو کیا ہو گا؟ اوکتاویا معصوم اور شہید قرار پائے گی۔ ابھی توقف کرو۔ جلدی بازی

سے کام نہ لو۔اس پر بے وفائی کا مقدمہ چلاؤ۔یہ عورت بدکاری کی مرتکب ہوئی ہے۔ایک پو
شاہی دستہ اور یہ غلام ایزدا۔اس بات کا عینی شاہد ہیں کہ عظیم سیزر نیرو کی ملکہ سیزر کلاڈیس کی بڑ
روم کی محبوب اور مقبول شخصیت اوکتادیا۔یہ برضا و رغبت پوری خودسپردگی اور وارفتگی سے ایک معمو
آدمی سے ہم آغوش تھی۔اس شہادت کو اس کے فرشتے بھی جھٹلا نہیں سکتے ہیں۔پھر عظیم سیز
میدان تمہارے ہاتھ میں ہوگا۔تم کامران و کامیاب ہو گے۔"

اوکتادیا اچھل کر کھڑی ہو گئی۔اس نے اپنا عریاں بدن چادر میں چھپا لیا تھا۔اس کا چہرہ ج
ہلدی کی طرح ہو رہا تھا وہ سفید پڑتا چلا گیا۔وہ روتے ہوئے بولی۔"یہ غلط ہے نیرو!میں ہرگز بے
وفا نہیں ہوں۔اگر ایسی ہوتی تو نجانے کب سے اس کی مرتکب ہو چکی ہوئی۔بدکاری کے دلدل
میں گر چکی ہوتی۔میری زندگی میں اتنے مرد آتے کہ مجھے ان کے نام چہرے اور گنتی بھی یاد نہیں
رہتی۔میں نے یہ جانتے ہوئے کہ میں تمہاری بیوی ہوں۔امانت ہوں تمہاری بے رخی، بے
اعتنائی کے باوجود اس بات کے باوجود کہ میں شادی شدہ اور تمہاری بیوی ہوں لیکن کنواری
ہوں، کسی مرد کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔میں اپنی پاک دامنی کی حفاظت کرتی رہی۔
تمہارے قرب کے لیے ترستی تڑپتی اور جلتی رہی جذبات کو دبائے رکھا۔ایسی عورت کیسے اپنی
عزت تباہ کر سکتی ہے۔"

"خوب......تم نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے لیکچر دے ڈالا۔آنکھوں نے جو
کچھ دیکھا کیا وہ غلط ہے؟تم جس حالت میں تھی کیا اس سے انکار کر سکتی ہو۔تم خدا کے سامنے
جھوٹ بول رہی ہو اوکتادیا!......"

"اسے غور سے دیکھو۔نہ جانے یہ کون فریبی ہے جس نے تمہاری مشابہت سے فائدہ
اٹھا کر میری عزت کو تاراج کر ڈالا۔کیا یہ شخص ہو بہو تم جیسا نہیں ہے۔میری جگہ کوئی اور بھی عورت
ہوتی تو کیا وہ دھوکا نہیں کھا جاتی؟پائتھا گورس اور پوپیا بھی اس کے فریب میں آ جاتے۔اس نے
نیرو کا بہروپ بھر کر مجھے پامال کیا ہے۔"اوکتادیا کی آواز بھرا سی گئی۔

"ان الفاظ سے تم کسی کو قائل نہیں کر سکتی ہو؟اپنی بدکاری پر پردہ نہیں ڈال سکتی ہو اوکتادیا؟"
نیرو بولا۔

"میں نے جو صفائی پیش کی ہے تم اسے تسلیم کرنے سے کس لیے انکار کر رہے ہو نیرو!"
اوکتادیا سسک پڑی۔

"حقائق سے چشم پوشی کیسے کی جا سکتی ہے صرف میں نے یا پائتھا گورس نے دیکھا نہیں۔
شاہی دستے کے پورے بیس ارکان نے تمہیں اس سے ہم آغوش دیکھا ہے باتوں اور معصومیت

ے حقائق نہیں بدل جاتے۔"

نیرو نے اوکتادیا کو دھکا دے کر بستر پر گرا دیا۔پھر وہ پائتھا گورس کی طرف تیزی سے مڑا پھر
،اس کا بازو تھامتے ہوئے مسکرا کر بولا۔"تم سچ کہتے ہو پائتھا گورس!میرا دوسرا فیصلہ صحیح ہوتا ہے
کتادیا کو پنداتاریا کے جزیرے میں جلاوطن کرنے کے لیے ایک دستہ تیار کرو اوکتادیا کو جلاوطن
کرنا بہت ضروری ہے۔"

"ان چاروں کے بارے میں عظیم سیزر نے کیا فیصلہ کیا؟"پائتھا گورس نے کہا۔"کیا فیصلہ
ند میں کیا جائے گا؟"

"فی الحال ان سب کو قید خانے میں بھیج دو۔"نیرو نے ان تینوں کو باری باری دیکھا۔
چند ثانیوں کے بعد اس کے ہونٹوں پر بکھری ہوئی مسکراہٹ معنی خیز ہو گئی۔"میری ماں کی
ازش ناکام نہیں ہوئی اور نہ ہونا چاہیے ہمیں ذرا سی تاخیر ہو گئی۔ورنہ جوگی اوکتادیا کی عزت پامال
یں کر پاتا اور یہ کنواری رہتی اور جوانی اور تنہائی کی آگ میں ساری زندگی تک جلتی رہتی۔جوگی
ش نصیب ثابت ہوا۔اوکتادیا بھی،اس لحاظ سے اس کا سب سے بڑا ارمان پورا ہو گیا۔اوکتادیا
ارمان تو پورا ہو گیا لیکن اب تو اس کی حالت ایک بے آب ماہی کی سی ہو جائے گی۔"

"تم نے اپنی ماں کے بارے میں کیا سوچا......؟کیا فیصلہ کیا؟"پائتھا گورس نے دریافت کیا۔

"میں جلد ہی اپنی ماں کے بارے میں ایک دوسرا خدائی فیصلہ کروں گا۔"نیرو نے استہزائی
ے میں کہا۔

روم کا قید خانہ لرزہ خیز عقوبتوں اور انسانیت سوز سزاؤں کے لیے مشہور تھا۔اس کا نام جو سنتا
ا کے بدن پر ایک سرد لہر سنسنی بن کر دوڑ جاتی تھی۔وہ کانپ اٹھتا۔وہاں معمولی قیدی رکھے نہیں
تے تھے۔وہاں ان لوگوں کو رکھا جاتا تھا جن پر سیزر کی خصوصی نظر ہوتی تھی۔وہاں کسی کو بھی
ھے جانے کا مطلب ہی موت ہوتا تھا۔جسے یہاں قید کی سزا دے دی گئی اس کا صاف اور واضح
طلب یہ ہوا کہ اس کی موت کے پروانے پر دستخط کر دیئے گئے۔البتہ وہ قیدی خوش نصیب سمجھا
تا تھا جسے سیدھے سیدھے صلیب پر لٹکا دیا جاتا۔ورنہ وہاں موت سے پہلے کئی موتیں ہو جاتی
ں۔سزائیں اتنی بھیانک ہوتی تھیں کہ قیدی موت کی تمنا کرنے لگتا تھا اور موت کو اس طرح
ے لگاتا تھا جیسے اسے رہائی مل رہی ہو۔یہ موت بھی آزادی کی طرح ایک نعمت معلوم ہوتی۔ان
بت ناک سزاؤں اور بربریت کو دیکھ کر اور ان کے بارے میں سن کر کوئی بھی سوچے بغیر نہیں رہ
ا کہ انسان درندہ سے بھی بڑھ کر ظالم کیوں ہے؟

چونکہ یہ خصوصی نوعیت کا قید خانہ تھا اور یہاں صرف شاہی ملازم رکھے جاتے تھے اس لیے

یہاں کبھی بھیڑ بھاڑ نہیں ہوتی تھی۔ اس وقت قید خانے میں صرف ہی چار تھے جوگی، ماماکس، بانو اور ایزدا...... ایزدا چونکہ خود کو دہرا ملزم تصور کرتا تھا اس لیے ان سے الگ تھلگ رہتا تھا اسے اس بات کا دکھ افسوس اور پچھتاوا تھا کہ غداری کا کیا صلہ ملا؟ کاش! وہ غداری نہیں کرتا۔ آزادی سے رہتا اور نیرو کا عتاب اس پر نازل نہ ہوتا۔

جوگی بچپن سے ہی اتنے دکھ اٹھا چکا تھا کہ اسے کسی بات کی پروا نہیں رہ گئی تھی اور پھر اسے یہ بھی احساس تھا کہ چونکہ وہ حال سے ماضی میں آیا ہے اس لیے بھی اس کا بال بیکا نہیں ہوگا۔ کالا منتر کا علم اسے پھر سے یاد آ سکتا ہے موہن لال بھی اس کی مدد کو آ سکتا ہے۔ دوسری طرف وہ موت کے منہ سے اتنی بار بچا تھا کہ اسے موت نہیں کھیل معلوم ہونے لگی تھی۔ پہلے کیا ہوا تھا جواب ہوگا اسے مارنے کی کوشش کی جائے گی۔ لیکن وہ مرے گا نہیں۔ کیونکہ اس کی موت ماضی میں لکھی ہوئی نہیں ہے۔

اگر اسے کوئی دکھ تھا تو صرف اور صرف اوکتاویا کا تھا۔ نادانستگی میں یا اپنی حماقت سے وہ اوکتاویا پر کتنا بڑا عذاب لے آیا تھا۔ کتنا اچھا ہوتا اگر اوکتاویا اس عذاب کی زد میں نہ آتی۔

جوگی کی آنکھوں میں بار بار اوکتاویا کی تصویر پھر جاتی تھی۔ اسے اوکتاویا کا خوف زدہ حیرت زدہ اور سہا ہوا افسردہ چہرہ بھولتا ہی نہیں تھا۔ اس کا دل ڈوبنے لگتا یہ یاد کر کے اس وقت وہ کتنی بے بسی اور بے چارگی سے روئی تھی۔ جوگی جب بھی یہ بات سوچتا اس کا سینہ کٹنے لگتا۔ اس کا بھیگا ہوا چہرہ معصوم اور مسحور کن آنکھیں افسردہ مسکراہٹ وہ کتنی شدت چاہت اپنائیت اور خود سپردگی سے لپٹی ہوئی تھی۔ اور جب اچانک اور غیر متوقع طور پر حقیقت حال کا انکشاف ہوا تھا تو اس کی کیا کیفیت ہوئی تھی۔ وہ گھنٹوں سوچتا رہتا کاش! وہ ایک بار اوکتاویا سے مل سکتا۔

اس رات جوگی جب جاگ رہا تھا۔ نینداس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کے ساتھی اور ریزدا بھی گہری نیند سو رہے تھے۔ وہ اوکتاویا کی یاد میں کھویا ہوا تھا۔ اپنے چہرے اور ہونٹوں پر وہ اوکتاویا کے ہونٹوں کی تپش محسوس کر رہا تھا اسے ایسا لگ رہا تھا اوکتاویا جیسے سچ مچ اس کی آغوش میں ہو۔ وہ اس پر مہربان ہو رہی ہے۔

وہ بے قرار سا ہو کر اٹھا۔ جانے کیا خیال آیا یا کون سی نادیدہ طاقت اسے دوسرے کمرے میں لے گئی جو اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے سینے میں ایک وحشت سی بھری ہوئی تھی وہ ایک دیوار سے ٹک کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا دل دھک دھک کئے جا رہا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں کھڑا رہا پھر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ وہ یک لخت اچھل سا پڑا۔ کیا دیکھتا ہے کہ فرش سے ایک نیلا سا دھواں اٹھ رہا ہے۔ پھر وہ دھواں ایک ہیولے میں تبدیل ہو گیا۔ چند لمحوں کے بعد اس کی نظروں کے سامنے موہن لال کھڑا مسکرا رہا تھا۔

”موہن لال!......“ وہ حیرت اور خوشی سے چیخا۔ اسے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ ”یہ تم ہو......؟“

”ہاں میں......“ موہن لال کے ہونٹوں پر دل کش مسکراہٹ بکھر گئی۔ ”کیسے ہو دوست!......؟ کیا حال ہے تمہارا؟“

”کیسا ہوں اور کہاں ہوں یہ تم سے پوشیدہ نہیں ہے۔“ جوگی نے کہا۔ ”پھر بھی تم میرا حال پوچھ رہے ہو؟“

”میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں کہ تم کیسا محسوس کر رہے ہو اس ماضی کے دور میں......؟“ موہن لال نے پوچھا۔

”میں اس دور کا سب سے اہم کردار بنا ہوا ہوں۔ ساری کہانی اور واقعات میرے گرد گھوم رہے ہیں۔“ جوگی نے جواب دیا۔ ”تم سے کوئی بات ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ نیرو میری جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ بلکہ ایگری پینا نے جو بساط بچھائی تھی وہ الٹ چکی ہے۔“

”نیرو تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکتا ہے۔“ موہن لال نے اسے دلاسا دیا۔ ”ماضی کا وہ دور جو بیت چکا تھا تم پھر سے اس دور میں آ گئے۔ بس تم حالات کے دھارے پر بہتے رہو۔ دیکھتے رہو۔ تم نے اس دور میں آنے کی خواہش کی تھی۔ یہ محض اتفاق ہے کہ تم ایسے گھر میں پہنچ گئے جس کے حالات نے تمہیں نیرو کی ماں تک پہنچا دیا۔“

”لیکن موہن لال!“ جوگی نے کہا۔ ”میں کالا منتر کے علم سے کیوں محروم ہو گیا ہوں۔ میں اسے کیوں بھول گیا ہوں؟“

”تم اس سے محروم نہیں ہوئے بلکہ میں نے تمہیں اس سے محروم کر دیا ہے۔“ موہن لال نے کہا۔

”وہ کس لیے......؟“ جوگی کے چہرے پر گہرا استعجاب سا چھا گیا۔ ”تم نے ایسا کیا موہن لال!......؟“

”اس لیے کہ تم اس سے کوئی ایسا کام نہ لو کہ حالات اور واقعات یکسر بدل جائیں۔“ موہن لال بولا۔

”لیکن میرے دوست! مجھ پر کوئی ایسی مشکل آن پڑی جس سے نکلنا اور بچنا ناممکن ہو گیا تو میں کیا کروں گا......؟“

”اس کی نوبت نہیں آئے گی...... کیونکہ تمہارے ساتھ گزرتا ہوا ہر لمحہ میری نظروں کے سامنے ہے تم یہ سمجھو کہ میں ہر لمحہ تمہارے پاس موجود ہوں اگر تمہاری جان کو کوئی خطرہ لاحق ہوا تو

میں تمہیں بچالوں گا۔تم پر آنچ آنے نہیں دوں گا۔'' موہن لال نے کہا۔

''شکریہ...... میرے دوست!'' جوگی نے ممنونیت سے کہا۔'' مجھے میرا کالا منتر کا علم تو لوٹا دو......''

''ابھی نہیں دوست۔اس کا لوٹانا مناسب نہیں ہے اس میں کوئی مصلحت سمجھو۔'' موہن لال نے کہا۔

''تم جو بہتر سمجھو۔'' جوگی نے کہا۔''لیکن تم اس وقت کیوں اور کس لیے آئے ہو؟''

''اس لیے کہ تم او کتاویا سے ملنے کے لیے تڑپ رہے ہو۔اس کے لیے بہت بے چین ہو۔'' موہن لال مسکرایا۔

''ہاں......'' جوگی نے سرہلایا۔''ہاں میرا من اس سے ملنے کے لیے تڑپنے لگا ہے۔اس کے ساتھ پوری رات گزار نہ سکا۔جو وقت گزرا وہ ناکافی تھا۔میری تشنگی بڑھ گئی ہے پیاس بھی بجھی نہیں ہے۔اس وقت میری جو کیفیت ہے تم اسے سمجھ سکتے ہو۔''

''او کتاویا بلاشبہ بہت حسین و جمیل ہے۔'' موہن لال نے کہا۔''پورے روم میں ایسی حسین عورت شاید ہی ہو۔تم خوش نصیب ہو کہ تم نے اس کی دیرینہ تمنا پوری کر دی۔''

''اس پر نیرو نے ظلم کا پہاڑ توڑ رکھا تھا۔بہتر تھا کہ وہ اس سے شادی نہیں کرتا۔وہ ایک طوائف زادی اور جاں باز سے دل بہلاتا رہا ہے اور بہلا بھی رہا ہے۔لیکن اسے اس بات سے رنج پہنچا ہے کہ نیرو کی جگہ میں تھا۔اس کے دل میں میرے خلاف نفرت بھری ہوئی ہوگی۔اسے اور صرف اصلی نیرو سے محبت ہے۔''

''لیکن اب اسے نیرو سے محبت نہیں نفرت ہوگئی ہے۔کیونکہ نیرو نے اسے زنداں میں ڈال دیا ہے۔''

''کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ میں زنداں میں او کتاویا سے مل کر آؤں؟'' جوگی نے کہا۔

''کیوں نہیں......'' موہن لال نے سرہلایا۔''میں اس کا بندوبست کیے دیتا ہوں لیکن تمہاری اس سے خواب کی سی حالت میں ملاقات ہوگی۔وہ اسے ایک حسین اور رنگین سپنا سمجھے گی۔وہ تمہارے لیے بھی ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہے۔دراصل میں دو دلوں کو ملانے کے لیے آیا ہوں۔تم دونوں کی محبت کو منزل مل جائے گی۔''

''موہن لال!تم کتنے اچھے ہو......؟ کیا ہمارے ملن کی صرف ایک رات ہوگی؟'' جوگی نے پوچھا۔

''ایک نہیں تین راتیں۔او کتاویا اسے صرف سپنا ہی سمجھتی رہے گی۔لیکن تمہارے لیے سپنا

نہیں حقیقت ہوگی۔میرے خیال میں تین راتوں کا ملن کافی ہے کیونکہ حالات اجازت نہیں دیتے ہیں۔'' موہن لال نے کہا۔'' ماضی اور تاریخ میں تم پہنچے ہو۔تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ورنہ میں سدا کے لیے او کتاویا کو تمہیں سونپ دیتا۔''

ماماکس اور بانیو پرسکون تھے۔جوگی کے لیے یہ حیرت کا باعث تھا۔انہیں اس بات کی خوشی تھی کہ وہ تینوں ساتھ تھے۔ماماکس یہ بات بڑے اعتماد اور قول کی طرح کہتا کہ تینوں اگر ساتھ ہوں تو کوئی نہ کوئی معجزہ ہو ہی جاتا ہے اب بھی کوئی معجزہ رونما ہوگا۔اسے اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ تینوں کسی نہ کسی طرح بچ جائیں گے۔مگر کیسے اور کس طرح؟ وہ سوچتا اور گھنٹوں اپنا سر کھپاتا رہتا۔ایسی تدبیر کہ وہ موت کے چنگل سے نکل جائیں۔

یہاں بانیو کے لیے طاقت آزمائی کا کوئی موقع نہ تھا۔وہ ہر وقت اس بات کے لیے تیار رہتا تھا کہ طاقت آزمائی کر کے یہاں سے نکل جائے۔یہاں سے تو ایک پرندہ بھی نکل نہیں سکتا تھا وہ دور گوشے میں بیٹھے ہوئے ایزدا کو نفرت اور حقارت سے دیکھتا رہتا۔جس کی غداری کے سبب یہ دن دیکھنا نصیب ہوئے تھے۔اس کا جی چاہتا کہ اس خبیث ایزدا کا آگے بڑھ کر گلہ گھونٹ دے۔اتنی قوت سے کہ اس کی آنکھیں ابل پڑیں اور زبان باہر نکل آئے۔وہ کئی بار اپنی اس خواہش کا اظہار جوگی اور ماماکس سے بھی کر چکا تھا ماماکس اور جوگی نے سن کر چپ سادھ لی تھی۔

ایک دن ماماکس نے بڑے سکون اور سنجیدگی کے ساتھ سرہلاتے ہوئے بانیو کو ایزدا کا گلہ گھونٹنے کی اجازت دے دی۔جوگی نے حیرت سے ماماکس کی طرف دیکھا تھا مگر بانیو نے حیرت ظاہر کرنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔وہ کب سے اس اجازت کے لیے تڑپ رہا تھا۔وہ لپک کر دوسرے گوشے میں گیا۔اور ایزدا کو کالر سے پکڑ کر اٹھالیا۔جوگی اور ماماکس دور سے ایزدا کے تڑپتے اور مچلتے ہوئے جسم کو دیکھتے رہے۔کچھ دیر بعد بانیو ہاتھ جھاڑتا اور مسکراتا ہوا واپس آگیا۔پھر ماماکس کی ہدایت پر ایزدا کے لباس کو پھاڑ کر رسی بٹی گئی اور چھت کے کنڈے سے باندھ کر ایزدا کی لاش لٹکادی گئی۔

''ایزدا نے خوف و ہراس کے عالم میں خودکشی کر لی ہے۔'' ماماکس نے ایک جہاں دیدہ شخص کے انداز میں کہا۔''ہمارے علاوہ یہاں کوئی اور نہیں ہے جو اس بیان کی تکذیب کرے۔یہاں اسی قسم کے واقعات پیش آتے رہے ہیں۔'' اس کی بات سن کر جوگی اور بانیو خاموش رہے۔وہ اس سے کوئی بحث، تکرار، یا اختلاف کرنا نہیں چاہتے تھے ان دونوں کو خاموش پا کر ماماکس نے دوبارہ کہا۔''او کتاویا کو بچانے کے لیے ایزدا کو مارنا ضروری تھا۔''

جوگی اور بانیو کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں ماماکس کی شکل دیکھنے لگے۔''تم لوگوں نے غور نہیں

کہا کہ مامرتائین کی روایات کے مطابق ہمیں سزائیں نہیں دی جا رہی ہیں بلکہ ہماری نازبرداریاں ہی کی جاتی رہی ہیں۔ کبھی سوچا کہ ایسا کیوں ہے؟ سنو!...... سیزر ہمیں اوکتادیا کے خلاف عینی گواہ کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے۔ اس لیے کہ روم کے لوگ پائیتھاگورس اور سیزر کے شاہی دستے کی شہادت قبول نہیں کریں گے۔ کیونکہ بہرحال وہ نیرو کے زیر اثر ہیں البتہ ہماری گواہی بڑی موثر ثابت ہوگی۔ میں نے ایزدا کو راستے سے ہٹوا کر ایک اہم گواہ کم کر دیا ہے۔ اب ہم تین رہ جاتے ہیں۔ نیرو اب ہم تینوں پر انحصار کرے گا۔ اس لیے بھی ہماری بڑی اہمیت ہے۔''

''واقعی ماماکس بہت ذہین اور دور اندیش ہے اس نے کتنی زبردست تدبیر سوچی ہے۔'' جوگی نے سوچا۔

انہیں مامرتائین کے قید خانے میں کئی ہفتے گزر گئے انہیں کھانا پانی پابندی سے ملتا رہا۔ عام قسم کا اور قیدیوں جیسا کھانا نہیں بلکہ ایسا کھانا جو شاہی مہمانوں کو دیا جاتا ہے اگر پسند کے کھانے کی فرمائش کی جاتی تو وہ پوری کی جاتی تھی۔ ماماکس نے مذاق مذاق میں عورتوں کے لیے کہا تو تین بہت حسین اور نوجوان لڑکیاں جو قحبہ خانوں میں نئی نئی آئی ہوئی تھیں محافظ لے آئے۔ ان تینوں طوائفوں نے انہیں بہت خوش کیا اور ان کی کسی بات کو رد نہیں کیا۔ وہ تنہائی کی بہترین رفیقہ ثابت ہوئی تھیں۔

دوسری بات جو حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھی وہ یہ تھی کہ انہیں اب تک کوئی معمولی سزا تک نہیں دی گئی تھی۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ کیا نیرو بھی انہیں بھول گیا ہے؟ ایسا کیا ہو سکتا ہے! آخر اسے کیا مجبوری اور پریشانی لاحق ہو گئی ہے۔

ایک شب محافظ انہیں کھانا دے کر جانے لگا تو بانیو کی نگاہ اس پر پڑ گئی۔ وہ کوئی دوسرا محافظ تھا۔ شاید کوئی تبدیلی عمل میں آئی تھی جو بانیو کے موٹے دماغ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ محافظ کے بارے میں سوچنے لگا۔ محافظ اسے کچھ جانا پہچانا سا لگا پھر یک لخت اس کے ہونٹ سیٹی بجانے کے انداز سے سکڑ گئے وہ پکار اٹھا۔ ''برو۔''

محافظ دروازے سے نکل رہا تھا۔ اس کی آواز سن کر ٹھٹک کے رک گیا اور مڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم لوگ کون ہو......؟ تمہاری آواز جانی پہچانی لگتی ہے؟'' اس نے ان کی طرف غور سے دیکھا۔

''میں تمہارا یار بانیو ہوں۔'' بانیو نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''اپنے یار کو بھول گئے؟ حیرت ہے۔'' برو تیزی سے بڑھا اور بانیو سے بری طرح ٹکرا گیا۔ بانیو گرتے گرتے بچا۔

''اندھے ہو گیا......؟'' بانیو نے پیار سے اس کے پیٹ میں گھونسا مارتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں میں اندھا ہوں۔ مجھے دکھائی نہیں دیتا ورنہ یوں نہ گھومتا پھرتا۔'' برو نے افسردگی سے کہا۔ ''تو تم لوگ ہو وہ چار قیدی جن کی آمد کے بارے میں مجھے اطلاع ملی تھی۔ جوگی اور ماماکس بھی یہاں ہوں گے۔ مگر چوتھا کون ہے؟''

''چوتھا خدا کو پیارا ہو چکا ہے۔ تم قید خانے کے منتظم کو جا کر بتا دینا کہ اس نے خوف و ہراس کے عالم میں خودکشی کر لی ہے مگر تم اپنی سناؤ۔ تمہارے ساتھ یہ ظلم کیسے اور کیوں کر ہوا؟'' بانیو نے اپنائیت کے لہجے میں دریافت کیا۔

''بتاتا ہوں۔ جوگی اور ماماکس تم لوگ بھی کچھ بولو۔ میں تمہاری آواز سننا چاہتا ہوں۔ تاکہ میرے دل کو تقویت پہنچے۔ میں تو سوچ سوچ کر رہ گیا تھا کہ اب تم لوگوں سے شاید ہی ملاقات ہو سکے۔'' برو جذبات سے لبریز لہجے میں بولا۔

''تمہیں دیکھ کر اور تم سے مل کر جتنی خوشی ہوئی اتنا ہی دکھ بھی ہوا۔'' ماماکس نے افسردگی سے کہا۔

''اوہ، ماماکس!...... یہ تم ہو بہترین دماغ۔'' برو کے چہرے پر خوشی چھا گئی۔

''تم اپنی بینائی سے کس طرح محروم ہوئے ہو برو؟'' جوگی نے پوچھا۔

''آہ جوگی!...... تم......؟ میرے دوست بتاتا ہوں اکھاڑے میں میرا مقابلہ کوٹکس سے تھا۔ وہی جس سے میس میں میری لڑائی ہوئی تھی۔ مقابلے کے دوران میں ریت پر گر پڑا، کوٹکس مجھ پر حاوی ہو گیا۔ میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ اس پل میں نے اپنے آپ کو اپنے گھر میں پایا۔ جیسے کسی نے جادو منتر سے مجھے یہاں پہنچا دیا ہو۔ میری شامت دیکھو میں پھر ادھر چلا آیا۔ کوٹکس مجھے دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ اس نے مجھے ہلاک کرنے کے بجائے میری آنکھیں پھوڑ دیں۔ مجھے باب موت لے جایا گیا وہ وہاں میرا سر کچلنے والے تھے کہ پیڈیس نے مجھے خرید لیا اور معقول رقم کے عوض مامرتائین کے نگران کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا۔ یہاں ایسے محافظوں کی بڑی اہمیت ہے، جب سے میں یہیں ہوں اب تو عادت ہو گئی ہے۔ یہی کیا کم ہے کہ دوسرے جانبازوں کی طرح دردناک موت سے ہمکنار نہیں ہوا۔ ونیڈکس اور رینڈیکس کے بارے میں بھی سنا کہ وہ بھی اچانک غائب ہو گئے۔ ان کے دشمن بھونچکے ہو گئے۔ آج ایک لمحے نے مجھے تم لوگوں سے ملا دیا۔''

برو کچھ دیر ٹھہر کر چلا گیا۔ جوگی نے سوچا کہ اسے جیسے ہی پھر سے کالا منتر کا علم حاصل ہو جائے گا وہ برو کی بینائی بحال کر دے گا۔ کوٹکس کو اندھا کر دے گا۔ وہ ایک اچھا دوست تھا۔ اس کی بینائی چلے جانے سے جوگی اور اس کے ساتھیوں کو بھی دکھ ہوا تھا۔ اب وہی انہیں کھانا پہنچانے

لگا تھا۔ پھر ایک دن انہیں بردہ کی زبانی معلوم ہوا کہ نیرو نے ملکہ ایگری پینا کو ایک سازش میں پھانس کر ہلاک کروادیا اور بہت جلد اوکتاویا کا مقدمہ پیش ہونے والا ہے اور اس سلسلے میں اوکتاویا کو اور انہیں بھی خصوصی عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ کیونکہ جوگی نے اس کے ساتھ بھی اچھا وقت گزارا تھا۔

جوگی کو ایگری پینا کی موت کی خبر سے صدمہ ہوا۔ پھر ایک دن ان تینوں کو خصوصی عدالت میں پیش کر دیا گیا۔ وہ ''خصوصی عدالت'' ایک چھوٹے سے آراستہ کمرے تک محدود تھی اور شاید نیرو کے محل کا ایک حصہ تھی۔ عدالت ایک منصف انطونیس دو محرر اور دروازے پر موجود دو سپاہیوں پر مشتمل تھی نیرو بحیثیت مدعی پیش ہوا تھا اور سنگ مرمر کی چوکی پر گاؤ تکیے کے سہارے نیم دراز تھا وہ تینوں بطور گواہ پیش ہوئے تھے مقدمہ سیزر نیرو کی ملکہ اوکتاویا کی بے وفائی اور بدکاری کے متعلق تھا۔

مقدمے کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ سب سے پہلے نیرو کو بیان دینا تھا۔ نیرو نے پہلو بدلتے ہوئے اور انطونیس کو مخاطب کرتے ہوئے اپنا بیان شروع کیا۔ اس نے اپنی بیوی اوکتاویا پر زنا و بدکاری کا الزام عائد کیا اور گواہ کے طور پر ان تینوں کو پیش کیا۔ منصف انطونیس نے نیرو کا بیان غور سے سنا ان تینوں سے ان کے نام پوچھے اور وعدہ لیا کہ وہ سچ بولیں گے۔ تینوں کی متفقہ رائے سے ماماکس کو ان کی طرف سے نمائندگی سونپی گئی۔

ماماکس نے بڑے صبر و سکون سے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''اگر ہم نے کوئی جرم کیا تھا تو ہم اس کے لیے مجبور تھے۔ ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا ہم غلام تھے ہمیں ملکہ ایگری پینا کے حکم کی تعمیل کر کے اپنی جان بچانا مقصود تھا۔ گویا ایک طرح سے ہم نے اپنی زندگی کا دفاع کیا تو کوئی جرم نہیں کیا۔ کیونکہ ہر ایک کو اپنی جان پیاری ہوتی ہے اور پھر اپنی زندگی کا دفاع کرنا ہر جان دار کا اولین اور مقدس فرض ہوتا ہے۔''

نیرو کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس کی آنکھیں بھی لال ہو گئیں۔ اسے اندازہ نہ تھا کہ ماماکس اس خوب صورتی، چالاکی اور ذہانت سے دفاع کرے گا۔ عدالتی وقار اور منصب کا لحاظ کیے بغیر وہ براہ راست جوگی سے مخاطب ہوا۔

''کیا تم نے میری بیوی اوکتاویا سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا......؟''

''درست ہے عظیم سیزر!......'' جوگی نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ''لیکن آپ یہ بات مت بھولیں کہ آپ کی بیوی ایک معصوم اور بے قصور عورت تھی۔ آپ اسے کوئی دوش نہ دیں تو بہتر ہے۔''

''معصوم اور بے قصور......؟'' نیرو حیرت اور غصے سے اچھل کر بیٹھ گیا۔ ''یہ تم کہہ رہے ہو......؟ کیا میں نے اپنی ان آنکھوں سے نہیں دیکھا کہ وہ ایک دوسرے مرد سے ہم آغوش ہے؟

وہ دونوں غلاظت کے دلدل میں پوری طرح دھنسے ہوئے تھے۔ اور تم اسے معصوم اور بے قصور ثابت کر رہے ہو؟''

''عظیم سیزر! آپ جوش اور غصے کے جنون میں اپنے جذبات پر قابو نہیں پا رہے ہیں۔ ذرا آپ ٹھنڈے دل سے سوچیں ایک حقیقت پسند شخص کی طرح سوچیں۔ اس میں اس کا قصور ہے کہ وہ میری اور آپ کی حیرت انگیز مشابہت کی وجہ سے یہ سمجھی کہ وہ عظیم سیزر کے ساتھ ہم آغوش ہے۔''

''تم عدالت کو ایک گھڑی ہوئی کہانی سنا رہے ہو؟'' نیرو بھڑک کر برہمی سے بولا اور پھر غصے سے کانپنے لگا۔ ''اس کتیا کو ایک مرد کی ضرورت تھی۔ اس نے مشابہت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے تمہاری خدمات حاصل کیں تاکہ رنگ رلیاں منا سکے لیکن اس کا خواب ایک دن اور ایک ہی گھڑی میں چکنا چور ہو گیا۔''

''ہماری خدمات آپ کی بیوی نے حاصل نہیں کی تھیں۔'' ماماکس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''پھر کس نے......؟'' نیرو ماماکس کے بھرپور لہجے میں کچھ نرم پڑ گیا۔

''ملکہ ایگری پینا نے......'' ماماکس نے جواب دیا۔ پھر اس نے شروع سے آخر تک ساری کہانی من و عن سنا دی۔ اس نے کوئی بات نہیں چھپائی ایگری پینا تو اب اس دنیا میں رہی بھی نہیں تھی۔

ماماکس نے اپنی بات ختم کی تو نیرو کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے انطونیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''سن لو انطونیس! میری ماں نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے سازش کی تھی۔ روم کے لیے نئے سیزر کی تلاش میں اس نے کتنا گندا راستہ اختیار کیا تھا۔ گویا میں اسے قتل کرنے میں حق بجانب تھا یہ ساری بات اشاعت میں آنی چاہئیں تاکہ لوگوں کو اصل حقیقت کا علم ہو......''

''آپ کی بات درست ہے عظیم سیزر! آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی آپ بے فکر رہیں۔'' منصف انطونیس نے اپنے سر کو قدرے جھکاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''سودے میں کچھ تبدیلی بھی ہو گی۔ اس میں اضافہ ہو گا کہ اس سازش میں، یعنی مجھے ہلاک کرنے کی سازش میں میری بیوی اوکتاویا بھی شامل تھی۔'' نیرو قدرے سفاک لہجے میں کہا۔ منصف انطونیس نے پھر ایک بار اپنا سر جھکا لیا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

''سپاہیوں کو بلاؤ۔'' نیرو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ سپاہی آ گئے تو نیرو نے سرگوشی میں ان سے کچھ کہا۔ سپاہیوں نے اطاعت میں اپنے سروں کو جنبش دی اور واپسی کے لیے مڑے۔ محرروں کے قریب پہنچ کر انہوں نے ایک ہی وار میں دونوں محرروں کے سر اڑا دیئے اور پاپیری کاغذ جس پر قدیم رومی لکھا کرتے تھے نیرو کے حوالے کر دیا۔ کچھ سوچ کر انطونیس کا چہرہ زرد پڑ گیا اور اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگا۔

"تمہیں ڈرنے اور دہشت زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں انطونیس!" نیرو نے بڑے پرسکون لہجے میں اس کی ڈھارس بندھائی اس کا لہجہ نرم سا تھا۔ "ہم تمہیں ایک شاندار ولا انعام میں دیں گے۔" انطونیس یہ بات بہت اچھی طرح جانتا تھا کہ نیرو راز کو راز میں رہنے دیتا تھا اور شریک راز کو جب تک ختم نہیں کر لیتا تھا چین سے نہیں بیٹھتا تھا۔ جلد یا بدیر اسے اپنی زندگی سے محروم ہونا پڑے گا۔

"ہم پاپیری فیصلے کا کاغذ اپنے پاس ہی رکھیں گے کیونکہ اس میں ضروری تبدیلیاں کرنا ہیں۔" نیرو نے کہا۔ "بعد میں تم سے اس پر دستخط کرا لیں گے۔ اس طرح تمہارا کام بہت ہلکا ہو جائے گا۔"

انطونیس سمجھ گیا کہ اس کی زندگی اس وقت تک ہے جب تک کاغذ پر اس کے دستخط نہیں ہو جاتے ہیں پھر وہ ایسی کوئی تدبیر سوچنے لگا جس سے اس کی زندگی نیرو کے ہاتھوں سے محفوظ رہے۔

نیرو۔ جوگی اور اس کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے معنی خیز انداز سے مسکرایا اور کہنے لگا۔ "میں نے کہا نہیں تھا کہ دو سیزروں کے لیے روم بہت چھوٹا ہے۔ جس طرح ایک میان میں دو تلواریں سما نہیں سکتیں اس طرح دو سیزر نہیں رہ سکتے ہیں اس لیے تمہیں مرنا ہے۔ تمہارے ساتھ تمہارے ساتھیوں کو بھی۔ یوں بھی مامرتائین قید خانے میں کسی کا زندہ واپس آ جانا روایت سے بغاوت ہے چونکہ تم نے ہم سے تعاون کیا اس لیے تم لوگوں کو کوئی ایذا نہیں دی جائے گی۔ کل دوپہر سے ایک گھڑی قبل تم تینوں کو ایسکولین کی پہاڑی پر لے جایا جائے گا جہاں تمہیں صلیب پر لٹکا دیا جائے گا۔"

آج کی رات تیرہ و تار اور وحشت ناک رات تھی جس نے ان تینوں کو دہلا رکھا تھا۔ لیکن وہ تینوں گہری سوچ میں گم تھے کہ زندگی ابھی کچھ گھنٹوں کی مہمان ہے۔ بچاؤ کی تدبیریں کیا ہو سکتی ہیں۔ لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ دن آنے والا ہے سو وہ آ گیا تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وہ خصوصی عدالت نہیں بلکہ نیرو کی عدالت ہوگی۔

"معلوم نہیں کیوں برو ابھی نہیں آیا۔" بانیو نے سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

"برو!" ماماکس چونک پڑا پھر وہ دونوں حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"معلوم نہیں اس پر کیا بیتی ہو۔ خدا اس پر رحم کرے۔" جوگی نے کہا۔ "قسمت کی دیوی اس کی حفاظت کرے۔"

"مقدس......؟" ماماکس ایک بار پھر چونکا اور پھر یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ دمک اٹھا اور اس نے سرشاری کے لہجے میں کہا۔ "ساتھیو! اب ہم بچ گئے۔ مر نہیں سکتے تم لوگ

خوف زدہ اور پریشان نہ ہو۔"

جوگی اور بانیو نے ماماکس کو ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔ پھر بانیو سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "یہ تم کیا اول فول بک رہے ہو ماماکس......؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے، مایوسی دکھ اور صدمے نے تمہارا دماغ الٹ دیا ہو۔ کہیں تم نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا۔ ہم بچ جائیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ نیرو معاف کرنے والوں میں سے نہیں ہے۔ ہماری زندگی کی ایک ہی رات تو رہ گئی ہے۔ کل دوپہر ہم صلیب پر لٹکے ہوں گے۔"

"ذرا برو کو آ جانے دو۔" ماماکس نے کہا۔ "ابھی یہ بات تمہاری سمجھ میں آ جائے گی۔"

برو آیا تو ماماکس اسے بٹھا کر دیر تک باتیں کرتا رہا۔ اس نے برو کو ہدایت کی تھی کہ وہ کسی طرح صبح ہونے سے پہلے مقدس جولیا کے معبد تک پہنچ جائے اور ان کا پیغام مقدس جولیا تک پہنچا دے کہ کل دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے انہیں ایسکولین کی پہاڑی صلیب پر لٹکا دیا جائے گا۔ اب ان کی زندگیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ برو غریب گرچہ اندھا تھا مگر اس نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے دوستوں کی خاطر ہر قیمت پر ہر صعوبت اٹھائے گا اور کسی نہ کسی طرح لڑھکتا اور بھٹکتا ہوا علی الصباح یا اس سے قبل مقدس جولیا تک پہنچ جائے گا۔

برو چلا گیا تو بانیو ماماکس کے قریب جا کر اس سے پوچھنے لگا۔ "مقدس جولیا! اس معاملے میں ہماری کیا مدد کر سکے گی......؟ ہم نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا ہے۔ سیزر نے ہمارے بارے میں صاف اور واضح فیصلہ دے دیا ہے اس میں کوئی ابہام نہیں ہے۔"

ماماکس اس کی بات سن کر بڑے خوب صورت انداز سے مسکرایا۔ "دوست! بات یہ ہے کہ تم بہت ساری باتیں نہیں جانتے ہو جو میں جانتا ہوں۔ روم کی قدیم روایت ہے کہ اگر مجرموں کو صلیب پر لٹکانے کے لیے لے جایا جا رہا ہو۔ اس وقت راہ سے مقدس جولیا کی سواری گزر رہی ہو۔ مجرم اس سے جان بخشی کی فریاد کر بیٹھیں اور وہ جان بخشی کر دے تو پھر کوئی طاقت انہیں موت کے منہ میں دھکیل نہیں سکتی ہے۔ ان کی سزا خود بخود معاف ہو جاتی ہے اور پھر وقت کا سیزر بھی کچھ نہیں کر سکتا۔"

جوگی اور بانیو کو تاریکی میں امید کی کرن نظر آنے لگی جوگی اندر ہی اندر اس لیے بھی پرسکون تھا کہ موہن لال اس سے کہہ گیا تھا کہ وہ نازک وقت میں اسے یہاں سے نکال لے جائے گا۔ اسے کالا منتر کا علم لوٹا دے گا۔ جوگی نے فیصلہ کیا ہوا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ میں چھوڑ کر نہیں جائے گا لیکن وہ یہ بات قبل از وقت ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔

رات بہت بیت گئی تھی۔ وہ صبح کے انتظار میں جاگ رہے تھے۔ آخر صبح ہو گئی جس کا انہیں

انتظار تھا برو پلٹ کر نہیں آیا۔ ان کی امیدیں دم توڑ گئیں۔ مایوسی کے اندھیرے نے انہیں اپنی
لپیٹ میں لے لیا۔ آخر برو کو کیا ہوا؟ وہ کہاں چلا گیا؟ وہ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ وعدہ پورا نہ کرے۔ وہ
سوچ رہے تھے ماماکس بھی اس وقت حیرت انگیز طور پر خاموش تھا۔ سورج بلند ہوا ہی تھا کہ انہیں
قید خانے سے باہر لایا گیا۔ ان کے جسم انگریزی حرف وائی کی شکل جیسے بھاری جوؤں میں
جکڑے ہوئے تھے۔ بندش اتنی سخت تھی کہ ان کے جسم سے خون رسنے لگا تھا اور جوؤں کی بناوٹ
ایسی تھی کہ انہیں چلنے میں سخت تکلیف ہو رہی تھی۔ جوگی نے دل میں موہن لال کو پکارا۔ پھر اس
نے کہا کہ اس کے اور اس کے ساتھیوں کے حال پر وہ ترس کھائے پھر اس نے ایک دم سے اپنی
تکلیف نہ ہونے کے برابر محسوس کی۔ ماماکس اور بانیو کا بشرہ بھانپا وہ بھی پرسکون سے نظر آنے لگے
تھے۔ خون رسنا بند ہو گیا تھا آہستہ چلتے تو عقب سے سپاہیوں کا دستہ انہیں کوڑے مارتا اور انہیں تیز
چلنے کے لیے کہتا۔ کوڑے انہیں بدن پر محسوس نہیں ہو رہے تھے۔ جو ماماکس اور بانیو کے لیے تعجب
خیز بات تھی وہ تیز چلنے کی کوشش کرتے تو ناکام رہتے اور لڑکھڑا کر زمین پر گر جاتے۔ زمین پر
گرتے ہی ان پر کوڑوں کی بارش شروع ہو جاتی اور اس وقت تک ہوتی رہتی۔ جب تک وہ کسی طور
کھڑے نہ ہو جاتے۔ کوڑے مارنے والے یہ دیکھ کر سخت حیران تھے کہ یہ تینوں مجرم کوڑے اس
طرح اطمینان سے کھا رہے ہیں جیسے ان پر پھول کی چھڑی برسائی جا رہی ہو۔ وہ جتنی شدت اور
طاقت سے کوڑے برساتے ان کے چہروں پر اتنا ہی اطمینان سا پھیل جاتا۔ یہ اطمینان کوڑے
مارنے والے سپاہیوں کے لیے قہر کا باعث بن جاتا۔

وہ مختصر سا قافلہ ایک موڑ پر مڑا ہی تھا کہ آگے چلنے والے گھوڑ سوار سپاہیوں کو رک جانا
پڑا۔ ایک بگھی ان کی راہ میں حائل ہو گئی تھی۔ بگھی پر سفید اونی کپڑا پڑا ہوا تھا۔ سپاہیوں کے یک
لخت رک جانے پر ان کے کپتان نے غصے کی حالت میں انہیں للکارا پھر گھوڑے کو دوڑاتا ہوا بگھی
کے قریب لے گیا۔ بگھی کا پردہ سرکا اور مقدس جولیا کا چہرہ نمودار ہوا۔ ماماکس کے خوف سے ڈوبے
ہوئے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مقدس قسمت کی دیوی نے انہیں مایوس نہیں کیا تھا۔

"یہ کون لوگ ہیں اور انہیں موت کی سزا کیوں دی گئی ہے......؟" انہیں مقدس جولیا کی
بھرپور آواز فضا میں گونجتی ہوئی سنائی دی۔

"یہ بدترین مجرم ہیں ڈومینا!" کپتان نے اکڑتے ہوئے جواب دیا۔

"ان سے کیا جرم سرزد ہوا تھا......؟" مقدس جولیا نے تحکمانہ لہجے میں دریافت کیا۔

"ان تینوں نے روم کے عظیم سیزر کے خلاف بدترین سازش کی تھی۔" کپتان نے بتایا۔

"کیا ان پر مقدمہ چلایا گیا اور یہ مجرم ثابت ہوئے ہیں؟" مقدس جولیا نے سوال کیا۔

"ہمارے پاس ان کی سزائے موت پر مصنف انطونیس کا دستخط کیا ہوا حکم نامہ موجود
ہے۔ ڈومینا!" کپتان نے کہا۔

"مگر میں اپنے طور پر یہ جاننا چاہوں گی کہ یہ واقعی خطاکار ہیں؟ یا پھر انہیں یوں ہی سزائے
موت دی گئی ہے......؟ ان کے ساتھ انصاف ہوا ہے کہ نہیں۔ میں ان سے پوچھتی ہوں۔" مقدس
جولیا نے بڑی تمکنت سے کہا۔

"یہ خطاکار ہیں یا نہیں۔ اس کا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تم راستہ صاف کر دو۔ اور ہمیں
آگے جانے دو۔ اور تم اس معاملے میں مداخلت نہ کرو ڈومینا!......" کپتان کے لہجے میں تلخی بھری
ہوئی تھی۔

بگھی کا پردہ مزید ہٹا اور مقدس جولیا کے سفید سینڈلوں والے پاؤں دکھائی دیئے۔ پھر وہ
پائیدان پر پاؤں رکھتی ہوئی بگھی سے اتر آئی۔ اس کی خوب صورت اور بڑی سیاہ آنکھیں نفرت
اور غصے سے دہک رہی تھیں اور زرد چہرہ ایک دم سرخ ہو گیا تھا۔ وہ کپتان کو مخاطب کرتی ہوئی
خشونت کے لہجے میں بولی۔

"کیا تم مقدس راہبہ سے اس طرح تخاطب کرتے ہو؟ اے خبیث شخص! کیا تمہیں اپنی
زندگی عزیز نہیں ہے؟ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں کون ہوں؟ میری کیا حیثیت اور رتبہ ہے؟ میں
جولیا ہوں مقدس راہباؤں کی سربراہ!......"

کپتان کے دستے کے ایک سپاہی نے اس کے قریب آ کر سرگوشی اور خوف زدہ لہجے میں
کپتان سے کہا۔

"سوچ سمجھ کر بات کرو کپتان!...... کیا تم نہیں جانتے ہو کہ یہ کون ہے؟"

"اپنا منہ بند کرو ذلیل، کمینے، بدمعاش!" کپتان پلٹ کر سپاہی پر برس پڑا۔ اسے حقارت
بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں صرف سیزر کے حکم کا پابند ہوں اور اس کو جواب دہ
ہوں۔ مجھے مشورہ دینے کی ضرورت نہیں کتے کی اولاد۔" پھر وہ مقدس جولیا کی طرف تیزی سے
مڑا۔ "تم جو کچھ بھی ہو وہ اپنی جگہ۔ تمہاری بہتری اس میں ہے کہ تم چپ چاپ اپنی گاڑی میں جا کر
بیٹھ جاؤ۔ ورنہ میں تمہیں گرفتار کر لوں گا قانون کے مطابق دن کو روم کی سڑکوں پر کوئی پہیے والی
گاڑی چل نہیں سکتی ہے۔"

مقدس جولیا اپنے محافظوں کی طرف گھومی اور تیزی سے بولی۔ "اس شیطان آدمی کو گرفتار
کر لو اور اسے اتنا مارو کہ مر جائے۔ پھر اس کا سر تن سے جدا کر کے ایسکولین پر ایک کھمبے سے
آویزاں کر دو۔ کسی نے آج تک روم کی مقدس مادر ملکہ سے اس طرح خطاب نہیں کیا۔ اور نہ توہین

کی۔ یہ اس قابل نہیں ہے کہ اسے معاف کیا جا سکے۔"

مقدس جولیا کے محافظ کپتان پر ٹوٹ پڑے۔ کپتان کو سنبھلنے اور مزاحمت کی مہلت تک نہیں ملی۔ آناً فاناً وہ گوشت اور ہڈیوں کا ڈھیر بن گیا۔ اس کا مغز اس کی کھوپڑی سے باہر آ گیا۔ پھر دھوپ میں کلہاڑی کا پھل چمکا اور کپتان کا سر جسم سے جدا ہو گیا۔ کپتان کا دستہ ساکت وصامت یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ ان میں سے کسی نے جنبش بھی نہ کی۔ مقدس جولیا آگے آئی اور جوگی کے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"سرخ بالوں والے جوان! کیا تم نے سیزر کو ہلاک کرنے کی سازش کی تھی اور کیا تم نے میری بھتیجی اوکتادیا کو آلودہ کیا......؟"

"نہیں مقدس ماں!" جوگی نے نہایت مودبانہ انداز میں سر کو خفیف سا خم دے کر کہا۔ "میں نے سیزر کو ہلاک کرنے کی کوئی سازش نہیں کی اور ملکہ اوکتادیا معصوم اور بے قصور ہے۔ اس پر بہتان لگایا گیا ہے۔"

"مجھے تمہاری بات کا یقین ہے تمہارے لہجے سے سچائی عیاں ہے۔" مقدس جولیا نے کہا۔

پھر وہ ان دونوں کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ "تم دونوں سچ سچ بتاؤ۔ کیا تم نے سیزر کو ہلاک کرنے کی سازش کی؟"

"نہیں مقدس ماں!" ماماکس نے جھک کر اسے تعظیم دی۔ پھر اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جذباتی انداز سے کہا۔ "ہم بدنصیبی میں گھرے ہوئے غریب جانباز ہیں۔ ہم دیوی نارچوں اور مقدس راہبہ کی مہربانی سے بچا لیے گئے ہیں۔"

مقدس جولیا مجمعے کی طرف مڑی۔ "تم کیا کہتے ہو عظیم روم کے عظیم فرزندو......؟" وہ بلند آواز میں بولی۔ "کیا میں انہیں رہا کر دوں؟" مجمع میں سے یک بیک بہت ساری آوازوں نے کہا۔ "آپ کا ہر فیصلہ ہمیں قبول ہے انہیں رہا کر دیں۔"

"ٹھیک ہے انہیں رہا کر دو۔" مقدس جولیا نے اپنے محافظوں سے کہا۔ "یہ آج سے مقدس ویستا دیوی کے غلام ہیں۔ جو کوئی بھی انہیں نقصان پہنچائے گا وہ ویستا دیوی کے قہر وغضب کا شکار ہو گا۔ خواہ وہ سیزر ہی کیوں نہ ہو۔"

مقدس جولیا وقار سے چلتی ہوئی بگھی تک آئی اور سوار ہونے سے پہلے ایک بار پھر مڑی۔ پھر اس نے اعلان کے انداز میں کہا۔ "اور وہ اندھا شخص جس کا نام برو ہے وہ بھی آج سے مقدس ویستا دیوی کا غلام ہے۔" مقدس جولیا بگھی میں سوار ہو گئی پردہ برابر کیا گیا اور بگھی چل پڑی۔

وہ تینوں معبد میں نہیں ٹھہرے تھے بلکہ معبد سے دور معبد کے ایک فارم میں ان کا قیام

تھا۔ ہر تیسرے چوتھے دن مقدس جولیا وہاں آتی رہتی تھی۔ وہاں ان کے علاوہ اور بہت سارے لوگ بھی موجود تھے جن کا تعلق کسی نہ کسی طور ویستا دیوی کے معبد سے تھا۔ مقدس ویستا دیوی کے غلام کی حیثیت سے وہ وہاں بہت محفوظ اور پرسکون تھے بلکہ بانو اور برو تو وہاں مستقل طور پر رہ جانا اور بقیہ زندگی آرام سے گزار دینا چاہتے تھے۔

جوگی کو البتہ ایک بے کلی اور بے چینی سی تھی وہ ہر وقت نیاز مضطرب سا رہتا۔ کیونکہ اس کے ذہن سے اوکتادیا محو نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہر وقت اس کے بارے میں سوچتا رہتا۔ اس کے ساتھ گزرے ہوئے رنگین نشاط انگیز اور ناقابل فراموش لمحات کی لذت اس کے دل میں گدگداتی رہتی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہوتا کہ اوکتادیا کی آواز اسے سنائی دے رہی ہے۔ وہ جیسے اس سے کہہ رہی ہو تم کہاں ہو......؟ یہ تم نے مجھ پر کیا جادو کر دیا؟ میں تمہاری محبت اور رفاقت کبھی نہیں بھول سکتی ہوں۔ تم میرے پاس آؤ اور مجھے اپنے بازوؤں میں سمیٹ لو۔

اوکتادیا پنداتاریا کے بے آب وگیاہ جزیرے میں جلاوطنی کے دن گزار رہی تھی۔ جوگی کی سوچ کے مطابق یہ محض اس کی وجہ سے ہوا تھا۔ وہ اپنے آپ کو مجرم گردانتا تھا اس نے موہن لال کو بہت یاد کیا تاکہ وہ اکتادیا کے پاس پہنچ جائے اور اسے اعتماد میں لے کر سب کچھ بتا دے۔ لیکن موہن لال اس کی پکار پر بھی نہ آیا۔ اس کی حالت ماہی بے آب کی سی ہو گئی تھی وہ اوکتادیا کے جسم کا نہیں بلکہ اس کی محبت کا بھوکا تھا۔

ماماکس، جوگی کی حالت اور ذہنی کیفیت سے اچھی طرح واقف تھا وہ سوچتا رہتا تھا کہ جوگی کے لیے کیا کیا جا سکتا ہے۔ اسے معلوم تھا کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا اوکتادیا کی زندگی کے لیے خطرہ بڑھتا جائے گا۔ نیرو اس سلسلے میں اپنی ناکامی کی ساری جھنجھلاہٹ اس پر اتار دے گا۔ ماماکس اس مسئلے پر گھنٹوں غور کرتا رہتا پھر وہ ایک دن بیٹھے بیٹھے انتہائی جوش کے عالم میں اٹھ کھڑا ہوا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"دوستو!......میرے خیال میں ملکہ اوکتادیا کو بچایا جا سکتا ہے۔"

جوگی نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ برو خاموش رہا۔ البتہ بانو اسے گہری نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس سے رہا نہ گیا۔ وہ بول اٹھا۔ "ماماکس! کیا تمہیں سکون اور آسودگی کی زندگی راس نہیں آتی؟"

"فضول باتیں نہ کرو...... یہ بتاؤ کہ مقدس جولیا کب آئے گی؟" ماماکس نے پوچھا۔

"شاید کل۔" جوگی نے جواب دیا۔ ماماکس بے چینی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ وہ دوبارہ گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔

اگلے دن مقدس جولیا فارم پر آئی اور پھر خصوصی طور پر ان سے ملی۔ گفتگو کا سلسلہ چلا تو ملکہ اوکتاویا کا ذکر آپ ہی آپ آ گیا۔ مقدس جولیا۔ اوکتاویا کے لیے بہت پریشان اور متفکر تھی۔ جوگی ہی کی مانند وہ خود کو اوکتاویا کے موجودہ مصائب کی ذمے دار کہتی تھی۔ اس نے ہی تو سارا منصوبہ بنایا تھا۔ بس ذرا سی چوک ہو گئی تھی۔ ایگری پینا نے ایزدا پر بھروسا کر لیا تھا۔ وہ غدار نکلا تھا۔

اس کا بھی یہی خیال تھا۔ نیرو کی جھنجھلاہٹ میں اضافہ ہو رہا ہوگا۔ وہ ان سب کا انتقام اوکتاویا سے لے گا۔ عجب نہیں جو آج کل میں ملکہ اوکتاویا کی موت کی خبر مل جائے کیونکہ پوپیا اسے زیادہ دن زندہ رکھنے کے حق میں نہیں تھی۔ کیونکہ اوکتاویا کے زندہ رہنے کی صورت میں وہ روم کی ملکہ نہیں بن سکتی تھی۔

''مقدس ماں!'' ماماکس نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ''ملکہ اوکتاویا کو بچایا جا سکتا ہے؟''

مقدس جولیا کے چہرے پر گہرا استعجاب چھا گیا۔ وہ ماماکس کو اس طرح دیکھنے لگی جیسے کسی بچے کی بڑ سن لی ہو۔ پھر وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ ''تم پنداتاریا جزیرے کے بارے میں کیا جانتے ہو؟'' ماماکس نے جواب نہیں دیا۔ وہ خاموش رہا۔

''سنو ماماکس!'' مقدس جولیا ایک ہاتھ اٹھا کر کہنے لگی۔ ''وہ انتہائی مختصر اور بے آب و گیاہ جزیرہ ہے وہاں کوئی روئیدگی پھل اور سبزہ نہیں ہے۔ حتیٰ کہ پانی تک کی قلت ہے اشیاء خورد و نوش باہر سے پہنچائی جاتی ہے۔ وہاں تک پہنچنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ جہاز بھی وہاں تک نہیں جاتے ہیں۔ سامان لے جانے والا جہاز دور سمندر میں کھڑا ہوتا ہے اور ایک کشتی سارا سامان جزیرے میں لے جاتی ہے۔ یہ تو ایک پہلو ہوا۔ اب دوسرے پہلو پر غور کرو۔ اوکتاویا اپنی ایک مخصوص خادمہ کے ساتھ وہاں قید ہے۔ وہ جزیرے کی ایک مخصوص عمارت ہے وہ عمارت قدیم ٹوٹی پھوٹی اور شکستہ سی ہے۔ ان دونوں کے لیے اس مختصر جزیرے پر پچیس سپاہیوں کا ایک دستہ متعین ہے جس کا کپتان بالیس ہے۔ جو انتہائی چالاک اور سفاک ہے دن رات چوبیس گھنٹے اوکتاویا کی نگرانی جاری رہتی ہے۔ کسی لمحے وہ اسے نظر سے اوجھل ہونے نہیں دیتا۔ وہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ اب بتاؤ کیا کہتے ہو؟''

ماماکس چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ پھر اس نے سر ہلا کر کہا۔ ''ہمیں ہر قیمت پر ملکہ اوکتاویا کو بچانا ہے خواہ ہماری زندگی خطرے میں کیوں نہ پڑ جائے۔ ملکہ اوکتاویا معصوم پاکیزہ اور بے خطا ہے اور اس پر محض ہماری وجہ سے اتنی بڑی مصیبت نازل ہوئی اس لیے اسے بچانا ہماری نہ صرف ذمے داری بلکہ ہمارا فرض ہے۔ مگر مقدس ماں! اس کے لیے ہمیں آدھا کام کرنا ہوگا۔ آدھا آپ کو۔ ہمیں جزیرے تک پہنچانا آپ کی ذمے داری ہے۔ پھر آگے ہمارا کام ہوگا۔''

''تمہارے ذہن میں کیا ہے دانش مقد ماماکس!...... میری معصوم اور پیاری بہن ایگری پینا نے مجھے بتایا تھا کہ تم بلا کی ذہانت کے مالک ہو۔ تم بہت دماغ والے ہو۔ تجربے نے بھی بتایا ہے۔''

''جو مرحلہ درپیش ہے اس کا پہلا حصہ آپ کی ذمے داری ہے۔ اب میں دوسرے حصے کے بارے میں بتاتا ہوں آپ نے ہمیں جزیرے پر پہنچا دیا تو وہاں سے ملکہ اوکتاویا کو صحیح سلامت لے کر نکلنا ہماری ذمے داری ہے۔ میں آپ کے اطمینان اور تجسس کو دور کرنے کے لیے اس کی تفصیل سنائے دیتا ہوں۔''

ماماکس توقف کر کے جوگی اور بانو کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر اس کی نگاہ برو کی طرف اٹھ گئی۔ برو سر اٹھائے اور جسم اکڑائے ہوئے بڑے غور سے ساری باتیں سن رہا تھا۔ ماماکس چند لمحوں تک محبت بھری نظروں سے برو کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے دوبارہ مقدس جولیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ کو شاید اس بات کا علم ہو کہ ہم کبھی فراتے کے جزیرے پر قیدی کی حیثیت سے رہے تھے۔ وہاں ہمارا نگراں ڈنماریکس تھا جو بہت اچھا بھلا آدمی تھا۔ اس سے ہماری دوستی ہو گئی تھی۔ مجھے معلوم ہوا کہ فراتے مر چکا ہے اور اب ڈنماریکس جزیرے کا حکمراں ہے یوں تو وہ بہت بھلا آدمی ہے مگر طبعاً اور عادتاً قزاق ہے اگر اسے دولت کا لالچ دیا جائے تو وہ ہماری مدد پر آمادہ ہو جائے گا۔ میں بانو اور برو کو اس جزیرے پر بھیجوں گا وہ ڈنماریکس سے رابطہ قائم کر لیں گے اور ہماری معاوضے کے عوض اسے ہماری مدد پر آمادہ کریں گے۔ آپ کو دولت فراہم کرنا ہو گی کیونکہ ہم اس سے محروم ہیں۔''

''جولیا کے پاس دولت کے انبار ہیں تم اس کی فکر نہ کرو۔ مجھے صرف اوکتاویا زندہ سلامت چاہیے۔''

''ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔ بس آپ ہمیں جزیرے پر پہنچانے کا بندوبست کریں پھر سب کچھ ہم پر چھوڑ دیں۔'' ماماکس نے کہا۔

مقدس جولیا چلی گئی پھر اس کی واپسی پورے ایک ہفتے بعد ہوئی۔ وہ بے حد مسرور تھی۔ اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اور اس کی آنکھوں میں فرط مسرت کی بے پناہ چمک تھی ایک ایسی چمک جو بجلی کے کوندے میں ہوتی ہے اس نے آتے ہی کہا۔ ''لگتا ہے کہ جیسے مقدس دیوی ہم پر مہربان ہے معاملہ کچھ اس طرح بنا ہے کہ یقین نہیں آ رہا ہے۔ پنداتاریا جزیرے کے قریب جو سپاہی کشتی پر جہاز سے سامان رسد اتارنے گئے تھے ان میں سے دو کشتی الٹ جانے کے سبب ہلاک ہو گئے تھے۔ اب یہاں شاہی دستے سے دو سپاہی جزیرے بھیجے جائیں گے۔ غالباً تم میری بات سمجھ رہے ہو گے!'' مقدس جولیا، ماماکس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے مسکرائی۔

"میں بالکل سمجھ رہا ہوں مقدس ماں!" ماماکس نے خوش ہوتے ہوئے سر ہلایا۔ "آپ کی بات بہت صاف اور واضح ہے۔"

"یہ سمجھ لو کہ اب بہت جلد تم سے رابطہ قائم کیا جائے گا؟ اب میں تم سے نہیں ملوں گی کیونکہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اس فارم میں تمہارا بال تک بیکا نہیں ہو سکتا مگر باہر سیزر کے جاسوس کتے تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"میں آپ کی ہدایت کے مطابق بہت محتاط رہوں گا۔ مقدس ماں!" ماماکس نے ادب سے کہا۔ "آپ بالکل بھی فکر نہ کریں۔" مقدس جولیا چلی گئی۔ وہ جاتے ہوئے ایک بھاری تھیلی چھوڑ گئی۔ ماماکس نے اس کے جاتے ہی تھیلی کو دیکھا تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ تھیلی سونے اور ہیرے جواہرات سے بھری ہوئی تھی۔

پھر ایک دن طلوع سے پہلے ایک اجڈ اور کھردرے چہرے والا ایک شخص ان سے ملنے آیا۔ اس کے ساتھ اس کے جیسے ہی چار افراد اور بھی تھے ان کی آنکھوں سے سفاکی جھانک رہی تھی۔ وہ بڑے سخت گیر دکھائی دیتے تھے۔ اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ "تم میں سے ماماکس کون ہے؟ اس کے لیے ایک پیغام ہے۔"

ماماکس اس کی طرف بڑھا تو اس نے ایک تختی بڑھادی۔ تختی پر مختصر تحریر کندہ تھی۔ "یہ طارا مون ہے یہ تم لوگوں کی رہنمائی کرے گا۔ یہ جیسا کہے ویسا کرو۔ اس کی ہر بات کی تعمیل ہونی چاہیے۔"

طارامون نے دو طلائی زنجیروں والے مقدس دیوی ویستا کے چھوٹے مجسمے نکالے جو جست کے بنے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ماماکس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بھی تمہارے لیے ہیں۔ اب تم لوگ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔"

ماماکس نے بانیو اور برو کو سمجھا دیا تھا کہ ان کے روانہ ہوتے ہی انہیں کیا کرنا ہے۔ اس نے انہیں فراتے جزیرے کا نقشہ تک سمجھا دیا تھا۔ اس نے زر و جواہر کی تھیلی بھی ان کے حوالے کر دی تھی۔ پروگرام کے مطابق ستمبر کے وسط تک انہیں ڈنمارکس کی کمک لے کر پنداتاریا کے جزیرے پہنچ جانا تھا۔ انہیں رات کو کھلے سمندر میں پہنچنا تھا اور شناخت کے لیے سات روشنیاں عرشے پر روشن کرنی تھیں۔ مزید اطمینان کے لیے ان روشنیوں کے فاصلے کا تعین بھی کر لیا گیا تھا۔ پھر انہوں نے بڑی محبت اور گرم جوشی سے ایک دوسرے کے رخساروں کو بوسہ دیا اور رخصت ہو لیے۔ طارامون اور اس کے ساتھیوں کی رہنمائی میں جوگی اور ماماکس کے سفر کا آغاز ہوا۔ وہ فارم کی گاڑی پر سوار تھے اور گاڑی پر بھوسا لدا ہوا تھا۔ وہ دن بھر چلتے رہے۔ طارامون نے ان

دونوں کا حلیہ ہی بدل دیا تھا۔ وہ کسان لگ رہے تھے۔ اور ان کے جسموں سے چیتھڑے جھول رہے تھے۔ رات کو انہوں نے ایک سرائے میں پڑاؤ کیا۔ جب سرائے کے مالک میاں بیوی سو گئے تو وہ خاموشی سے نکل آئے اور گاڑی کے قریب جا کر بھوسے میں سے کچھ ٹٹولنے لگے۔ اس وقت تک چاند خاصا بلند ہو چکا تھا۔ اور روپہلی چاندنی میں انہیں ہر چیز صاف اور واضح دکھائی دے رہی تھی۔ انہوں نے طارامون کے آدمیوں کو بھوسے کے نیچے سے ایک بڑا صندوق نکالتے دیکھا۔ پھر صندوق کھولا گیا اور طارامون کے ساتھ ہی اس کے چار آدمی صندوق سے تلواریں نکالنے لگے۔ چاندنی میں تلواریں چمک رہی تھیں۔ طارامون خود اور اس کے چاروں آدمی ادھر ادھر جھاڑیوں اور درختوں کی اوٹ میں چھپ گئے۔ وہ دونوں دور کھڑے یہ دلچسپ اور سنسنی خیز منظر دیکھتے رہے۔

رات ڈھلتی رہی۔ ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا اور اس سکوت میں جیسے چاندنی دھیرے دھیرے ہانپ رہی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد دور کہیں سے گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ وہ آوازیں لمحہ بہ لمحہ قریب آتی جا رہی تھیں پھر قریب کی جھاڑی سے کوئی جنگلی شیر زور سے چیخا مگر جوگی اور ماماکس کو معلوم تھا کہ اس جھاڑی کے عقب میں طارامون چھپا ہوا ہے اس نے اپنے ساتھیوں کو ہوشیار ہو جانے کا اشارہ دیا تھا۔ گھوڑ سوار اور قریب آتے گئے اور ان کے دھندلے سائے اور واضح ہوتے گئے۔ پھر وہ جوں ہی سڑک کے درمیان سے گزرے طارامون اور اس کے ساتھی درخت اور جھاڑیوں کی اوٹ سے نکلے پھر تلواریں سونت کر ان پر پل پڑے۔ گھوڑ سواروں کی تعداد دو تھی۔ وہ زیادہ مداخلت نہ کر سکے۔ طارامون اور اس کے ساتھیوں کی تلواریں انہیں چاٹ گئیں۔

طارامون اور اس کے ساتھیوں نے جلدی سے گھوڑ سواروں کے مردہ جسموں کو ایک طرف سمیٹا اور ان کے جسموں سے کپڑے اتارنے لگے۔ پھر طارامون، جوگی اور ماماکس کی طرف مڑا اور عجلت میں بولا۔ "تم لوگ قریبی تالاب میں جا کر نہا آؤ۔ پھر یہ کپڑے پہن لو۔ جلدی کرو۔ اس میں بالکل بھی دیر نہ کرنا۔" جوگی اور ماماکس نے اس کی ہدایت پر فوری طور پر عمل کیا۔ وہ واپس آئے تو طارامون مردہ سپاہیوں کی چیزوں کو الٹ پلٹ رہا تھا۔ اس نے انہوں کی تلواریں جوگی اور ماماکس کے حوالے کیں اور ان کی شناخت بھی حوالے کر دی۔ اس کے مقتولوں کی لاشیں گھسیٹ کر جھاڑیوں میں پھینک دیں۔

"تم کامیلس ہو۔" طارامون نے ماماکس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "اور یہ لیولیس ہے۔" اس نے جوگی کی طرف اشارہ کیا۔ "گھوڑے تیار ہیں اب تم لوگ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ پہلی منزل نیولیس کی بندرگاہ ہوگی۔ پھر وہاں سے تمہیں بحری جہاز مل جائے گا۔ ہمارا کام

ختم۔ آ گئے تم جانو۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ......" جوگی اور ماماکس نے گرم جوشی سے گلے مل کر انہیں رخصت کیا۔

پنداتاریا جزیرے کے بارے میں انہوں نے جیسا سنا تھا اسے ویسا ہی پایا۔ ان کے بارے میں کسی قسم کا شبہ نہیں کیا گیا تھا۔ اور انہیں آسانی سے قبول کر لیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ وہاں کل تیس سپاہی تھے جو یہاں کے ماحول اور زندگی سے سخت بیزار نالاں اور متنفر تھے وہ ہر وقت عظیم بیزرا اس کی محبوبہ پوپیا، اوکتادیا اور اپنے کپتان بالیس کو گالیاں بکتے رہتے تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس اجاڑ اور ویران جزیرے پر قید ہو کر رہ گئے تھے۔ ان کا کپتان بہت سخت گیر آدمی تھا اور ہر وقت ان کے پیچھے ہاتھ جھاڑ کر پڑا رہتا تھا۔ اس سے سپاہی جو نفرت کرتے اور خار کھاتے تھے انہیں دشمن سے بھی ایسی نفرت نہیں تھی۔

اپنی آمد کے دن ہی ان کی دوستی ڈیمسیس نامی نوجوان سے ہو گئی تھی۔ اس سے انہیں بہت مفید معلومات حاصل ہوئیں ڈیمسیس نے پہلے ادھر ادھر دیکھ کر اپنے کپتان کو بھرپور گالی دی۔ پھر اس نے بتایا کہ نئے آنے والوں سے بڑی سخت ڈیوٹی لی جاتی ہے اور وہ سخت ڈیوٹی یہ تھی کہ انہیں رات بھر جاگ کر ملکہ اوکتادیا کی نگرانی کرنا پڑتی تھی۔ ملکہ کو ایک پل کے لیے بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے کی ہدایت کی جاتی تھی۔ مبادا کہیں وہ خودکشی نہ کر بیٹھے ملکہ کے ساتھ اس کی خصوصی خادمہ ایمیلیا بھی تھی جو غریب پھیپھڑوں کی بیماری میں مبتلا تھی۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ پھر بھی اس کی سخت نگرانی کا حکم تھا۔ بالیس غافل سپاہیوں کو بڑی بھیانک اور ایسی لرزہ خیز سزا دیتا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔ اس کے سینے میں دل نہیں بلکہ پتھر ہے۔ وہ انسانوں کو بہت حقیر اور جانوروں سے بھی بدتر سمجھتا ہے۔

جوگی کے سارے جسم پر ایک میٹھی سنسنی اس خیال سے دوڑ گئی کہ آج رات اس کی ملاقات ملکہ اوکتادیا سے ہو گی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بگڑنے لگیں۔ اس کی نگاہ میں اوکتادیا کا معصوم چہرہ اور جسم کی حشر سامانیاں گھومنے لگیں۔ جانے اب وہ کیسی ہو گی؟ اس پر نہ جانے کیا کیا بیت گئی ہو گی؟ کاش! کالا منتر کا علم ہوتا تو وہ اسے اس جزیرے پر رہنے نہیں دیتا۔

اوکتادیا قدیم اور شکستہ ولا میں قید تھی۔ اس کی نگرانی کرنے اور کڑی نظر رکھنے کے لیے شب و روز دو سپاہی متعین رہتے تھے۔ اس رات اوکتادیا کے نگران جوگی اور ماماکس تھے اور نئے ہونے کی وجہ سے انہیں مستقل طور پر رات کی ڈیوٹی دینا تھی۔ رات ہوتے ہی انہیں دن کے پہرے داروں کو فارغ کرنے کے لیے ولا کی طرف روانہ ہو جانا پڑا۔ ماماکس کے خیال میں قدرت نے یہ سنہرا موقع فراہم کیا تھا۔ لہٰذا اس سے جتنا استفادہ کیا جا سکتا تھا کیا جائے۔ انہوں نے خواب

خیال میں بھی نہیں سوچا تھا کہ منزل اس قدر قریب آپ ہی آپ آ جائے گی۔ ایک لحاظ سے ان کی بہت بڑی مشکل حل ہو گئی تھی ماماکس کے ذہن میں جو تدبیر تھی اس کے لیے راستہ مل گیا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئے۔ ماماکس نے بھاری دروازے پر سے سلاخ ہٹائی اور پٹ کو دھکیلا۔ دروازہ زنگ آلود قبضے پر چرچراتا ہوا اندر کی طرف کھل گیا۔ کمرے کی حالت اچھی نہیں تھی۔ سنگ مرمر کا فرش گرد آلود تھا اور پردے اس قدر گھس چکے تھے کہ کسی بھی وقت ذرا سے بھی دباؤ سے پھٹ سکتے تھے۔ سامنے ہی ایک بوسیدہ اسٹولا میں ملبوس ایک عورت لکڑی کے بینچ پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی پشت ان کی طرف تھی۔ عورت کے سامنے ایک لڑکی دیوان پر سو رہی تھی۔ اس عورت نے دروازے کی چرچراہٹ اور ان کے بھاری قدموں کی آواز یقیناً سنی ہو گی۔ مگر مڑ کر نہیں دیکھا۔ دیوان کے قریب ایک میز تھی جس کے گرد دو اسٹول رکھے ہوئے تھے جوگی اور ماماکس نے ایک دوسرے کو خاموشی سے دیکھا اور اسٹول پر بیٹھ گئے۔ عورت ساکت و صامت سوئی ہوئی لڑکی کو گھورتی رہی جوگی اٹھا اور عورت کے قریب پہنچ گیا۔ عورت نے کسی انجانے خطرے کے احساس سے اسٹولا کو سمیٹ کر اپنے شانوں کو ڈھک لیا پھر وہ آہستہ آہستہ مڑی اور اس کی سیاہ خوبصورت آنکھیں جوگی پر جم گئیں اس کی آنکھوں میں لمحے بھر کے لیے حیرت ابھری۔ چند ثانیوں بعد وہ بے یقینی کی کیفیت میں پیشانی سہلاتی ہوئی بولی۔

"مجھے ہلاک کرنے کے لیے آئے ہو نیرو!......؟ آؤ اب مجھے موت کی خواہش ہے۔"

جوگی ایک گھٹنے کے بل جھک گیا۔ پھر اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"میں نیرو نہیں ہوں اوکتادیا۔ مجھے غور سے دیکھو اور پہچاننے کی کوشش کرو کہ میں کون ہوں؟ میں تمہیں یہ بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس بار تمہیں ہرگز ہرگز دھوکا دینے نہیں آیا ہوں۔"

اوکتادیا یک لخت سمٹ کر تیزی سے ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ "تم؟ دوبارہ؟ تم وحشی! تم مجھے دوبارہ آلودہ کرنے آئے ہو۔ میں آج تک تمہارا وحشی پن نہیں بھولی۔ تم نے مجھے ایک طرح سے تاخت و تاراج کر دیا تھا۔ میری عزت کو پامال کر دیا تھا۔ اس کی دھجیاں اڑا دی تھیں یہ تم تھے جس نے مجھے یہاں بھجوا دیا۔"

"نہیں آگستا! میں وہ ہوں جو تمہیں یہاں سے نکال کر لے جانے آیا ہوں۔" جوگی نے جواب دیا۔

"فریب!......نیرو کی ایک دوسری چال!......کیا تم دونوں نے مقدمے میں میرے خلاف گواہی نہیں دی تھی؟ کیا نیرو یہ سمجھتا ہے کہ میں دوبارہ بدکاری کرتے ہوئے پکڑی جاؤں گی؟ نہیں......ہرگز نہیں!......میرے خدایا! میرے مصائب کا خاتمہ کب ہو گا؟ کاش! یہاں لکڑی

کی چاقو کے بجائے لوہے کا چاقو ہوتا، تاکہ میں اپنی شہ رگ کاٹ سکتی اور پھر میری زندگی کا خاتمہ ہو جاتا......"

او کتاویا نے اپنے دونوں ہاتھ کنپٹی پر رکھے اور چیخنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ماماکس دوڑ کر اس کے قریب گیا اور گلے سے مقدس دیوتا کا چھوٹا جست کا مجسمہ نوچ کر اس کی نظروں کے سامنے جھلانے لگا۔ او کتاویا اس مجسمے کو دیکھنے لگی۔ پھر اس کی نگاہ ماماکس پر جم گئی طلائی زنجیر کی رگڑ سے ماماکس کی گردن پر ہلکی سی خراش آ گئی تھی اس میں سے خون رسنے لگا تھا۔ جوگی نے بھی اس کی تقلید کی اور اپنا مجسمہ بھی نکال لیا۔ او کتاویا دونوں مجسموں کو گھورنے لگی۔ "یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم تمہاری مدد کو آئے ہیں۔" ماماکس نے کہا۔

"میں جانتی ہوں یہ تمہیں کہاں سے ملا ہوگا؟" او کتاویا ہونٹ کاٹتے ہوئے جذباتی لہجے میں بولی۔ "گویا مجھے بھلایا نہیں گیا؟" جوگی ابھی تک او کتاویا کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا ہوا تھا۔ وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ "تمہیں کبھی ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کیا گیا۔ او کتاویا۔ تمہیں نہ تو میں بھولا اور نہ ماماکس!...... تم ہماری بات کا یقین کرو کہ ہم یہاں تمہیں بچانے کے لیے آئے ہیں۔" شدت جذبات سے جوگی کی آواز بھرا گئی۔

"تو یہ مقدس جولیا کی نہیں تمہاری خواہش ہے؟" وہ جوگی کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔

"نہیں...... یہ ہم تینوں کی خواہش ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے دو ساتھیوں کی بھی، جو کمک لینے گئے ہیں۔" جوگی سے پہلے ماماکس بول اٹھا۔ پھر اس نے شروع سے آخر تک ساری کہانی دہرا دی۔ اس نے جوگی کی بے گناہی پر زور دیا۔

"میں بڑی بدنصیب ہوں۔" او کتاویا خالی خالی نظروں سے خلا میں تکتے ہوئے بولی۔ "جب تم میری خواب گاہ میں آئے تو میں یہ سمجھی تھی کہ تم نیرو ہو۔ مگر پتا چلا کہ تم تو ایک اجنبی تھے۔ تم نے مجھے اس سے پہلے کب دیکھا تھا؟" او کتاویا کے منہ سے ایک سرد آہ نکلی۔

"اس رات کو جب نیرو نے بائیا کے محل میں اسپین کے قونصل کے اعزاز میں ضیافت دی تھی۔" جوگی نے اسے بتایا۔ "او کتاویا! تمہیں وہ حسین اور رنگینیوں سے بھری رات یاد ہوگی۔ وہ ایک یادگار ضیافت والی رات تھی۔"

"کیا تم بھی اس ضیافت میں شریک ہوئے تھے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ تمہیں اس میں مدعو کیا گیا ہو؟"

"ضیافت میں شریک ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس وقت میں نے محل کے ایک

گوشے سے چھپ کر تمہیں دیکھا تھا۔" جوگی کہنے لگا۔ "میں نے تمہیں ایک پل کے لیے بھی نہیں بھلایا او کتاویا!...... ؟ کبھی نہیں، تم ہر لمحہ میرے دل و دماغ پر چھائی رہی ہو۔ میں نے تمہیں اپنے وجود میں محسوس کیا۔ مجھے ہر لحظہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تم میرے پاس ہو۔ میرے قریب ہو۔ میرے بازوؤں میں سمائی ہوئی ہو۔" جوگی جذباتی ہو گیا تھا اور خود فراموشی کی کیفیت میں بولتا جا رہا تھا۔ وہ جیسے دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو گیا ہو۔ "میں تمہیں اس وقت بھی نہیں بھولا تھا او کتاویا!...... جب مامرتائین کے قید خانے میں موت لمحہ بہ لمحہ میری طرف بڑھ رہی تھی اور اس وقت بھی نہیں جب زندگی کی پروا کیے بغیر اپنے ساتھی کے ہمراہ تمہیں بچانے کے لیے پنداتاریا جزیرے کی طرف روانہ ہوا۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں او کتاویا! ایک ایسی محبت جس میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ اس محبت میں جسم کی کوئی خواہش نہیں ہے جذبوں سے بھری ہوئی محبت، جس کا اپنا ایک تقدس ہے سچی اور پاکیزہ محبت، میں اب تمہارے بغیر ایک لمحہ بھی نہیں رہ سکتا۔ تم سے جدا رہنا میرے لیے بڑا اذیت ناک ہے۔"

جوگی سانس لینے رکا۔ او کتاویا پر سکتے کی سی کیفیت تھی۔ وہ سحر زدہ سی ہو رہی تھی۔ جوگی کی زبان سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اترتا جا رہا تھا۔ "تمہاری رگوں میں مقدس جولیا کے خاندان کا خون دوڑ رہا ہے اور میری رگوں میں اس شخص کا خون دوڑ رہا ہے جس سے کبھی مقدس جولیا محبت کرتی تھی اور اب بھی وہ اس کے دل اور خوابوں میں بسا ہوا ہے۔ اس کی یاد آتے ہی مقدس جولیا کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے۔ وہ کبھی اسے ایک لمحے کے لیے بھی فراموش نہیں کرتی ہے۔" جوگی نے اتنا کہہ کر بے اختیار او کتاویا کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔

او کتاویا اپنے جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو صاف و شفاف موتیوں کی طرح گرنے لگے۔ جوگی کی باتوں اور محبت کے اظہار نے اس کے دل میں جذبات کا طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ ماماکس اٹھا۔ وہ ان دونوں کے درمیان حائل رہنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا۔

"مجھے آج تک کسی کی محبت نصیب نہیں ہوئی۔" او کتاویا نے گہری سانس لی۔

"ایسا نہ کہو او کتاویا!......" جوگی اس کے مرمریں ہاتھ کی پشت پر بوسہ ثبت کرتے ہوئے بولا۔ "میں تو تم سے محبت کرتا ہوں۔ کاش! میں اپنا سینہ چیر کر تمہیں اپنا محبت بھرا دل دکھا سکتا؟"

"نہ تو مجھے اپنے والدین کی محبت ملی اور نہ ہی شوہر کی۔" وہ خلا میں گھورتی ہوئی دل گرفتہ لہجے میں کہنے لگی۔ "دنیا یہ سمجھتی ہے کہ میں ملکہ بن کر دنیا کی سب سے خوش نصیب عورت بن گئی ہوں۔ لیکن وہ نہیں جانتے ہیں کہ میرے لیے کس قدر مہنگا سودا ہے۔ میں کبھی کبھی یہ سوچتی کہ۔ کاش! میں

ایک معمولی عورت ہوتی کاش! کسی نے مجھے سمجھا ہوتا۔ احساس محرومی مجھے کسی سانپ کی طرح ڈ
رہتی تھی۔ اس رات جب میں نے تمہیں نیرو سمجھا۔ تم نے میرے کانوں میں محبت کا جو رس گھولا
آج تک میرے دل پر نشہ بن کر چھایا ہوا ہے۔ جب مجھے علم ہوا کہ تم بہروپیے تھے تب بھی میر
نفرت اس محبت پر غالب نہ آ سکی۔ کچھ دیر پہلے تک تو میں بہت مضمحل اداس اور دل گرفتہ سی تھی ا
والم نے مجھے جکڑ رکھا تھا لیکن میں اب اس بات سے بہت خوش ہوں کہ۔ کوئی مجھ سے محبت کر
والا تو ہے؟ اس دنیا میں کوئی ایسا تو ہے جسے میری فکر ہے اور میرے لیے بہت پریشان ہے۔ اس
نے میری خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگا دی ہے۔"

"میری زندگی صرف اور صرف تمہارے لیے ہے اوکتاویا!" جوگی نے اس کی آنکھوں میں
آنکھیں ڈال دیں۔

"تم کہتے ہو کہ مجھے نہیں بھولے۔ کیا میں تمہیں بھول سکی ہوں؟ بہت ساری باتوں کے
باوجود تمہارا تصور میرے دل کے نہاں خانوں میں محفوظ تھا لہٰذا اب مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں ہو
کسی کی محبت دل میں لے کر مر جانا بہت بڑی خوشی ہے۔" اتنا کہہ کر اوکتاویا نے اپنا سر جوگی کے
شانے پر محبت بھرے انداز سے رکھ دیا۔

"اب تم نہیں مرو گی اوکتاویا!" جوگی نے اس کی مرمریں کمر میں ہاتھ ڈال کر قریب
کر لیا۔ پھر اس کے بالوں اور جسم کی سوندھی سوندھی خوشبو کو سونگھتے ہوئے کہا۔ "محبت موت نہیں
زندگی ہے۔ نہ صرف ہم بلکہ ہماری محبت بھی پائندہ رہے گی۔"

اوکتاویا نے دیوان پر سوئی ہوئی لڑکی کی طرف اشارہ کیا۔ "میری پیاری ایمیلیا مر رہی ہے۔
اس کے پھیپھڑے سردی سے متاثر ہو گئے ہیں۔ یہ بہت جلد مجھ سے جدا ہو جائے گی موت اسے
مجھ سے چھین لے گی۔ اس کی موت کے خیال سے ہی میں کانپ جاتی ہوں۔ لیکن یہ بھی سوچتی
ہوں کہ اس کا مر جانا ہی بہتر ہے اس اذیتناک زندگی سے۔"

"میں اسے ابھی اور اسی وقت صحت یاب کر سکتا ہوں۔" جوگی نے کہا۔ "یہ اس طرح
تندرست اور توانا ہو جائے گی جیسے پہلے تھی۔ ایسا لگے گا جیسے یہ بیمار ہی نہیں تھی تم کچھ دیر کے لیے
اس کے پاس مجھے تنہا چھوڑ دو۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو جوگی!" اوکتاویا کا چہرہ دمک اٹھا۔ "اسے پھر سے نئی زندگی اور صحت مل
جائے گی۔"

"ہاں۔ اوکتاویا!" جوگی نے کہا۔ "میں اس پر ایک عمل کرنا چاہتا ہوں۔ اس لیے تنہائی کی
ضرورت ہے۔"

اوکتاویا برابر والے کمرے میں چلی گئی جو اس کی خواب گاہ تھی۔ جوگی نے دروازہ بند کر کے
کنڈی لگا دی۔ ماماکس تو پہلے ہی کمرے سے نکل کر دروازہ بند کر کے پہرہ دے رہا تھا تاکہ کوئی
ادھر آ نکلے تو اس سے نمٹ سکے۔

جوگی نے تنقیدی نظروں سے ایمیلیا کا چہرہ دیکھا۔ اس کا چہرہ پیلا پڑا ہوا تھا۔ مدقوق سا ہو گیا
تھا آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے وہ موت سے بہت قریب معلوم ہو رہی تھی اس کی سانس
بھی بہت آہستہ چل رہی تھی۔

جوگی نے پہلے تو اس پر پھونک مار کر اسے بے ہوش کر دیا پھر اسے بے لباس کر دیا۔ جوگی چند
لمحوں تک آنکھیں بند کر کے منتر پڑھتا رہا تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھول کر ایمیلیا کے جسم پر
اور چہرے پر پھونک ماری۔ چند ثانیوں کے بعد ایمیلیا کے چہرے پر سرخی، تازگی اور دلکشی آنے
لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پھر سے نوجوان ہو گئی اس کے گال بھر گئے اور سیاہ حلقے مٹ گئے۔
پھر اس کے جسم کی شادابیاں لوٹ آئیں۔ جوگی نے اسے کپڑے پہنا دیئے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ پھر اس نے اوکتاویا سے کہا۔ "اب تم آ کر
اپنی پیاری ایمیلیا کو دیکھ لو۔" اوکتاویا نے کمرے سے نکل کر اپنی ایمیلیا کو دیکھا تو اسے جیسے اپنی
نظروں پر یقین نہیں آیا۔ وہ ایک پل کے لیے اپنی پلکیں تک جھپکانا بھول گئی۔ خوشی سے اس کی
آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"یہ تم نے اس پر کیا جادو کیا......؟" اوکتاویا کے لہجے میں سرشاری تھی۔

"میرے پاس جڑی بوٹیوں سے بنا ہوا ایک عرق تھا جس کے چند قطرے میں نے اس کے
منہ میں ٹپکائے اور باقی عرق کی اس کے جسم پر مالش کر دی۔ یہ عرق نہ صرف کھوئی ہوئی طاقت بلکہ
حسن و شباب کو بھی بحال کرتا ہے۔" جوگی نے جھوٹ بولا۔

"کیا میں اپنی پیاری ایمیلیا کو جگا کر اسے خوش خبری سنا دوں......؟" اوکتاویا نے بے تابی
سے کہا۔

"یہ اب سورج نکلنے کے بعد ہی بیدار ہو گی۔ تم اسے سونے دو۔ اس کا سونا ہی بہتر ہے۔"

"جوگی!......تم نے تو بہت بڑا کمال کر دیا۔" اوکتاویا نے اس کے پاس آ کر اپنی بانہیں اس
کے گلے میں حمائل کر دی۔

کپتان بالیس اس خیال کا مالک تھا کہ خالی آدمی اور خطرناک شخص میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے
۔ بلکہ خالی شخص تو اور بھی خطرناک ہوتا ہے۔ شیطان اس کا دوست بن جاتا ہے اس لیے وہ آدمیوں کو
دن بری کسی نہ کسی کام میں جوتے رکھتا تھا اور اس بات کی کوشش کرتا تھا کہ اسے سانس لینے کی بھی

فرصت نہ ملے۔ البتہ جوگی اور ماماکس ان مشقتوں سے بری تھے کیوں کہ وہ ساری رات سخت قسم کی ڈیوٹی انجام دیتے ہیں اور ایک پل کے لیے نہ تو سوتے ہیں اور نہ ہی آرام کرتے ہیں۔ کپتان بالیس نے انہیں ہر قسم کی رعایت دے رکھی تھی۔ دوسرے لوگ ان پر رشک کرتے تھے۔

جوگی چاہتا تو صرف چند لمحوں میں ملکہ اوکتادیا اور اپنے ساتھی ماماکس کو یہاں سے نکال کر لے جاسکتا تھا۔ اس کا کالا منتر بہت کچھ کرسکتا تھا۔ لیکن وہ اپنے اس منتر سے ایسا کوئی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا تھا۔ وہ حالات کی دھار دیکھ رہا تھا۔ وہ ماضی میں تھا اور پھر وہ ایک عجیب قسم کا لطف بھی محسوس کررہا تھا۔

وہ دن بھر مزے سے سوتے آرام کرتے اور رات کو ولا میں پہنچ جاتے۔ وہ اپنا کھانا ساتھ لیتے جاتے تھے۔ اوکتادیا کو جو کھانا دیا جاتا وہ مخصوص قسم کا ہوتا تھا لیکن وہ جو کھانا لے جاتے تھے وہ اوکتادیا اور ایمیلیا کے کھانے سے لاکھ درجے بہتر ہوتا تھا۔ کیونکہ جوگی اپنے منتر سے شاہی کھانا منگوالیتا تھا جو ایک قریبی شہر کے شاہی محل سے آتا تھا۔ وہ ساتھ کھاتے اور گپ شپ کرتے تھے۔ ایک ضیافت کا سا ماحول اور سماں بن جاتا تھا۔ ان کے لیے رات بہت حسین اور خوشیوں سے بھری ہوتی تھی۔ انہیں اس بات کا یقین نہیں آیا تھا وہ ویران اور منحوس جزیرے پر رہ رہے ہیں۔ رات کو جوگی اور اوکتادیا کمرے میں بند ہوجاتے تھے۔ ایمیلیا اس کی بڑی مرہون منت تھی کہ اس نے اسے ایک نئی زندگی دی ہے۔ وہ موت کے منہ سے نکل آئی ہے وہ نہ صرف پوری طرح صحت یاب ہوگئی تھی بلکہ بہت حسین اور بھرپور بھی ہوگئی۔ کپتان بالیس اور جزیرے کے قیدیوں اور پہرہ داروں کے لیے یہ بڑی حیران کن بات تھی۔ اس کے دل میں جوگی کے لیے بڑی جگہ بن گئی تھی۔ وہ اس کا بدلہ مہربانی کی صورت میں دینے کے لیے بے تاب تھی لیکن اسے موقع نہیں ملتا تھا کیوں کہ وہ جانتی تھی کہ جوگی اس کی ملکہ سے محبت کرتا ہے۔ ملکہ اوکتادیا بھی جوگی کو اپنا سب کچھ سمجھتی ہے اور پھر دو تین بار ایسے مواقع ملے کہ ایمیلیا اس پر مہربان ہوتی رہی اور ملکہ اوکتادیا کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوسکی۔

رات کے وقت جب اوکتادیا اور ایمیلیا بھی سو رہی تھیں۔ جوگی باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ماماکس بہت متفکر سا بیٹھا ہوا ہے اور اس کی آنکھیں سوچ سے بھری ہوئی ہیں۔

''ماماکس! کیا بات ہے تم بہت پریشان اور متفکر سے دکھائی دے رہے ہو؟'' جوگی نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''میں دو تین دن سے تمہاری یہ حالت دیکھ رہا ہوں۔ خیریت تو ہے؟''

''یہ فکر اور پریشانی کی بات ہے جوگی!'' ماماکس نے کہا۔ ''ابھی تک ہمارے دونوں ساتھی اور ڈمناریکس کا کوئی پتا نہیں ہے۔''

''کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی ہوگی ماماکس!'' جوگی نے اسے دلاسا دیا۔ ''تم پریشان نہ ہو۔''

''میں راتوں کو یہاں بیٹھ کر پہروں سمندر کو گھورتا رہتا ہوں۔'' ماماکس نے کہا۔ ''جب مجھے کوئی جہاز نظر آتا ہے تو میں خوش ہوجاتا ہوں۔ جب وہ گزر جاتے ہیں تو دل بجھ جاتا ہے۔ وہ جہاز جانے کب آئے جس کی سات بتیاں روشن ہوں۔''

''تم مایوس نہ ہو ماماکس...... وہ جہاز جلد ہی آجائے گا جس کی سات بتیاں روشن ہوں گی۔''

''جانے کیوں ہر گزرتے دن کے ساتھ میرا یقین اور اعتماد متزلزل ہوتا جاتا ہے۔ سینکڑوں وسوسے اور خدشے پھنکارتے ہوئے زہریلے سانپوں کی طرح مجھے ڈسنے لگتے ہیں۔ میں مایوسی کے دلدل میں گر جاتا ہوں۔''

''ماماکس! تم ایک بلند ہمت آدمی ہوکر اس قسم کے خوف وخدشات میں مبتلا ہو رہے ہو؟'' جوگی نے کہا۔

''دراصل میں یہ سوچتا رہتا ہوں کہ کہیں بردو اور بانیو، ڈمناریکس تک پہنچنے میں ناکام تو نہیں رہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ڈمناریکس نے مدد کرنے سے صاف انکار کردیا ہو؟ طرح طرح کے خیالات مجھے ستاتے رہتے ہیں۔'' ماماکس نے کہا۔

''تمہاری فکر اور تشویش بجا ہے لیکن ہم صبر کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں؟'' جوگی نے کہا۔ ''صبر کرو۔ سوچنا ترک کردو۔''

''تمہیں فکر کرنے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔'' ماماکس نے کہا۔ ''یہ میرا کام ہے۔ تم ملکہ اور ایمیلیا کی مہربانیوں اور فیاضیوں سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ تمہیں اپنی زندگی میں ایسے سنہرے مواقع نہیں ملیں گے۔ تمہاری کیا یہ کم خوش نصیبی ہے کہ ملکہ روم تمہاری محبت کی اسیر ہے اور تمہاری کنیز بنی ہوئی ہے تمہاری خوش قسمتی کے ساتوں دروازے کھل گئے ہیں۔''

''لیکن میں ایمیلیا سے سخت پریشان ہوں ماماکس!'' جوگی کہنے لگا۔ ''میں ڈرتا ہوں کہ میرے اس سے جو تعلقات ہیں کہیں اس کا علم ملکہ اوکتادیا کو نہ ہوجائے۔ وہ کیا کہے گی؟ کیا سوچے گی؟ کہیں یہ صدمہ اس کے لیے ناقابل برداشت نہ ہو۔ کہیں وہ خودکشی نہ کرلے کیونکہ اس کی زندگی میں میں پہلا شخص ہوں جس نے اسے محبت اور ایک نئی دنیا سے روشناس کرایا۔''

''تم ایمیلیا سے ملنے میں احتیاط برتو۔ اسے سمجھاؤ۔'' ماماکس نے کہا۔

''وہ میری محبت میں پاگل ہوگئی ہے۔ جانتے ہو اس نے مجھ سے کل کیا کہا تھا......؟'' جوگی نے سرگوشی کی۔

ماماکس نے چونک کر اس کی شکل دیکھی۔ ''کیا کہا تھا اس نے......؟'' ماماکس کے لہجے میں

تشویش تھی۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ ایک میان میں ایک تلوار رہ سکتی ہے۔" اس نے بتایا۔

"کیا وہ اپنی ملکہ سے حسد وجلن اور نفرت کرنے لگی ہے؟" ماماکس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں......" جوگی نے سر ہلایا۔ "میں نے اس کی باتوں سے سرکشی اور بغاوت کی بو سونگھی ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ وہ کسی دن ملکہ اوکتادیا کو موت کی نیند سلادے گی شاید اسی لیے وہ مجھ سے بہت ہی محبت اور گرم جوشی سے پیش آتی ہے۔ میری ہر بات مان لیتی ہے عورت ہونے کے ناتے انکار نہیں کرتی ہے۔ جب کہ ملکہ اوکتادیا کی محبت میں وہ گرم جوشی اور جنون نہیں ہے جو ایمیلیا کی۔ وہ روز بروز خطرناک ہوتی جارہی ہے۔"

"لیکن اس کی ذات سے ایک اور خطرہ بھی لاحق ہوسکتا ہے۔" ماماکس نے کہا۔

"وہ کیا؟" جوگی نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

جوگی نے ماماکس کو اعتماد میں لے کر اپنے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ موہن لال نے اس سے کہا تھا کہ وہ جس دور میں بھی جائے، اس دور میں اپنے بارے میں بھولے سے بھی نہیں بتائے۔ جوگی انسانی ذہن پڑھ سکتا تھا وہ پڑھ لیتا تھا لیکن وہ ظاہر نہیں کرتا تھا انجان بن کر بات کرتا۔ پوچھتا تھا۔ اسے کسی بات کی فکر اس لیے بھی نہیں تھی کہ اس کی ذات کو کسی سے خطرہ لاحق نہیں تھا۔ وہ آن واحد میں نظروں سے غائب ہو کر اپنے دیش میں پہنچ سکتا تھا۔

ایمیلیا کے ذہن کو وہ پڑھ چکا تھا۔ ایمیلیا کے سازشی ذہن نے اسے خطرے سے آگاہ کردیا تھا۔ وہ ملکہ اوکتادیا کی دل میں سخت دشمن ہوگئی تھی اور اس کی جان لینے پر تلی ہوئی تھی۔ نفرت حسد وجلن کی آگ میں جل رہی تھی کیونکہ اس کے خیال کے مطابق جوگی جیسا بھرپور مرد اسے ساری زندگی نہیں مل سکتا تھا۔ جوگی کے محبت بھرے الفاظ نے اسے جیسے غلام بنادیا تھا۔ وہ بھی محبت کی بھوکی تھی محبت کے اندھے جنون میں مبتلا ہو کر وہ اپنی ملکہ کو موت کی نیند سلانا چاہتی تھی۔ تدبیریں سوچ رہی تھی اسے زہر کی تلاش تھی تاکہ ملکہ کے کھانے میں ملادے۔

دن میں جو پہرے دار ہوتے تھے ایمیلیا نے ان کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔ وہ یہ چاہتی تھی کہ کسی ایک پہرے دار پر مہربان ہو کر اس سے زہر حاصل کرے۔ اگر پہرہ داروں کو بھی خوش کرنا پڑے تو کوئی حرج نہیں۔ اس نے ہر قیمت پر جوگی کو حاصل کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

اوکتادیا سہ پہر تک گہری نیند سوتی رہتی تھی کیونکہ جوگی رات کے آخری پہر اس کے کمرے سے نکل کر ایمیلیا کے پاس آتا۔ ایمیلیا جاگتی رہتی یا پھر سوئی ہوئی ہوتی تو اسے جگاتا۔ اوکتادیا کو وہ شراب پلاتا تھا۔ اوکتادیا نے شراب کے بارے میں دو تین مرتبہ دریافت کیا تھا۔ اس نے اوکتادیا

کو یہ بتایا تھا کہ وہ یہ شراب کپتان بالیس کی خواب گاہ سے چرا کر لاتا ہے۔ صرف اس کے لیے...... لہٰذا اس بات کا علم ایمیلیا یا اس کے کسی ساتھی کو نہیں ہونا چاہیے۔

جوگی یہ شراب اپنے کالا منتر کے زور سے پل بھر میں نیرو کے محل سے منگوالیتا تھا۔ اوکتادیا کو یہ شراب بہت مرغوب ہوگئی تھی کیونکہ اس کے خمار سے اس کا ذہن ہر فکر اور غم سے آزاد ہوجاتا تھا۔

ایمیلیا کو تھوڑی بہت شراب پینے کو ملتی تھی لیکن اس کے لیے یہ شراب بہت ہوتی تھی۔ مارنے والے کے لیے زہر کتنا چاہیے۔ ایمیلیا اس شراب کو پینے کے بعد جنون کی حد سے بھی آگے نکل جاتی تھی۔ یہی بات جوگی کو بھاتی تھی۔ ایمیلیا کی نشے میں محبت بھری باتیں اس پر ایک عجیب سا نشہ طاری کردیتی تھی۔ ایسی محبت بھری باتیں اوکتادیا کو نہیں آتی تھیں۔

رات کے آخری پہر جب وہ کمرے سے نکل کر ایمیلیا کے پاس آیا تو شراب کی بوتل ایمیلیا نے اس کے ہاتھ سے لے لی۔ پھر اس کا ایک گھونٹ لے کر بولی۔ "جوگی! اب وقت آگیا ہے کہ تم ہم دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلو؟"

جوگی نے انجان بن کر پوچھا۔ "کون دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کروں؟"

"میرا یا ملکہ اوکتادیا کا......" اس نے جواب دیا۔ "مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ تم ملکہ اوکتادیا کے ساتھ رات کے آخر پہر تک محبت بھری باتیں کرو۔ محبت کی تجدید کرو۔ میں بستر پر کروٹیں بدلتی رہوں۔ تمہاری محبت بھری باتیں میرے دل پر نشتر زن کرتی رہتی ہیں۔ میں تم دونوں کو محبت میں ڈوبا ہوا دیکھتی ہوں تو میرا دل اور میری روح تک زخمی ہوجاتی ہے۔ اب یہ سب کچھ میرے لیے ناقابل برداشت ہوتا جارہا ہے۔"

"ایمیلیا! بات یہ ہے کہ میں ایک مجبوری کے تحت اوکتادیا کے ساتھ رہنے اور محبت جتانے پر مجبور ہوں۔"

"اگر میں اوکتادیا کو راستے سے ہٹادوں تو کیا تم میرے ہوجاؤ گے......؟ سدا کے لیے؟" ایمیلیا نے سفاک لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں......؟ لیکن میری جان! تم ملکہ اوکتادیا کو اپنے اور میرے راستے سے کیسے ہٹاؤ گی......؟ یہ اتنا آسان نہیں ہے جیسا تم سوچ رہی ہو...... نیرو نے اسے یہاں قید کرکے رکھا ہوا ہے یہ بات تم مت بھولو۔"

"میں چاہتی ہوں کہ اس کے کھانے میں زہر ملادوں؟" اس نے سرگوشی میں آہستگی سے کہا۔

"زہر......؟" جوگی بڑے زور سے چونکا۔ "یہاں زہر کہاں سے آئے گا؟ زہر کون لاکر

دے گا؟"

"میں اس کا بندوبست کرلوں گی۔" وہ مسکرائی تو اس کی مسکراہٹ میں زہر بھرا ہوا تھا۔ "یہ میرا مسئلہ ہے۔"

"اچھی طرح سوچ لو ایمیلیا!" جوگی نے کہا۔ "یہ بہت ہی خطرناک کام ہے۔ کپتان بالیس پھر تمہیں بخشے گا نہیں۔ وہ بڑا ظالم شخص ہے تمہاری کھال اتار کر بھس بھر دے گا۔ پھر تمہارا گوشت اپنے شکاری کتوں کو کھلا دے گا۔"

"اسے مجھ پر شک نہیں ہوگا۔ میں بال بال بچ جاؤں گی۔" ایمیلیا نے کہا۔

"تم پر شک کیوں نہیں ہوگا؟ یہ تم نے کیسے باور کرلیا؟ جوگی نے سوال کیا۔ مجھ پر شک اس لیے نہیں ہوگا کہ کھانا اس کے لیے جو آتا ہے۔ وہ صرف اس کے لیے خصوصی طور پر تیار ہوکر آتا ہے لہٰذا مورد الزام باورچی کو ٹھہرایا جائے گا اور پھر میں یہاں قید میں ہوں۔" اس کا لہجہ زہریلا تھا۔

اور پھر ایمیلیا نے دن میں ڈیوٹی دینے والے دو پہریداروں کو خوش کرکے زہر حاصل کرلیا۔ رات کا کھانا لے کر جوگی اور ماماکس اپنی ڈیوٹی انجام دینے پہنچے۔ جوگی نے محسوس کیا کہ ایمیلیا بہت مضطرب اور بے چین سی ہے۔ متوحش بھی ہو رہی ہے۔ جوگی نے اس کا ذہن پڑھ کر پتا چلالیا کہ اس کی وجہ کیا ہے زہر سیال کی شکل میں تھا۔ جوگی نے اپنے کالا منتر کے زور سے زہر کی جگہ شیرینی رکھ دی۔ ایمیلیا نے جس رکابی میں ملکہ اوکتاویا کے لیے کھانا نکالا تھا اس میں زہر کی شیشی الٹ دی۔

یہ بات کپتان بالیس ہی نہیں بلکہ ہر شخص جانتا تھا کہ ملکہ اوکتاویا کا کھانا باورچی خانے سے ماماکس لے کرولا جاتا ہے۔ جوگی اپنا ماماکس اور ایمیلیا کا کھانا لے کر پہنچتا ہے۔ صرف ملکہ اوکتاویا کا کھانا بہتر ہوتا ہے ایمیلیا کے علم میں بھی یہ بات تھی۔ ملکہ اوکتاویا کی موت سے ماماکس ملزم ٹھہرتا۔ وہ پکڑا جاتا کہ اس نے ملکہ اوکتاویا کے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ اس لیے ملکہ کی موت واقع ہوگئی۔ ماماکس نے ملکہ کو اس لیے زہر دیا کہ ملکہ نے اس سے تعلقات استوار کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اور پھر وہ ملکہ کی عزت لوٹنے کے درپے ہوگیا تھا۔ ملکہ نے اس کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔

وہ کھانے کے لیے چاروں ایک ساتھ بیٹھتے تھے کھانے کے دوران آپس میں خوش گپیاں کرتے تھے جس سے ماحول بڑا خوش گوار ہوجاتا تھا کھانا بہت پرتکلف عمدہ لذیذ اور بے حد ذائقہ دار ہوتا تھا۔ ایک طرح سے شاہی کھانا ہوتا تھا جو جوگی اپنے کالا منتر کی بدولت بدل دیتا تھا جو کہ نیرو کے شاہی محل سے آتا تھا۔ یہ بات ان میں سے کوئی نہیں جانتا تھا۔ جب کھانا شروع ہوا تب ایمیلیا کا دل بڑے زور سے دھڑکنے لگا تھا اور اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی تھی۔ وہ یہ بات جانتی تھی کہ

اوکتاویا صرف ایک لقمہ لے گی اسے دوسرا لقمہ نصیب نہیں ہوگا۔ وہ اپنا گلہ پکڑ لے گی اور ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر سب کے سامنے مر جائے گی۔ پھر اس کا جسم نیلا پڑ جائے گا۔

لیکن وہ کچھ نہ ہوا جس کا اس نے تصور کیا ہوا تھا۔ وہ یہ دیکھ کر ششدر ہو رہی تھی کہ ملکہ اوتاویا مزے لے لے کر کھا رہی ہے بلکہ اس نے سب سے پہلے اپنی رکابی صاف کردی تھی۔ پھر اس نے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"معلوم نہیں کیا بات ہے آج کھانا اس قدر پرلطف مزے دار اور لذیذ ہے جیسے اس میں کسی ایسی چیز کو آمیزش کی گئی ہے جس سے ذائقہ بڑھ جاتا ہے ماماکس! ملکہ کی کیا تم نے اس میں ایسی کوئی چیز ملائی تھی؟"

"نہیں۔" ماماکس نے سر ہلایا۔ "میں تو یہ بھی نہیں دیکھتا کہ کھانے میں کیا ہے۔ جس طرح برتن میں بند کرکے دیا جاتا ہے میں اس طرح یہاں لا کر پہنچا دیتا ہوں۔ اس طرح جوگی بھی ہم تینوں کا کھانا لے آتا ہے اسے بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کیسا کھانا ہے جب ہم کھانے بیٹھتے ہیں تو یقین نہیں آتا کہ اتنا عمدہ کھانا بھی دیا جاسکتا ہے ایسا کھانا صرف شاہی والا ہی میں ممکن ہے بلکہ بادشاہ اور خاص خاص مصاحبوں کو ملتا ہے ہمیں ملکہ اوکتاویا کے طفیل اتنا اچھا کھانا نصیب ہوتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ ایمیلیا نے ملکہ اوکتاویا کے کھانے میں کچھ ملا دیا ہو؟" جوگی نے ایمیلیا کی طرف دیکھا۔ "ہاں تو ایمیلیا تم نے اس کھانے میں کیا ملایا تھا......؟ کیا تم بتانا پسند کرو گی......؟"

جوگی کی بات سنتے ہی اس کے پسینے چھوٹ گئے۔ وہ خائف اور سراسیمہ سی ہوگئی۔ پھر اس نے اپنے آپ کو فوراً ہی سنبھالتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس ہے ہی کیا جو میں اس کی آمیزش کروں۔ جو کھانا آتا ہے میں اسے رکابیوں میں نکال کر رکھ دیتی ہوں۔ اتنا اچھا کھانا بس ایک اتفاق ہے یا پھر باورچی نے کوئی جدت کی ہے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ باورچی نے کھانے میں زہر ملا دیا ہو۔" جوگی نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"زہر......؟" ملکہ اوکتاویا نے چونک کر جوگی کو محبت بھری نظروں سے دیکھا۔ "زہر سے تو موت واقع ہوجاتی ہے۔"

"زہر ایک طرح سے تریاق بھی ہوتا ہے۔ معالج اپنی ادویات میں زہر کی آمیزش بھی کرتے ہیں یہ زہر بیماریوں کا خاتمہ کردیتا ہے۔" ماماکس نے کہا۔ "یونان کے شاہی معالج سانپوں کا زہر ادویات میں کثرت سے ملاتے ہیں۔"

"شاید کھانے میں میٹھا زہر ملا دیا گیا ہوگا۔ جس نے لذت بڑھا دی۔" جوگی نے طنزیہ

لہجے میں کہا۔

"میٹھا زہر......؟" ماماکس ہنس پڑا۔ "میں نے سنا ہے کہ افریقہ کے جنگلات میں ایسی جڑی بوٹیاں پائی جاتی ہیں جو میٹھا زہر کہلاتی ہیں۔ اگر کوئی عورت یا مرد اس زہر کی ایک خوراک بھی کھالے تو وہ سدا جوان رہتا ہے اگر وہ دو سو برس بھی زندہ رہے تو جوان ہی رہتا ہے اس کے علاوہ اس میں جوانی اور شباب کی بے پناہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ مریضوں کے لیے شفایاب ہوتا ہے۔ اس میں ایک نہیں سینکڑوں خوبیاں ہوتی ہیں لیکن یہ جڑی بوٹیاں بہت نایاب ہیں۔ اس کے حصول کے لیے بادشاہ اور شہنشاہ اپنے اپنے خزانے لٹا دیتے ہیں۔ اپنے آدمیوں کو یہ جڑی بوٹیاں لانے کے لیے افریقہ بھیجتے ہیں ان کی کئی اقسام ہوتی ہیں لیکن فوائد ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

"کیا میٹھا زہر کھانے کی بھی لذت بڑھا دیتا ہے؟" ملکہ اوکتادیا نے دل کش انداز سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"شاید......" جوگی بھی اس کی حسین اور بڑی بڑی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا دیا۔

ادھر یہ گپ شپ ہو رہی تھی ادھر ایمیلیا دل میں سخت حیران تھی کہ اس زہر نے اثر کیوں نہیں کیا؟ ملکہ اوکتادیا ابھی تک زندہ کیوں ہے؟ وہ مری کیوں نہیں؟ اس نے رومو اور شارف سے وعدہ پورا کرنے سے پہلے اس زہر کا تجربہ ایک بلی پر کیا تھا۔ رومو کہیں سے ایک بلی پکڑ لایا تھا۔ جب دودھ میں ایک قطرہ زہر ملا کر اسے پلایا گیا تو وہ ایک پل بھی زندہ نہیں رہی تھی۔ فوراً ہی مر گئی تھی۔ اس نے سارا زہر ملکہ اوکتادیا کی رکابی میں ملا دیا تھا۔ مگر زہر نے اثر نہیں کیا تھا؟ کیوں اور کس لیے......؟ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر تھی۔

جوگی غیر محسوس انداز سے ایمیلیا کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر حیرت اور خوف کی سی کیفیت مسلط تھی۔ وہ جو کچھ سوچ رہی تھی وہ اس کے چہرے سے بھی عیاں تھا۔ لیکن جوگی نے اس کا ذہن پڑھ لیا تھا وہ دل میں لطف اندوز ہو رہا تھا، کسی نے ایمیلیا کی طرف توجہ نہیں کی تھی ایمیلیا کو اس بات کا غم اور افسوس تھا کہ دو مردوں کو خوش کر کے بھی اس کے ہاتھ کچھ نہ آیا تھا۔ اس کی تدبیر ناکام رہی تھی۔ اس کا خواب پورا نہ ہو سکا۔

کوئی تیسرے دن ماماکس کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ ماماکس نے سمجھ لیا تھا کہ روز آخر آ پہنچا ہے۔ وہ اپنی جھونپڑی میں لیٹے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ ڈیمیس تیزی سے اندر گھس آیا۔ اس کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں وہ اس طرح سے ہانپ رہا تھا جیسے بہت دور سے بھاگتا ہوا آ رہا ہو۔

ماماکس اور جوگی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ماماکس نے پوچھا۔ "کیا بات ہے ڈیمیس!......؟ کیسے آنا ہوا۔"

"ایک خوش خبری ہاتھ لگی ہے......اس کے متعلق بتانے کے لیے آیا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔

"کیسی خوش خبری......؟" ماماکس نے حیرت سے پوچھا۔ ڈیمیس نے جواب دینے سے پہلے ادھر ادھر دیکھ کر تسلی کی کہ کوئی سننے والا تو نہیں ہے۔ پھر اس نے سرگوشی میں بہت ہی آہستگی سے کہا۔ "راز کی بات ہے۔"

"ایسی کیا راز کی بات ہے جو تم اس قدر محتاط اور خوف زدہ ہو رہے ہو؟" ماماکس نے کہا۔

"روم سے دو قاصد آئے ہیں۔ سیزر کا حکم ہے کہ یہاں پڑاؤ فوراً ختم کر دیا جائے اور ملکہ اوکتادیا کو اس کے سامنے حاضر کیا جائے۔" ڈیمیس نے ٹھہر ٹھہر کر بتایا۔

"ان قاصدوں نے اور کیا کہا ہے......؟" ماماکس نے پوچھا۔ "سیزر نے ملکہ کو زندہ یا مردہ طلب کیا ہے؟"

"آگستاپوپیا کا خصوصی حکم ہے کہ وہ اوکتادیا کو دیکھنا چاہتی ہے مگر اس طرح کہ اس کا سر پیش کیا جائے؟"

"گویا آگستاپوپیا اپنے دل کی حسرت پوری کرنا چاہتی ہے۔" ماماکس نے افسردگی سے کہا۔

"مزا آ گیا ماماکس!......" ڈیمیس چہکا۔ "اب قبرستان سے جان چھوٹ جائے گی۔ کل ہم کوچ کریں گے۔ آج رات بڑا زبردست جشن رہے گا اس جشن کا لطف دوبالا کرنے کے لیے کپتان نے کہا ہے کہ شراب کا ذخیرہ ختم کر دیا جائے۔ [illegible] پر کچھ نوجوان لڑکے بھی ہیں۔ کپتان نے کہا ہے کہ انہیں بھی شریک کر لیا جائے۔ موقع نکال کر تم لوگ بھی جشن میں شریک ہو جانا۔ اوکتادیا کہاں بھاگی جاتی ہے۔ ایک ہی رات کی بات ہے تم دونوں ایمیلیا کے ساتھ جشن منا سکتے ہو......"

ڈیمیس جس طرح بھاگتا ہوا آیا تھا اس طرح چلا گیا۔ "آج کی رات بڑی بھاری ہے جوگی!" ماماکس نے کہا۔ "ایسا لگ رہا ہے جیسے ہماری زندگی کی آخری رات ہو۔ ہم تو جشن منانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے ہیں۔ یہ خبر بڑی منحوس ہے۔"

"یہ خبر کسی نہ کسی دن تو آنی تھی۔" جوگی نے کہا۔ "ہم اس کے لیے ذہنی طور پر تیار تو تھے؟"

"ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔" ماماکس کہنے لگا۔ "اب پڑاؤ ختم کر دیا جائے گا۔ اوکتادیا روم پہنچا دی جائے گی۔ پھر ہم شناخت کر لیے جائیں گے پھر ہم ہوں گے اور وہی صلیب......" ماماکس نے توقف کر کے گہری سانس لی۔

"آج رات کو ڈمناریکس کو ضرور آنا چاہیے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ ضرور آئے گا۔" جوگی

نے کہا۔

''لیکن وہ نہ آیا تو بہت برا ہوگا۔ یہ سمجھو کہ ہماری موت آ گئی۔'' ماماکس نے کہا۔ ''م
موت سے نہیں ڈرتا ہوں۔ ہم جس طرح ساتھ جئے ہیں اس طرح ساتھ ہی مریں گے۔ آخر
سانس تک حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں گے۔''

وہ دونوں ولا میں پہنچے تو وہاں صورت حال عجیب تھی اوکتاویا کو ان قاصدوں سے کل
روانگی کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی وہ بہت خاموش اور اداس تھی۔ وہ زار و قطار رو رہی
جوگی کو دیکھ کر اس سے لپٹ گئی اس نے سسکیوں کے درمیان بتایا کہ ایمیلیا نے زہر کھا کر خود
کر لی ہے۔ یہ زہر اس نے پہرہ داروں سے انہیں خوش کر کے منگوایا تھا۔ ایمیلیا کی لاش دیوان
پڑی تھی اس کے جسم پر اوکتاویا کا ٹوگا پڑا تھا اور اس ٹوگا میں اوکتاویا کا بروچ لگا ہوا تھا جو کہ اس
پاس واحد زیور رہ گیا تھا۔

ماماکس اور جوگی کو ایمیلیا کی موت سے کوئی دکھ نہیں ہوا۔ انہیں اس سے کوئی ہمدردی نہیں تھ
کیونکہ وہ نمک حرام اور غدار تھی اس نے اپنی مالکن کی محبت پر ڈاکہ مارا تھا۔ جوگی کے حصول
لیے اس کی جان کی دشمن بن گئی تھی۔ اوکتاویا کو آخری وقت تک اس بات کا بالکل بھی پتا نہیں چل
سکا تھا کہ جوگی اور اس کے درمیان تعلقات تھے۔ اوکتاویا اس لیے رو رہی تھی کہ وہ موت کے م
میں جا رہی ہے۔ اس کی زندگی اب صرف کچھ دنوں کی ہے آج کی رات وہ جوگی کے ساتھ گز
دینا چاہتی تھی۔ اس لیے ماماکس نے ان دونوں کو اندر چھوڑ دیا تا کہ وہ اپنے دل کے سارے ارما
پورے کر لیں۔

ماماکس ولا سے باہر کھڑا ہوا سمندر کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ چاروں طرف
گھپ اندھیرا اور بے حد تکلیف دہ سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ماماکس کی متوحش نظریں سات روشنیوں
تلاش کر رہی تھیں مگر دور دور تک اندھیرا تھا۔ فقط سمندر کی تیز اور سرکش لہروں کے ساحل سے
پٹکنے کی مہیب آوازیں سنائی دے رہی تھیں اور عقب میں دور سے ہنستے بولتے رقص کرتے اور نشے
میں ڈولتے اور واپسی کا جشن مناتے ہوئے سپاہیوں اور طرح دار جوان لڑکوں کی آوازیں ہوا کے
دوش پر اڑتی ہوئی اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھیں۔ وہاں دو ایک مشعلیں روشن تھیں۔ ان کی روشنی
میں سپاہی حیوان بنے ہوئے تھے۔ جب ماماکس اندر داخل ہوا تو اوکتاویا جوگی سے کہہ رہی تھی۔
''مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں ہے میں نے پہرہ داروں کو باتیں کرتے
ہوئے سن لیا ہے۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جشن کیوں منایا جا رہا ہے۔'' اس کے لہجے میں بڑا سکون
تھا۔ ''اب مجھے مرنے کا کوئی غم نہیں ہے۔ میں یہ جانتی ہوں کہ موت زیادہ دور نہیں ہے۔''

''ہم ساتھ مریں گے اوکتاویا......'' جوگی نے اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے کہا۔
''تم سے پہلے میں مروں گی جوگی!'' اوکتاویا نے ایک ضدی بچے کی طرح مچل کر کہا۔ ''میں
ری آغوش میں ہوں گی اور ماماکس پیچھے سے وار کرے گا میں یہ چاہتی ہوں کہ میں مروں تو تم
ے سامنے موجود ہو۔ میں مرتے ہوئے تمہاری تصویر اپنی آنکھوں میں لے جانا چاہتی ہوں
یہ چاہتی ہوں کہ تمہاری تصویر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میری آنکھوں میں محفوظ ہو جائے۔''
جوگی نے کہا۔ ''ملکائیں کتنی ضدی ہوتی ہیں۔ اوکتاویا تم بہر حال ایک ملکہ ہو۔ تم پھر سے ملکہ
ا ہو۔''
''نہیں جوگی! میں صرف عورت ہوں۔ پیار کرنا بھی تم نے ہی مجھے سکھایا۔ تم میری زندگی
نے والے پہلے اور آخری مرد ہو۔ عورت کبھی محبت کو نہیں بھولتی ہے۔ پیار بھلا نہیں سکتی ہے
میں قربانی بھی عورت ہی دیتی ہے۔ مجھ سے یہ اعزاز نہ چھینو۔''
اچانک ماماکس ہذیانی لہجے میں پوری قوت سے چیخا۔ ''سات روشنیاں۔ سات
اں۔''
جوگی اوکتاویا کو بازوؤں کی گرفت سے نکال کر فوراً ہی کھڑکی کی طرف لپکا۔ جوگی نے دیکھا
کے بیچ واقعی سات روشنیاں ٹمٹما رہی تھیں۔ ان کا فاصلہ وہی تھا جو طے ہوا تھا۔ پہلے ایک پھر
یک پھر دو۔ اس کے بعد مزید ایک۔
اوکتاویا بھی اپنے بال اور لباس کی شکنیں درست کرتی ہوئی ان کے عقب میں آ کر کھڑی
لی۔ وہ کھڑکی سے پلٹ آئے چند لمحوں کے بعد ماماکس نے ان دونوں کو مخاطب کرتے
بڑے محتاط لہجے میں کہا۔
''ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔ ایک ایک لمحہ بے حد قیمتی ہے۔ کام بہت زیادہ ہے میں
باؤں اس پر بلا چوں چرا عمل کرتے جاؤ۔ کوئی سوال اور مداخلت بالکل بھی نہ کرنا۔''
''ٹھیک ہے ماماکس!'' اوکتاویا بولی۔ ''بس تم حکم کرو ہم اس پر آنکھیں بند کر کے عمل کریں

ماماکس نے میان سے تلوار نکالی اور اوکتاویا سے کہا۔ ''تم منہ پھیر کر کھڑی ہو جاؤ۔'' اوکتاویا
نہ پھیر کر کھڑی ہو گئی۔ ماماکس نے کس لیے ایسا کہا اس کی سمجھ میں نہیں آیا۔
ماماکس نے ایک ہی وار میں ابدی نیند سوئی ہوئی ایمیلیا کا سر اڑا دیا اور اس کا سر بغل میں
پھر اس نے اپنی کمر کے پٹی سے تختی نکالی جو ہر سپاہی کے پاس لازمی ہوتی تھی اور خنجر کی
ے موم پر کچھ لکھنے لگا۔ لکھنے سے فارغ ہوا تو اس نے وہ تحریر اوکتاویا اور جوگی کی طرف

بڑھا دی۔ لیکن اوکتادیا کے کہنے پر اس نے پڑھ کر سنائی۔

"معلوم ہونا چاہیے کہ ہم چھٹے دستے کے سپاہی اسکا میلیس اور پولیپس نے شہنشاہ نیرو
اپنی وفاداری ثابت کرنے کے لیے اوکتادیا کا سرتن سے جدا کر دیا ہے۔ اور اب ہم اسے شہنشاہ
آگستا پوپیا سبینا کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے روم روانہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ خاد
ایمیلیا ہے جو ہمارے کارنامے کی شاہد ہے۔"

ماماکس نے مسکراتے ہوئے فاتحانہ نظروں سے جوگی اور اوکتادیا کی طرف دیکھا۔ "کیو
رہی؟"

"لیکن تم مجھے ایمیلیا کیسے ثابت کرو گے......؟" اوکتادیا نے کہا۔

"تمہارا اور ایمیلیا کا جسم اور نشیب و فراز اور خطوط ایک جیسے ہیں۔ تمہیں بہت کم لوگوں
دیکھا ہوا ہے۔ سر تو ہے نہیں جو شناخت ہو۔ بے چاری ایمیلیا کی لاش اپنی جلاوطن ملکہ کے کا
آ گئی۔"

"میں ملکہ نہیں ایک معمولی عورت ہوں۔ جوگی کی بیوی ہوں نیرو کی نہیں۔ اب میرا نیرو
کوئی رشتہ ناتا نہیں رہا۔ میں فراتے کے جزیرے کو آرام پر اور جزیرے کے معمولی جھونپڑے
سیزر کے سونے کے محل پر ترجیح دوں گی۔"

جوگی اس کی بات سن کر خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ البتہ اوکتادیا اسے
سپردگی کی نظروں سے دیکھنے لگی۔ "بس اب نکل چلو۔ دیر نہ کرو۔" ماماکس کہنے لگا۔ "ساحل پر
کھڑی ہوئی ہے ہم اس سے باآسانی جہاز تک پہنچ جائیں گے۔ سب ناچنے گانے نا
اور عیاشی میں مست ہو رہے ہیں۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہی نہیں بلکہ اپنے آپ سے
ہیں۔ لہٰذا ہماری طرف کوئی متوجہ نہیں ہوگا۔"

"مگر ماماکس!" اوکتادیا کہنے لگی۔ "تم نے ایک بات پر غور نہیں کیا۔ تم اس بات کو بھو
رہے ہو۔"

"کون سی بات اوکتادیا!......" ماماکس نے اس کی طرف متعجب نظروں سے دیکھا۔

"جب اس کا میلیس پولیپس اور ایمیلیا میرا سر لے کر روم نہ پہنچیں گے تو تلاش شرو
ہو جائے گی۔ وہ سارے جہاں کو تلاش کر ماریں گے چپہ چپہ تک نہیں چھوڑیں گے۔ یہ بات
تم نے......؟"

کشتی میں بیٹھنے تک ماماکس خاموش رہا تھا جب سب کشتی میں بیٹھ چکے تو اس نے کہا۔
لوگ ہر وہ بات نہیں جانتے، جو ماماکس جانتا ہے۔" ماماکس کے لہجے میں عالمانہ شان ظاہر ہو

تھی۔ جہاز پر سوار ہونے کے پھر لوگ یہ سمجھیں گے کہ کسی وجہ سے کشتی الٹ گئی ہے اس کا میلیس
پولیپس اور ایمیلیا، اوکتادیا کے سر سمیت سمندر میں تہ نشین ہو گئے۔"

کشتی ہلکورے لیتی ہوئی جہاز کی طرف بڑھتی رہی پنداتاریا جزیرہ دور ہوتا جا رہا تھا جو کسی
جہنم سے کم نہیں تھا۔ مردوں کے قہقہوں ناچنے گانے، سپاہیوں کی آوازیں مدھم مدھم ہوتی جا رہی
تھیں۔ اوکتادیا جوگی کے سینے سے لگی ہوئی تھی جوگی اس کے بالوں سے پھوٹتی ہوئی سوندھی سوندھی
خوشبو سے مست ہوا جا رہا تھا۔ جہاز کی سات روشنیاں واضح سے واضح ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر
انہیں عرشے پر کھڑے ہوئے لوگوں کے دھندلے سائے نظر آنے لگے۔ ان کی نس نس میں خون
رقصاں ہونے لگا۔

"ہم کہاں اور کب تک روپوش رہیں گے ماماکس!......؟" اوکتادیا نے پوچھا۔

"ہم فراتے کے جزیرے پر اس وقت تک گمنام رہیں گے جب تک موجودہ سیزر مر نہیں
جاتا۔" ماماکس نے کہا۔ "ہم نہ صرف اس کی موت کا انتظار کریں گے بلکہ اس کی موت کے لیے دعا
بھی مانگتے رہیں گے۔"

"نیرو بیس برس تک بھی نہیں مرا تو کیا ہم فراتے کے جزیرے پر ہی روپوش رہیں گے؟"
اوکتادیا بولی۔

"نیرو ایک مقبول سیزر ہے اور یوں بھی سیزر کو مرتے ہوئے کیا دیر لگے گی۔ وہ
عیاشیوں اور بری صحبتوں کا شکار ہے۔ مے نوشی اس کی خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے اس کی راشتہ
اور جان باز اسے موت سے ہمکنار کر رہے ہیں اور پھر جان باز اس کی کمزوری بن گئے ہیں ہر بات
کی حد ہوتی ہے۔ اس کی موت کے بعد پھر ہم بڑی شان سے روم کی سرزمین پر قدم رکھیں گے،
تو اوکتادیا تم ہماری ملکہ ہو گی۔ عظیم روم کی عظیم ملکہ......"

"مجھے روم کے تخت و تاج سے کوئی دلچسپی نہیں۔" اوکتادیا نے بیزاری سے کہا۔

"وہ کس لیے......؟" جوگی نے اس کی کمر کو بازوؤں کے حلقے میں لیتے ہوئے کہا۔

"اس لیے کہ میں نے ملکہ رہ کر دیکھ لیا ہے۔ تخت و تاج محبت کے قاتل ہوتے ہیں۔ مجھے
محبتوں میں رہنے دو۔ مجھے تخت و تاج کی نہیں محبتوں کی ضرورت ہے۔" اوکتادیا جذباتی لہجے میں
بولی۔

"ایسی بات نہ کہو اوکتادیا!...... جو ماماکس جانتا ہے وہ کوئی نہیں جانتا ہے اس وقت تک روم
تمہارا انتظار کرے گا جب تک تم پہنچ نہیں جاتیں۔ ہم ایک دن ضرور روم جائیں گے۔"

ماماکس سب کچھ جانتا تھا لیکن ایک بات نہیں جانتا تھا۔ وہ یہ کہ جہاز بے حد قریب آ گیا تھا

اور وہ غافل تھے کشتی جہاز سے ٹکرائی اور فوراً ہی الٹ گئی۔ اگر جوگی کالا منتر سے کام نہ لیتا تو پھر ان کا بچنا مشکل تھا سمندر کی لہروں نے انہیں جہاز کے عرشے پر پھینک دیا تھا جیسے وہ چھوٹی مچھلیاں ہوں۔ یہ امر حیرت انگیز اور ناقابل یقین تھا کہ لہروں نے آغوش میں لینے کے بجائے انہیں کیسے عرشے پر پھینک دیا یہ صرف جوگی جانتا تھا۔

عرشے پر تیز ہوا چل رہی تھی بانیو برو اور ڈمنا ریکس ایک قطار کی صورت میں کھڑے ہوئے تھے انہیں عظیم روم کی عظیم ملکہ آگستا او کتاویا کا احترام تھا جسے وہ اپنی حفاظت میں ایک نامعلوم مدت تک کے لیے فراتے کے جزیرے پر لے جا رہے تھے۔ انہوں نے لپک کر ملکہ او کتاویا کو تعظیم دی۔ لنگر اٹھا لیے گئے۔ صبح کی پہلی کرن کے ساتھ جہاز چل پڑا اپھر تاریکی سے روشنی کی طرف سفر شروع ہو گیا۔

برو اندھا ہو چکا تھا۔ اب وہ ایک پیدائشی اندھے کی طرح تھا۔ سہ پہر کے وقت جوگی اسے عرشے پر لے گیا۔ جوگی نے اس سے کہا۔ ”تم نے اپنے اندھے پن کے باوجود بہت کچھ کیا۔ تمہیں اگر بینائی دوبارہ مل جائے تو......؟“

”بینائی بہت بڑی دولت ہے۔ اس کا اندازہ بینائی سے محروم ہونے کے بعد ہوا۔ دولت دوبارہ مل سکتی ہے لیکن بینائی نہیں۔ اب موت تک میں اندھا ہی رہوں گا۔ بینائی کیسے لوٹ کر آ سکتی ہے۔“ وہ مایوسی سے بولا۔

”کیوں نہیں آ سکتی۔ میں تمہاری بینائی واپس دلا سکتا ہوں۔“ جوگی نے کہا۔

”میرے دوست! مجھ سے مذاق نہ کرو۔ میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔“ وہ دل گرفتہ لہجے میں بولا۔

”میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔ تم اپنی آنکھیں بند کر لو۔“ جوگی نے کہا۔ ”ایک لمحے میں تمہاری کھوئی ہوئی بینائی لوٹ آئے گی۔ لیکن یہ بات تم کسی سے بھی نہیں کہنا کہ میں نے تمہاری بینائی لوٹا دی۔ ماماکس اور اوکتاویا سے بھی نہیں۔“

”کوئی پوچھے تو کیا کہوں......؟“ اس نے اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔

”کہہ دینا کہ آپ ہی آپ لوٹ آئی ہے۔ میرے ساتھ معجزہ ہو گیا ہے۔ یسوع مسیح نے میری سن لی۔“

جوگی نے اس کی دونوں پلکوں پر دو انگلیاں رکھیں پھر اس نے کالا منتر پڑھ کر اس کی دونوں آنکھوں پر پھونک ماری۔ پھر جوگی نے چند لمحوں کے بعد اس سے کہا۔ ”برو! اب تم آہستہ آہستہ اپنی آنکھیں کھول دو۔“

برو نے چند لمحوں کے بعد اپنی آنکھیں کھولیں جوگی اس کی نظروں کے سامنے کھڑا تھا۔ اسے نظر آنے لگا تھا۔ وہ حیرت سے بت بنا چند لمحوں تک جوگی کو دیکھتا رہا۔ اسے جیسے نظروں پر یقین نہیں آیا۔ وہ حیرت اور مسرت سے چیخ پڑا۔

”جوگی!...... مجھے نظر آ رہا ہے میں تمہیں دیکھ رہا ہوں۔ اب میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا نہیں رہا۔ مجھے کھلا آسمان۔ سمندر۔ اور سورج نظر آ رہا ہے۔ میری بینائی لوٹ آئی ہے۔ خداوند! تیرا شکر ہے۔“

پھر وہ فرط مسرت سے جوگی سے لپٹ گیا اسے چومنے لگا۔ ”میرے دوست! تم نے مجھ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کیا بتاؤں......؟ کیا کہوں اگر میں اپنی جان بھی دے دوں تو تمہارے اس احسان کا بدلہ اتر نہیں سکتا۔“

”دوست کے کام آنا احسان نہیں ہے۔“ جوگی نے کہا۔ ”کاش! میں نے تمہیں پہلے بینائی لوٹا دی ہوتی خیر کوئی بات نہیں۔“

”تم بہت بڑے مسیحا ہو جوگی!“ برو نے کہا۔ ”بعض اوقات نجانے کیوں مجھے تم بہت پراسرار کوئی عظیم دیوتا، عجیب و غریب ہستی اور کسی اور دنیا کی ہستی معلوم ہوتے رہے ہو۔ کہیں خداوند نے تمہیں آسمان سے تو نہیں اتارا ہے؟“

”نہیں میرے دوست! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ جوگی ہنس پڑا۔ ”دراصل میرے دل میں ایک غیبی خیال سا آیا۔ اس خیال نے جیسے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں تمہاری دونوں بند آنکھوں پر دو انگلیاں رکھ دوں۔ اس طرح تمہاری بینائی لوٹ آئے گی۔ میں نے اپنے اس غیبی خیال پر عمل کیا تو تمہاری بینائی لوٹ آئی۔ میں تم جیسا ہی ایک آدمی ہوں۔ رومی ہوں۔ اس دنیا کا باسی ہوں آسمان سے اترا ہوا نہیں ہوں۔“

”لیکن میں تو تمہیں آسمان سے اترا ہوا مسیحا سمجھوں گا۔“ برو نے اس کے دونوں ہاتھ محبت سے تھام لیے۔

”چلو اب چل کر یہ خوش خبری بانیو ماماکس اور اوکتاویا کو بھی سنا دیتے ہیں۔ وہ بہت خوش ہوں گے۔“

جہاز کے ایک بڑے کمرے میں اوکتاویا بانیو اور ماماکس بیٹھے ہوئے تھے۔ برو داخل ہوتے ہی سرشاری سے بولا۔ ”دوستو! آج ابھی اور تھوڑی دیر پہلے معجزہ ہو گیا ہے آپ ہی آپ میری بینائی لوٹ آئی ہے۔ میں اب دیکھ سکتا ہوں۔ میں تم تینوں کو دیکھ رہا ہوں۔ ماماکس! مجھے بہت ی نعمت مل گئی ہے کیا یہ بات تم جانتے تھے کہ مجھے بینائی مل جائے گی۔ لوٹ آئے گی۔ بولو

ماماکس!......"

"نہیں...... ماماکس یہ بات نہیں جانتا تھا۔" ماماکس نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔اس کی بات سن کر سب ہنس پڑے پھر بانیو اور ماماکس نے اسے فرطِ محبت سے گلے لگا کر مبارک باد دی۔

فراتے جزیرہ پہنچنے کے بعد وہاں کسی کو یہ نہیں بتایا گیا کہ اوکتادیا روم کی ملکہ ہے۔ بلکہ اسے جوگی کی بیوی ظاہر کیا گیا لیکن جو رہائش کے لئے ایک بہت اچھا مکان فراہم کیا گیا دو منزلہ تھا۔ نیچے اور اوپر سات سات کمرے تھے۔جوگی اور اوکتادیا میاں بیوی کی طرح رہنے لگے اوکتادیا نے تجویز پیش کی کہ ماماکس اور بانیو جزیرے کی کسی حسین لڑکی سے شادی کر کے اپنی تجرد کی زندگی ختم کر دیں۔اسی مکان میں رہائش اختیار کر لیں اوکتادیا ان سے دور اور الگ رہنا نہیں چاہتی تھی۔ بانیو اور ماماکس نے ان کے لیے جیون ساتھی تلاش کرنے کا کام اوکتادیا کو سونپ دیا۔اوکتادیا نے صرف دو دن میں ان کے لیے دو حسین عورتیں تلاش کر لیں۔ان دونوں کو بھی بہت پسند آئیں۔ پھر ان کی شادی میں ڈمناریکس نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ان کی شادی روایتی انداز سے انجام پائی۔

جوگی اب اس دور سے واپس اپنے دیش جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اب یہ کہانی ختم ہو چکی تھی لیکن کچھ کام اور انجام دینا چاہتا تھا۔ایک نیرو اس کا جان باز پاتھا گورس اور داشتہ پوپیا سینا سے۔ کوٹلکس سے بھی جس نے برو کی آنکھیں پھوڑ کر اسے اندھا کر دیا تھا وہ کوٹلکس کو اندھا کر دینا چاہتا تھا تا کہ اسے پتا چل سکے کہ ظلم اور بربریت کی سزا کیا ہو سکتی ہے۔

اوکتادیا پہلے تو اس کی محبوبہ کی شکل میں اس کے ساتھ پیش آئی تھی۔ محبت کی کہانی نے آغاز کیا تھا چونکہ محبت اور جنگ میں ہر چیز جائز ہوتی ہے۔ اس لیے اوکتادیا نے ایک عورت کی حیثیت سے اپنا سب کچھ سونپ دیا تھا اس کی محبت میں بڑی جذباتیت اس لیے تھی کہ وہ محبت کی بھوکی تھی۔ لیکن جب سے یہاں وہ دونوں میاں بیوی کی طرح رہنے لگے تھے اب جوانی اور جسم کی بھوک نہیں رہی تھی۔ وہ پوری طرح ایک روایتی بیوی بن گئی تھی۔اس کی خدمت کرنے لگی تھی اور ہر طرح سے اس کا خیال رکھتی تھی وہ ملکہ نہیں ایک بیوی اور باندی کے روپ میں ڈھل گئی تھی جس پر صرف اسے ہی نہیں بلکہ ماماکس برو اور بانیو کو بھی حیرت ہوتی تھی۔

جوگی چونکہ اپنے ساتھیوں پر اپنی اصلیت ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لیے وہ کوٹلکس کے ہاں رات کے وقت برو کی شکل میں پہنچ گیا۔

کوٹلکس کا ہاتھ جو شراب کی بوتل اٹھانے کے لیے بڑھ رہا تھا وہ ایک دم سے رک گیا۔ وہ اچھل پڑا اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ پھر اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "برو! تم......؟"

"ہاں...... میں برو ہوں۔ تم نے مجھے پہچان لیا کوٹلکس!" جوگی جو برو کے روپ میں تھا کہا۔

"لیکن میں نے تمہاری دونوں آنکھیں پھوڑ کر تمہیں اندھا کر دیا تھا......؟" وہ ششدر ہو کر بولا۔ "لیکن تمہاری آنکھیں بالکل ٹھیک معلوم ہو رہی ہیں۔ میں تو تمہیں باب موت میں سر کچل کر قتل کرنے لے گیا لیکن اس کے نگران نے تمہیں خرید لیا تھا۔ تم یہاں کیوں اور کس لیے آئے ہو حرام زادے......"

"میں تم سے اپنا حساب کتاب کرنے آیا ہوں جو تم نے مجھے اندھا کر کے شروع کیا تھا۔" برو نے کہا۔

کوٹلکس نے جوگی پر جست لگائی تو جوگی ایک طرف تیزی سے ہٹ گیا اور وہ منہ کے بل فرش پر گرا۔ اس سے پہلے کہ سنبھل کر کھڑا ہوتا تو جوگی نے اسے بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور پھر اسے ہاتھوں پر اس طرح اٹھا لیا جیسے وہ کوئی شیر خوار بچہ ہو۔ وہ اسے ہاتھوں پر گھماتا رہا پھر پوری طاقت سے فرش پر دے مارا۔

کوٹلکس جاں باز تھا اور سخت جان بھی تھا لیکن درد کی تکلیف سے بلبلا گیا اور اس کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ جوگی نے اسے پھر اٹھا لیا پھر اسے سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ اس کا سر دیوار سے بری طرح ٹکرایا تھا اس لیے وہ گھوم گیا۔ کھوپڑی بج اٹھی تھی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔

کوٹلکس کو ہوش آیا تو ایسا لگا کہ اس کے ہاتھ پیر اور جسم کی ہڈیاں ٹوٹ چکی ہیں۔ درد اس کے لیے ناقابل برداشت ہوا جا رہا ہے۔ اس میں اتنی سکت نہیں ہے کہ وہ ہل سکے اٹھ کر بیٹھ سکے۔ جوگی اس کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے کوٹلکس کے بالوں کو مٹھی میں پکڑ لیا۔

"میں اب تمہاری دونوں آنکھیں پھوڑنے والا ہوں۔" جوگی نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "بالکل اسی طرح جس طرح تم نے میری آنکھیں پھوڑی تھیں۔" جوگی نے پیٹی سے خنجر نکال کر اس کی نظروں کے سامنے لہرایا۔ "تم نے بھی میری دونوں آنکھیں خنجر سے پھوڑ دی تھیں۔ تمہیں یاد آ رہا ہے کوٹلکس......؟"

"برو! نہیں...... میری آنکھیں نہ پھوڑو برو!" کوٹلکس رحم کی بھیک مانگنے لگا۔

"میں بھی تو تمہارے آگے گڑگڑایا تھا۔ تم سے کہا تھا کہ میری آنکھیں نہ پھوڑو۔ مجھے جان سے مار دو۔ لیکن تم نے میری کب سنی تھی۔

تم نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اپنے دشمن کو معاف نہیں کرتا ہوں۔ یہ میرا اصول نہیں ہے کہ میں معاف کر دوں۔ مجھے دشمن کو اذیت ناک طریقے سے موت کے گھاٹ اتارتے ہوئے بڑی

خوشی ہوتی ہے۔ اس لیے میں سب سے پہلے تمہاری آنکھیں پھوڑوں گا۔ پھر باب موت میں لے جا کر سر کچل دوں گا۔ پھر تم نے میری آنکھیں پھوڑ دیں مجھے باب موت میں لے کر آئے۔ نگران مجھے نہ خریدتا تو تم نے میری جان لے لی ہوتی۔ میں تمہاری آنکھیں پھوڑنے کے بعد تمہاری ہڈیاں توڑ کر تمہیں اپاہج اور معذور کر دوں گا۔ ناکارہ بنادوں گا۔

پھر جوگی نے باری باری اس کی دونوں آنکھیں خنجر کی نوک سے پھوڑ دیں۔ وہ درد تکلیف اور اذیت سے تڑپتا رہا۔ چیخیں مارتا رہا پھر بے ہوش ہو گیا۔ پھر جوگی نے اس کی ہڈیاں توڑ ڈالیں اور پھر خود غائب ہو گیا۔

جوگی نے دوسرے دن برو سے کہا۔ ”رات میں نے ایک خواب دیکھا میرے خواب سچے ہوتے ہیں۔“

”کیا خواب دیکھا تم نے......؟“ برو نے اشتیاق سے پوچھا۔ ”کہیں تم سیزر تو نہیں بن گئے؟“

”میں نے رات خواب میں جو دیکھا وہ تمہارے متعلق تھا مجھے سیزر بننے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔“

”وہ خواب میرے متعلق تھا؟“ برو کے چہرے پر حیرت چھا گئی۔ ”کیا وہ کوئی اچھا خواب تھا جوگی!......؟“

جوگی نے اسے سارا واقعہ سنایا۔ واقعہ سن کر برو نے کہا۔ ”کیا یہ حقیقت ہو گی؟“

”میرا خیال ہے کہ یہ حقیقت ہو سکتی ہے۔“ جوگی کہنے لگا۔ ”میں نے کوٹکس کے بارے میں سنا تھا کہ یہ بدکار شخص بہت ہی بے رحم اور سفاک ہے۔ خون آشام بھیڑیے کی طرح ہے۔ دو لڑکے جن کی عمریں تیرہ اور پندرہ برس کی تھیں اس کی درندگی اور تشدد کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ ان لڑکوں میں سے کسی ایک لڑکے کی بدروح دنیا میں آئی اس نے شاید تمہارا روپ دھار لیا۔ پھر اس نے برو بن کر اپنا اور تمہارا انتقام اس سے لے لیا۔ میرا یہ خواب سچا ہے۔ جھوٹا نہیں ہو سکتا کچھ ہی دنوں میں اس کی تصدیق بھی ہو جائے گی۔“

”اگر ایسا ہوا ہے تو اس سے زیادہ خوشی کی بات میرے لیے اور کیا ہو سکتی ہے۔ جب ہم روم واپس جائیں گے تو میں سب سے پہلے کوٹکس سے ملوں گا۔ میں اس کے منہ پر تھوکنا اور ذلیل کرنا بھی چاہتا ہوں۔“

جوگی کو فراتے سے کوئی ہمدردی نہیں تھی گو وہ اور اس کے ساتھی فراتے کے جزیرے پر تھے لیکن ان کے لیے جو کچھ کیا اور مہربان ہوا تھا وہ ڈمناریکس تھا۔ جوگی اریادنے کو نہیں بھولا تھا۔ وہ پھول کی طرح تھی۔ معصوم سی تھی اس نے تہیہ کیا ہوا تھا کہ وہ فراتے سے بدلہ لے گا۔ وہ فراتے

جیسے ظالم اور سنگ دل اور شقی القلب کو معاف کرنے کے حق میں نہیں تھا۔ اسے روفس سے بھی انتقام لینا تھا۔

ایک روز فراتے بحری جہاز لے کر ایک ایسے جزیرے کی طرف روانہ ہوا۔ اس جزیرے کے بارے میں مخبر نے بتایا تھا کہ مردوں کی آبادی بہت زیادہ ہے لیکن عورتیں کم ہیں۔ عورتیں اس قدر حسین ہیں کہ روم میں ایک عورت بھی شاید اس قدر حسین نہ ہو۔ پھر بھی لڑکوں اور نوجوان مردوں کے مقابلے میں عورتوں کی قدر نہیں کی جاتی ہے۔ لیکن وہاں سونے اور ہیرے جواہرات کی بڑی فراوانی ہے کوئی گھر اور فرد ایسا نہیں جس کے پاس سینکڑوں موتی نہ ہوں۔ اس جزیرے پر ایک نوجوان مرد کی حکومت ہے اس کے دربار میں نوخیز لڑکے درباری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ اس کے پاس تین سو ایسے صندوق ہیں جن میں سونا اور ہیرے جواہرات بھرے ہوئے ہیں۔ اس جزیرے پر ہر سال چودھویں کی رات جشن بہاراں منایا جاتا ہے۔ اس قدر آزادی سے منایا جاتا ہے کہ کسی کو ہوش نہیں رہتا ہے۔ وہ شراب پی کر اس قدر بدمست ہو جاتے ہیں کہ انہیں اپنی خبر نہیں ہوتی ہے۔ جشن بہاراں سمندر کے کنارے اور شاہی محل سے ایک میل کے فاصلے پر منایا جاتا ہے۔ اس رات محل میں ایک فرد اور ایک ملازم تک نہیں ہوتا ہے۔ اگر تین سو صندوقوں میں بھرے ہوئے خزانے لوٹ لیے جائیں تو پھر فراتے جزیرہ کا خزانہ روم کے شاہی خزانے سے کئی سو گنا بڑھ جائے گا۔ یہ سب کچھ سن کر فراتے کے منہ میں پانی بھر آیا تھا اس کی رال ٹپک پڑی تھی۔

تین سو صندوق خزانوں سے بھرے ہوئے ہیں اسے یقین نہیں آیا تھا۔ اسے حیرت ہوئی تھی اس کے خیال میں مخبر نے کچھ ضرورت سے زیادہ ہی مبالغہ آرائی سے کام لیا تھا۔ پھر وہ مخبر گئے۔ انہوں نے واپس آ کر پہلے مخبر کی ایک ایک بات کی تصدیق کی۔ اسے حیرت سے زیادہ دکھ اس بات کا تھا کہ یہ جزیرہ اس کی نظروں سے کیوں اوجھل رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ جزیرہ جنوب کے شمال میں بہت اندر واقع ہوا تھا۔ اس جزیرے کے لوگ نقل و حرکت بہت کم کیا کرتے تھے۔

جہاز میں اس کی جو مخصوص خواب گاہ تھی، اس میں وہ دو جوان مردوں اور ایک عورت کے ساتھ موجود تھا۔ مخصوص قسم کی شراب سے وہ اپنی پیاس بجھا رہا تھا۔

فراتے نے جب تالیاں بجاتے ہوئے تخلیہ کہا تو دونوں جوان مرد اس کی خواب گاہ سے نکل گئے۔ صرف عورت رہ گئی وہ عورت کی طرف بڑھا لیکن پھر اس طرح سے بدکا جیسے گھوڑا کسی سانپ یا شیر کو دیکھ کر بدک جاتا ہے کیوں کہ اس عورت کی جگہ ایک نوجوان اور بہت حسین لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے جیسے یقین نہیں آیا۔ اس نے خیال کیا کہیں وہ نشے میں تو نہیں ہے؟ یا پھر خواب تو نہیں دیکھ رہا ہے۔ خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے اس کی داشتہ مضبوط جسم کی اور دراز قد تھی اس کا بدن فربہی

مائل تھا۔ یہ لڑکی اس کے برعکس تھی دھان پان سی نازک سی اسے پھول سے تشبیہ دی جاسکتی تھی۔

وہ لڑکی اپنے بکھرے بالوں کو درست کرنے لگی۔ فراتے بری طرح چکرا سا گیا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے یہ کس طرح سے اچانک اور ایک دم سے بدل گئی۔ وہ عورت کہاں چلی گئی؟ کیا ایک عورت اس طرح بدلی جاسکتی ہے اس کی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہوا تھا اور نہ اس نے سنا تھا۔

وہ مضبوط اعصاب کا ایک بے رحم اور سفاک شخص تھا لیکن اس کی پیشانی عرق آلود ہوگئی تھی۔ ''تم کون ہو؟''

''میں کون ہوں......؟ فراتے! تم مجھے بھول گئے حیرت کی بات ہے؟'' اریادنے نے کہا۔

فراتے نے اسے غور سے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ پھر سر ہلایا۔ ''میں نے تمہیں پہچانا نہیں۔''

''میں تمہاری زندگی میں ایک بار آچکی ہوں۔ یاد کرو فراتے!'' اریادنے نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''میری زندگی میں اتنی لڑکیاں آچکی ہیں کہ مجھے ان کی گنتی تک یاد نہیں ہے۔'' فراتے نے تمسخر سے کہا۔

''میرا نام اریادنے ہے۔'' وہ کہنے لگی۔ ''میں تمہیں یاد دلاتی ہوں فراتے! لیڈی اسمتھ کے ساحلی ولا میں ایک کھیل پیش کیا جانے والا تھا۔ پہلا منظر شروع ہی ہوا تھا کہ میرے حلق سے ایک چیخ نکل گئی کیوں کہ تمہارے آدمی کھڑکیوں اور دروازوں سے ہال میں تلواریں سونت کر اندر داخل ہوئے۔ ہال میں ہاہا کار مچ گئی۔ خوف زدہ نسوانی چیخوں سے ہال گونجنے لگا۔ وہاں متعین غلام بھی تلواریں سونت سونت کر تمہارے آدمیوں سے مقابلہ کرنے لگے۔ تمہارے آدمیوں نے صرف عورتوں کی بے حرمتی شروع کردی بلکہ انہیں قتل بھی کرنے لگے۔ لیڈی اسمتھ کا سر قلم کردیا گیا۔ عورتوں کے جسموں سے زرو جواہرات اتارے جانے لگے اور قیمتی ظروف سامان لوٹ مار کرکے جمع کیا جانے لگا۔ ماماکس، جوگی اور اس کے ساتھیوں نے مجھے نکال لیا لیکن روفس نے دیکھ لیا۔ پھر ہمیں تمہارے روبرو پیش کیا گیا۔ تم نے میرا جسم ٹٹول کر دیکھا اور روفس سے کہا کہ وہ کوئی اور لڑکی تلاش کرلے پھر تمہارے آدمی غلام عورتوں پر بھوکے بھیڑیئے کی مانند ٹوٹ پڑے۔ انہیں بھنبھوڑنے لگے۔ پھر تم نے میرے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا۔ لیکن تم مجھے آلودہ نہ کرسکے میں مزاحمت کرنے لگی۔ تمہارے جسم کے بوجھ سے میرا دم گھٹنے لگا۔ میں مرنے کے قریب پہنچ گئی لیکن تمہیں رحم نہ آیا۔ مگر میں نے تمہاری خواہش بھی پوری ہونے نہ دی پھر روفس نے آکر مجھے دیکھا۔ میرا جسم مزاحمت کرنے سے بالکل ڈھیلا پڑا تھا اس نے تلوار سے میری ناف سے لے کر

پیٹ تک چیر دیا تھا۔ اب تمہیں یاد آیا فراتے۔''

''ہاں یاد آیا......؟'' وہ تمسخر سے بولا۔ ''لیکن تم مرنے کے بعد زندہ کیسے ہوگئیں......؟''

فراتے نے ایک قہقہہ لگایا۔

''میں زندہ نہیں ہوئی ہوں۔ میں بدروح ہوں فراتے۔ میں تم سے اور روفس سے انتقام لینے آئی ہوں۔''

''کیا کہا......؟'' وہ بھونچکا سا ہوگیا۔ ''تم بدروح ہو؟'' اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔

''ہاں...... میں بدروح ہوں۔'' وہ کہنے لگی۔ ''اس روز سے میری روح تڑپتی رہی کہ میں تم سے بدلہ لوں۔ آج میں تم سے بدلہ لینے آئی ہوں۔ ان تمام عورتوں کا بدلہ لینے آئی ہوں میں صرف اپنا بدلہ لینے نہیں آئی ہوں۔ جنہیں تم نے انتہائی بربریت اور وحشیانہ پن اور درندگی سے آلودہ کیا۔ آج کی رات تمہاری زندگی کی آخری رات ہے فراتے!...... اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی بچا نہیں سکتا۔''

فراتے نے فوراً ہی اپنی تلوار اٹھا کر سونت لی۔ ''تم کچھ نہیں کرسکتی ہو۔ جس طرح آئی ہو اسی طرح واپس چلی جاؤ۔''

اریادنے نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''اس تلوار کو رکھ دو فراتے!...... یہ میرا بال بیکا نہیں کرسکتی ہے۔''

اریادنے نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ وہ اس کا منہ دیکھتا رہ گیا۔ پھر اس نے تلوار کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے ایک کونے میں پھینک دیے۔ فراتے کی سٹی گم ہوگئی اس کی تلوار کوئی معمولی تلوار نہ تھی بہت مضبوط اور فولادی تھی۔

وہ ہذیانی لہجے میں چیخنے لگا۔ ''روفس۔ سلاکس۔ انتھیو۔ جلدی سے آؤ۔''

''تمہاری آواز کوئی نہیں سن رہا ہے اور نہ سنے گا۔ وہ سب اپنے ساتھیوں کے ساتھ عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ شراب کے نشے میں دھت ہیں ان کے آنے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' اریادنے ہنسنے لگی۔

اریادنے نے اس کے پاس آکر اس کے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کردیں بانہوں کے شکنجے میں اس کی موٹی گردن کسی جانے لگی وہ استہزائی لہجے میں بولی۔ ''فراتے! اب تم اپنی مردانگی کیوں نہیں دکھا رہے ہو! کہاں ہے وہ تمہاری مردانگی جس سے تم پھول جیسی نازک عورتوں کی بے عزتی، بے دردی سے پامال کرتے تھے۔ اپنی ہوس پوری کرنے کے بعد موت کی نیند سلا دیتے تھے۔ بڑے فاتح اور بہادر بنتے تھے۔ کمزوروں پر قوت آزمائی کرنے والے اب مجھ پر اپنی قوت

آزمائی کرو۔ میرے شکنجے سے نکل کر دیکھو۔ دیکھوں تو سہی کہ تم کس قدر شہ زور ہو۔''

فراتے نے اپنی پوری طاقت صرف کردی۔ مرمریں عریاں بانہیں اسے اپنی گردن میں فولادی کی طرح سخت اور مضبوط محسوس ہو رہی تھیں اس کا دم گھٹ رہا تھا اور سانس لینا دشوار ہو رہا تھا۔ تب اس لمحے اسے یاد آیا کہ اریادنے بھی اس کی مزاحمت پر سے ہی تڑپی تھی وہ کیسی تڑپی اور مچلی تھی۔ ایسے زخمی پرندے کی طرح پھڑپھڑاتی رہی تھی اب وہی حالت اس کی ہو رہی تھی۔ اس نے بانہوں کے شکنجے سے گردن آزاد کرانے کی بڑی کوشش کی جدوجہد کی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ اریادنے کے سینے پر رکھ کر اسے دھکا دینے کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن وہ اپنی ہر کوشش میں ناکام رہا تھا۔

اریادنے نے ایک دم سے اس کی گردن اپنی بانہوں کے شکنجے سے آزاد کردی۔ فراتے ہانپنے لگا اس کی سانسیں بے قابو ہو رہی تھیں اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے اس کا دم نکل سکتا ہے اریادنے نے اسے جیسے سنبھلنے کی مہلت دی تھی۔

''جان جب نکلتی ہے تو کیسا محسوس ہوتا ہے فراتے......؟ کیسی تکلیف ہوتی ہے......؟ کیا تم بیان کر سکتے ہو؟'' فراتے نے جواب نہیں دیا۔ وہ اسے گھورنے لگا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس بدروح سے کیسے نجات حاصل کرے۔ ''کبھی تم نے اس تکلیف کا احساس نہیں کیا اب تم اس تکلیف کے عمل سے گزرو گے لیکن اس سے پہلے میں تمہاری درندگی کا حساب بھی کرنا چاہتی ہوں تا کہ مرنے سے پہلے تمہیں اندازہ ہو سکے کہ عورت پر کیا قیامت گزرتی ہے۔'' پھر اس نے توقف کر کے فراتے کے منہ پر تھوک دیا۔ پھر ایک لات اس کے جسم کے سب سے نازک حصے پر رسید کردی، وہ الٹ کر گر پڑا پھر وہ درد سے تڑپتا ہوا دل خراش چیخیں مارنے لگا۔

''تم اور تمہارے ساتھیوں نے اس روز عورتوں کو جس بے رحمی سے نشانہ بنایا تھا، میں ان بدنصیب عورتوں کی کراہیں اور چیخیں مر کر بھی نہیں بھولی ہوں۔ کیا عورتیں اس لیے ہوتی ہیں......؟ اب تم اس شقاوت اور بربریت کا اور مزا چکھو۔''

فراتے فرش پر لوٹ رہا تھا۔ اریادنے اس کے پاس گئی۔ اس نے پھر متاثرہ حصے پر ایک زوردار لات رسید کردی۔ وہ اچھلا اور مچلا اور اس طرح تڑپا جس طرح وہ اس روز فراتے کے جسم کے بوجھ تلے تڑپتی رہی تھی۔ فراتے کے لیے درد ناقابل برداشت ہوتا جا رہا تھا وہ دیو پیکر تھا بہت ہی سخت جان بھی تھا۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا۔ وہ پہلی ہی لات کی ضرب کی تاب نہ لا کر چل بسا ہوتا۔ وہ ایک غیر معمولی آدمی تھا اس لیے دوسری ضرب برداشت کر گیا۔ مرا نہیں۔ اسے اس قدر تکلیف ہو رہی تھی کہ وہ دل میں اریادنے سے نجات پانے کے بارے میں سوچ رہا تھا لیکن اسے

کوئی تدبیر سجھائی نہیں دے رہی تھی۔

''قتل و غارت گری تمہارا مشغلہ رہا ہے۔'' اریادنے نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ ''اب میرا مشغلہ ہے کہ تم جیسے سفاک، بے رحم اور شقی القلب بہادروں سے انتقام لوں۔ اٹھو۔ میرے بہادر! مجھ سے مقابلہ کرو۔''

فراتے اس قابل ہی نہیں رہا تھا کہ اٹھ سکے درد اور تکلیف سے اس کی جان نکلی جا رہی تھی اس نے چیختے ہوئے کہا۔ ''تم دفع ہو جاؤ۔ یا پھر میری جان لے لو۔ مجھے اس طرح نہ مارو۔''

''فراتے!...... تم مجھ سے رحم کی بھیک مانگ رہے ہو۔ کیا تم جانتے ہو کہ رحم کیا ہوتا ہے......؟ رحم کسے کہتے ہیں......؟'' اریادنے نے اتنا کہہ کر نازک حصے پر ایک اور لات رسید کی تو وہ پوری قوت سے چیخا۔ اس کی چیخ سن کر روفس تلوار لیے اندر داخل ہوا۔ اس نے فراتے کو فرش پر ماہی بے آب کی طرح تڑپتے دیکھا تو بڑا حیران ہوا۔ اسے اریادنے نظر نہیں آئی۔ وہ صرف فراتے کو نظر آ رہی تھی فراتے روفس کو دیکھتے ہی بولا۔ ''مجھے اس بدروح سے نجات دلاؤ۔''

''کون سی بدروح......؟'' روفس نے کمرے میں چاروں طرف حیرانی سے دیکھا۔ ''کہاں ہے وہ......؟''

''اندھے ہو گیا......؟ وہ سامنے کھڑی ہوئی ہے۔ دکھائی نہیں دے رہی؟'' فراتے نے غصے سے کہا۔

''فراتے!...... تم ٹھیک تو ہو؟ یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو کوئی دکھائی نہیں دے رہا ہے؟'' روفس نے کہا۔

''یہ سامنے کھڑی ہے...... میرے سامنے...... ہنس رہی ہے؟ کیا اس کی آواز بھی سنائی دے رہی ہے؟''

روفس نے سامنے پھر تپائی کی طرف دیکھا۔ شراب کی دو بوتلیں خالی پڑی تھیں۔ وہ سمجھ گیا کہ فراتے نشے میں ڈوبا ہوا ہے اس لیے وہ ایسی باتیں کر رہا ہے لیکن اس کا درد اور تکلیف سے تڑپنا اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ فراتے کے چہرے پر نہ صرف درد اور تکلیف کے تاثرات تھے اور اس کی آنکھوں سے بھی ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت وہ جان کنی کی سی حالت میں ہے۔ اسے ایک خیال آیا کہیں اسے کسی نے زہر تو نہیں دے دیا؟ شراب میں شاید زہر ملا دیا ہو۔ چوں کہ وہ سخت جان ہے اس لیے موت سے زور آزمائی کر رہا ہے۔

''کیا بات ہے مجھے بتاؤ فراتے......؟ تم اس طرح تڑپ کیوں رہے ہو......؟'' روفس نے پوچھا۔

"اس بدروح نے میرے نازک جسے پر یکے بعد دیگرے تین مرتبہ لات رسید کی ہے۔میری جان نکلی جارہی ہے۔درد نا قابل برداشت ہورہا ہے مجھے اس سے بچاؤ روفس۔ورنہ میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤں گا۔"

روفس کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے چونکہ اسے کوئی بدروح دکھائی نہیں دے رہی تھی اور نہ ہی نظر آرہی تھی، جو بات اس کی سمجھ میں آئی وہ یہی تھی کہ فراتے کو شراب میں زہر دے دیا گیا ہے۔اس زہر سے وہ درد محسوس کررہا ہے۔اس کا دماغ چل گیا ہے اس لیے بہکی بہکی باتیں کررہا ہے لیکن فراتے کو کس نے زہر دیا؟ کیوں دیا؟

دوسرے لمحے روفس نے ایک اور بھیانک منظر دیکھا۔فراتے کا گلہ فراتے کے ہاتھوں کی گرفت میں آ گیا ہے۔اس کا گلہ کوئی دبا رہا ہے۔فراتے نادیدہ ہاتھوں کی گرفت سے اپنا گلہ چھڑانے کی کوشش کررہا ہے۔اس کی آنکھیں ابل پڑی ہیں۔اس کے گلے سے خرخراہٹ سنائی دے رہی ہے چند ثانیوں کے بعد فراتے کے ہاتھ بے جان ہوکر گر پڑے۔اس کا دم نکل گیا تھا۔اس کی لاش کمرے میں پڑی ہوئی تھی فراتے مر چکا تھا۔

روفس گھبرا گیا۔وہ سپاہیوں کو بلانے کے ارادے سے کمرے سے نکل رہا تھا کہ اس کے کانوں میں نسوانی آواز گونجی۔"روفس!تم کہاں جارہے ہو پیارے!"

روفس نادیدہ نسوانی آواز سن کر اچھل پڑا!اس نے حیرت اور خوف زدہ نظروں سے پلٹ کر دیکھا۔اسے کوئی نظر نہیں آیا۔اسے فراتے کی بات کا یقین نہیں آیا تھا کہ کمرے میں کوئی بدروح موجود ہے۔اسے یقین بھی کیسے آتا اسے وہ نظر نہیں آئی تھی اور نہ ہی اس نے آواز سنی تھی اب اسے آواز سنائی دی تھی۔اسے یقین آ گیا کہ کمرے میں کوئی بدروح موجود ہے۔

"کون ہو تم......؟"روفس نے ہمت کر کے کہا۔اندر سے اس کی حالت بڑی غیر ہورہی تھی۔

"میں......"نسوانی آواز نے جواب دیا۔"روفس میں تمہاری موت ہوں۔میں تمہیں موت کی نیند سلانے آئی ہوں۔"دوسرے لمحے اریادنے اس کے سامنے ظاہر ہوگئی۔وہ ایک حسین اور جوان اور نرم و نازک لڑکی کو دیکھ کر چونکا۔اسے یقین نہیں آیا کہ یہ روح بھی ہوسکتی ہے اس کے جسم پر سنسنی دوڑ گئی۔

"تم نے مجھے پہچانا روفس!"اریادنے نے اسے استہزائی لہجے میں مخاطب کیا۔روفس نے اسے غور سے دیکھا۔چند ثانیوں کے بعد اسے یاد آ گیا۔لیکن وہ انجان بن گیا۔"نہیں۔"

"تم جھوٹ بول کر اپنی جان بچا نہیں سکتے روفس!"اریادنے کہنے لگی۔"اسمہ کے عظیم

الشان ولا میں جب فراتے اور تم نے شب خون مارا تھا تب میں ایک کھیل میں حصہ لے رہی تھی۔تم نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو فرار ہوتے ہوئے پکڑ لیا تھا۔تم مجھے اپنے بستر کی زینت بنانا چاہتے تھے لیکن فراتے کباب میں ہڈی بن گیا۔تم نے مجھے اس کے حوالے کردیا اس کے سوا چارہ بھی نہیں تھا۔کیونکہ تم اس کے حکم کی سرتابی کر کے خود کو مصیبت دینا نہیں چاہتے تھے۔پھر تم میری تلاش میں آئے۔تم نے مجھے دیکھا۔اس وقت میں بالکل بے سدھ پڑی تھی اور آخری سانسیں لے رہی تھی۔تم چاہتے تو میری زندگی بچا سکتے تھے۔معلوم نہیں تم نے مجھ سے کس بات کا بدلہ لیا۔اپنی اس تلوار سے میرا جسم ناف کے نیچے سے پیٹ تک چیر دیا۔یاد آیا روفس پیارے......"

روفس جواب کیا دیتا۔اریادنے نے ایک ایک بات یاد دلا دی تھی۔معاً اس کی نظر ایک کونے میں پڑی وہاں فراتے کی تلوار کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے۔اسے یقین نہیں آیا کہ فراتے کی تلوار کے کئی ٹکڑے کیے جاسکتے ہیں یہ کام آسان نہیں تھا اور اس میں بہت وقت لگتا۔جب وہ یہاں سے گیا تھا تو اس نے فراتے کی تلوار صحیح و سالم دیکھی تھی کیا اس روح نے فراتے کی تلوار کے ٹکڑے کردیئے؟ کیا ایک روح ایسا کرسکتی ہے؟

"تم......تم کس لیے آئی ہو؟"روفس نے جان بوجھ کر پوچھا۔اس نے اپنی آنکھوں سے فراتے کا عبرتناک حشر دیکھ لیا تھا۔"میں تم سے بدلہ لینے آئی ہوں روفس۔میں نے فراتے سے انتقام لے لیا ہے۔اب تمہاری باری ہے۔"

"تم نے مجھے ہاتھ لگایا تو میں تمہارے ٹکڑے کردوں گا۔"روفس نے تلوار لہراتے ہوئے کہا۔

"فراتے نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔تم نے اپنی آنکھوں سے اس کی تلوار اور اس کا انجام دیکھ لیا۔"اریادنے ہنسی۔

"تم مجھے ڈرا کر خوف زدہ کررہی ہو۔میں ڈرنے والوں میں سے نہیں ہوں بلکہ موت مجھ سے ڈرتی ہے۔"

"میں۔میں تمہیں ڈرا نہیں رہی ہوں بلکہ سچ کہہ رہی ہوں۔میرا انتقام بہت ہی بھیانک اور لرزہ خیز ہوگا۔روفس!میں تمہاری اس تلوار سے ناف کے نیچے سے لے کر تمہارا پیٹ چاک کردوں گی۔"

"تم میرے قریب بھی نہ آنا۔"روفس نے سخت لہجے میں کہا۔"میں فراتے نہیں ہوں۔میں بال باز ہوں میں نے سو آدمیوں کو اکھاڑے میں ذبح کیا ہے۔میں تمہیں بھی ذبح کردوں گا......"

"اچھا......"اریادنے نے اسے تمسخرانہ انداز سے دیکھا۔اس کے سامنے کھڑی ہوگئی۔

''چلو۔اپنی یہ حسرت بھی پوری کرلو۔''

رد فس نے اپنا ہاتھ بڑھا کراس کا بازو پکڑ کر نیچے گرا دیا۔اس نے جیسے ہی اریادنے کا بازو پکڑا اسے ایسا لگا جیسے اس نے دہکتے ہوئے انگارے پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔اس نے فوراََ ہی اپنا ہاتھ ہٹالیا۔اس کا ہاتھ بری طرح جھلس گیا خوف ودہشت سے اس کا برا حال ہو گیا۔وہ اپنا ہاتھ جھٹکنے اور کراہنے لگا۔

''کیا ہوا میرے پیارے روفس!......؟'' اریادنے ہنسنے لگی۔''تم نے مجھے ذبح کرنے کے لیے فرش پر نہیں لٹایا؟''

روفس نے جواب دینے کے بجائے اس کا سر قلم کرنے کے لیے تلوار چلادی۔جیسے ہی تلوار اریادنے کی خوب صورت صراحی دار گردن سے لگی ایک شعلہ سا بلند ہوا اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر فرش پر گر گئی کیونکہ بجلی کا سا جھٹکا لگا تھا تلوار کے دستے میں بجلی بھر گئی تھی۔جب اس نے فوراََ ہی جھک کر تلوار اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اسے لگا تلوار بھی انگارہ بن گئی ہے۔اس نے ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ پیچھے کرلیا۔

اریادنے نے جھک کر تلوار اٹھالی۔پھر اس نے تلوار سے روفس کے لباس کی طرف اشارہ کیا۔اس کا لباس سرسراتا ہوا اتر گیا۔اب وہ برہنہ حالت میں کھڑا تھا۔اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آنکھوں سے دہشت جھانکنے لگی۔

''روفس!اب میری باری ہے۔لیکن میں تمہیں ذبح نہیں کروں گی تمہارا دھڑ چیروں گی۔''

''نہیں......'' وہ خوف زدہ ہو کر دروازے کی طرف دوڑا۔دروازہ آپ ہی آپ بند ہو گیا۔

روفس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ دروازہ کھول نہیں سکا۔وہ مقفل سا ہو گیا تھا پھر وہ پوری قوت سے دروازہ پیٹنے اور چلانے لگا۔وہ اپنے ساتھیوں کا نام لے کر پکار رہا تھا لیکن اس کی آواز سننے والا کوئی نہ تھا۔

''روفس!'' اریادنے نے زہر خند کہا۔''تم شیطان مردود ہو۔درندہ صفت ہو۔اب تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی بچا نہیں سکتا۔میں فرش تمہارے لہو سے سرخ دیکھنا چاہتی ہوں۔تمہارا خون بہت سرخ اور گاڑھا ہوگا۔تم نے جس طرح خون بہایا ہے اسی طرح آج تمہارا خون بھی بہے گا۔''

روفس،اریادنے کو اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر کمرے میں بھاگنے لگا۔اریادنے اس کے پیچھے پیچھے تلوار لہراتی ہوئی آنے لگی۔روفس کمرے میں چاروں طرف بھاگتا دوڑتا رہا۔اپنی جان کی فکر میں تھا۔تدبیریں سوچ رہا تھا۔اریادنے موت کے فرشتے کی طرح اس کے پیچھے لگی ہوئی تھی اسے ایسی جلدی ہی نہیں تھی۔وہ روفس کو کمرے میں چاروں طرف دوڑا رہی تھی۔وہ بھاگتے بھاگتے بری

رح تھک چکا تھا۔ہانپ رہا تھا سانسیں تھیں کہ قابو میں نہیں آرہی تھیں اپنی جان بچانے کے لیے اگ رہا تھا۔اریادنے اس کے اس طرح بھاگنے اور خوف زدہ ہونے پر مسکرا رہی تھی اور فاتحانہ ظروں سے دیکھ رہی تھی ایک تماشا سا ہو رہا تھا وہ اس سے محظوظ ہو رہی تھی۔

''روفس!'' اریادنے نے معنی خیز لہجے میں کہا۔'''' آخر تم کب تک موت سے بچ کر اگتے رہو گے......؟ایک دن...... دو دن۔تم اب ایک گھڑی سے زیادہ دوڑ نہیں سکتے ہو۔''

روفس جواب بھی کیا دیتا......اس پل باہر سے سپاہی دروازہ پیٹنے لگے۔ایک آواز ی۔''روفس!دروازہ کھولو۔جہاز کا کپتان فراتے سے ملنا چاہتا ہے۔''

''دروازہ کھل نہیں رہا ہے۔'' روفس نے پوری طاقت سے چیخ کر جواب دیا۔''دروازہ توڑ ۔جلدی کرو۔''

چند لمحوں کے بعد سپاہیوں نے دروازہ توڑنے کی کوشش کی تو اس میں سے چنگاریاں نکل کر یں جھلسانے لگیں وہ خوف زدہ ہو کر وہاں سے بھاگ نکلے۔پھر انہوں نے عرشے پر جا کر دم لیا۔

روفس بھاگتے بھاگتے اس قدر تھک چکا اور بدحواس ہو گیا تھا کہ وہ فراتے کی لاش سے ٹکرا کر ش پر گر پڑا۔اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا۔اریادنے اس کے سر پر جا پہنچی اس نے روفس کے سینے پر ا پیر رکھ کر تلوار کی نوک اس کے نرخرے پر رکھ دی۔پھر وہ شعلہ بار نگاہوں سے روفس کو گھورتی ہوئی لی۔''اب تمہاری حالت مردے سے بھی بدتر ہے نا؟''

روفس گڑگڑانے لگا۔''مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔فراتے کی وجہ سے مجھے غصہ آ گیا تھا۔''

''تم سے عورتیں اور لڑکیاں بھی گڑگڑاتی رہی تھیں۔ان مردوں نے بھی گڑگڑایا ہوگا جنہیں تم نے ذبح کیا تھا۔اب بھی خون کی پیاس بجھا رہی ہوں۔'' اریادنے نے سرد وسفاک لہجے میں کہا۔

اربادنے اس کی چھاتی پر سے اپنا پیر ہٹالیا۔پھر اس نے اپنی تلوار کی نوک رونس کی ناف ے نیچے رکھ دی۔روفس نے بہت کوشش کی کہ وہ اٹھ کھڑا ہو۔لیکن اس میں تو جنبش کی سکت تک نہ رہی تھی پھر اریادنے ناف سے پیٹ تک تلوار سے چیر دیا۔روفس کی ہولناک چیخوں نے کو ہلا کر رکھ دیا۔اس کے پیٹ اور ناف سے خون پانی کی طرح بہنے لگا۔وہ درد کی شدت سے پنے لگا۔اسی اثناء میں اریادنے اس کی نظروں سے غائب ہو گئی۔کمرے کا مقفل دروازہ آپ ھل گیا۔چند لمحوں کے بعد سپاہیوں کا ایک دستہ تلواریں سونت کر کمرے میں گھس آیا۔انہوں ،جو منظر دیکھا وہ بڑا لرزہ خیز تھا۔ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔فراتے کی لاش فرش پر پڑی اور اس آنکھیں باہر کو نکلی ہوئی تھیں۔روفس خون میں نہایا ہوا تڑپ رہا تھا۔فرش پر خون ہی خون تھا رے میں کوئی نہیں تھا۔ان کی سمجھ میں یہی بات آ سکی تھی کہ روفس نے فراتے کو قتل کر کے خودکشی

کی کوشش کی ہے...... یہ معمہ روفس ہی حل کر سکتا تھا کہ وہ چیخا کیوں تھا؟ دروازہ کیوں نہیں کھلا؟ دروازے سے چنگاریاں کیسے نکلی تھیں؟

☆......☆......☆

پوپیا نے نیرو کے گلے میں اپنی باہیں حمائل کر دیں پھر اس سے پوچھا۔ ''اوکتاویا کی لاش کب تک یہاں پہنچ رہی ہے۔ میں اس کا سر نیزے پر اور دھڑ تختے پر دیکھنا چاہتی ہوں۔''

''تم نے مردہ اوکتیا کی خواہش کس لیے ظاہر کی......؟'' نیرو نے اسے پیار کرتے ہوئے کہا۔

''اس لیے کہ میں اس کے منہ پر تھوک دوں۔'' پوپیا نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

''مردہ چہرے پر تھوکنے سے کیا حاصل ہوگا......؟'' نیرو نے کہا۔ ''میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بھری محفل میں اس کے منہ پر تھوک دو۔ اور پھر پیر سے جوتی نکال کر اس کی مرمت کر دو۔ اس ناحشر کی یہی سزا ہے۔''

''یہ بات تم نے مجھ سے پہلے کیوں نہیں کہی......؟ کیا ایسا ممکن نہیں ہے کہ کوئی جا کر اس فاحشہ کو قتل کرنے سے روک دے۔'' پھر چند لمحوں بعد بولی۔ ''تم نے بہت اچھا سوچا تھا۔''

''میں نے ان قاصدوں کو تمہارے حکم پر عمل درآمد کرنے سے منع کر دیا تھا۔'' نیرو اس کے بال سہلاتا ہوا بولا۔

''وہ کس لیے......؟'' اس کے چہرے پر استعجاب چھا گیا۔

''اس لیے کہ میں اسے پورے روم میں ذلیل اور رسوا کروں۔ اسے برہنہ سڑکوں، بازاروں، محلے اور گلی کوچوں میں گھماؤں اور بتاؤں کہ یہ فاحشہ ہے اس نے ایک مردے سے اپنے آپ کو آلودہ کیا۔''

''تمہارے خیال میں کیا ایسا ممکن ہے......؟'' پوپیا نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کیوں نہیں۔ میں سیزر ہوں۔ میرے حکم کی سرتابی کرنے کی بھلا جرأت کس میں ہے؟''

''ایک شخصیت جس کے آگے تم بے بس اور غیر اختیار ہو۔ وہ اوکتاویا کو ذلت اور رسوائی سے بچا لے گی؟''

''کون ہے وہ......؟'' نیرو کا ذہن اس وقت کہیں اور تھا۔

''مقدس جولیا......'' پوپیا نے حقارت سے منہ بنایا۔ ''اس نے جوگی کو بچا لیا۔ جس نے روم کی ملکہ کو آلودہ کیا۔ ایک کنواری سے اس کا کنوار پن چھین لیا تھا۔ کلی سے پھول بنا دیا۔ صرف جوگی

نی نہیں اس کے دونوں ساتھیوں کو بھی۔''

''لیکن اب ایسا نہیں ہوگا۔'' نیرو نے مضبوط لہجے میں کہا۔ ''میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔''

''جوگی کہاں ہے......؟ تم نے جوگی اور اس کے ساتھیوں کا کچھ پتا چلایا؟''

''مقدس جولیا نے انہیں کہیں چھپا دیا، یا فرار کرا دیا ہے۔ میرے آدمی ان کی تلاش میں ہیں۔ وہ بچ نہیں سکتے ہیں لیکن تم جوگی کو کیوں یاد کر رہی ہو......؟ کیا اس لیے کہ وہ بہت خوبصورت اور میرا ہم شکل تھا۔''

''اس لیے کہ میں اس کا چہرہ خنجر سے بگاڑ کر تم سے اس کی مشابہت ختم کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ زہرخند بولی۔

''کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ وہ جڑواں معلوم ہوتا ہے۔ اوکتاویا اس کے فریب میں آ گئی۔'' نیرو نے کہا۔

''اصل بات یہ نہیں ہے نیرو!'' پوپیا کہنے لگی۔ ''دراصل وہ اپنے کنوار پن سے بیزار ہو گئی تھی۔ وہ اپنی جوانی کو غارت کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے اس نے جوگی سے تعلقات استوار کر لیے تھے۔ جانے کب سے وہ رنگ رلیاں منا رہی تھی۔''

''تم ہوشیار رہنا پوپیا!......'' نیرو نے کہا۔ ''وہ کبھی میرا بہروپ بھر کر آ سکتا ہے۔ تمہاری خاطر اپنی جان خطرے میں ڈال سکتا ہے۔ کیونکہ تم بہت حسین اور ایک پرجوش عورت ہو۔''

''یہ خیال تمہیں کیسے آیا......؟'' وہ حیرت سے بولی۔ ''اس کی کیا مجال کہ وہ دلدل میں قدم رکھ سکے۔''

''یہ خیال میرا نہیں بلکہ پائتھا گورس کا ہے اس کا کہنا صحیح ہے۔ میں نے پائتھا گورس سے کہا کہ وہ بھی ہوشیار رہے۔''

''میں تم سے ایک بات کہوں......'' پوپیا نے سرگوشی میں کہا۔ ''کیا تم اس پر عمل کر سکو گے؟''

''ایک نہیں دس باتیں کہو میری جان!'' نیرو نے اس کے رخسار کا بوسہ لیتے ہوئے کہا۔

''میں یہ چاہتی ہوں کہ مقدس جولیا کا تقدس ایک غلام پامال کر دے۔ تاکہ وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ وہ تمہاری راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔'' پوپیا بولی۔

نیرو نے ایک دم سے چونک کر اس کی بڑی بڑی بہت خوبصورت آنکھوں میں جھانکا۔ اسے اپنی سماعت پر فتور کا احساس ہوا۔ وہ اس وقت پوپیا کے بال سہلا رہا تھا اور اس کے حسن کی کرشمہ سازیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس لیے وہ اس کی بات دھیان سے سن نہ سکا تھا۔ بات چونکا دینے والی اور سنسنی خیز سی تھی۔ اس نے پوچھا۔ ''پوپیا! تم نے کیا کہا...... ذرا پھر سے دہرانا؟''

"میں نے یہ کہا تھا کہ..... میں یہ چاہتی ہوں کہ مقدس جولیا کا تقدس ایک غلام پامال کردے تاکہ....."

"وہ کس لیے.....؟" نیرو نے درمیان میں عجلت سے اس کی بات کاٹی۔

"پہلے تم میری پوری بات تو سن لو۔" وہ اس کے بازوؤں سے نکل کر بولی۔ "اس کی بے حرمتی کسی ایک حبشی نژاد غلام کے ہاتھوں ہو جائے گی تو پھر وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گی۔ پھر وہ عظیم روم کے لیے مقدس نہیں رہے گی۔ اس میں اور ایک طوائف میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اور وہ ایک ایسی طوائف....." یہ جملہ کہتے ہی اسے یاد آیا کہ وہ بھی تو ایک طوائف ہے، اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"اسے بدنام ذلیل اور رسوا کرنے سے کیا حاصل ہوگا؟" نیرو نے اسے پھر بازوؤں میں بھر لیا۔

"بہت کچھ حاصل ہوگا..... تمہاری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ دور ہو جائے گی..... پورا روم اسے نفرت اور حقارت سے دیکھے گا۔ پھر وہ تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکے گی اور نہ ہی کسی حکم کی سرتابی۔"

"تم نے کیا زبردست ترکیب سوچی۔ ہے پوپیا!" نیرو نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"کاش! مجھے اس بات کا خیال پہلے آ جاتا؟ خیر کوئی بات نہیں اب بھی کچھ نہیں بگڑا ہے۔"

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم جتنی حسین ہو، اس سے کہیں ذہین بھی ہو گی۔" نیرو نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پوچھا۔ "عظیم سیزر! یہ تو بتاؤ کہ تم میرے مشورے پر کب عمل کر رہے ہو.....؟ کیا کوئی ایسا غلام تمہاری نظر میں ہے جو مقدس جولیا کو گیلے کپڑے کی طرح نچوڑ کر رکھ دے۔ اسے روند دے اسے تہس نہس کر دے۔ پھر وہ اس غلام سے پناہ مانگے۔" پوپیا کے آخری جملے میں نفرت، غصہ اور آنکھوں میں حقارت لہرا گئی۔ اس کے سینے میں سانسیں پھولنے لگیں۔

"ہاں..... میری نظر میں ایک ایسا غلام ہے جو جولیا کو تاخت و تاراج کر سکتا ہے؟" نیرو نے سوچتے ہوئے کہا۔

"کون ہے وہ.....؟" پوپیا نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔ "کیا نام ہے اس کا.....؟"

"وہ ایک حبشی نژاد غلام ہے اس کا نام جان مورد ہے۔" نیرو نے جواب دیا۔

"جان مورد.....؟" پوپیا اس کا نام سن کر اچھل پڑی۔ اس کی نظروں میں ایک دراز قد شخص گھوم گیا۔ جان مورد کا قد سات فٹ تھا۔ اس کا جسم فولادی تھا جب بھی وہ قحبہ خانہ جاتا تو طوائفیں اس کی

تمنا کرتی تھیں لیکن دوبارہ اس کے قریب پھٹکنے کا نام بھی نہیں لیتی تھیں۔ اس سے پناہ مانگتی تھیں۔

جب نیرو کچھ دنوں کے لیے پائتھا گورس کے ساتھ سرحد پر گیا ہوا تھا تو وہ اس قحبہ خانہ میں بہروپ بھر کر پہنچ گئی تھی جہاں جان مورد آتا تھا۔ وہ ہفتہ میں صرف دو مرتبہ آتا تھا۔ جان مورد اس کا خواب تھا۔ اس نے دو راتیں جان مورد کے ساتھ گزاری تھیں۔

"وہ تو مقدس جولیا کے محافظ دستے میں شامل ہے۔" پوپیا نے حیرت سے کہا۔

"ہاں۔" نیرو نے سر ہلایا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ درندہ بن سکتا ہے۔"

"لیکن وہ مقدس جولیا کو چھونے کی جرأت نہیں کرے گا۔" پوپیا بولی۔

"لیکن وہ میرے کسی حکم کی سرتابی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا؟" نیرو نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" پوپیا نے اس کی تائید کی۔ "لیکن جان مورد کو اعتماد میں لیا جائے تو شاید بات بن سکتی ہے۔"

"اسے اعتماد میں کیسے لیا جا سکتا ہے؟" نیرو نے کہا۔ "وہ تو مجھے جولیا کا منظور نظر معلوم ہوتا ہے۔"

"اسے اعتماد میں لینا کون سا مشکل ہے۔" پوپیا کہنے لگی۔ "تمہیں چارہ ڈالنا ہوگا۔ ایک تو اس سے تم یہ کہو گے کہ اسے آزاد کر دیا جائے گا اسے لڑکیاں بھی فراہم کی جا سکتی ہیں وہ اس طرح جال میں پھنس سکتا ہے۔"

"لیکن وہ ہماری کیسے اور کس طرح سے مدد کر سکتا ہے؟" نیرو نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ اس طرح سے مدد کر سکتا ہے کہ۔ راستہ بالکل صاف ہوگا۔ تم، میں شاہی دستہ اور عمائدین شہر کو ہمراہ لے کر پہنچیں گے تو ایک حبشی غلام کے ہاتھوں مقدس جولیا کا خوب صورت اور پرشباب جسم آلودہ ہو رہا ہوگا۔ پھر تمہارا شاہی دستہ اس حبشی غلام کا سر قلم کر دے گا۔ مقدس جولیا کی حالت دیکھنے کے قابل ہوگی۔ وہ لباس سے بے نیاز خوف حیرت اور بے حیائی کے عالم میں تھر تھر کانپ رہی ہوگی۔ اس وقت تمہیں وہ منظر یاد آ جائے گا جسے تم بھول نہیں سکے ہو۔ اوکتادیا کا..... وہ اس بہروپیے کے ساتھ بستر میں دراز تھی۔ اس کے چہرے پر جو حیرت اور خوف و دہشت تھی مجھے آج بھی یاد ہے، اس وقت ملکہ روم کتنے سارے لوگوں کے سامنے فطری حالت میں موجود تھی۔ اس وقت وہ ایک طوائف۔" پوپیا کو جیسے یاد آیا کہ وہ خود ایک طوائف ہے تو اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"تم اسے اعتماد میں لے سکتی ہو۔ تم جتنا جلد ہو سکے اسے اپنے اعتماد میں لے لو۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اوکتادیا کے پہنچنے سے پہلے ہی جولیا کا سارا تقدس خاک میں مل جائے۔"

"کل جب دن طلوع ہوگا سب سے پہلے میں اسے طلب کروں گی۔" پوپیا نے جواب دیا۔

پوپیا نیرو کے ولا سے اپنے مکان میں آ گئی تھی تا کہ جان مورد کو اعتماد میں لے سکے۔ جان مورد کو اس نے دانستہ نیرو کے ولا میں نہیں بلایا تھا اور نیرو خود بھی نہیں چاہتا تھا کہ جان مورد کی ولا میں آمد کی ہر کسی کو خبر ہو جائے۔ وہ سارے معاملات کو خفیہ رکھنا چاہتا تھا۔ جولیا کی ذلت و رسوائی بہت ضروری تھی وہ واقعی اس کے راستے کا بہت بڑا پتھر تھی۔ پوپیا اس کے انتظار میں بے چینی اور بے تابی سے کمرے میں ٹہل رہی تھی۔

جان مورد کو لانے کے لیے اس کی دیرینہ اور خاص ملازمہ گئی ہوئی تھی۔

پوپیا نے سنگھار میز کے قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے عکس کو دیکھا۔ پھر وہ ناقدانہ نظروں سے دیکھنے لگی۔ اس نے سیاہ رنگ کا ایسا مہین لباس پہن رکھا تھا جس میں اس کا جسم اس طرح چھلک رہا تھا جیسے کانچ کی صراحی میں شراب چھلکتی ہے۔

کچھ دیر بعد دروازے پر مخصوص انداز سے دستک ہوئی۔ پوپیا نے لپک کر دروازہ کھولا۔ اس کی ملازمہ اندر داخل ہوئی تو اس کا چہرہ دمک رہا تھا۔ اس نے دروازہ بند کر کے کہا۔ "جان مورد کو ساتھ لے آئی ہوں۔ اسے اپنے کمرے میں بٹھا کر آئی ہوں۔"

"کسی نے تم دونوں کو ایک ساتھ آتے ہوئے تو نہیں دیکھا......؟" پوپیا نے پوچھا۔

"نہیں......" اس نے جواب دیا۔ "میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے قدرے فاصلے سے چلا آئے؟ میں اسے عقبی راستے سے لے کر آئی ہوں تم نے اچھا کیا کہ محافظوں اور خادماؤں کی چھٹی کر دی۔"

"تم نے اسے کیا بتایا......؟ کیا تم نے میرا نام لیا تھا؟" پوپیا نے سرگوشی میں پوچھا۔

"میں نے اس سے کہا کہ پوپیا نے تمہیں یاد کیا ہے؟ وہ تم سے کوئی خدمت لینا چاہتی ہے جس کے عوض نہ صرف اس کا قرب بلکہ سونے اور ہیرے جواہرات کے زیورات بھی ملیں گے۔ اس کے علاوہ میں بھی تمہاری دل بستگی کرتی رہوں گی۔"

"تم جاؤ......اسے جلدی سے میرے کمرے میں بھیج دو۔" پوپیا نے ناگواری سے کہا۔

چند لمحوں کے بعد اس کے کمرے میں جان مورد داخل ہوا۔ اس نے جھک کر تعظیم دی۔ پھر اس نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔ "ملکہ عالیہ نے اس غلام کو کس لیے یاد کیا......؟" پوپیا نے دیکھا اور محسوس کیا کہ حبشی غلام نے اسے اپنی نظروں میں جذب کر لیا ہے۔ اس کی حالت ایک بھوکے بھیڑیے کی سی ہو رہی ہے اس مہین لباس میں اس کا شعلے کی طرح آنچ دیتا ہوا جسم جان مورد کے جذبات کو ہوا دے رہا ہے۔ وہ کسی بھی لمحے اس پر ایک وحشی درندے کی طرح جھپٹ سکتا ہے۔

"جان مورد! میں تم سے ایک ایسا کام لینا چاہتی ہوں جس سے تمہیں نہ صرف غلامی سے نجات مل جائے گی بلکہ تم ساری زندگی عیش کرو گے۔ میری خادمہ نے تمہیں بہت کچھ بتایا ہوگا......؟" پوپیا بولی۔

"ہاں بتایا تو ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ آپ مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہیں؟" اس نے کہا۔ "آپ کی ہر خدمت بجالانے کے لیے یہ غلام حاضر ہے۔ آپ حکم کریں مجھے اس بات سے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ آپ نے مجھے کسی قابل سمجھا۔"

"اس وقت ہم دونوں کے سوا یہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ اس تنہائی میں کوئی مخل نہیں ہوگا۔ ہمارے پاس وقت بھی بہت ہے۔ ہم دونوں کی گفتگو سننے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ لہٰذا ہم یہاں بڑی آزادی سے باتیں کر سکتے ہیں۔ میں تم سے بہت کچھ پوچھنا اور معلوم کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن تمہیں میرے ہر سوال اور ہر بات کا سچ سچ جواب دینا ہوگا۔ تم سے جو گفتگو ہوگی وہ راز رہے گی۔ نہ تم اس کی بابت کسی کو بتاؤ گے۔ نہ میں کسی کو......"

"آپ کا جو حکم ملکہ عالیہ! آپ میری طرف سے بے فکر رہیں۔" اس نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

"جان مورد!......" پوپیا بولی۔ "اس وقت تم نہ تو غلام ہو اور نہ میں ملکہ عالیہ......ہم دونوں ایک دوسرے کے دوست اور ساتھی ہیں مرد اور عورت ہیں۔ ہمارے درمیان نہ تو فاصلے ہیں اور نہ کوئی فرق ہے تم مجھے اپنا جو چاہے سمجھو۔ اس طرح تم اس وقت میرے لیے نیرو ہو۔ جب تک ہم یہاں ہیں میں تمہیں نیرو ہی سمجھتی رہوں گی۔"

"یہ آپ کی عزت افزائی ہے اور غلام اسے کبھی نہیں بھولے گا۔" جان مورد نے کہا۔

"اچھا تم یہ بتاؤ کہ تمہیں میری یہ خادمہ کیسی لگی؟" پوپیا نے اپنی نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز کر دیں۔

"وہ بہت اچھی لگی......وہ ایک حسین و جمیل عورت ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اگر میں وہ خادمہ کچھ دنوں کے لیے تمہارے حوالے کر دوں تو کیا اسے تم رکھنا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں......میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" جان مورد نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"اچھا تم یہ بات صاف صاف اور سچ سچ بتاؤ کہ میں کون ہوں؟ تم میرے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"آپ نیرو کی محبوبہ اور منظور نظر ہیں اور ایک طرح سے روم پر آپ حکومت کر رہی ہیں؟" اس نے بتایا۔

"میری ذاتی زندگی کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ میں پہلے کون تھی......؟" پوپیا اس کے قریب آ کر بولی۔

"آپ......آپ......ایک طوائف تھیں۔" اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔ "مجھے آپ کے بارے میں یہی بتایا گیا۔"

"ہاں میں طوائف ہی تھی۔ لیکن نیرو مجھے اس قدر چاہتا کیوں ہے؟" پوپیا زیر لب مسکرائی۔

"اس لیے کہ آپ سے حسین طوائف پورے روم میں نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کا جادو جس پر ایک بار چل جاتا ہے وہ آپ کا غلام ہو جاتا ہے وہ مرد پاگل ہو جاتا ہے۔ اس لیے نیرو آپ کا اسیر بن کر رہ گیا ہے۔"

"تمہاری زندگی میں اب تک کتنی عورتیں آئیں......؟ تمہیں ان کی تعداد یاد ہے؟" پوپیا نے سوال کیا۔

"کوئی چالیس اور پچاس کے درمیان۔ مجھے ان کی تعداد اچھی طرح سے یاد ہے۔"

"ان تمام عورتوں میں کتنی عورتوں نے تمہیں متاثر کیا جنہیں تم آج بھی یاد کرتے ہو؟" پوپیا نے کہا۔

"ان میں صرف چھ سات عورتیں ایسی ہیں جنہیں میں نہیں بھول سکا۔ لیکن ان میں صرف ایک عورت ایسی ہے جسے میں ساری زندگی بھول نہیں سکتا۔ آج بھی مجھے اس کی یاد تڑپاتی رہتی ہے۔"

"اس عورت کا نام کہیں نمتاتے تو نہیں تھا......؟" وہ جان مورد کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔

"ہاں......ہاں......اس عورت کا نام نمتاتے تھا۔ مجھے یاد آ گیا۔ لیکن آپ اسے کیسے جانتی ہیں؟" وہ حیرت اور خوشی سے بولا۔

"وہ میں ہوں......" پوپیا نے جواب دیا۔ "میں بہروپ بدل کر وہاں آئی تھی تم مجھے پہچان نہیں سکے۔"

"وہ......وہ آپ تھیں......؟" حیرت سے اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ "آپ نے مجھے یہاں کس لیے بلایا ہے؟"

"تمہیں میرے اور بہت سارے سوالات کا جواب دینا ہے۔" وہ صوفے پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

جان مورد اس کے قدموں میں آ کر بیٹھ گیا۔ "آپ مجھ سے اور کیا پوچھنا چاہتی ہیں؟"

"سچ سچ بتاؤ کہ تم نے کیا کبھی مقدس جولیا کا جسم آلودہ کیا ہے؟" پوپیا نے پوچھا۔

"مقدس جولیا کا......؟" جان مورد بڑے زور سے چونکا۔ "نہیں......"

"واقعی تم سچ کہہ رہے ہو جان مورد!......؟" وہ حیرت سے بولی۔ "تمہاری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"آپ کو کس لیے میری بات کا یقین نہیں آ رہا ہے؟" جان مورد بولا۔

"اس لیے کہ جولیا جیسی عورت کے جذبات تم جیسے مرد کو دیکھ کر بھی سرد رہے؟" اس نے پلکیں جھپکائیں۔

"شاید اس لیے کہ وہ ایک راہبہ ہے اس نے شاید مردوں کے بارے میں سوچنا بند کر دیا ہے۔"

"کچھ بھی ہو لیکن وہ ایک عورت ہے تم جیسے مردوں کو دیکھ کر ایک عورت کی رال ٹپک جانا فطری ہوتا ہے۔" پوپیا نے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے مردوں سے خفیہ تعلقات قائم کر رکھے ہوں؟"

"ایسی کوئی بات ہوتی تو میرے علم میں آ جاتی۔ کیونکہ میں محافظ دستے کا سردار ہوں رات کو بھی پہرہ دیتا ہوں۔"

"تم نے کبھی اسے تنہا پا کر فائدہ اٹھانے کی کوئی کوشش نہیں کی؟ جب کہ تم آسانی سے اس کی خواب گاہ میں گھس سکتے ہو؟"

"کبھی ایسا خیال میرے دل میں نہیں آیا۔ اس وقت ہی جب میں نے انہیں پہلی اور آخری غسل کرتے ہوئے دیکھا تھا، میرے جذبات سرد ہی رہے۔ شاید اس لیے بھی کہ میرے دل میں ان کی عزت واحترام کا جذبہ موجود ہے۔"

"اگر تم سے کہا جائے کہ جولیا کا جسم آلودہ کر دو؟ کشش کے خزانے لوٹ لو تو کیا تم اس کے لیے تیار ہو سکتے ہو؟"

"وہ تو ایک مقدس راہبہ ہیں۔ میں ایسی گستاخی اور جرأت کیسے کر سکتا ہوں؟" اس نے تعجب لہجے میں کہا۔

"تم اپنے ذہن سے یہ بات نکال دو کہ وہ ایک مقدس راہبہ ہے۔ اس کا نام مقدس جولیا ہے تم صرف اور صرف یہ سوچو کہ وہ ایک عورت ہے ایک ایسی عورت جسے آج تک کسی مرد نے نہیں چھوا۔ وہ کنواری ہے؟"

"نجانے کیا بات ہے کہ میں اپنے ذہن کو آمادہ نہیں کر پا رہا ہوں۔" جان مورد نے بے بسی

سے کہا۔

"بالفرض جولیا ایک عورت ہونے کے ناتے تمہاری جھولی میں پکے پھل کی طرح گرنا چاہے تو......؟"

"پھر مجھے انکار نہیں ہوگا۔ کیونکہ کوئی سا بھی مرد ایسے جسم اور حسین عورت کو کیسے ٹھکرا سکتا ہے؟" وہ خوش ہوکر بولا۔

"اگر میں تمہیں حکم دوں کہ جولیا کو آلودہ کردو تو کیا تم اس پر عمل کرو گے؟" پوپیا سپاٹ لہجے میں بولی۔

"آپ کیوں چاہتی ہیں کہ مقدس راہبہ کا جسم اور اس کی عزت کو آلودہ کیا جائے؟" وہ ششدر سا ہوگیا۔

"صرف میں ہی نہیں بلکہ نیرو بھی یہی چاہتا ہے۔ کیا تم اس پر عمل کرو گے؟" وہ غرائی۔

"آپ دونوں کا حکم اور خواہش ہے تو میں اس کے لیے تیار ہوں۔" اس کا لہجہ مردہ ہو رہا تھا۔

"شاباش!" پوپیا ایک دم خوش ہوگئی۔ "اس صورت میں تمہیں بہت سارے قیمتی انعامات ملیں گے۔ پہلا انعام میں دوسرا میری خادمہ، تیسرا انعام سونا اور ہیرے جواہرات......"

"میں کس طرح سے جولیا کو پامال کروں؟ محافظ دستہ موجود ہوتا ہے ایسا نہ ہو کہ میری جبر و زیادتی پر وہ شور مچادے تو سارے محافظ تلواریں سونت کر آجائیں اور میری گردن اڑا دیں۔ میں اتنا بڑا خطرہ کیسے مول لوں؟"

"میرے ذہن میں ایک تدبیر آرہی ہے۔" پوپیا نے کہا۔ "اس طرح سانپ بھی مرجائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔"

"وہ کیا......؟" جان مورد نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔ اس کا چہرہ دمک اٹھا تھا۔

"جس روز جولیا کی بے حرمتی کرنا ہے اس روز تم شراب میں بے ہوشی کی دوا ملا کر محافظ دستے اور خادماؤں کو پلا دینا۔ جب وہ سب بے ہوش ہوجائیں گے تب تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں رہے گی۔ تمہیں میدان صاف ملے گا۔ تم ساری رات جولیا کے تقدس کی دھجیاں بکھیرتے رہنا۔ وہ لاکھ مدد کے لیے چیخے چلائے اس کی مدد کرنے اور اس کی آواز تک سننے والا کوئی نہ ہوگا۔"

"اس نے دوسرے دن میری شکایت نیرو سے کردی تو......؟" جان مورد نے تشویش سے کہا۔

"نیرو اسے الٹا مورد الزام ٹھہرا دے گا کیونکہ جولیا تمہارے خلاف کوئی گواہ پیش نہیں کرسکے گی؟"

"وہ یہ بھی تو کرسکتی ہے کہ اپنے محافظوں کی مدد سے میرا سر قلم کردے؟" جان مورد نے خوف و خدشہ ظاہر کیا۔

"تم سرفراز ہونے کے بعد سیدھا نیرو کے ولا میں آجانا۔ میں تمہیں تحفظ دوں گی؟" پوپیا کہنے لگی۔

مقدس جولیا اپنی تین حسین اور جوان خادماؤں کے ساتھ رہتی تھی۔ جب خادمائیں سونے کے لیے جارہی تھیں، تب جان مورد نے ان سے دریافت کیا کہ کیا وہ شراب پینا پسند کریں گی؟ خادماؤں نے انکار نہیں کیا۔ انہوں نے سیر ہوکر شراب پی اور سونے کے لیے اپنے اپنے کمروں میں چلی گئیں۔ پوپیا کی خادمہ نے اسے بے ہوشی کی دوا دیتے ہوئے بتایا تھا کہ اس کا اثر ہونے میں نصف گھڑی لگتی ہے۔ جان مورد نے پھر اپنے محافظ دستے کے ایک ایک فرد کو شراب پیش کی تو کسی نے انکار نہیں کیا۔

جان مورد اپنی تسلی کرنے کے لیے سب سے پہلے خادماؤں کے کمروں میں گیا۔ وہ بستر پر بے سدھ پڑی تھیں۔ ان پر بے ہوشی طاری تھی۔ اس نے اپنا اطمینان کرنے کے لیے ایک ایک خادمہ کو بہت بری طرح جھنجھوڑا تھا۔ پھر وہ محافظ دستے کے پاس آیا جو راہ داری میں بے ہوشی کی حالت میں پڑا تھا۔ پھر وہ جولیا کی خواب گاہ کی طرف بڑھا۔ اسے اس بات کا علم تھا کہ جولیا بستر پر جانے سے پہلے غسل کرتی ہے۔ اس کے اندازے کے مطابق جولیا غسل کررہی تھی جب وہ اس کی خواب گاہ کا دروازہ بے آواز کھول کر داخل ہوا تو اس کا اندازہ درست ثابت ہوا۔ جولیا غسل کررہی تھی۔ غسل خانے میں شمعیں روشن تھیں۔ جس کی روشنی میں وہ بہت صاف اور واضح نظر آرہی تھی۔ پھر وہ مغربی کھڑکی کی طرف بے آواز بڑھ گیا۔ پھر اس نے پردہ ہٹادیا۔ اس نے پوپیا کو اشارہ دیا تھا کہ وہ جولیا کے کمرے میں داخل ہوچکا ہے پوپیا نے اس سے کہا تھا کہ وہ خود اپنی آنکھوں سے جولیا کو بے عزتی کا نشانہ بنتا ہوا دیکھنا چاہتی ہے۔ جان مورد اس سازش سے بے خبر تھا جو اس کے خلاف ہورہی تھی وہ تو ایک درندے کی طرح جولیا کے تقدس کو روندنا چاہتا تھا۔

جب وہ پلٹا تو اس وقت جولیا غسل خانے سے کمرے میں داخل ہوئی۔ جان مورد پر نگاہ پڑتے ہی وہ اچھل پڑی۔ پھر اس نے فوراً ہی تولیئے سے جسم ڈھانپ لیا۔ پھر وہ حیرت اور غصے سے بولی۔ "تم......؟ تم بلا اجازت میرے کمرے میں کیسے داخل ہوئے؟"

"میری جان جولیا!" اس نے ایک عاشق کے انداز میں اسے مخاطب کیا۔ پھر وہ جولیا کی طرف بڑھا۔ "مجھے تم سے اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں ایک ایسی نئی اور انوکھی دنیا سے روشناس کراؤں جس سے تم ناآشنا ہو۔ تم میری محبت میں ڈوب کر سب

کچھ بھول جاؤ گی۔ تم نہیں جانتی ہو کہ محبت کی دنیا کیسی انوکھی اور نرالی ہوتی ہے۔"

"مجھے تم نے میری جان کہہ کر مخاطب کیا؟" جولیا غضبناک ہو کر بولی۔ "مجھے کسی دنیا کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں جس دنیا میں ہوں اس میں بہت خوش ہوں۔ نکل جاؤ میرے کمرے سے۔ دفع ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔"

جان مورد نے جولیا کی بات ان سنی کر دی۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھا کر تولیہ کھینچ کر ایک طرف پھینک دیا۔ جولیا غسل خانے کی طرف لپکی۔ جان مورد نے اسے غسل خانے میں داخل ہونے سے پہلے ہی دبوچ لیا۔ پھر اسے اپنی گود میں اس طرح اٹھا لیا جیسے وہ کوئی نوزائیدہ بچی ہو۔ پھر اسے لا کر بستر پر پٹخ دیا۔ جان مورد نے اسے قابو میں کر کے بے بس کیا تو وہ برف کی طرح پگھلنے لگی۔ اب اس میں کوئی مزاحمت نہیں رہی تھی اور نہ ہی اس نے اپنا دفاع کیا تھا۔ اس نے خود سپردگی اور والہانہ پن سے اپنے آپ کو پوری طرح جان مورد کر سونپ دیا تھا وہ انجانی راہوں پر چلے جا رہے تھے کہ ایک جھٹکے سے خواب گاہ کا دروازہ کھلا۔

سب سے پہلے اندر داخل ہونے والوں میں نیرو پھر پوپیا، پائتھا گورس اور تین عمائدین شہر اور شاہی محافظ دستہ تھا ان سب نے جو کچھ دیکھا ناقابل یقین منظر تھا۔ مقدس راہبہ ایک حبشی غلام کی آغوش میں تھی۔ اس کے تقدس کی دھجیاں شمع کی روشنی میں بکھر رہی تھیں جولیا کا چہرہ کوئی اس لیے دیکھ نہ سکا کہ اس نے اپنا چہرہ جان مورد کے سینے میں چھپا لیا تھا۔ جان مورد نے ان سب کو دیکھا تو وہ دہشت زدہ ہو گیا۔ جولیا کو بستر پر ایک طرف دھکا دے کر نکل آیا۔ پوپیا نے آگے بڑھ کر ایک شمع سے، ایک ایک کر کے تمام شمعیں روشن کر دیں۔ کمرے میں دن کا سا اجالا پھیل گیا۔ جولیا بستر سے نہیں نکلی۔ اس نے اپنا چہرہ تکیئے میں چھپا لیا کیونکہ اس کے کپڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے۔ اتنے سارے لوگوں کے سامنے اس حالت میں اپنا منہ دکھانے کی ہمت نہیں پا رہی تھی۔

پوپیا نے اس کے بستر کے پاس جا کر استہزائی لہجے میں کہا۔ "یہ تم ہو مقدس جولیا!...... عظیم روم کی عظیم راہبہ!...... آج ہم سب نے تمہارا اصل چہرہ اصل روپ دیکھ لیا۔ اب تم اپنا چہرہ کیوں چھپا رہی ہو؟" جولیا نے جواب نہیں دیا۔ نہ ہی اس نے ان سب کی طرف دیکھا۔ وہ اپنا چہرہ چھپائے منہ کے بل پڑی رہی۔ اس کا بہت ہی خوبصورت اور نازک بدن جو عریاں تھا اس نے ہر ایک کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی تھی۔ ہر کوئی اس کے بدن کے طلسم میں کھو گیا تھا۔ نگاہ تھی کہ جسم کے تناسب سے ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

نیرو نے بستر کے پاس جا کر حقارت آمیز لہجے میں کہا۔ "جولیا! اب منہ چھپانے سے کیا فائدہ......؟ ہم سب نے تمہیں غلاظت کے دلدل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جسے تم جھٹلا نہیں

سکتی ہو۔ تمہاری بدکاری کے کتنے گواہ ہیں کیا تم انہیں دیکھنا پسند نہیں کرو گی؟ تم بھی اپنی بہن کی طرح بدکار اور ایک طوائف کی طرح نکلیں۔"

لفظ طوائف سنتے ہی پوپیا کو ایسا لگا کہ نیرو نے جولیا کو نہیں بلکہ اسے گالی دی ہے۔ اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔ وہ نیرو کے خلاف نہ تو کچھ کر سکتی تھی اور نہ کہہ سکتی تھی۔ پھر اس نے بستر کے پاس جا کر جولیا کے لمبے لمبے بالوں کو جو پشت پر بادل کی طرح بکھرے ہوئے تھے نفرت اور غصے سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے سامنے اس طرح سے کیا کہ سبھی دیکھ سکیں۔ لیکن وہ دوسرے لمحے بھونچکی سی ہو گئی۔ اسے یقین نہیں آیا۔ وہ ایک لمحے کے لیے اپنی پلکیں جھپکانا بھول گئی۔

یہ جولیا نہیں تھی۔ اس کی خادمہ تھی۔ جہاں اسے ہر کسی نے حیرت سے دیکھا اور جان مورد نے بھی۔ وہ اپنا موت کا خوف بھول گیا اور اس کی جگہ حیرت نے لے لی۔ وہ جولیا نہیں تھی جیسے اس نے قابو میں کر کے کنوارپن سے محروم کر دیا تھا۔ لیکن وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ جولیا کی جگہ دوسری عورت ہے۔ پوپیا کی دیرینہ خادمہ جو ایک طوائف تھی۔ وہ اس سے معاملات طے کرنے آئی تھی تو اسے پیش کر گئی تھی اس کے نام پوپیا کا پیغام لائی تھی۔ لیکن جولیا کہاں گئی؟ عورت بدل کیسے گئی؟ اس کے ساتھ یہ عجیب و غریب دھوکا کیسے ہو گیا؟ کمرے میں اندھیرا بھی نہیں تھا شمع کی روشنی اتنی تیز اور کمرے میں پھیلی ہوئی تھی کہ ہر چیز صاف روشن اور واضح دکھائی دیتی تھی۔ جب اس نے جولیا کو گود میں اٹھا کر بستر پر پٹخا تھا تب بھی جولیا ہی تھی۔

نیرو نے پوپیا کی طرف دیکھا۔ "یہ کیا مذاق ہے؟ یہ جولیا تو نہیں ہے؟ جولیا کہاں ہے؟"

"میں خود حیران ہوں کہ جولیا کہاں ہے......؟ یہ یہاں کیسے آ گئی......؟" جولیا کہاں ہے؟"

"جولیا کی خواب گاہ میں یہ دونوں کیسے پہنچ گئے......؟ جولیا نے اس بات کی اجازت کیسے دے دی؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ ان دونوں کو یہاں چھوڑ کر وہ خود کسی اور مقام پر کسی اور جگہ پر چلی گئی......؟ اس ڈر اور خوف سے کہ کوئی آ کر ان دونوں کو رنگے ہاتھوں نہ پکڑ لے......؟" نیرو نے خیال ظاہر کیا۔

"جان مورد ہی بتا سکتا ہے کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ جولیا کہاں ہے؟ وہ کس کے ساتھ گئی ہے؟" پوپیا بولی۔

"میں خود حیران ہوں اور میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ معاملہ کیا ہے؟" جان مورد نے ...تے ہوئے کہا۔ "جولیا نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کر کے شراب دی اور کہا کہ یہ تم میری

خاداماؤں اور محافظ دستے کے تمام سپاہیوں کو پلا دو تا کہ ہم ساری رات جشن منا سکیں۔ لیکن شراب تم نہیں پینا ورنہ تم بے ہوش ہو جاؤ گے۔ میں نے اس کے حکم پر عمل کیا۔ جب میں کمرے میں داخل ہوا تو وہ میری منتظر تھی۔ جولیا کی جگہ یہ کیسے اور کیوں کر آ گئی۔ میں نہیں جانتا ہوں۔"

"تھریسیا! تم بتاؤ...... ؟ جولیا کہاں ہے؟ تم یہاں کیسے پہنچیں...... ؟" پوپیا نے کرخت لہجے میں دریافت کیا۔

"میں یہاں کیسے اور کس طرح پہنچی یہ میں نہیں جانتی ہوں۔" اس نے اپنا جسم بستر کی چادر سے ڈھانپتے ہوئے کہا۔ "میں گھر میں تھی کہ میں نے ایسا محسوس کیا کہ کوئی غیبی طاقت مجھے گھر سے نکلنے پر مجبور کر رہی ہے۔ پھر میں اس کے زیر اثر نکل آئی۔ جب میں اس گھر کی طرف جا رہی تھی مجھے راستے میں چار سپاہی مل گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھے پہچان لیا اور کہا کہ تم ایلن کی قحبہ خانہ میں ہوا کرتی تھیں۔ وہ چاروں مجھے اٹھا کر ایک مکان میں لے گئے۔ پھر میں وہاں سے کسی نہ کسی طرح نکل بھاگی۔ میں بھاگتے بھاگتے ٹھوکر کھا کر گری۔ سر پر چوٹ لگی تو بے ہوش ہو گئی۔ ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کمرے میں پایا۔ میں بڑی حیران ہوئی۔ پھر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں خواب دیکھ رہی ہوں۔ میں نے جولیا کو تلاش کیا۔ وہ کہیں نظر نہیں آئی۔ راہ داری میں محافظ سپاہی گہری نیند سو رہے تھے۔ خادمائیں اپنے کمروں میں۔ پھر میں جولیا کی خواب گاہ میں آ گئی۔ نہانے کی خواہش ہوئی تو غسل خانے میں جا کر نہانے لگی۔ جب نہا کر خواب گاہ میں آئی تو میرا سینہ دھک سے رہ گیا۔ جان مورد میرے سامنے کھڑا تھا اس نے مجھے جولیا کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ پھر اس نے مجھے گود میں اٹھا کر بستر پر پٹخ دیا۔ ہم دونوں طوفان کی زد میں آ گئے...... اور پھر آپ لوگ آ گئے۔"

"مجھے تو ساری کہانی جھوٹ کا پلندہ معلوم ہوتی ہے۔" پائتھا گورس نے کہا۔ "اصل بات کچھ اور ہے جسے چھپانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس وقت جولیا کہاں ہے؟ وہ بغیر محافظ دستے کے رات کے وقت اکیلی کہاں چلی گئی؟"

"میں یہاں ہوں۔" جولیا کی تیز و تند آواز گونجی۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؟ نیرو، پوپیا اور پائتھا گورس یہ شاہی محافظ اور عمائدین شہر، یہاں کیوں اور کس لیے آئے ہیں...... ؟ میری اجازت کے بغیر اندر داخل ہونے کی جرأت کیسے کی؟" اس کی نگاہ تھریسیا اور جان مورد پر پڑی تو وہ بری طرح چونکی۔ انہیں عریاں حالت میں دیکھ کر اسے یقین نہیں آیا۔ "یہ سب کیا ہے؟ یہ طوائف میرے بستر پر برہنہ حالت میں کیوں ہے...... ؟ ایسا لگ رہا ہے کہ جان مورد اور اس طوائف نے میرا بستر میلا کر دیا ہے۔"

"پہلے تم یہ بتاؤ کہ...... تم کہاں تھیں اور کہاں سے آ رہی ہو؟" نیرو نے پوچھا۔ اس کے لہجے

میں استہزائیہ انداز تھا۔

"میں بالائی منزل پر اپنی خواب گاہ میں سو رہی تھی۔ شور سن کر آئی ہوں۔" مقدس جولیا نے جواب دیا۔

"کیا تم اکیلی سو رہی تھیں...... ؟ یا کوئی مرد بھی ساتھ ہے؟" پوپیا کے منہ سے غیر ارادی طور پر نکل گیا۔

"کیا تم مجھے بھی اپنی طرح طوائف اور فاحشہ سمجھتی ہو؟" مقدس جولیا بگڑ کر برہمی سے بولی۔ "اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں ہے تو تم اوپر جا کر دیکھ سکتی ہو...... تمہیں شرم نہیں آتی مجھ پر گھناؤنا الزام لگاتے ہوئے......" پوپیا کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ مقدس جولیا نے اس کی سخت توہین کی تھی۔ وہ اس کے خلاف کچھ کر نہیں سکتی تھی۔

"قصہ کیا ہے...... ؟ یہاں کیا کھیل اور سازش ہوئی ہے مجھے بتائی جائے؟" مقدس جولیا نے کہا۔

"تمہیں جان مورد بتا دے گا۔" نیرو نے جواب دیا۔ "اب ہم جا رہے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد سب چلے گئے۔ پوپیا اپنی خادمہ کو ساتھ لے گئی۔ پھر جان مورد نے مقدس جولیا کو سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔ وہ سخت نادم اور شرمسار تھا۔ اس کے اعصاب ہلکے پڑ گئے تھے۔

"اب تم جا سکتے ہو۔" مقدس جولیا نے کہا۔ "میں تمہیں اس لیے معاف کر رہی ہوں کہ تم نے مجھے سچ سچ بتا دیا۔ لیکن تمہیں پوپیا اور نیرو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ تم یہاں سے گئے اور میرے بغیر انہیں دکھائی دیئے تو تمہاری جان کی خیر نہیں ہو گی۔"

جان مورد کے جانے کے بعد مقدس جولیا نے بستر کی چادر کی شکنیں درست کیں۔ پھر وہ بستر پر نیم دراز ہو کر سوچنے لگی۔ اس کا خواب کتنا سچا تھا۔ اس نے خواب میں جوگی کو دیکھا۔ جوگی نے اس سے کہا تھا کہ وہ آج کی رات بالائی منزل کے کمرے میں جا کر سو جائے۔ کیونکہ اسے بے عزت اور ذلیل و رسوا کرنے کی سازش نیرو اور پوپیا نے بنائی ہے۔ جان مورد کو آلہ کار بنایا گیا ہے۔ اس بساط کا وہ سب سے اہم مہرہ ہے۔ لیکن اس میں اس کا اتنا قصور نہیں ہے جتنا نیرو و پوپیا اور پائتھا گورس کا ہے۔ آج رات جو عجیب و غریب واقعہ پیش آیا تھا اس کے بارے میں جوگی نے پہلے ہی اسے بتا دیا تھا۔ جان مورد سے اس کی تصدیق ہو گئی تھی۔

جولیا کی نیند اڑ چکی تھی۔ وہ بڑی دیر تک بستر پر کروٹیں اس طرح بدلتی رہی تھی جیسے انگاروں پر لوٹ رہی ہو۔ اس نے جان مورد کو جس حالت میں دیکھا تھا اس نے اس کے سارے جسم اور روئیں روئیں میں آگ بھڑکا دی تھی۔ آخر وہ ایک عورت تھی اس نے برسوں سے جن خواہشات

اور جذبات کا گلہ گھونٹ رکھا تھا۔ آج وہ زندہ ہوگئی تھیں۔ اسے ایک مرد ساتھی کی ضرورت محسوس ہورہی تھی اسے اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ ایک مرد جس طرح عورت کے بغیر نہیں رہ سکتا اسی طرح ایک عورت بھی نہیں رہ سکتی۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ آخر وہ کب تک تنہائی کی زندگی کرب واذیت سے کاٹتی رہے گی؟ برسوں پہلے اس نے ایک رات، ایک ایسے لڑکے کے ساتھ گزاری تھی جس کے ساتھ اگری پینا گزار چکی تھی۔ دنیا یہ جانتی اور سمجھتی تھی کہ وہ کنواری ہے لیکن اس کا کنوار پن کب کا نذر ہوچکا تھا۔ اس رات کے بعد سے اب تک وہ ایک کنواری کی زندگی گزارتی آرہی تھی۔ وہ ایک خول میں بند ہوچکی تھی۔ آج وہ اس خول سے نکل کر اس خول کے ٹکڑے کر دینا چاہتی تھی۔ اور آخر کار اس نے جان مورد کو اپنے کمرے میں طلب کرلیا۔

مقدس جولیا نے جان مورد کو جس خطرے سے آگاہ کیا تھا وہ سر پر آ گیا تھا۔ پوپیا ایک شاہی دستہ لے کر وارد ہوئی تھی تا کہ جولیا کا سر تن سے جدا کردے۔ وہاں جوگی اس کی حفاظت کے لیے موجود تھا۔ جوگی نے ان گھوڑوں کو جن پر سپاہی سوار تھے مقدس جولیا کے مکان کے باہر ہی روک دیا تھا۔ وہ نہ آتا تو اس وقت کہانی ہی اور ہوتی۔ جوگی جزیرے پر موجود تھا لیکن وہ ایک آئینے کے ذریعے اکیلے میں سب کچھ دیکھتا تھا۔ اس نے انتقام لینے کا جو آغاز کیا تھا وہ سلسلہ جاری تھا۔ اس نے جولیا کو بچایا تھا۔ بالائی منزل پر بھیج دیا تھا۔ اس کی جگہ تھریسیا کو لے آیا تھا اور اسے جولیا بنا دیا تھا۔ لیکن جب نیرو اور پوپیا اندر آئے تو تھریسیا اپنی اصل شکل میں واپس آ گئی تھی۔ پوپیا کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔ پوپیا چاہتی تھی کہ آج رات ہی مقدس جولیا کو ختم کردے۔ اس لیے وہ شاہی دستہ لے کر آئی تھی۔ پھر ایک عجیب سی بات ہوئی جس نے پوپیا کو بھونچکا کردیا۔ گھوڑوں نے نجانے کیا چیز دیکھ لی تھی جو وہ اچانک مڑے پوپیا اور سپاہیوں نے بہت کوشش کی۔ لیکن وہ بے قابو ہو کر سرپٹ اس سمت دوڑنے لگے جس سمت سے آئے تھے۔ جوگی کو ایک طرح سے سکون اور اطمینان ہوگیا کہ اب پوپیا جولیا کو قتل کرنے نہیں آئے گی۔ اس نے سوچا اسے واپس چل دینا چاہیے۔ لیکن وہ غافل نہیں رہے گا۔ جولیا کو کسی سے کوئی خطرہ لاحق ہوا تو وہ پل بھر میں پہنچ جائے گا۔ اب جولیا کی حفاظت کی ضرورت بھی نہیں رہے گی۔

جوگی پل بھر میں واپس اپنی جگہ پہنچ گیا۔ اوکتاویا گہری نیند سو رہی تھی۔ اس نے بستر پر دراز ہوتے ہوئے سوچا۔ اچھا ہوا جولیا نے مقدس راہبہ کا خول اتار پھینکا۔ آج کی رات اس کے لیے سہاگ کی پہلی رات کی طرح ہے۔ اب اس نے پوپیا سے انتقام لینے کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔

پوپیا سج دھج کر خواب گاہ میں نیرو کا انتظار کر رہی تھی۔ نیرو کی وہ ایسی کمزوری بن چکی تھی کہ نیرو اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ اسی طرح وہ پائتھا گورس پر بھی صد جان سے فدا اور فریفتہ تھا۔ کبھی کبھی اس کے دل میں پائتھا گورس کے خلاف نفرت اور انتقام کے جذبات جنم لیتے تھے۔ اس نے پائتھا گورس کو زہر دے کر ہلاک کرنے کے بارے میں بہت سوچا تھا۔ لیکن ایسی کوئی تدبیر اس کے ذہن میں نہیں آئی۔ ولا میں ایسا کوئی نہیں تھا جسے اعتماد میں لیا جاسکے۔ کسی کو مدد کے بغیر وہ اسے زہر دے بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن وہ ایسے موقعے کی تاک میں تھی کہ اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ وہ یہ بات بھی جانتی تھی کہ نیرو کو پائتھا گورس کی موت نا قابل برداشت ہوگی۔ لیکن اسے اس بات کی پروا نہیں تھی۔ وہ اس خلا کو جو پائتھا گورس سے پیدا ہوتا۔ پر کرنے کی اہل تھی۔ نیرو کو کچھ ہی دنوں میں پوری طرح بہلا لیتی اور وہ اس کی جگہ لے لیتی۔ پھر وہ نیرو کو کسی جان باز پر مرمٹنے نہیں دیتی۔

پھر وہ اوکتاویا کے بارے میں سوچنے لگی۔ "جو ایک دن میں یہاں پہنچنے والی تھی۔ اس نے دو قاصدوں کو یہ کہہ کر بھیجا تھا کہ وہ اوکتاویا کا سر نیزے پر اور دھڑ الگ دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن نیرو تو کچھ اور چاہتا تھا وہ اوکتاویا کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پہلے اس کی ایسی تذلیل وتوہین کرنا چاہتا تھا کہ روم میں آج تک کسی کی نہ ہوئی ہو۔ پھر اسے قتل کر دیا جاتا۔ وہ خود بھی اوکتاویا سے انتہائی بھیانک انتقام لینا چاہتی تھی وہ اس بات سے خوش ہوگئی تھی کہ اوکتاویا کو بازاروں، سڑکوں اور گلیوں میں برہنہ گھمایا جائے گا۔ برسر عام اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ درندہ صفت مردوں کے سامنے ڈال دیا جائے گا۔

"لیکن جولیا......؟ اس روز رات کو جو عجیب وغریب واقعہ پیش آیا تھا اس کے لیے ناقابل یقین تھا جان مورد کی اور تھریسیا کی بات کا اسے یقین نہیں آیا تھا ان دونوں نے مل کر اس کے خلاف سازش کی تھی اور جولیا کو اعتماد میں لے لیا تھا۔ اس نے دوسرے دن تھریسیا کو قتل کر دیا تھا۔

اسے جان مورد کی تلاش تھی اس نے اپنے سپاہیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جو بھی جان مورد کو بلا کر لائے گا وہ اسے انعام واکرام اور اپنی محبت سے نوازے گی۔ کوئی پچاس سپاہی جان مورد کی تلاش اور تاک میں شکاری کتوں کی طرح مارے مارے پھر رہے تھے۔ اس روز سے جان مورد جولیا کے ہاں سے باہر نہیں آیا تھا۔ ان میں سے کسی کی کیا نیرو کی مجال نہیں تھی کہ وہ جولیا کی قیام گاہ میں داخل ہو۔ جان مورد کو گرفتار کرلے۔ وہ ایسی تدبیر سوچ رہی تھی کہ جان مورد کسی طرح اس کے جال میں پھنس جائے تا کہ اس سے انتقام لے سکے۔ اس کا گوشت شکاری کتوں کو کھلا سکے۔

پوپیا آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اپنے سراپا کو تنقیدی نظروں سے دیکھتی ہوئی یہ سب کچھ سوچ رہی تھی۔ وہ ہر روز ایک ایسی نئی سج دھج سے تیار ہوتی تھی کہ نیرو پاگل ہوجاتا تھا نجانے کیا

بات تھی کہ پاتھا گورس کے سامنے اس کا طلسم چل نہیں پاتا تھا۔ آج کی رات صرف اور صرف اس کی اپنی تھی نیرو کے علاوہ کوئی تیسرا داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

دروازہ کھلا۔ نیرو اندر داخل ہوا۔ اور پھر وہ دونوں بستر پر دراز باتیں کرنے لگے۔ پوپیا نے نیرو سے پوچھا۔ ''او کتادیا ابھی تک کیوں نہیں پہنچی؟''

''وہ کل صبح یہاں پہنچنے والی ہے؟'' نیرو نے اس کے بالوں کو سہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے قاصدوں نے اس کا سر قلم کر دیا ہو؟'' پوپیا بولی۔

''تم نے اس کا سر قلم کر کے لانے کا حکم دیا تھا لیکن میں نے تمہارے حکم پر انہیں عمل درآمد کرنے سے روک دیا تھا۔''

''کہیں اس لیے تو نہیں کہ تمہارے دل میں اس کی محبت جاگ اٹھی ہو نیرو!'' پوپیا نے اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھا۔

''نہیں میری جان پوپیا۔'' نیرو نے کہا۔ ''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں اسے ذلیل کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم مجھ سے کتنی شدید محبت کرتے ہو نیرو!......'' پوپیا سرشاری کے لہجے میں بولی۔

''اور تم مجھ سے کتنی محبت کرتی ہو پوپیا!......؟'' نیرو نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''کاش! میں اپنا سینہ چیر کر اپنا دل دکھا سکتی؟'' اس نے محبت پاش لہجے میں کہا۔

''پوپیا! کیا تم میری ایک بات کا سچ سچ جواب دوگی؟'' نیرو نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

''میں نے تم سے کبھی جھوٹ بولا ہے نیرو! تم ایک نہیں دس باتیں پوچھو۔ میں ہر بات کا سچ جواب دوں گی۔''

''میں نے محسوس کیا ہے کہ تم میرے اور پاتھا گورس کے تعلقات سے خوش نہیں ہو؟'' نیرو نے کہا۔ ''ایسا لگتا ہے کہ تم اس سے شدید نفرت کرتی ہو۔ حقارت کی نظروں سے دیکھتی ہو۔ تمہارا بس چلے تو اسے تم زہر دے کر ہلاک کر دو؟''

پوپیا ایک دم سے اس طرح چونکی جیسے اس نے نیرو کے ہاتھ میں ننگی تلوار دیکھ لی ہو۔ اس کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔ پھر سفید پڑتا چلا گیا۔ وہ بھونچکی سی ہو گئی کہ نیرو نے اس کے دل کا حال کیسے معلوم کر لیا؟ کیا یہ سب کچھ نیرو نے اس کے بشرے سے بھانپ لیا۔ جب کہ اس نے کبھی بھی نیرو سے بھولے سے بھی پاتھا گورس کے بارے میں نفرت یا بیزاری کا اظہار تک نہیں کیا تھا۔ اس نے کبھی

کوئی شکایت تک نہیں کی تھی۔

وہ ایک محتاط قسم کی عورت تھی۔ اسے خود پر قابو پانا آتا تھا۔ اس نے فوراً ہی اپنے آپ پر قابو پا لیا۔ وہ اس بات پر حیران تھی کہ نیرو کیا قیافہ شناس ہو گیا؟ اس کا ذہن صرف عیاشی تک محدود تھا۔ ''یہ بات تم سے کس نے کہہ دی نیرو!......؟ تم جس سے محبت کرتے ہو میں اسے بھی پسند کرتی ہوں تمہاری نظروں میں جو حقیر اور نفرت کے قابل ہے وہ بھی میرے لیے ایسا ہی ہے۔ تمہارے اور پاتھا گورس کے ساتھ تعلقات پر مجھے کوئی اعتراض یا دکھ یا حسد نہیں ہے۔ کیوں کہ تم مجھ سے بہت محبت کرتے ہو۔ میرے سوا کسی اور کی طرف دیکھتے نہیں ہو۔ مجھے اور کیا چاہیے۔ بالفرض محال میں اسے زہر دے کر موت کی نیند سلا دوں بھی تو مجھے اس سے کیا فائدہ ہوگا؟ وہ مرد اور میں ایک عورت ہوں۔''

''میں آج تک تمہاری محبت کی گہرائی ناپ نہیں سکا؟'' نیرو نے کہا۔

''تم جب چاہو مجھے اور میری محبت کو آزما سکتے ہو...... میں تم سے ایک بات کہوں؟''

''کہو......'' نیرو نے اسے بازو کے حصار میں سمیٹ لیا۔

''نیرو! آج میں نے تم میں کچھ تبدیلی محسوس کی؟'' پوپیا نے فوراً ہی موضوع بدلا۔ وہ ایک چالاک عورت تھی۔

''وہ کیا میری جان......؟'' نیرو نے اس کے چہرے پر نظریں مرکوز کر کے پوچھا۔

''ہم دونوں برسوں سے ایک دوسرے کے ساتھی ہیں میں تمہاری بیوی، محبوبہ اور باندی سے بھی بڑھ کر ہوں۔ کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم دونوں صرف اور صرف ایک دوسرے کے لیے پیدا ہوئے۔ تم جس شدت سے مجھے چاہتے ہو میں اس پر فخر کرتی ہوں۔ ایک عظیم سیزر میری محبت کا اسیر ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ مجھے چاہتا ہے پاتھا گورس سے بھی بڑھ کر۔ لیکن آج میں نے محسوس کیا کہ تمہاری محبت میں جو شدت اور جذباتیت تھی پہلے کبھی نہیں تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میں نے پہلی بار ایسی شدید محبت پائی ہے۔ تم اس قدر وجیہہ اور نوجوان جوانمرد دکھائی دے رہے ہو جیسے سولہ برس کے کڑیل ہو۔ تمہاری محبت میں ایسی گرم جوشی اور والہانہ پن میں نے کبھی نہیں پایا؟ یہ کیا راز ہے؟ کہیں تم نے سدا جوان رہنے اور طاقت ور رہنے والا امرت تو نہیں پی لیا۔ کہیں تم سات جڑی بوٹیوں کے پانی میں غسل کر کے تو نہیں آئے ہو؟''

''اصل بات بتاؤں کیا ہے؟'' اس نے پوپیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''جلدی سے بتاؤ میرے نیرو!'' پوپیا بے تابی سے بولی۔ ''تمہاری اس محبت اور جذباتیت نے مجھے پاگل کر دیا ہے۔''

"لیکن تم اصل بات سن کر اسے برداشت کرسکو گی؟ بہک تو نہیں جاؤ گی؟" نیرو نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"برداشت کیوں نہیں کروں گی؟ میری کیا مجال کہ میں تمہاری بات سن کر بہک جاؤں؟"

"پہلے مجھ سے وعدہ کرو۔ وعدہ کرو تو اسے پورا کرنا بھی ہوگا۔" نیرو نے کہا۔

"میرے عظیم سیزر! میری کیا مجال کہ میں تم سے وعدہ کرکے اسے پورا نہ کروں۔" وہ متعجب ہو کر بولی۔

"میں سیزر ہوں اور نہ نیرو ہوں۔ بلکہ میں وہ شخص ہوں جس نے اوکتادیا کو پامال کیا۔ میں جوگی ہوں؟"

"کیا کہا......؟ تم نیرو نہیں ہو......؟" وہ اچھل پڑی۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ "تم...... سیزر کے ہم شکل ہو؟"

"ہاں۔ میری جان تمنا پوپیا!" جوگی نے کہا۔ "اس لیے تو تم نے ہر بات ہر چیز میں تبدیلی محسوس کی۔" پوپیا کسمسائی اس نے نیرو کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن وہ فولادی بازوؤں کا مضبوط حلقہ توڑ نہ سکی۔ اس کی سانسیں سینے میں بے ترتیب ہونے لگیں۔ پھر اس نے جیسے ہار مان لی۔

"تم ہو بہو نیرو ہو۔ وہی قامت، وہی رنگ روپ، ویسی آواز اور لہجہ۔ لیکن تم میں جو دل کشی جاذبیت اور وجاہت ہے وہ نیرو میں نہیں ہے۔ تم نے مجھ پر کیا جادو کردیا؟" وہ خواب ناک لہجے میں بولی۔

"تم بھی کیا عورت ہو؟" اس نے اپنی نظریں پوپیا کی نظروں میں پیوست کردیں۔

"تم ولا میں کیسے داخل ہوئے۔ اس قدر سخت پہرہ ہے کہ چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی؟" وہ متعجب لہجے میں بولی۔

"میں تمہاری خاطر اپنی جان پر کھیل کر آیا ہوں۔ دل والوں کے لیے پہرہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

"میری خاطر......؟" پوپیا کی نگاہیں سوالیہ نشان بن گئیں۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم شاید اوکتادیا کے لیے آئے ہو؟ تم تو اوکتادیا کے اسیر ہو۔ میرے کیوں ہونے لگے؟ شاید تم نے سن لیا کہ اوکتادیا آنے والی ہے۔"

"میں تمہاری خاطر ہی آیا ہوں پوپیا جانی!" جوگی نے کہا۔

"تمہیں پا کر مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے مجھے آج ہی میری منزل ملی ہے؟" وہ سرشاری سے

بولی۔

"تمہاری اس بات سے مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے تمہیں نیرو سے شدید نفرت ہے......؟" جوگی نے کہا۔

"تم نے میری دل کی بات کہہ دی۔ مجھے اس سے جتنی نفرت ہے شاید ہی کسی اور سے ہو؟"

"لیکن تم اس سے جس والہانہ پن اور وارفتگی سے پیش آتی ہو اس سے ایسا لگتا ہے تم اس سے بے انتہا محبت کرتی ہو؟"

"وہ سب ایک کھیل، ڈھونگ اور اداکاری ہے۔" پوپیا نے جواب دیا۔ "ایسا نہ کروں تو پھر نیرو مجھے اپنی زندگی سے نکال دے گا۔ اس لیے میں نہیں چاہتی کہ پھر سے قحبہ خانے کی زینت بن جاؤں۔"

"کیا تم اس سے واقعی سخت نفرت کرتی ہو؟" جوگی نے کہا۔ "کہیں ایسا تو نہیں کہ تم میری وجہ سے جھوٹ بول رہی ہو؟"

"میں واقعی اس سے شدید نفرت کرتی ہوں کیوں کہ اس نے مجھے کھلونا اور انتہائی حقیر بنا رکھا ہے۔"

"یہ تم غلط کہہ رہی ہو پوپیا!" جوگی نے کہا۔ "اس نے تمہیں ایک ملکہ کی طرح رکھا ہے۔ وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے اس کے باوجود کہ تم ایک طوائف ہو۔ اس کی داشتہ ہو۔ اس سے نفرت کرنے کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آتی ہے۔"

"ایک ایسی وجہ جس کے باعث میں اس خبیث سے سخت نفرت کرتی ہوں۔" اس نے اپنا برا سا منہ بنایا۔

"وہ کون سی وجہ ہے......؟ کیا تم مجھے بتانا پسند کرو گی؟ جوگی نے دریافت کیا۔

"ہاں...... ضرور بتاؤں گی۔" اس نے اپنا سر ہلایا۔ "وہ پائتھا گورس ہے جس سے میں سخت نفرت کرتی ہوں۔"

"تم کس لیے نفرت کرتی ہو پائتھا گورس سے......؟" جوگی کہنے لگا۔

"وہ پائتھا گورس سے زیادہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ یہ اس کا کہنا ہے۔ ایک طرح سے مجھے یہ حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے لیکن ان کے تعلقات مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے ہیں۔ نیرو کی محبت بھری باتیں اور قصیدے سنتی ہوں تو میرے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے میں یہ چاہتی ہوں کہ وہ پائتھا گورس سے نجات پالے۔ حیرت کی بات ہے کہ اس کا دل ابھی تک اس خبیث سے نہیں بھرا ہے۔ کاش! میرا بس چلتا تو......"

پو پیا نے اپنا آخری جملہ ادھورا چھوڑ دیا تو جوگی نے کہا۔ ’’تم اسے کیا موت کی نیند سلا دینا چاہتی ہو؟‘‘

’’ہاں۔ میں اس موقعے کی تلاش میں ہوں کہ اس کا سر قلم کردوں۔ کسی کو پتا نہ چلے۔‘‘ وہ بولی۔

’’اگر میں پائتھا گورس کو قتل کرنے میں تمہاری مدد کروں تو تم مجھے کیا انعام دوگی؟‘‘ جوگی نے پوچھا۔

’’میں تمہارے قدموں میں ہیرے جواہرات کے ڈھیر لگادوں گی جو مجھے نیرو نے وقتاً فوقتاً دیئے ہیں۔‘‘

’’پھر تم مجھ سے تعلقات قائم رکھوگی یا ختم کردوگی......؟‘‘ جوگی نے سوال کیا۔ ’’تم میرے لیے ہیرے جواہرات سے قیمتی ہو۔‘‘

’’میں تم سے ہمیشہ کے لیے تعلقات قائم رکھنا چاہتی ہوں؟ تم میرے لیے ایک نایاب اور انمول ہیرا ہو؟‘‘

’’لیکن جب تک نیرو زندہ ہے ہمارے تعلقات استوار نہیں رہ سکتے......؟‘‘ جوگی نے کہا۔

’’میرے ذہن میں ایک نادر تدبیر آرہی ہے؟‘‘ پو پیا کا چہرہ یک لخت دمک اٹھا اور اس کی آنکھوں میں قندیلیں روشن ہوگئیں۔

’’کیا تدبیر ہے میری جان تمنا! میری زندگی...... میری روح۔‘‘ جوگی نے اس کے بالوں کی سوندھی خوشبو کو سونگھتے ہوئے کہا۔

’’تم کیوں نہ نیرو بن جاؤ......؟ سیزر بن کر روم پر حکومت کرو؟‘‘ وہ سرشاری سے بولی۔

’’یہ کیسے ہوسکتا ہے......؟ کیا لوگ مجھے بطور سیزر قبول کرلیں گے؟ ایک ہم شکل شخص کو......؟‘‘ جوگی نے پوچھا۔

’’سب کچھ ہوسکتا ہے...... نیرو کو غائب کرکے اسے ہلاک کرکے کسی ویرانے میں دفن کرنے سے، نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔‘‘

’’لیکن نیرو کو کیسے غائب کیا جاسکتا ہے......؟ وہ کوئی بچہ یا عام شخص نہیں ہے پو پیا!‘‘ جوگی بولا۔

’’میں بتاتی ہوں......‘‘ وہ کہنے لگی۔ ’’سب سے پہلے پائتھا گورس کو ٹھکانے لگانا ہوگا۔ پھر میں رات کے وقت اس کی شراب میں بے ہوشی کا سفوف ملادوں گی اس کی خواب گاہ کے ملحقہ غسل خانے میں ایک خفیہ راستہ بنا ہوا ہے تاکہ کسی افتاد کی صورت میں اس راستے سے فرار ہوکر

جان بچائی جاسکے۔ تم اس راستے سے خواب گاہ میں پہنچو گے۔ پھر ہم دونوں اسے بے ہوشی کی حالت میں ایک ویرانے میں لے جائیں گے جہاں تم اس کی قبر پہلے سے تیار رکھو گے۔ پہلے تو میں خنجر اس کے سینے میں دل کی جگہ بھونک دوں گی۔ پھر اس کا سینہ چیر کر دل باہر نکال دوں گی۔ پھر اس کا پیٹ چاک کردوں گی۔ پھر اس کی دونوں آنکھیں نکال دوں گی...... پھر اس کے سارے جسم کو جگہ جگہ سے کاٹ دوں گی ہر عضو کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گی پھر اسے قبر میں دفن کرکے مٹی ڈال دیں گے۔ پھر ہم اس کی خواب گاہ میں ساری رات جشن منائیں گے۔ جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوگا تو تم عظیم روم کے سیزر ہو گے......‘‘

’’تم نیرو سے اس قدر بھیانک انتقام لینے پر کیوں تلی ہوئی ہو......؟‘‘ جوگی نے کہا۔

’’کاش! میں اس سے بھی کہیں زیادہ لرزہ خیز انتقام اس کمینے اور ذلیل سیزر سے لے سکتی؟‘‘ وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

’’سنو پو پیا!‘‘ جوگی نے اسے بازوؤں کے حصار سے نکالا اور بستر سے اترنا چاہتا تھا کہ پو پیا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ پھر وہ اس کے بازوؤں میں سمٹ گئی۔ ’’تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں معاف کیا جائے؟ کیونکہ تم ایک چالاک اور سفاک عورت ہو۔‘‘

پو پیا نے چونک کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ تحیر زدہ لہجے میں بولی۔ ’’یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ تمہیں اچانک کیا ہوگیا؟‘‘

’’میں ٹھیک کہہ رہا ہوں پو پیا!‘‘ جوگی نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ ’’مجھے کچھ نہیں ہوا ہے؟ تم جانتی ہو میں یہاں کیوں اور کس لیے آیا ہوں؟‘‘

’’نہیں۔ لیکن اتنا جانتی ہوں کہ میرے حسن وشباب کا طلسم تمہیں یہاں کھینچ لایا ہے۔‘‘ اس کا چہرہ متغیر ہورہا تھا۔

’’نہیں۔ میں تم سے انتقام لینے آیا ہوں؟ پرانا حساب بے باق کرنے آیا ہوں۔‘‘ جوگی نے تیز لہجے میں کہا۔

’’کس بات کا انتقام......؟ کون سا حساب بے باق کرنے آئے ہو۔ صاف صاف کہو؟‘‘ وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

’’اگری پینا اور ملکہ اوکتاویا کا...... تم نے اس عورت کو مروادیا۔ نیرو نے تمہاری باتوں میں آکر اپنی ماں کو موت کی نیند سلادیا۔ نیرو نے اوکتاویا سے شادی کی تو تم نے ایک بار بھی نیرو کو اس کے پاس جانے نہیں دیا تاکہ وہ کنواری رہے اور تنہائی کی آگ میں جل مرے۔ کبھی اس کے ارمان اور خواہشات پوری نہ ہوں۔ پھر اسے ایک ایسے جزیرے پر قید کردیا گیا کہ اس کی زندگی اذیتناک

ہو جائے۔ پھر اس کا سر اور تن جدا کر کے اس کی لاش لانے کا حکم دیا گیا۔ لیکن میں تمہیں بتا دوں کہ او کتاویا زندہ سلامت ہے وہ ایک مقام پر میرے ساتھ ایک بیوی کی طرح رہ رہی ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہارا سر تن سے جدا کر کے لے جاؤں اور اس کے قدموں میں ڈال دوں۔"

خوف و دہشت سے پو پیا کا جسم لرزنے لگا۔ اس نے جوگی کے بازوؤں سے نکلنے کی کوشش کی لیکن وہ نکل نہ سکی۔ اسی وقت دروازہ کھلا۔ کمرے میں گھس کر آنے والوں میں سب سے پہلا شخص نیرو تھا اس کے پیچھے پائتھا گورس تھا اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار چمک رہی تھی۔ پو پیا اس کی آغوش میں تھی۔ اس کی بے وفائی ایک ایسا ثبوت تھا جسے وہ جھٹلا نہیں سکتی تھی۔ پھر شاہی محافظ دستہ تلواریں سونت کر کمرے میں گھس آیا تھا جوگی فوراً ہی بستر سے نکل آیا تھا۔

"میں تمہارا بڑا احسان مند ہوں کہ تمہارے باعث اس کا اصل چہرہ سامنے آ گیا۔" نیرو نے کہا۔ "آخر کو یہ ایک طوائف زادی اور فاحشہ جو ٹھہری۔ ایک طوائف اور کتیا میں کوئی فرق نہیں ہوتا ہے۔ یہ تو کتیا سے بھی بدتر نکلی۔"

"کیا مجھے اس بات کی اجازت ہے کہ میں چلا جاؤں؟" جوگی نے نیرو سے پوچھا۔

"نہیں......" نیرو نے سر ہلایا۔ "تمہیں پہلے یہ بتانا ہوگا کہ او کتاویا کہاں ہے؟ اسے تم نے کیسے اپنا لیا ہے......؟ ہم تم دونوں کی ساری گفتگو سن چکے ہیں۔ تم کوئی بات چھپاؤ گے تو اس سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔"

"او کتاویا جہاں بھی ہے محفوظ ہے بہت خوش اور مطمئن زندگی گزار رہی ہے۔ وہ روم کے مستقبل کی ملکہ ہے۔ میں نے اسے اس لیے اپنا لیا کہ مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔ وہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگی۔ ہم دونوں کے درمیان میاں بیوی جیسا رشتہ قائم ہو چکا ہے۔"

"تم نے او کتاویا کے بارے میں نہیں بتایا تو ہم تمہیں اس قدر ایذائیں دیں گے کہ پھر تمہارے فرشتے بھی بتانے پر مجبور ہو جائیں گے۔" پائتھا گورس نے فضا میں تلوار لہراتے ہوئے کہا۔ "بتانے کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔"

"تم میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتے......" جوگی نے کہا۔ "مجھے یہاں سے جانے دو؟"

"تم نہیں بلکہ تمہاری لاش یہاں سے لے جائی جائے گی۔" پائتھا گورس نے کہا۔ "مرنے سے پہلے بتا دو کہ او کتاویا کہاں ہے؟"

"میری نہیں تمہاری موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔ اب تم بھی کچھ دنوں کے مہمان ہو۔" جوگی نے کہا۔ "او کتاویا اور میرے ساتھی بھی زندہ ہیں۔ وہ جب یہاں بڑی شان و شوکت سے آئیں گے افسوس کہ تم اس وقت یہ منظر اور انہیں دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔ تمہارا

انجام بھی بڑا حسرت ناک ہونے والا ہے۔"

"نیرو!" پو پیا گڑگڑاتی ہوئی کہنے لگی۔ "مجھے معاف کر دو۔ تم یقین کرو کہ میں اس بہروپیے سے دھوکا کھا گئی تھی۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا کہ یہ تم نہیں ہو تو میں نے اسے پھانسنے کے لیے چال چلی۔ اگر میں اس سے تمہارے پائتھا گورس کے خلاف باتیں نہ کرتی۔ سازش نہ کرتی تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑتا۔ یہ بہروپیا میرے ساتھ وقت گزارنے اور مجھ سے او کتاویا کا انتقام لینے آیا تھا۔ تم نے اس کی باتوں سے اندازہ کر لیا ہوگا۔"

"لیکن اب تم میرے قابل نہیں رہی ہو کیونکہ یہ تمہیں آلودہ کر چکا ہے؟" نیرو نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"یوں تو پائتھا گورس بھی مجھے آلودہ کر چکا ہے یہ بات میں نے تمہیں کبھی نہیں بتائی اس نے مجھے حیوان سمجھ لیا تھا۔"

"تم پائتھا گورس پر سنگین الزام تھوپ کر اپنی جان بچا نہیں سکتی ہو......" نیرو نے پائتھا گورس کی طرف دیکھا۔ "پہلے تم اس کتیا سے نمٹو۔ پھر ہم جوگی سے نمٹتے ہیں۔ پو پیا کا عبرت ناک انجام دیکھ کر شاید اسے عقل آ جائے۔ پھر یہ بتا دے گا کہ او کتاویا کہاں ہے۔ پھر تم اسے بھی کیفر کردار تک پہنچاؤ گے۔"

پو پیا غش کھا کر فرش پر گر گئی۔ پائتھا گورس نے اس کے پاس جا کر تلوار کی نوک سے اس کے عریاں بدن پر اس کی گردن کے نیچے سے لے کر ناف کے نیچے تک چیرا لگایا تو وہ ہوش میں آ کر ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگی۔ اس کی دل فراش چیخوں سے کمرہ گونجنے لگا۔ پھر پائتھا گورس نے اس کی دونوں چھاتیاں کاٹ دیں تو وہ درد اور تکلیف کی تاب نہ لا کر دم توڑ گئی۔ اس کے خون سے سرخ قالین اور سرخ ہونے لگا۔

"یہ تو بہت جلد مر گئی نیرو۔" پائتھا گورس نے افسوس ناک لہجے میں کہا۔ "مزا نہیں آیا۔ ہم اس کی موت سے لطف اندوز بھی نہ ہو سکے۔ مجھے اندازہ نہ تھا کہ اتنی کمزور ثابت ہوگی۔"

"ایک کھیل بہت عرصے بعد دیکھنے کو ملا تھا لیکن اس کا اختتام غیر متوقع اچانک اور جلد ہو گیا۔" نیرو نے کہا۔ "وہ عورت تھی۔ ایک نازک سی عورت......تم افسوس نہ کرو۔ جوگی کا کھیل بہت دلچسپ، سنسنی خیز اور ڈرامائی ہوگا۔ تم اپنے دل کی تمام حسرتیں پوری کر سکتے ہو۔ یہ تمہارے سامنے ایک برہنہ مجسمہ کی طرح موجود ہے۔"

"یہ او کتاویا کے بارے میں کچھ نہیں بتا رہا ہے۔" پائتھا گورس نے نیرو سے کہا۔

"لاتوں کے بھوت باتوں سے کہاں مانتے ہیں۔" نیرو نے جواب دیا۔ "تم ایسا کرو۔ پہلے

اس کا ایک بازو الگ کر دو۔ پھر اس کے فرشتے بھی اسے اوکتاویا کے بارے میں بتا دینے پر مجبور کر دیں گے۔"

"میرا خیال تو یہ ہے کہ اسے باہر لے جا کر صلیب پر لٹکا دیا جائے۔"

"نہیں...... اس کی ضرورت نہیں۔ جولیا آ جائے گی تو پھر یہ کھیل نہ ہو سکے گا۔ وہ اسے پہلے کی طرح بچا کر لے جائے گی۔ میں یہیں پر اسی وقت اس کھیل کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ کھیل شروع کرو پاتھا گورس!" نیرو نے کہا۔ "پوپیا کا سر تن سے جدا کر دو۔"

جوگی چاہتا تو اس وقت اپنے منتر کے ذریعے سے بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن وہ یہ ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایک جادوگر ہے۔ وہ اپنے منتر سے نیرو اور اس کے تمام آدمیوں کو بے بس کر کے موت کی نیند سلا سکتا تھا۔ وہ یہاں پوپیا سے اوکتاویا کا انتقام لینے آیا تھا۔ اس کا مقصد پورا ہو گیا۔ پوپیا اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ اس کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔ اب اسے پاتھا گورس سے بھی انتقام لینا تھا۔ لیکن آج اس کا موقع نہیں تھا۔ وہ اس کا انجام پوپیا سے کہیں زیادہ ہیبت ناک بنانا چاہتا تھا۔

پاتھا گورس نے پوپیا کی لاش کے پاس جا کر تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن کاٹ دی۔ سر تن سے جدا ہو گیا تو اس نے تلوار کی نوک پر پوپیا کا سر اٹھایا۔ پھر اس نے وہ تلوار ایک محافظ کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس کی تلوار لے کر وہ جوگی کی طرف بڑھا۔ "میں تمہیں آخری بار مہلت دے رہا ہوں۔ جلدی سے بتاؤ کہ اوکتاویا کہاں ہے؟"

"اوکتاویا اپنے گھر میں ہے اور ایک انتہائی خوش و خرم زندگی گزار رہی ہے۔" جوگی نے بڑے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ اس کی بے خوفی، سکون و اطمینان دیکھ کر وہ اور نیرو بھی حیران رہ گئے۔ "میں بتا نہیں سکتا کہ وہ کہاں پر ہے۔" پاتھا گورس نے تلوار فضا میں بلند کی تاکہ اس کا بازو کاٹ دے۔ جوگی نے چشم زدن میں ملحقہ غسل خانے کی طرف دوڑ لگائی۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ وہ سب دیکھتے رہ گئے۔ کسی نے اسے پکڑنے کی کوشش بھی نہیں کی۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ توڑ دیا گیا۔ غسل خانہ خالی تھا۔ جوگی موجود نہیں تھا۔ کھڑکی کھلی دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ جوگی کھڑکی سے کود کر فرار ہو گیا ہے۔ نیرو نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ جا کر جوگی کو تلاش کریں۔

نیرو کو پوپیا کے ہرجائی پن اور موت کا بہت افسوس تھا۔ وہ یہ بات جانتا تھا کہ پوپیا جیسی عورت اسے اب نہیں مل سکتی ہے۔ حسین عورتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ یوں تو اس کی زندگی میں بہت ساری عورتیں آئی تھیں۔ ان میں ایک بھی پوپیا کی طرح لبھانے والی نہ تھی۔ وہ اپنے آپ کو

ملامت کرتا تھا۔ اور اسے پچھتاوا ہوتا تھا کہ اس نے پوپیا کو ختم کرنے میں جلد بازی سے کام لیا۔ لیکن اب پوپیا نہ تو زندہ ہو سکتی تھی اور نہ اس جیسی عورت مل سکتی تھی۔ اب وہ پاتھا گورس کے ساتھ وقت گزارنے لگا تھا۔ اس کے ہاتھوں سے شراب پی کر دھت ہو جاتا تھا۔ پوپیا اس کے دل و دماغ پر ابھی تک چھائی ہوئی تھی۔

نیرو نے پاتھا گورس کو برابر والا کمرا دے رکھا تھا۔ وہ کبھی اس کے کمرے میں چلا جاتا تھا کبھی اسے اپنے کمرے میں طلب کر لیتا تھا۔ آج کی رات اس نے پاتھا گورس کو اپنے کمرے میں طلب کیا تھا۔ جب وہ خاصا انتظار کے بعد بھی نہ آیا تو نیرو اس کے کمرے کی طرف نکل گیا۔ اس نے پاتھا گورس کو جان مورد کی آغوش میں دیکھا تو اسے یقین نہیں آیا۔ وہ دونوں دنیا و مافیہا سے بے نیاز تھے۔ نیرو کا حیرت، نفرت اور غصے سے برا حال ہو گیا۔ پھر وہ اپنے کمرے میں آیا۔ اپنی تلوار لے کر اس کمرے میں گھس گیا۔ جس وقت وہ پاتھا گورس کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہا تھا جان مورد اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر نکل گیا۔

جوگی، جان مورد کو نیرو کے ولا میں لایا تھا۔ پہلے تو اس نے جان مورد کو نیرو بنا دیا تھا۔ وہ نیرو کا ہم شکل بن گیا۔ جب نیرو کمرے میں داخل ہوا تو جان مورد کو اس کی شکل میں لے آیا تھا تاکہ نیرو مشتعل ہو جائے اور وہ پاتھا گورس کو قتل کر دے۔ وہ جان مورد کو اپنے منتر کے ذریعے سے جولیا کے ہاں پہنچا کر جزیرہ فراتے پہنچ گیا۔

وہ گہری نیند سو رہا تھا کہ اوکتاویا نے اسے جگا دیا۔ جوگی نے دیکھا کہ وہ بہت خوش نظر آ رہی ہے۔ اس کا چہرہ گلاب کی طرح کھلا ہوا ہے۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟ تم نے مجھے جگا کیوں دیا؟"

"تمہیں ایک خوش خبری سنانی ہے۔" اوکتاویا نے جواب دیا اور اس کے چہرے پر جھک گئی۔

"کیسی خوش خبری......؟" جوگی نے پوچھا۔ اس پر ابھی تک نیند کا غلبہ طاری تھا۔

"میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں۔" وہ سرخ ہو کر بولی۔ "میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو گئی۔"

"کیا......؟" جوگی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی نیند ہرن ہو گئی۔

"ہاں۔" اوکتاویا بولی۔ "لڑکا ہوا تو اس کا نام ہم بروٹس رکھیں گے۔ لڑکی ہوئی تو اس کا نام لیزا......"

"بروٹس اور لیزا کی ماں اب تم سو جاؤ۔" جوگی نے اسے بازوؤں میں سمٹ لیا۔ "صبح ہم

سوچیں گے۔ ماماکس سے ہی مشورہ کریں گے۔ وہی سب سے اچھا مشورہ دے سکتا ہے۔''

جب اوکتادیا گہری نیند سوگئی تو جوگی نے سوچا کہ اب اس کا مشن ختم ہوگیا ہے۔ اسے واپس اپنے ویلش چلا جانا چاہیے۔ لیکن اسے ماماکس، دوسرے ساتھی اور اوکتادیا بہت یاد آئیں گے۔ پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

جوگی نے آنکھیں کھولیں تو اس نے اپنے آپ کو اسی لانچ میں پایا۔ اس وقت صبح ہورہی تھی۔ چاروں طرف خوش گوار دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ وہ گاؤں کی طرف جاتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ جانے وہ کتنے دن اور کتنا عرصہ ماضی میں گزار کر آیا ہے۔ جب وہ گاؤں پہنچے گا جبھی اسے پتا چلے گا کہ وہ کتنا عرصہ یہاں سے غائب رہا اور ماضی میں کتنی مدت گزار کر آیا ہے۔ اس کی اچانک اور پراسرار گمشدگی سے اس کی ماں کتنی پریشان اور غم زدہ ہوئی ہوگی؟ اس نے کتنے ہی دنوں تک رو رو کر اپنا برا حال کرلیا ہوگا۔ اور پھر اس کا گاؤں کتنا بدل گیا ہوگا؟ کیا اس کی ماں زندہ ہوگی؟

اگر اوکتادیا نے اسے ماں بننے کی خبر نہ سنائی ہوتی تو وہ کچھ اور عرصہ ماضی میں گزار کر آتا۔ وہ سوچ رہا تھا ماضی کس قدر حسین تھا۔ رنگین تھا اس کی سہانی یادیں اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگیں۔

''جب وہ گاؤں کے قریب پہنچا تو اسے اپنے گاؤں میں کوئی تبدیلی یا فرق محسوس نہیں ہوا۔ بالکل ویسا ہی تھا جیسا اس نے آخری مرتبہ دیکھا تھا۔ وہ اپنے گھر جانے کی بجائے اپنی ماں اور سوتیلے باپ کے گھر کی طرف چل دیا جو قریب ہی تھا۔ جب اس نے دروازے پر دستک دی تو اس کی ماں نے ہی دروازہ کھولا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ماں اسے دیکھتے ہی سینے سے لگالے گی۔ زار و قطار رونے لگے گی۔ لیکن یہ سب کچھ نہ ہوا۔ اس کی ماں نہ تو روئی اور نہ کسی حیرت کا اظہار کیا۔ اسے یہ دیکھ کر بھی حیرت ہوئی کہ اس کی ماں ابھی جوان عورت کی طرح ہی ہے۔ اس کے سر کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا ہے۔

''جوگی بیٹے! تم رات بھر سے کہاں غائب تھے۔'' اس کی ماں نے کہا۔ ''اندر آجاؤ۔''

''رات بھر سے......؟'' وہ ششدر رہ گیا۔ ''کیا تم گھر پر آئی تھیں؟''

''ہاں...... میں رات دس بجے تمہارے لیے یخنی پلاؤ لے کر آئی تھی۔ پھر تمہارے باپ نے بھی ایک چکر لگایا تھا۔''

''میں ایک دوست سے ملنے بھیم نگر گیا تو وہیں رک گیا تھا۔'' جوگی نے بات بنائی۔

وہ دل میں ششدر تھا کہ اس نے کیا صرف ایک رات میں برسوں کا سفر طے کرلیا؟ کیا ایسا ممکن ہے؟ ایسا فلموں میں ہوتا ہے۔ خوابوں میں ہوتا ہے۔ اس نے جو کچھ دیکھا کیا وہ خواب تھا؟ نہیں ...... خواب نہیں تھا۔ خواب ہرگز ایسے نہیں ہوتے ہیں۔ اگر یہ خواب ہوتا تو اس کے پاس

جولیا ماماکس، اریاد نے اور اوکتادیا کی نشانیاں نہیں ہوتیں۔ ماماکس نے اسے اپنی چاندی کی ایک انگوٹھی دی تھی۔ اریاد نے اسے سونے کی ایک چین دی تھی۔ جب وہ کھیل کی ریہرسل کررہے تھے۔ جولیا نے ایک ہیرا دیا تھا۔ اوکتادیا نے ایک بہت ہی قیمتی سچا موتی دیا تھا وہ اب اس وقت اس کی جیب میں موجود تھے۔ وہ یہ سارے تحائف اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کے علاوہ اس کے پاس پوپیا کے بندے بھی تھے۔ جب وہ غسل خانے میں غائب ہونے کے لیے گھوما اور دروازہ بند کرلیا تب اسے وہ ایک اسٹول پر رکھے نظر آئے تھے۔

اگر اس کے پاس یہ نشانیاں نہیں ہوتیں تو وہ اسے ایک خواب ہی سمجھتا۔ اس کی یہ حیرت اپنی جگہ بجا تھی۔ وہ جتنا سوچتا اس کا دماغ اتنا ہی چکراتا۔ پھر اس نے تنگ آکر سوچنا بند کردیا۔ لیکن وہ اس بات سے بہت خوش تھا کہ وہ نہ صرف ماضی کا روم دیکھ آیا بلکہ نیرو کو بھی۔ اس کے علاوہ اس کی زندگی بہت ہی حسین اور رنگین گزری۔ اس کے نصیب جاگ اٹھے تھے۔ اس کے اچانک اور بے حد پراسرار انداز سے غائب ہوجانے پر اس کے ساتھیوں کو حیرت اور بہت دکھ ہوا ہوگا۔ اوکتادیا سب سے زیادہ دکھی، پریشان اور متفکر ہوئی ہوگی۔ اس لیے کہ وہ اس سے ٹوٹ کر محبت کرنے لگی تھی، ماں بننے پر اس کی محبت اور شدید ہوگئی تھی۔ عورت بھی کیا چیز ہے؟ اس دنیا میں عورت نہ ہوتی تو یہ دنیا کس قدر ویران اور بے کشش سی ہوتی۔

جب وہ ماں کے ہاں سے نکل کر اپنے گھر کی طرف جارہا تھا تو اس بات سے بہت خوش تھا۔ کہ اس کی ماں شادی کرکے بہت خوش وخرم زندگی گزار رہی تھی۔ اس کا سوتیلا باپ ایک اچھا اور پرخلوص شوہر ثابت ہوا تھا۔ اس کا ہر طرح خیال رکھتا تھا۔

اس کے گھر کے قریب جو تالاب تھا اس کے کنارے برگد کا ایک بوڑھا درخت تھا۔ اس وقت تالاب پر کوئی نہیں تھا اس کی نظر معاً درخت کے نیچے پڑی۔ اس نے اپنے دوست تارامیاں کو دیکھا۔ وہ اس سے عمر میں تین برس بڑا تھا۔ لیکن بچپن کا دوست تھا۔ وہ ایک مسافر لانچ میں کنڈیکٹر تھا۔ وہ گاؤں کا سب سے خوش نصیب نوجوان مانا جاتا تھا۔ کیونکہ اس کی بیوی بہت ہی حسین وجمیل تھی ایسی حسین بیوی گاؤں میں کسی کی نہیں تھی۔ تارامیاں قریبی گاؤں سے اسے بیاہ کر لایا تھا۔ وہ ایک غریب گھرانے کی تھی۔ اس کے گاؤں میں آتے ہی اس کے حسن وجمال نے جیسے دھوم مچادی تھی۔ اس کے حسن کے چرچے صرف اسی گاؤں میں نہیں بلکہ آس پاس کے گاؤں میں بھی ہونے لگے تھے۔

اس کا دوست تارامیاں بہت ہی سیدھا اور نیک طبیعت کا تھا۔ لیکن اس کی بیوی نیلم بہت شوخ وشنگ اور شاہ خرچ تھی۔ اسے بناؤ سنگھار کا بہت شوق تھا۔ ساڑی بھی معمولی قسم کی نہیں پہنتی

تھی۔ اس کی تنخواہ اتنی نہیں تھی کہ اپنی بیوی کی فرمائشیں پوری کر سکے۔ چونکہ اسے اپنی بیوی سے بہت محبت تھی اور وہ اس کے حسن و جمال کا شیدائی تھا اس لیے وہ اس کی فرمائشیں کسی نہ کسی طرح پوری کرتا تھا۔ اگر وہ اس کی فرمائشیں پوری نہ کرتا تو نیلم اس سے روٹھ کر میکے چلی جاتی تھی کچھ دنوں بعد اس کا باپ اسے لا کر چھوڑ دیتا یا پھر اس کی فرمائش پوری کر کے منا کر لے آتا۔ جب وہ اپنے میکے چلی جاتی تو اس کی جدائی تارامیاں کے لیے سوہان روح بن جاتی تھی۔

وہ تارامیاں کو درخت کے نیچے اکیلے اور پریشان بیٹھے دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس کی بیوی روٹھ کر میکے چلی گئی ہے۔ جوگی نے دل میں سوچا کہ وہ میکے چلی گئی تو کیا ہوا۔ وہ اپنے کالا منتر کے علم سے نیلم کو یہاں آنے پر مجبور کر دے گا۔ وہ تارامیاں کی طرف بڑھا۔ تارامیاں نے چاپیں سن کر اپنا جھکا ہوا سر اوپر اٹھایا۔ جوگی کو دیکھ کر اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس کے پاس آ کر اس نے شکایتی لہجے میں کہا۔ ''تم کہاں گئے تھے؟ رات سے میں تمہارے گھر کے کوئی تین چار چکر لگا چکا ہوں۔''

''میں رات روم کی سیر کو گیا ہوا تھا۔ نیرو سے مل کر آ رہا ہوں۔'' جوگی نے کہا۔

اس نے جوگی کی بات کو مذاق سمجھتے ہوئے کہا۔ ''آدمی خواب میں تو روم کیا ساری دنیا کی سیر کر کے آ سکتا ہے۔'' جوگی نے سوچا کہ اسے بتانے اور بحث کرنے سے کیا فائدہ......؟ وہ تو اس بات کو مذاق سمجھے گا۔ اس نے کہا۔ ''کیا بات ہے تارامیاں! تم بہت پریشان دکھائی دے رہے ہو؟ تم نے رات کس لیے میرے گھر کے چکر لگائے تھے؟ خیریت تو ہے؟''

''خیریت ہی نہیں ہے میرے دوست!'' تارامیاں نے ایک گہری سانس لی۔ ''میں تمہارے پاس اس لیے آیا تھا کہ تم سے مشورہ لوں۔ کیونکہ پورے گاؤں میں تم ہی میرے مخلص دوست اور ہمدرد ہو۔ مجھے تمہاری مدد کی سخت ضرورت ہے۔''

''تم مجھ سے کیا مشورہ چاہتے ہو؟'' جوگی نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ''میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟''

''تم گھر چلو تو بتاتا ہوں۔ وہاں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کی جا سکتی ہیں۔'' تارامیاں نے کہا۔

جوگی اسے اپنے گھر لے آیا۔ پھر اس نے کہا۔ ''بھابھی کیسی ہے؟ وہ آج کل ہے کہاں......؟''

''اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کیسی ہے؟'' تارامیاں نے بڑے کرب سے کہا۔ ''اس کا کچھ پتا نہیں ہے؟''

''ایں...... یہ کیا بات ہوئی؟'' جوگی نے حیرت سے کہا۔ ''کیا وہ کسی کے ساتھ بھاگ گئی

ہے؟''

''مجھے کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔'' تارامیاں نے افسردگی سے سر ہلایا۔

''تم نے اس کے میکے جا کر معلوم کیا؟ شاید وہ تم سے کسی بات پر ناراض ہو کر اپنے میکے چلی ئی ہوگی؟'' جوگی نے کہا۔

''میں نے اپنی سسرال جا کر معلوم کیا تھا وہ وہاں بھی نہیں آئی۔ اس کے والدین بھی سخت پریشان ہو گئے۔''

''کہیں ایسا تو نہیں کہ اسے کوئی زبردستی بھگا کر لے گیا ہو......؟'' جوگی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' تارامیاں نے سر ہلایا۔ ''لیکن میرا خیال ہے کہ اس پر کسی نے جادو کر کے اسے اپنا اسیر بنا لیا۔ ورنہ وہ کسی کے ساتھ بھاگنے والی نہیں ہے کیوں کہ وہ مجھ سے بہت بت کرتی ہے۔''

''اس پر کون جادو کر سکتا ہے؟'' جوگی نے حیرت سے کہا۔ ''تمہیں کسی پر شک ہے؟''

''ہمارے گاؤں میں دو تین جادوگر ہیں۔ مجھے ان میں سے ایک پر شک ہے کالومیاں ......تم جانتے ہو کہ عورت اس کی بہت بڑی کمزوری ہے۔ وہ شہر کی عورتوں سے دل بہلانے چٹا انگ شہر چلا گیا تھا۔ وہاں وہ اپنے جادو کے زور پر حسین اور جوان عورتوں سے فائدہ اٹھاتا ہا۔ ایک ہفتہ پہلے وہ دو برس کے بعد گاؤں واپس آیا۔ اس نے نیلم کو دیکھا ہوگا۔ جس روز سے لم غائب ہے اس روز سے وہ بھی دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ نیلم کو لے کر اگ گیا ہے۔''

''لیکن وہ اپنی بہن کی شادی میں شریک ہونے کے لیے آیا تھا۔ اس کی بہن کی شادی کو ی دس بارہ دن باقی ہیں۔ وہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی بہن کے جہیز کی یداری کے لیے گیا ہوا ہو۔ یہ اتفاق ہے کہ اس روز سے کالومیاں بھی غائب ہے۔ کیا تم نے اس ے گھر والوں سے معلوم کیا کہ وہ کہاں گیا ہوا ہے؟'' جوگی نے کہا۔

''نہیں...... میں نے معلوم نہیں کیا لیکن اس کے خالو نے بتایا کہ وہ اپنی بہن کی شادی کا امان خریدنے چٹاگانگ گیا ہوا ہے۔''

''تمہیں کسی اور پر شک ہے کیا......؟ ہو سکتا ہے کہ کسی نے اسے اپنے جال میں پھانسا ہو۔''

''مجھے ایک اور شخص پر شک ہے لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا؟'' تارامیاں نے سوچتے ہوئے ہا۔

''کون شخص ہے وہ......؟ مجھے اس کا نام اور اس کے متعلق بتاؤ؟'' جوگی نے اس کے چہرے

پر نگاہیں مرکوز کر دیں۔

"سوداگر ابو سرکار......" وہ بولا "وہ میری لانچ کا مالک ہے۔ چندا پور میں رہتا ہے اس کی بہت ساری لانچیں ہیں۔ ڈھاکا میں اس کے مال بردار اسٹیمر بھی ہیں۔ وہ دولت مند شخص ہے۔"

"تمہیں اس پر شک کس لیے ہے؟ کیا اس نے تمہاری بیوی کو دیکھا ہوا ہے؟" جوگی نے پوچھا۔

"اس لیے کہ میں نے اس کی بات نہیں مانی تھی۔" تارا میاں نے جواب دیا۔ "شاید اس نے اس لیے نیلم کو بہلایا پھسلایا ہو۔"

"تم نے اس کی کون سی بات نہیں مانی تھی؟" جوگی نے متعجب نظروں سے دیکھا۔

"میں تمہیں شروع سے کہانی سناتا ہوں۔" وہ کہنے لگا "تم سے کیا چھپانا۔ تم میرے بہت قریبی دوست ہو۔ نیلم سے شادی کے بعد میرے اخراجات بہت بڑھ گئے۔ اس کی فرمائشوں نے مجھے بہت دق کرنا شروع کر دیا۔ میں نے اس سے بہت کہا۔ سمجھایا۔ اس کے والدین نے بھی اسے ٹوکا اور ڈانٹا تھا کہ میری تنخواہ اتنی نہیں ہے کہ اس کی بے جا فرمائشیں پوری کر سکوں۔ قدرت نے بڑی فیاضی سے اسے نوازا ہوا ہے۔ وہ بہت حسین ہے لیکن پھر بھی وہ اپنے آپ کو اور حسین تر بنانے کے لیے کپڑوں اور میک اپ کے لوازمات کی فرمائشیں کرتی رہتی۔ میں نے کبھی انکار کیا تو وہ روٹھ کر، ناراض ہو کر میکے چلی جاتی۔ میں اس کی قربت کا اتنا عادی ہو چکا تھا وہ میری ایک کمزوری بن چکی تھی کہ میں اس کی جدائی کی ایک رات بھی برداشت نہیں کر پاتا۔

اس کی خوشی اور قرب کے لیے میں اس کی فرمائشیں پوری کرنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے گاؤں میں دو ایک لوگوں سے قرض لیے کون کب تک اور کتنا دیتا۔ پھر میں نے ایک ملاح کے مشورے پر لانچ کے مالک سوداگر ابو سرکار سے قرض مانگا۔ وہ اکثر اپنے گاؤں کسی نہ کسی کام سے آتا تو اس لانچ سے سفر کرتا تھا۔ میں نے اس سے قرض مانگا تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ وہ ایک سوٹاکا تک دینے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ مجھے اس کے انکار سے بہت دلی صدمہ ہوا۔ کیونکہ اس کی امید نہیں تھی کہ ٹکا سا جواب دے دے گا۔ اس نے میری سات برس کی ملازمت کا بھی کوئی خیال نہیں کیا۔ ان سات برسوں میں میں نے اس سے کبھی قرض نہیں لیا تھا۔ اپنی شادی کے موقعے پر بھی۔

اس کے دس دن بعد جب میں نیلم کو اس کے میکے سے منا کر لا رہا تھا اور اس لانچ میں سفر کر رہا تھا۔ سوداگر ابو سرکار سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اتفاق سے وہ بھی اسی لانچ میں چٹا گانگ جا رہا تھا۔ اس نے نیلم کو دیکھا تو مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ یہ میری بیوی نیلم ہے۔ اس نے فوراً ہی جیب سے دوسوٹاکا نکال کر نیلم کو دیئے کہ اس کی طرف سے منہ دکھائی ہے۔ پھر اس نے مجھے

لے جا کر دوسوٹاکا قرض دیا اور کہا کہ اسے جلد ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ جب کبھی بھی تمہیں جتنی بھی رقم قرض کے طور پر چاہیے مجھ سے یا منیجر سے لے لینا۔ پھر اس نے منیجر سے کہہ دیا کہ تارا میاں جب بھی جتنا بھی قرض مانگیں دے دینا۔ میرے حساب میں لکھ دینا۔ اس سے واپسی کا تقاضا مت کرنا۔ پھر اس نے ہم دونوں کو اپنے کیبن میں لے جا کر بٹھایا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا کہ میں کیبن میں جا کر چائے کے لیے کہہ آؤں۔ جب میں واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ نیلم اس کی کسی بات پر کھل کھلا کر ہنس رہی ہے۔ نیلم اس سے مل کر اس سے باتیں کر کے بہت خوش نظر آ رہی تھی۔ ایک طرح سے وہ اس سے اس طرح بے تکلف ہو گئی تھی جیسے وہ دونوں برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ گاؤں کے گھاٹ پر اترنے سے پہلے اس نے مجھ سے کہا کہ...... تم بہت خوش نصیب ہو کہ تمہیں اتنی حسین اور پیاری بیوی ملی ہے یہ ایک انمول ہیرا ہے تم اس کی قدر کرو۔ اسے ہمیشہ خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ کبھی اس کا دل نہ دکھانا اور نہ ہی اسے ناراض کرنا۔

جب ہم گھر پہنچے تو اس کی زبان پر میرے مالک ہی کی تعریف تھی۔ واقعی میں بھی اس کے اخلاق سے بہت خوش ہوا تھا۔ دل میں حیران تھا کہ اس کے رویے میں یکسر تبدیلی کیسے......؟ کیا نیلم کے حسن کے جادو نے اسے متاثر کیا اس کے دل کو نرم کر دیا۔ اس نے نیلم کو دوسوٹاکا منہ دکھائی کے اس لیے دیئے تھے کہ وہ میری شادی میں شریک نہ ہو سکا تھا۔ دوسوٹاکا قرض دیے اور منیجر سے بھی کہہ دیا تھا کہ میں جتنا قرض مانگوں مجھے دیتا رہے۔ میں اب بہت خوش ہو گیا تھا نیلم نے میرے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کر کے کہا کہ اب وہ مجھ سے کبھی ناراض نہ ہو گی۔ نہ مجھے چھوڑ کر میکے جایا کرے گی۔

جس لانچ پر میری ڈیوٹی ہوتی تھی اس کے اوقات صبح چھ بجے سے رات نو بجے تک کے تھے۔ جمعہ اور اتوار کے دن سہ پہر کے وقت میری چھٹی ہو جاتی تھی۔ میں اتوار کے روز سہ پہر کے وقت گھر آیا تو دیکھا کہ نیلم بہت خوش ہے۔ وہ آئینے کے سامنے کھڑی ہونٹوں پر سرخی لگا رہی ہے اس نے ایک نئی ساڑی پہنی ہوئی تھی۔ مجھے اس کی ایک بات نہایت ناگوار لگتی تھی اسے گھر کی صفائی کا بالکل بھی خیال نہیں ہوتا تھا۔ وہ پھوہڑ تھی بستر کی چادر بے ترتیب ہو رہی تھی۔ اس پر ان گنت شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ اس نے رات جو لباس پہن رکھا۔ وہ فرش پر چوکی کے سرہانے بکھرا ہوا تھا۔ وہ شاید کچھ دیر پہلے ہی نہا کر آئی تھی جس ساڑی میں اس نے نہایا تھا وہ صحن کی رسی پر لٹک رہی تھی۔ اس میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔

یہ ساڑی اس کے پاس کہاں سے آئی۔ میں دل میں بہت حیران ہوا۔ یہ میں نے اسے لا کر نہیں دی تھی۔ نہ اس کے گھر والے دے سکتے تھے کیونکہ یہ ساڑی بہت قیمتی تھی۔ اس ساڑی میں وہ

بہت حسین لگ رہی تھی۔ اس قدر حسین کہ میری ناگواری دور ہوگئی۔ وہ میری آمد سے بے خبر تھی۔ میں نے اس کے پاس جا کر اسے اچانک دبوچ لیا وہ نہیں چاہتی تھی کہ میں اسے جذبات کی رو میں بہا کر لے جاؤں۔ کیونکہ اسے ساڑی کے خراب ہوجانے کا اندیشہ تھا لیکن میں نے اس کی بات اور احتجاج کی کوئی پروا نہیں کی۔

وہ مجھ سے بہت برہم سی ہوگئی۔ مجھ پر بگڑ گئی۔ جب میں نے ایک ایمی ٹیشن لاکٹ دکھایا تو اس کا غصہ پیار میں بدل گیا۔ وہ اسے سونے کا لاکٹ سمجھی۔ میں نے بھی کہہ دیا کہ ہاں سونے کا لاکٹ ہے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''یہ ساڑی کہاں سے آئی؟''

''بڑے صاحب دوپہر کے وقت آئے تھے۔ وہ ساڑی اور مٹھائی کا ڈبا دے کر گئے ہیں۔'' اس نے بتایا۔

''بڑے صاحب!'' میں ایک دم سے خوش ہوگیا۔ ''تم سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے یقین نہیں آرہا ہے؟''

''انہیں دیکھ کر مجھے بھی یقین نہیں آیا۔'' نیلم کہنے لگی۔ ''بڑے صاحب کو دیکھ کر میرے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ میں نے انہیں اندر لا کر بٹھایا وہ بستر پر بیٹھ گئے ساڑی اور مٹھائی کا ڈبا میری طرف بڑھایا تو میں نے کہا کہ آپ نے اس کی تکلیف کیوں کی۔ وہ بولے۔ میں پہلی بار تمہارے گھر آیا ہوں اس لیے لیتا آیا۔ جب میں نے شکریہ کہہ کر ان کے ہاتھ سے دونوں چیزیں لے لیں تو انہوں نے تمہارے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے کہا کہ آج اتوار ہے۔ وہ سہ پہر کے بعد آئیں گے بڑے صاحب نے کہا کہ۔ مجھے یاد نہیں رہا۔ اچھا تم کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھ جاؤ میں فرش پر بیٹھنے لگی، تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قریب بٹھایا پھر بولے میں تمہارے جیٹھ کی طرح ہوں تمہیں مجھ سے شرمانا نہیں چاہیے۔ تمہارے بڑے صاحب کتنے اچھے آدمی ہیں؟''

''تم نے بڑے صاحب کی کوئی خدمت کی؟ کچھ پلایا؟'' میں نے پوچھا۔ ''گھر میں کچھ تھا بھی؟''

''میں نے انہیں دودھ پلایا گھر میں کچھ اور نہیں تھا وہ جو مٹھائی کا ڈبا لائے تھے وہ کھول کر رکھ دیا۔ انہوں نے صرف دودھ پیا۔ انہوں نے کہا کہ اب بڑے شہروں میں ایسا تازہ اور خالص دودھ کہاں ملتا ہے۔ میں جب بھی اپنے یا کسی بھی گاؤں میں جاتا ہوں تو دودھ پیتا ہوں تمہارے ہاں بھی دودھ پی کر مزا آ گیا۔ انہوں نے ایک گلاس دودھ اور پیا مٹھائی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔''

''صاحب کتنی دیر تک بیٹھے رہے تھے؟'' میں نے پوچھا۔ ''وہ جلدی تو نہیں چلے گئے؟''

''انہیں گئے ہوئے بمشکل ایک گھنٹہ ہی ہوا ہے وہ کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ ان کے جانے

کے بعد میں تالاب پر جا کر نہا آئی۔ اب پھر مجھے جا کر نہانا پڑے گا۔ تم میں ذرا بھی صبر کا مادہ نہیں ہے۔'' وہ پیار بھری خفگی سے بولی۔

''تم اس ساڑی میں اس قدر پیاری لگیں کہ میں خود پر قابو نہ پاسکا۔'' میں نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''بڑے صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ میں انہیں ساڑی پہن کر دکھاؤں۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اس ساڑی میں کیسی لگتی ہو؟''

''کیا تم نے بڑے صاحب کو ساڑی پہن کر دکھائی تھی......؟'' میں نے سوال کیا۔

''پہلے تو میں نے ان سے یہ کہا کہ یہ ساڑی نئی ہے میلی نہ ہوجائے۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھیں میں تالاب پر جا کر نہا کر اور یہ ساڑی پہن کر آتی ہوں انہوں نے کہا کہ نہیں تھوڑی دیر کے لیے پہننے سے ساڑی میلی نہیں ہوگی۔ تم ابھی اور اسی وقت ساڑی پہن کر دکھاؤ۔ جب میں نے انہیں ساڑی پہن کر دکھائی تو وہ بولے کہ تم اس میں بہت پیاری، حسین اور نئی نویلی دلہن کی طرح لگ رہی ہو۔ تارامیاں دیکھے گا تو خوش ہوجائے گا۔ تمہیں کہیں نظر نہ لگ جائے۔ پھر میں نے ساڑی بدل لی۔''

''بڑے صاحب سے تمہاری کیا کیا باتیں ہوئیں......؟ انہوں نے کیا کچھ کہا؟'' میں نے دریافت کیا۔

''وہ جب تک یہاں بیٹھے رہے تمہاری باتیں کرتے رہے تھے۔ انہوں نے تمہاری بہت تعریف کی کہ تم بہت نیک، شریف، سیدھے سادے اور محنتی شخص ہو۔ ایمان دار بھی ہو۔ میں کچھ عرصے کے بعد تمہارے شوہر کی تنخواہ بڑھا دوں گا۔''

''بڑے صاحب عجیب آدمی ہیں۔'' میں نے کہا۔ ''تم سے ملاقات سے پہلے وہ سیدھے منہ بات نہیں کرتے تھے۔ گھاس نہیں ڈالتے تھے ایک مرتبہ قرض مانگا تو صاف انکار کر دیا بلکہ ڈانٹ بھی دیا۔ لیکن اب ایک دم بدل گئے ایک غریب کے گھر ملنے آ گئے۔ انہوں نے تمہیں ساڑی بھی لا کر دی۔ ان کے اچانک مہربان ہونے کی وجہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔''

''منیجر اور کپتان نے بھی سنا تمہاری بہت تعریف کی اس وجہ سے وہ مہربان ہوگئے۔'' وہ بولی۔ ''نہ صرف ساڑی بلکہ میک اپ کا سامان بھی لے کر آئے۔ جاتے وقت انہوں نے دو سو ٹاکا دیئے کہ بٹاگانگ جا کر سیر و تفریح کر کے اور فلم دیکھ کر آؤ میں منیجر سے کہہ دوں گا تارامیاں کو تین دن کی چھٹی دے دو۔ تا کہ گھوم پھر کر آ سکے۔''

''تمہارے نصیب جاگ اٹھے ہیں۔'' میں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے قریب کر لیا اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

منیجر صاحب کوئی دو تین مرتبہ میری غیر موجودگی میں آئے اور خاصی دیر بیٹھ کر چلے گئے۔ وہ جب بھی آئے خالی ہاتھ نہیں آئے۔ کبھی ساڑی کبھی میک اپ کا سامان اور چوڑیاں بھی لاتے رہے۔ ادھر میں قرض لے کر اس کی بے جا فرمائشیں پوری کرتا رہا۔ اب تو نیلم بہت خوش رہنے لگی۔ اس کی محبت میں اتنی گرم جوشی والہانہ پن اور وارفتگی آ گئی جو پہلے نہ تھی۔ وہ کسی کسی دن مجھے روک لیتی تھی کہ آج تم چھٹی کرو۔ ایسے سہانے موسم میں کہاں جاتے ہو۔ ایک دن چھٹی کرنے سے دوسرے دن مجھے رات گیارہ بجے تک ڈیوٹی دینا ہوتی تھی۔ بڑے صاحب تین چار ماہ کے لیے لانچوں کی خریداری کے لیے یورپ چلے گئے تھے۔ ادھر نیلم میں بڑا نکھار اور جاذبیت آ گئی۔

ایک روز بڑے صاحب دیش واپس آ گئے۔ نیلم کے حسن و شباب کا جادو سر چڑھ کر بولنے لگا تھا وہ ایک روز میری غیر موجودگی میں آئے تو نیلم نے ان کی بڑی خاطر مدارت کی۔ وہ اس کے لیے یورپ سے بہت سارے تحائف لے کر آئے تھے۔ ان میں میرے لیے ایک قمیض اور پتلون تھی۔ اس روز بھی وہ کوئی تین گھنٹے بیٹھ کر گئے تھے نیلم ان کے تحائف پا کر خوشی سے پاگل ہو گئی تھی۔

تیسرے دن لانچ میں بڑے صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے مجھے اپنے کیبن میں طلب کیا۔ وہ بے حد سنجیدہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ "تارا میاں! تمہیں اس بات کا خیال ہے کہ تم نے اب تک کتنا قرض لیا ہوا ہے؟"

"جی نہیں بڑے صاحب!......" میں نے جواب دیا۔ "میں نے ابھی تک حساب ہی نہیں کیا......؟"

"تم ساٹھ ہزار سات سوٹاکا کے مقروض ہو چکے ہو......؟" بڑے صاحب بولے۔ "تم نے کبھی سوٹاکا بھی ادا نہیں کیے۔"

"ساٹھ ہزار سات سوٹاکا......؟" میں اچھل پڑا میرے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ "نہیں...... یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

بڑے صاحب نے میز کی دراز سے ایک فائل نکالی اسے کھول کر میرے سامنے رکھ دی۔ اس میں میرے دستخط شدہ واؤچرز لگے ہوئے تھے۔ منیجر مجھے قرض دیتا تو وہ واؤچرز پر میرے دستخط لے لیتا تھا۔ "ساٹھ ہزار سات سوٹاکا بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔" بڑے صاحب نے کہا۔ "جب کہ تمہاری تنخواہ بارہ سوٹاکا ہے۔"

"جی بڑے صاحب......" میں نے جواب دیا مگر میرا دماغ چکرا رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔

"اب تمہیں ایک کوڑی کا قرض بھی نہیں ملے گا۔" بڑے صاحب نے سپاٹ لہجے میں

کہا۔ "تمہیں سارا قرض ادا کرنا ہو گا۔" "میں کس طرح سے یہ قرض ادا کروں بڑے صاحب!" میں نے عاجزی سے کہا۔

"اگر تم اپنی تنخواہ میں سے ہزار ٹاکا بھی کٹواؤ تو پانچ چھ برسوں میں یہ قرض ادا ہو گا۔"

"اگر میں ہر ماہ ہزار ٹاکا کٹوا دوں تو دو سوٹاکا میں گزارہ کیسے ہو گا؟ آج کل اس قدر مہنگائی ہے کہ بارہ سوٹاکا بھی کم ہیں۔"

"یہ تمہارا مسئلہ ہے میرا نہیں۔ آخر تمہیں آنکھیں بند کر کے قرض لینے کی کیا ضرورت تھی؟" وہ تند لہجے میں بولے۔

"بیوی کی فرمائشوں نے میری جان عذاب میں ڈال دی اسی وجہ سے مجھے قرض لینا پڑا۔" میں نے کہا۔

"اب یہ بتاؤ کہ تم یہ قرض کب اور کس طرح ادا کرو گے......؟ یہ بہت بڑی رقم ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ قرض کس طرح ادا کروں؟" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ایک صورت ایسی ہے جس سے تمہارا قرض اتر سکتا ہے۔ تمہارا سارا قرض ایک ہستی اتار سکتی ہے؟"

"کون سی ہستی بڑے صاحب!" مجھے اندھیرے میں کرن نظر آئی۔

"تمہاری بیوی نیلم!" بڑے صاحب نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"میری بیوی نیلم!" میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مذاق کر رہا ہے۔ لیکن وہ سنجیدہ تھا۔ "وہ کیسے بڑے صاحب......؟"

"اسے تین برس تک میرے ڈھاکا والے مکان میں ملازمہ کا کام کرنا ہو گا۔" اس نے جواب دیا۔

"تین برس تک......؟" حیرت سے میرا منہ کھلا رہ گیا۔ "یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اگر یہ ممکن نہیں ہے تو پھر کیا چیز ممکن ہے......؟ یہ ممکن کیوں نہیں ہے؟" بڑے صاحب نے تیز لہجے میں کہا۔

"اس لیے کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں۔ تین برس کیا۔ تین مہینے کیا تین دن بھی جدا نہیں رہ سکتے۔"

"تم قرض ادا نہ کرنے کی صورت میں جیل چلے جاؤ گے...... پھر تمہیں قرض ادا نہ کرنے کی جو سزا ملے گی اس کی مدت دس برس ہو گی۔"

"دس برس......" میں سن سا ہو گیا۔ میرا سر چکرایا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔

"بڑے صاحب!" میں نے ہمت کر کے کہا۔ "میں نے اتنی بڑی رقم منیجر سے قرض نہیں لی۔ میں ہر ماہ تنخواہ کے علاوہ صرف چار سو پانچ سو ٹاکا لیتا رہا ہوں۔ اس نے بے ایمانی کی ہے اور میرے خلاف اتنی بڑی رقم کا حساب بنا دیا ہے۔"

"میں یہ سب کچھ نہیں جانتا ہوں۔ کیا تم اندھے تھے جو تم نے واؤچر پر لکھی ہوئی رقم نہیں دیکھی اور دستخط کر دیئے۔" بڑے صاحب کو غصہ آ گیا۔ "تم نے بڑی بڑی رقمیں قرض لیں اور بیوی پر اس طرح اڑا دیں جیسے وہ تمہارے باپ کا مال تھا۔ تمہیں یہ سب کچھ کرنے اور بیوی کے اشارے پر ناچنے کی ضرورت کیا تھی؟ میں نے تمہاری بیوی کے لیے کیسا کچھ نہیں کیا۔ صرف اس لیے کہ تم فضول خرچی نہ کرو۔ تم ایک سیدھے سادے شخص ہو۔ تمہاری بیوی بھی بہت معصوم اور بھولی بھالی طبیعت کی ہے اور تمہیں بہت چاہتی بھی ہے۔ میرا مقصد صرف یہ تھا کہ تم دونوں سدا خوش رہو۔ لیکن تم نے اپنی بیوی کی بے جا خواہشوں کو نہ صرف پورا کیا بلکہ اپنے خواب بھی۔ اب تم اس کا مزا چکھو۔"

"بڑے صاحب! مجھ پر رحم کیجئے۔ معاف کر دیجئے یقین مانیے۔ میں نے بمشکل چھ ہزار ٹاکا اس سے قرض لیے ہوں گے۔ اس نے میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی۔ میرے ساتھ دھوکا کیا فریب کیا۔ وہ بڑا فراڈی ہے۔"

"تم میرے منیجر کو الزام مت دو۔" وہ ایک دم سے بگڑ گیا۔ "وہ میرے پاس کوئی بیس برس سے ملازمت کر رہا ہے۔ وہ بہت ایمان دار اور نیک آدمی ہے اس نے آج تک ایک ٹاکا بھی ادھر سے ادھر نہیں کیا۔ اس جیسے ایمان دار ملازم اب تو ڈھونڈنے سے نہیں ملتے ہیں۔ تم قرض ادا کرنے کے بجائے میرے منیجر پر شک کر رہے ہو؟ خبردار! جو تم نے اس کے بارے میں ایک لفظ بھی کہا۔"

"اچھا۔ مجھے معاف کر دیجئے۔" میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "واقعی یہ میری غلطی ہے کہ میں نے واؤچر پر آنکھ بند کر کے دستخط کر دیئے...... واؤچر چیک نہیں کیا۔ اس کی سزا مجھے ہی ملنی چاہیے۔ لیکن بڑے صاحب۔ آپ کو کس چیز کی کمی ہے؟ اللہ نے بہت نوازا ہے۔ اتنا کچھ دیا ہے کہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں کس قدر غریب آدمی ہوں۔ میرے لیے چھ ہزار ٹاکا چھ لاکھ ٹاکا کے برابر ہیں۔ آپ کے نزدیک ساٹھ ہزار ٹاکا چھ ٹاکا کے برابر ہے۔"

"کیا میں نے حرام سے دولت کمائی ہے جو ساٹھ ہزار کی رقم چھ ٹاکا کے برابر ہے۔" اس نے تڑختے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں چھ ٹاکا بھی معاف نہیں کروں گا۔ میں تم سے ایک ایک کوڑی وصول کر کے رہوں گا۔ تم نے رقم ادا نہیں کی تو پھر میں پولیس میں تمہارے خلاف رپورٹ درج کرا دوں گا۔ تم جیل کی ہوا کھاؤ گے۔ تمہاری بیوی تمہارا دس برس انتظار نہیں کرے گی۔ وہ کسی اور

مرد سے شادی کر لے گی۔ کیا یہ زیادہ مناسب نہیں ہے کہ وہ میرے ہاں تین برس تک گھر کے کام کاج کرتی رہے۔"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میں بھی چل کر وہاں رہوں۔ آپ مجھے ڈھاکا میں کسی اسٹیمر میں کام پر لگا دیں......؟" میں نے تجویز پیش کی۔

"نہیں...... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ تم تین برس تک نہ اس سے مل سکتے ہو اور نہ ہی اس کی شکل دیکھ سکتے ہو۔" وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"وہ کس لیے بڑے صاحب!......؟" میں نے حیرانی سے اس کی شکل دیکھی۔ "آخر اس میں حرج کیا ہے؟"

"اس لیے کہ تم وہاں بھی پھر سے اپنی حسین بیوی کے اشاروں پر ناچتے پھرو گے......؟ میں یہ نہیں چاہتا ہوں۔" اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میں اس سے مہینے میں ایک بار مل کر اور ایک دن گزار کر جاؤں......؟" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"ایک دن کیا...... تم ایک گھنٹے کے لیے بھی اس سے ملنے کے لیے نہیں آ سکتے ہو......؟" اس نے طیش کھاتے ہوئے کہا۔ "تم اس کی صورت بھی نہیں دیکھ سکتے ہو۔ تمہیں پورے تین برس تک انتظار کرنا ہوگا۔ تین برس سے ایک ہفتہ کیا ایک دن پہلے بھی مل نہیں سکتے ہو۔ اگر تم نے اس سے ملنے کی کوشش کی تو یہ تمہاری حماقت ہوگی۔ میرے آدمی تمہاری کھال ادھیڑ دیں گے۔"

"اچھا تو آپ مجھے دو ایک دن کی مہلت دیں۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"دو ایک دن کی مہلت کس لیے؟" اس نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا۔ "کیا اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر بھاگنا چاہتے ہو؟"

"جی نہیں بڑے صاحب!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "میں اپنی بیوی سے مشورہ کرنا اور اسے سمجھانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے میں تمہیں دو دن کی نہیں بلکہ ایک ہفتے کی مہلت دیتا ہوں۔" وہ تیز و تند لہجے میں کہنے لگا۔ "لیکن میری ایک بات کان کھول کر اچھی طرح سے سن لو۔ تم نے میری اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کہیں بھاگنے کی کوشش کی تو تمہارا یہ دوسرا اور سنگین جرم ہوگا۔ اس کی سزا بھی چھ سات سال سے کم نہیں ہوتی ہے۔ میں تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں۔ تم میری بات مان لو۔ تم اپنی بیوی کو میرے ہاں چھوڑ دو۔ وہ وہاں خوش رہے گی۔ میں اسے سکھ سے رکھوں گا۔ اس کا اچھی طرح سے خیال رکھوں گا۔ جب بھی تم سے ملاقات ہوگی اس کی خیر خبر دیتا رہوں گا ہاں تم چاہو

تو اس کے نام خط لکھ سکتے ہو لیکن خط لکھ کر نیچے دو گے۔ میں دستی طور پر اسے پہنچا دوں گا۔''

جب میں نے گھر آ کر نیلم کو بڑے صاحب سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا تو وہ مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔ وہ کسی قیمت پر مجھ سے ایک دن کے لیے بھی جدا ہونے کو تیار نہ تھی۔ اس نے منیجر کو نہ صرف بہت ساری گالیاں بلکہ بد دعائیں بھی دیں۔

منیجر بڑا خبیث شخص تھا۔ اس مردود سے ہر کوئی نالاں اور پریشان تھا۔ لانچ کے ملازم لوگ اس کے ہاتھوں بہت تنگ تھے۔ وہ سپلائروں سے بھی کمیشن کھاتا تھا۔ جو دس ٹاکا کی چیز ہوتی تھی اسے بیس ٹاکا لکھ کر صاحب کو پیش کر دیتا۔ اس کے علاوہ وہ ان عورتوں کو بھی نہیں بخشتا تھا جو لانچ کے ہال، باورچی خانے، برتن اور کمروں کی صفائی کرنے آتی تھیں۔ نیلم نے مجھے اس روز بتایا کہ ایک روز منیجر میری غیر موجودگی میں بڑے صاحب کا دیا ہوا سامان پہنچانے کے لیے آیا تو تنہائی سے فائدہ اٹھانا چاہا اور اسے دبوچنے کی کوشش کی تو اس نے منیجر کی چپل سے مرمت کر ڈالی تھی۔

منیجر نے اس کا بدلہ لینے کے لیے میرے حساب میں زبردست گڑبڑ کی اور مجھے پھنسا دیا۔ نیلم اور میں بہت دیر تک سوچتے رہے کہ کیا کریں؟ نیلم نے مجھ سے کہا کہ...... بڑے صاحب کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ تم ایسا کرنا کہ مہینے میں ایک بار مجھ سے چوری چھپے ملنے کے لیے آ جانا۔ رات کے وقت جب سب سو رہے ہوں گے میں تم سے ملنے آ جاؤں گی۔ میں رقم بھی چراتی رہوں گی۔ وہ تمہیں دے دیا کروں گی۔ تین برس پلک جھپکتے گزر جائیں گے تم ہمت نہ ہارو۔ کسی نہ کسی بہانے چھٹی لے کر ڈھاکا آ جانا لیکن صاحب کو نہیں بتانا کہ تم ڈھاکا جا رہے ہو؟

نیلم کی یہ بات میری سمجھ میں آئی جو مناسب اور معقول تھی۔ میرے دل کو بھی لگی۔ لیکن جب میں ابوسرکار کو جواب دینے گیا تو اس سے کہا کہ نیلم اس کے لیے تیار نہیں ہو رہی ہے دو ایک دن اسے سمجھانے کے لیے درکار ہوں گے۔ اس نے مجھے اجازت دے دی۔ تین دن پہلے کی بات ہے جب میں ڈیوٹی سے آیا تو دیکھا کہ نیلم نہیں ہے۔ اسے تلاش کر کے تھک اور مایوس ہو چکا ہوں۔ یہ ہے میری المناک کہانی۔ جوگی! تم ہی میری مدد کرو۔ مشورہ دو کہ میں کیا کروں؟''

جوگی نے لمحے کے لیے سوچا کہ وہ اپنے عمل سے ابھی اور اسی وقت ساری کہانی معلوم کر لے۔ اس کے لیے یہ پتا چلانا چنداں مشکل نہیں تھا کہ نیلم کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے تھے اور وہ اس وقت کہاں ہے۔ لیکن وہ اپنے دوست کے سامنے اپنے علم اور کالا منتر کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے اپنے علم کے بارے میں گاؤں میں کسی کو اعتماد میں نہیں لیا ہوا تھا۔

''تارامیاں......'' جوگی نے اس سے چند لمحوں کے بعد کہا۔ ''تم ایسا کرو۔ ابھی جاؤ۔ کیونکہ میں کچھ دیر آرام کرنا اور سوچنا چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو۔ کوئی ایک ڈیڑھ گھنٹے بعد آؤ۔ پھر میں تمہیں

بتاتا ہوں کہ کیا کرنا ہے؟ نیلم کو کہاں تلاش کرنا ہے۔''

تارامیاں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد جوگی نے دیوار گیر آئینہ اتارا۔ اسے لے کر چٹائی پر بیٹھ گیا۔ پہلے تو ایک کپڑے سے اس کی سطح اچھی طرح سے صاف کی۔ جب وہ چمکنے لگا تو اس نے آئینہ اپنے سامنے دیوار کے سہارے کھڑا کر دیا۔ پھر وہ آنکھیں بند کر کے چند لمحوں تک آہستہ آہستہ منتر پڑھتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر آئینے پر پھونکا۔ آئینے میں اسے اپنا جو عکس نظر آ رہا تھا وہ اچانک غائب ہو گیا۔ اب آئینے میں تارامیاں کے مکان کا کمرہ نظر آنے لگا۔ اس کمرے میں نیلم کھڑی نظر آئی۔

آئینہ اب ٹیلی ویژن کا اسکرین بن گیا تھا۔ فلم کا سا منظر تھا۔ فلم چلنے لگی۔ نیلم اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اس لمحے دروازے پر دستک ہوئی۔ کون ہو سکتا ہے؟ اس وقت کون آ سکتا ہے۔ وہ دل میں حیران سی باہر کے دروازے کی طرف بڑھی۔ وہ حیران اس لیے تھی کہ اس وقت اس سے کوئی بھی ملنے نہیں آتا تھا۔ اس سے ایک دو عورتیں جو ملنے آتی تھیں۔ وہ صرف جمعہ کے دن اور سہ پہر کے وقت آتی تھیں۔ وہ پچھلے دروازے سے دستک دیئے بغیر آتی تھیں۔ کوئی مرد نہیں آتا تھا۔ البتہ اس کا باپ بھولے بھٹکے آ جاتا لیکن وہ دروازے پر دستک نہیں بلکہ آواز دیتا اور اندر داخل ہوتا۔

اس نے جو دروازہ کھولا تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ وہ حیرت اور خوشی سے جیسے اچھل پڑی۔ ایک لحظ کے لیے سب کچھ بھول گئی۔ اس کے شوہر کا مالک ابوسرکار اس کے گھر کی دہلیز پر دو تین پیکٹ لیے کھڑا ہوا تھا۔

''کیا میں اندر آ سکتا ہوں......؟'' ابوسرکار نے اس کے چہرے پر اپنی نگاہیں مرکوز کر کے بڑی شائستگی سے کہا۔ ''اجازت ہے؟'' نیلم کو اس لمحے اپنی ساعت پر فتور کا احساس ہوا۔ اتنا بڑا آدمی اپنے ملازم کی بیوی سے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہا ہے۔ کتنا اچھا آدمی ہے نیلم نے دل میں سوچا۔ اس میں بڑا پن بالکل بھی نہیں ہے۔

اس نے سوداگر ابوسرکار کو ایک طرف ہٹ کر راستہ دیا۔ پھر وہ اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔ اس کمرے میں چوکی تھی اور اس پر بستر بچھا ہوا تھا۔ ایک چھوٹی سی میز چوکی کے سرہانے رکھی تھی سوداگر ابوسرکار چیزیں میز پر رکھنے لگا تو اس نے فوراً ہی بستر کی چادر درست کی۔ پھر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

سوداگر ابوسرکار نے اس کی طرف دیکھا اور بستر پر بیٹھ گیا۔ ''تارامیاں کہاں ہے؟ وہ نظر نہیں آ رہا ہے؟''

"اسے کام پر گئے ہوئے دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ اب تو وہ شام کے وقت ہی آئے گا۔" نیلم نے جواب دیا۔

"ارے تم کھڑی کیوں ہو؟ بیٹھنے کے لیے جگہ کم ہے کیا؟" اس نے ایک طرف سرک کر جگہ بنائی۔ چوکی بہت بڑی تھی۔ اس میں تین آدمیوں کے لیٹنے کی گنجائش تھی۔ دونوں میاں بیوی اس چوکی پر سوتے بیٹھتے اور کھانا بھی کھاتے تھے۔ نیلم چوکی پر نہیں بیٹھی۔ وہ اس کے سامنے فرش پر بیٹھ گئی۔ سینے اور شانے پر ساڑی کا پلو اور پھیلا لیا۔

"تم زمین پر کیوں بیٹھ گئیں......؟" سوداگر ابو سرکار نے حیرت سے کہا۔ "چلو اٹھو۔ اوپر بیٹھو۔"

"نہیں بڑے صاحب! میں یہیں پر ٹھیک ہوں۔" نیلم نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"نہیں...... نہیں...... اچھا نہیں لگ رہا ہے۔" اس نے تیزی سے کہا اور اس کی عریاں بانہوں کو دیکھنے لگا جو خنجروں کی طرح اس کے دل میں اتر رہے تھے اس پر قیامت سی ٹوٹ پڑی تھی۔

"تمہیں اچھا لگ رہا ہے مگر مجھے اچھا نہیں لگ رہا ہے۔ چلو۔ اوپر آ کر بیٹھو۔" سوداگر ابو سرکار نے کہا۔

"بڑے صاحب! آپ ہمارے مالک ہیں ہم نوکر ہیں میں کیسے بیٹھ سکتی ہوں۔" نیلم نے آہستگی سے کہا۔

"اس وقت میں بڑا صاحب نہیں ہوں اور نہ مالک ہوں نہ تم نوکر ہو۔ میں صرف ایک مہمان ہوں۔" اس نے نیلم کو اپنی نظروں میں جذب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں اور تمہارے شوہر کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اس لیے تو ملنے کے لیے آیا ہوں مجھے یاد ہی نہیں رہا کہ تارامیاں ڈیوٹی پر گیا ہوا ہوگا۔ چلو کوئی بات نہیں تم سے تو ملاقات ہوگئی۔"

نیلم کو چوکی پر بیٹھنے میں تذبذب سا ہو رہا تھا یہ دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے نیلم کے پاس جا کر اس کی بانہہ تھام لی۔ وہ سرخ سی ہوگئی۔ سوداگر ابو سرکار نے اسے اٹھا کر بستر پر بٹھایا اور اس کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ نیلم نے لجا کر اپنا سر جھکا لیا حیا نے اسے اور حسین بنا دیا اور اس کے چہرے پر نکھار آ گیا۔ وہ سمٹ سی گئی۔

"اوہ میں تو بھول گئی...... میں آپ کے لیے کچھ لیتی آؤں۔" وہ یک لخت اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے؟ سوداگر ابو سرکار نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بٹھا لیا۔ "ایسی بھی کیا جلدی ہے؟ میں صرف دودھ پیتا ہوں۔ تم مجھے بعد میں دودھ پلا دینا تم بیٹھو۔ میں تم سے باتیں

کرنے آیا ہوں۔ اس روز تم سے ملاقات ہوئی تو تم مجھے بہت سندر لگیں۔ میں نے سوچا کہ چلو چل کر تم سے مل لیتے ہیں میں تمہارے لیے ایک تحفہ لایا ہوں۔"

"تحفہ......؟ میرے لیے......؟" نیلم کی آنکھیں چمک اٹھیں اور اس کا چہرہ دمک گیا وہ اسے دیکھنے لگی۔

"یہ مٹھائی تم دونوں کے لیے لایا ہوں۔ یہ کول کتا کے رس گلے ہیں تم بھی تو بنگال کا رس گلہ ہو۔" سوداگر ابو سرکار نے شوخی سے کہا اور میز سے ٹین کا ایک ڈبا اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا جو شاپنگ بیگ میں رکھا ہوا تھا۔

وہ اس کے ہاتھ سے ڈبا لے کر خوش دلی سے بولی۔ "آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ نے بہت تکلیف کی۔"

"یہ تو رس گلے ہیں۔ کہو تو میں تمہارے لیے آسمان سے چاند ستارے توڑ کر لے آؤں؟" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"آپ...... آپ شاعر بھی ہیں......؟" نیلم کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ وہ اس کی بات سن کر بہت خوش ہوگئی تھی۔

"میں شاعر تو نہیں ہوں اور نہ کبھی تھا لیکن جس روز تمہیں دیکھا، اس روز سے میں شاعری کرنے لگا ہوں۔" سوداگر ابو سرکار نے کہا۔ "آپ مجھے دیکھ کر شاعری کیوں کرنے لگے......؟" نیلم کے چہرے پر معصومیت چھا گئی۔

"اس لیے کہ تمہارا یہ سندر چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہے۔ تمہارا یہ شعلہ بدن دل پر بجلی گراتا ہے۔ تم پریوں کی شہزادی کی طرح لگتی ہو...... بلکہ سچ مچ کی شہزادی کی طرح ہو۔ تم میری بیوی ہوتیں تو میں تمہیں شہزادیوں کی طرح رکھتا۔"

"قسمت نے مجھے کسی اور کی بیوی بنا دیا۔ میں کیا کروں؟" نیلم بجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

سوداگر ابو سرکار نے میز سے ایک پیکٹ اٹھا کر اس کی طرف بڑھایا۔ "تمہارے لیے یہ تحفہ لایا ہوں۔"

"اس میں کیا ہے......؟" نیلم نے اس کے ہاتھ سے پیکٹ لے کر اسے تھام لیا۔ وہ اسے دیکھنے لگی۔

"کھول کر دیکھو۔" اس نے کہا۔ "تمہارے لیے ایک حقیر سا تحفہ ہے۔ تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ شاید پسند آ جائے۔" نیلم نے ڈبے پر سے پیکنگ کا کاغذ اتارا۔ ایک بڑا سا ڈبا تھا۔ ڈبا کھولا تو اس میں ایک بہت ہی خوبصورت ساڑی اور بلاؤز بھی تھا۔ ساڑی دیکھتے ہی وہ خوشی

سے پھولی نہیں سمائی۔ اس نے ساڑی اٹھا کر خواب ناک نظروں سے دیکھا۔

''کتنی سندر ہے یہ ساڑی۔ ایسی ساڑی تو میں نے خواب میں بھی نہیں دیکھی۔'' نیلم سرشاری سے بولی۔

''خواب میں نہ سہی بلکہ جاگتے میں تو دیکھ رہی ہو۔'' اس نے کہا۔ ''چلو پہن کر دکھاؤ۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم اس میں کیسی لگتی ہو؟''

''آپ کو کچھ میرا انتظار کرنا ہوگا......؟'' وہ اپنی نگاہیں ساڑی پر مرکوز کر کے بولی۔ ''آپ کیا انتظار کی زحمت کر لیں گے؟''

''مجھے کس لیے انتظار کرنا ہوگا......؟'' سوداگر ابوسرکار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''میں تالاب پر جا کر نہا کر آتی ہوں۔'' نیلم نے جواب دیا۔ ''اتنی دیر میں آپ دودھ پی لیں میں آپ کو دودھ گرم کر کے دیتی ہوں۔ میں زیادہ دیر نہیں لگاؤں گی۔ مشکل سے دس منٹ لگیں گے۔''

''تم نہانے کے لیے کیوں جا رہی ہو......؟'' وہ حیرانی سے بولا۔ ''یہ کوئی وقت ہے نہانے کا......''

''اس لیے کہ ساڑی پہن کر دکھا سکوں۔ بغیر نہائے نئی ساڑی پہننا اچھا نہیں لگتا۔ جب کہ یہ ساڑی بڑی سندر ہے۔''

''تھوڑی دیر کے لیے تو پہننا ہے، اس کے لیے نہانے کی کیا ضرورت ہے......؟'' اس نے کہا۔ ''تم برابر کے کمرے میں جا کر کپڑے بدل آؤ۔ بغیر نہائے نئی ساڑی پہننے سے وہ میلی تھوڑی ہو جائے گی۔ جاؤ۔ جلدی سے بدل کر آؤ۔''

نیلم برابر والے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ اس نے بھیڑ دیا۔ پھر اس نے پرانی ساڑی اتار کر فرش پر ڈال دی۔ جس وقت وہ نئی ساڑی پہن رہی تھی سوداگر ابوسرکار اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے کے پاس جا کر جھری میں سے اندر جھانک کر دیکھنے لگا۔ جب وہ ساڑی پہن چکی تو اپنی جگہ آ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد جب وہ کمرے میں آئی تو اٹھ کھڑا ہوا۔

نیلم کسی نئی نویلی دلہن کی طرح شرماتی اور لجاتی ہوئی کمرے کے وسط میں آ کر کھڑی ہو گئی اور اس کی نگاہیں فرش پر جم گئیں۔ وہ اس کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی ٹھوڑی کے نیچے انگلی دے کر چہرہ اوپر اٹھایا۔ ''تم بہت ہی سندر لگ رہی ہو۔ میں نے اپنی زندگی میں تم جیسی سندر لڑکی کہیں نہیں دیکھی۔ تم سنگھار کے بغیر دلہن لگ رہی ہو۔ میں تو تمہیں میک اپ کا سامان دینا بھول گیا۔ وہ شاپنگ بیگ میں رکھا ہوا ہے۔ تمہارا حسن و شباب میک اپ کا محتاج نہیں ہے۔''

پھر سوداگر ابوسرکار نے میز سے آئینہ اٹھا کر اسے دکھایا۔ ''یہ دیکھو......تم کتنی سندر دکھائی دے رہی ہو؟'' نیلم نے اپنی لمبی پلکوں کی چلمن اوپر اٹھا کر آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔ چند ثانیوں تک دیکھتی رہی۔ پھر سوداگر ابوسرکار نے اس کی نظروں کے سامنے سے آئینہ ہٹا لیا۔ اسے میز پر رکھ دیا۔ پھر اس کے پاس آ کر بولا۔

''نیلم!'' سوداگر ابوسرکار نے اسے اس طرح سے مخاطب کیا جیسے وہ اس کی محبوبہ ہو۔ ''سنو......تارامیاں کے آنے میں ابھی چھ سات گھنٹے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم دلہن کی طرح سنگھار کر کے یہ ساڑی پہنو۔ یہ ساڑی پہننے سے پہلے تم نہالو۔ میں اتنی دیر میں بازار جا کر ہوٹل سے کچھ کھانے پینے کے لیے لے آتا ہوں مجھے آنے میں ایک گھنٹہ لگ جائے گا۔ تم اتنی دیر میں نہا کر تیار ہو جاؤ۔ اور ہاں۔ میک اپ بکس میں ایک اعلیٰ درجے کا صابن جو ولایتی اور خوشبودار ہے اس سے نہا لینا۔''

پھر اس نے توقف کر کے جیب سے ایک خوبصورت سا نیکلس، چھ چوڑیاں، دو کڑے، دو ٹاپس ٹیکہ اور ہیرے کی ایک رنگ نکالی۔ پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر ساری چیزیں تھما دیں۔ ''یہ اصلی سونے کی ہیں۔ یہ سارا زیور دو لاکھ ٹاکا کا ہے میں تمہیں ایک ایک کر کے دیتا ہوں گا۔ ابھی دوں گا تو اسے شک ہو جائے گا کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ تعلقات ہیں حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم دلہن بن کر کیسی لگتی ہو۔ تم دنیا کی سب سے حسین ترین لڑکی ہو۔''

''اس قدر قیمتی زیورات ہیں یہ......؟'' وہ حیرت اور خوشی سے زیورات کو دیکھتی ہوئی بولی۔

''لیکن یہ تم سے قیمتی اور انمول نہیں ہیں۔ کاش! میں اسے تمہارے قدموں میں ڈال سکتا......؟ تم شادی شدہ اور میرے ملازم کی بیوی ہو۔ مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں کہ وہ کسی شک اور وہم میں مبتلا ہو جائے۔ ساڑی دیکھ کر جانے کیا کہے؟''

''کیا کہے گا......؟ کیوں کہے گا......؟ آپ اس بات کی بالکل بھی چنتا نہ کریں۔ ہمیں ڈرنے کی کیا ضرورت، جب کہ ہمارے دل صاف ہیں؟ میں اس سے صاف صاف کہہ دوں گی کہ آپ مجھے تحفہ دے گئے ہیں۔'' نیلم نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ ساڑی دو ہزار ٹاکا کی ہے۔ تم اسے اس کی قیمت نہیں بتانا......؟'' سوداگر ابوسرکار نے اسے تاکید کی۔

چند ثانیوں کے بعد سوداگر ابوسرکار گھر سے نکل گیا۔ نیلم چند لمحوں تک کھڑی ان زیورات کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ان زیورات کو چھپا کر رکھنے کے لیے چوکی کے نیچے سے صندوق کھینچ کر

نکالا پھر اس نے زیور کپڑوں کی تہہ میں رکھ دیا۔ پھر اس نے نئی ساڑی اتار کر چوکی پر پھیلا دی۔ اور پرانی ساڑی بدن پر لپیٹ لی۔ پھر میز کے پاس جا کر اس نے شاپنگ بیگ سے میک اپ کا سامان نکالا اس میں صابن بھی تھا۔ پھر اس نے وہ چادر اٹھا لی یعنی تولیہ جس سے نہانے کے بعد بدن اور بالوں کو خشک کرنا تھی پھر وہ تالاب پر پہنچی۔ اس نے ساڑی بدن سے الگ کرنے سے پہلے چاروں طرف دیکھا یہ جگہ درختوں اور جھاڑیوں سے گھری ہوئی تھی یہاں نہانے کے لیے کوئی آتا بھی نہیں تھا۔ اس نے ساڑی الگ کرنے کے بعد اسے اور چادر کو ایک پتھر کے نیچے دبا دیا۔ پھر وہ تالاب میں اتر گئی۔

جب وہ صابن جسم پر ملنے لگی تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس میں بڑا جھاگ تھا اور اس کی خوشبو اس کے دماغ کو معطر کر رہی تھی۔ ایسا عمدہ اور نفیس صابن اس نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا تھا اس نے خوب اچھی طرح صابن جسم پر مل کر نہایا۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھی کہ سوداگر ابو سرکار جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھا اسے نہاتا ہوا دیکھ رہا ہے۔

سوداگر ابو سرکار پہلے ہی اپنے ساتھ کھانے کا سامان لے آیا تھا اور اسے گھر سے باہر رکھ دیا تھا۔ وہ چھپ کر نیلم کو نہانے سے لے کر تیار ہونے تک دیکھتا رہا تھا۔ نیلم کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہوا کہ سوداگر ابو سرکار اسے چھپ کر دیکھ رہا ہے۔

جب وہ پوری طرح تیار ہو چکی اور دلہن نظر آنے لگی تب سوداگر ابو سرکار کمرے میں داخل ہوا اور اسے مبہوت ہو کر دیکھنے لگا۔ وہ دلہن کے روپ میں بلا کی حسین اور قصہ کہانیوں کی شہزادی کی طرح لگ رہی تھی۔ شاپنگ بیگ جس میں کھانا پارسل کیا ہوا رکھا تھا وہ اس نے میز پر رکھا اور نیلم کی طرف بڑھا اور اس کی نظروں کے روبرو جا کر کھڑا ہو گیا۔

نیلم نے لجا کو اور سمٹ کر ایک شرمیلی دلہن کی طرح اپنا سر جھکا لیا۔ اس کا سینہ دھڑک رہا تھا۔ سانسوں کے زیر و بم نے اس کی عجیب سی حالت کر دی تھی۔ وہ اس قیمتی ساڑی میں ملبوس اور بدن پر سجے زیورات سے اپنی ذات کو فراموش کر بیٹھی تھی۔ تارا میاں نے اس کی شادی پر سونے کا ایک زیور تک نہیں بنایا۔ نہ اس کے ماں باپ نے۔ ایک بنارسی ساڑھی جو عروسی جوڑا تھا وہ بے حد معمولی سا تھا۔ اس وقت وہ جس لباس اور سونے کے زیورات سے لدی پھندی ہوئی تھی وہ بے حد قیمتی تھے۔ اس نے اس کی شخصیت اور روپ کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا۔ اس کے شوہر کے مالک نے اس کی ایسی تمنا پوری کر دی تھی جس کے وہ خواب دیکھتی تھی۔

سوداگر ابو سرکار نے اس کا چہرہ روپ اور سراپا اس طرح سے دیکھا جیسے ایک شکاری اپنے شکار کو دیکھتا ہے۔ نیلم اس کے لیے آسان شکار ثابت ہوئی تھی اس نے اپنی جیب سے سو سو ٹا کا کے

ٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دبا دیئے۔ "یہ تمہاری منہ دکھائی ہے یا اپنی خوبصورتی کا انعام ہو۔ تم بہت ہی سندر لگ رہی ہو۔"

پھر اس نے اپنے ہاتھوں کے پیالے میں نیلم کا حسین چہرہ بھر لیا۔ "نیلم!" وہ محبت بھرے ہ میں کہنے لگا۔ "تم اس وقت آسمان کی حور کی طرح لگ رہی ہو۔ تمہیں اپنی نظروں کے سامنے ہ کر اپنے آپ کو بھول گیا ہوں۔ ہم دونوں ہی بدقسمت ہیں۔ میں تم جیسی حسین بیوی سے محروم ں۔ تم دنیا کی آسائش اور راحت سے محروم ہو۔ تارا میاں بہت خوش نصیب ہے کہ اسے تم جیسی ین بیوی مل گئی۔ وہ تمہاری قدر کبھی نہیں کر سکتا جو میں کر سکتا ہوں۔ نیلم!...... میری ن!...... میری محبت...... میری شہزادی۔ ہم دونوں کچھ دیر کے لیے ایک ہو جائیں۔ میاں بیوی ہ جائیں۔ دلہا دلہن بن کر بہت دور چلے جائیں۔ اتنی دور کہ واپسی کا بھی خیال نہ رہے۔ یہ سمجھو یہ ہم دونوں کی شادی ہو گئی ہے۔"

وہ اس کے چہرے پر جھک گیا۔ اپنے ہونٹ اس نے نیلم کے سرخ و گداز ہونٹوں پر رکھ یے۔ نیلم نے کوئی مزاحمت یا تعرض نہیں کیا۔ وہ جیسے اس ابتدا کی منتظر تھی۔ اس کے دل و دماغ پر ب عجیب سا نشہ چھا رہا تھا۔ اس وقت وہ یہ بھول گئی تھی کہ وہ کسی کی بیوی ہے۔ اپنے شوہر کی امانت ہے اسے غلاظت کی دلدل میں گرنا نہیں چاہیے۔ وہ سہ پہر تک رہا پھر وہ چلا گیا۔ اس کے جانے ے بعد دیر تک بستر پر تھکن سے چور اور نڈھال پڑی رہی اس پر خمار سا چھایا رہا۔ اس کے دل کے ی کونے میں بھی اپنا سب کچھ کھو دینے کا کوئی افسوس اور ملال نہیں رہا۔ اس کے کانوں میں داگر ابو سرکار کے محبت بھرے الفاظ گونج [illegible] وہ اس میں کھوئی رہی۔

پھر اسے خیال آیا کہ اس کا شوہر آتا ہی ہو گا اسے نہا لینا چاہیے۔ اس نے فوراً ہی تالاب میں اکر نہا لیا۔ جب نہا کر آئی تو اس کے دل میں پھر سے نئی ساڑی پہننے اور میک اپ کرنے کی خواہش نے لگی۔ وہ نئی ساڑی پہن کر میک اپ کر رہی تھی کہ تارا میاں آ گیا اسے نئی ساڑی میں ملبوس دیکھ کر ک گیا۔ جس پر نیلم برہم ہو گئی۔ جب تارا میاں نے اسے لاکٹ دیا تو اس کا غصہ فرو ہو گیا اور وہ ش ہو گئی۔ سوداگر ابو سرکار تارا میاں کی غیر موجودگی میں نیلم سے ملنے وقتاً فوقتاً آتا رہا۔ اس نے نیلم و ایک خوبصورت کھلونا سمجھ لیا تھا۔ اس نے نیلم کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی تھی کہ وہ اپنے شوہر ے محبت اور گرم جوشی سے پیش آتی رہے۔ پیار اور محبت کا ڈھونگ رچاتی رہے تا کہ اس کے شوہر کو لک نہ ہو۔ نیلم اس کی باتوں پر عمل کرتی رہی اور تارا میاں بے وقوف بنتا رہا۔

ایک روز نیلم اس سے بولی۔ "مجھے اب اپنے شوہر سے سخت نفرت ہو چکی ہے کیونکہ وہ شیوں کی طرح پیش آتا ہے۔ وہ تمہاری طرح محبت سے پیش آتا [illegible] ہے۔ اب مجھے اس

کے ساتھ رہنا بالکل بھی پسند نہیں ہے۔"

"تم کیا چاہتی ہو میری جان!" نیلم کے بالوں کو سہلاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"میں تمہارے ساتھ سدا رہنا چاہتی ہوں۔ چار پانچ دن کی جدائی میرے لیے ناقابل برداشت ہو جاتی ہے۔" نیلم نے بتایا۔

"میری بھی یہی حالت ہو جاتی ہے۔" "میں خود بھی یہی چاہتا ہوں کہ تم دن رات میری نظروں کے سامنے رہو۔"

"جلدی سے ایسی کوئی تدبیر کرو، جس کے باعث مجھے اپنے شوہر سے نجات مل جائے۔" نیلم اس کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی بولی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ میں تمہیں اس سے خرید لوں۔ وہ تمہاری جو بولی لگائے گا اسے دے دوں؟" اس نے کہا۔

"تم کتنے اچھے ہو......" نیلم خوش ہو کر بولی۔ "لیکن وہ مجھے کسی قیمت پر نہیں بیچے گا۔ تم یہ خیال دل سے نکال دو۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر اس سے کہو کہ وہ طلاق دے دے۔ اس لیے کہ اب میں زندگی گزار نہیں سکتی؟"

"وہ مر جائے گا لیکن طلاق نہیں دے گا...... تم ایسی کوئی صورت سوچو کہ سانپ بھی مر جائے لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" نیلم بولی۔

"ایسی صورت......؟" سوداگر ابوسرکار سوچنے لگا چند لمحوں بعد وہ اچھل پڑا۔ "ایک ایسی صورت ہے جس سے سانپ بھی مر جائے گا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹے گی۔" وہ نیلم کے بالوں کی سوندھی خوشبو سونگھنے لگا۔

"وہ کیا صورت ہے......؟" نیلم ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی اور محبت بھری نظروں سے اس کی شکل دیکھنے لگی۔

"تارا میاں نے دل کھول کر قرض لیا ہوا ہے۔" وہ کہنے لگا۔ "منیجر نے مجھ سے دو ایک بار کہا بھی کہ تارا میاں نے اس قدر قرض لیا ہے کہ وہ سو برس میں بھی ادا نہیں کر سکتا۔ میں اس سے کہوں گا کہ میرا قرض ادا کر۔ اگر قرض ادا نہیں کر سکتے ہو تو اپنی بیوی کو میرے پاس تین برس کے لیے رہن رکھ دو۔ میں اس سے تین برس تک ملازمہ کا کام لیتا رہوں گا۔"

"یہ تدبیر تو بہت اچھی ہے۔ لیکن کیا تم مجھے صرف تین برس کے لیے رکھنا چاہتے ہو؟" نیلم نے متفکر لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ میری جان...... نہیں...... میں تمہیں تین سو برس تک کے لیے رکھوں گا۔ جب وہ ن برس بعد تمہیں لینے کے لیے آئے گا تو پھر تین برس کی مدت بڑھا دوں گا تم پریشان کیوں رہی ہو......؟" سوداگر ابوسرکار نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔

پھر ایک روز سوداگر ابوسرکار نے تارا میاں کو طلب کر کے اس سے قرض اور نیلم کو رہن رکھنے ، بارے میں بات کی۔ اس کے تیسرے دن منیجر کی نیت میں فتور آ گیا۔ اس نے بازار سے کچھ یں خریدیں اور نیلم سے ملنے پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ نیلم ان چیزوں کے حصول کے لالچ میں ، پر مہربان ہو جائے گی۔ وہ نیلم کے ہاں پہنچا تو نیلم اکیلی تھی اس نے نیلم کی تنہائی سے فائدہ انے کی کوشش کی لیکن نیلم نے اس کی طبیعت صاف کر دی۔ اس کی ایسی مرمت کی کہ اسے اپنی بان بچانا مشکل ہو گیا۔

یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد جوگی نے آئینے پر کچھ پڑھ کر پھونکا۔ اسے سوداگر ابوسرکار ظر آیا۔ وہ ایک سفلی علم کے ماہر جوتشی بابا کے جھونپڑے میں بیٹھا ہوا اس سے کہہ رہا تھا۔ "آپ نے ساڑی اور زیورات پر جو پڑھ کر پھونکا تھا اس نے واقعی بڑا اثر کیا۔ ساڑی اور زیورات پہنتے ہی لم میری جھولی میں پکے آم کی طرح ٹپک پڑی۔ اب وہ مجھ سے محبت اور شوہر سے نفرت کرنے لی ہے۔ میں اب تک اسے نجانے کتنی مرتبہ بستر کی زینت بنا چکا ہوں۔ اب اسے اپنے ہمراہ ھاکا لے جا رہا ہوں میں اسے وہاں تین برس تک ساتھ رکھوں گا۔ اسے غائب پا کر تارا میاں سے تلاش کرے گا۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ نیلم کے پاس آئے تو نیلم اسے دھتکار دے۔"

"جو تم چاہتے ہو ایسا ہی ہوگا۔ میرا جادو اس پر تین برس تک مسلط رہے گا۔ تم بے رہو جاؤ۔" جوتشی بابا نے اسے دلاسا دیا۔ جوگی نے پھر آئینے میں دوسرا منظر تلاش کیا۔ یہ منظر منیجر کا ا۔ وہ لارنج میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا حساب کتاب دیکھ رہا تھا۔ اس کے چپراسی نے کمرے میں ل ہو کر کہا۔ "کیا تارا میاں نے واقعی ساٹھ ہزار کا قرض لیا؟"

"نہیں......" منیجر نے کہا۔ "صرف چھ ہزار ٹاکا لیے ہیں۔ لیکن میں نے اسے ساٹھ ہزار ر دیا تھا؟"

"وہ کس لیے......؟" نوکر نے متعجب لہجے میں پوچھا۔ "اس سے آپ کو کیا فائدہ ہوا؟"

"پہلا فائدہ تو یہ کہ چون ہزار ٹاکا میری جیب میں آئے۔ دوسرا فائدہ نیلم کا ہوگا۔" منیجر ے کہا۔

"لیکن آپ نے بتایا کہ آپ نیلم سے ملنے گئے تو نیلم آپ کے ساتھ اچھی طرح سے پیش ل آئی؟"

"دراصل اس میں میری اپنی غلطی تھی۔ میں نے اسے گھر اکیلا پا کر دبوچنے کی کوشش کی تھی۔ اسے غصہ آ گیا۔ کل میں پھر جا رہا ہوں۔ اس سے معافی مانگوں گا۔ پھر اسے ہزار ٹکا دے کر اس کی مہربانی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔"

"لیکن اب اس سے کچھ حاصل نہیں۔ کوئی فائدہ نہیں۔" چپراسی نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

"حاصل کیوں نہیں......؟ فائدہ کیوں نہیں ہوگا احمق کے بچے......" منیجر کو غصہ آ گیا۔ "تو نیلم کے بارے میں کیا جانے، جتنا میں جانتا ہوں۔ وہ بڑی چنچل اور رنگین مزاج کی ہے۔ کپڑوں پر جان دیتی ہے۔ جب میں اسے ساڑیاں لے جا کر دوں گا تو وہ میری ہر بات مان لے گی۔"

"بڑے صاحب کل اسے اپنے ساتھ لے کر ڈھاکا چلے گئے ہیں۔ اسے ساٹھ ہزار ٹکا کے عوض تین برس کے لیے اپنے پاس رہن رکھ لیا ہے۔ تارامیاں کو اپنی بیوی سے ملنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ تین برس بعد ہی اسے لے کر آ سکے گا۔" چپراسی نے بتایا۔

"تمھیں یہ ساری باتیں کس نے بتائیں......؟ تمھیں کیسے معلوم ہوئیں......؟" منیجر نے جز بز ہو کر پوچھا۔

"اس روز میں نے کمرے کے باہر کھڑے ہو کر بڑے صاحب اور تارامیاں کی باتیں سنی تھیں۔" اس نے جواب دیا۔ "کل میں نے بڑے صاحب اور نیلم کو ساگر لانچ سے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس وقت میں جمنا لانچ کی صفائی کروانے عورتوں کو لے جا رہا تھا۔"

"اس وقت میں کہاں تھا......؟" منیجر نے بگڑتے ہوئے کہا۔ "تم نے مجھے آ کر بتایا کیوں نہیں......؟"

"آپ...... آپ......" وہ سر کھجانے لگا۔ "آپ پارو کے ساتھ میگھنا لانچ کے بیڈروم میں تھے......"

☆......☆......☆

جب تارامیاں آیا جوگی نے کہا۔ "نیلم پر اب تمہارا کوئی اختیار نہیں رہا ہے۔ اسے جادو کے زور سے بے وفا اور بدچلن بنا دیا گیا ہے۔"

"کس نے اس پر جادو کر کے اسے مجھ سے چھین لیا ہے......؟" تارامیاں نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارے بڑے صاحب نے۔" جوگی نے جواب دیا۔ "اس نے جوتشی بابا کو بہت بڑی رقم دے کر نیلم پر عمل کرایا۔ اسے بڑے صاحب نے نہ صرف داغ دار کر دیا بلکہ اسے اپنی محبت کے جال میں پھانس بھی لیا ہے۔ وہ اسے ڈھاکا لے گیا ہے۔"

"میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ نیلم مجھ سے بے وفائی کر سکتی ہے اور غیر مرد سے اپنا بدن میلا" اس نے تکرار کی۔

"یہ سچ ہے میرے دوست۔" جوگی نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جادو کے زور پر اسے میلا کر دیا گیا۔ ورنہ وہ ایسی ہرگز نہ تھی۔"

"یہ تمھیں کس نے بتایا......؟" تارامیاں نے بجھے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں ابھی گاؤں گیا تھا۔ وہاں مجھے میرے ایک دوست نے بتایا۔ میں تمھیں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔" جوگی نے جواب دیا۔

"میں اسے کس طرح حاصل کر سکتا ہوں؟" تارامیاں نے اداس لہجے میں کہا۔ اس کا دل اندر سے ٹوٹ رہا تھا۔

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم اس کا خیال دل سے نکال دو......؟" جوگی نے کہا۔ "اسے ہمیشہ کے لیے بھول جاؤ؟ اس لیے کہ اب وہ بڑے صاحب سے محبت کرنے لگی ہے اور بڑے صاحب نے اس کا وجود میلا کر دیا ہے۔" وہ تمہارے قابل نہیں رہی۔

"بڑے صاحب نے یہ سب کچھ جادو کے زور پر کیا ہے۔ اس میں نیلم کا کوئی قصور نہیں۔ مجھے نیلم سے محبت ہے اس کے بدن یا شباب سے نہیں۔ میں اسے ہر قیمت پر واپس لانا چاہتا ہوں۔ تم ہی بتاؤ کہ اس جادو کا توڑ کیا ہے؟"

"جادو کا توڑ تو شاید ہو جائے۔ لیکن ساٹھ ہزار کی رقم کیسے ادا کرو گے......؟" جوگی نے کہا۔

"اس کمینے منیجر نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے۔ میں اسے بخشوں گا نہیں۔ اس کے ہاں ڈاکہ ماروں گا۔ مجھے معلوم ہے کہ وہ بے ایمان رقم کہاں رکھتا ہے؟ اس کے پاس دو تین لاکھ ٹکا ہیں۔" تارامیاں نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔" جوگی نے اسے دلاسا دیا۔ "منیجر کے ہاں ڈاکا مارنے کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا۔ لیکن تمھیں ساٹھ ہزار کی رقم بڑے صاحب کو ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ صرف چھ ہزار ادا کرنا۔ وہ ساٹھ ہزار کہیں تو کہنا کہ واؤچر دکھائیں۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ میرا خیال ہے کہ بڑے صاحب نے بھی تم سے غلط بیانی کی ہے۔"

"تو کیا بڑے صاحب میری نیلم کو واپس کر دیں گے......؟" تارامیاں نے اس کی طرف پر امید نظروں سے دیکھا۔

"وہ شاید اس بات سے انکار کر دیں کہ نیلم ان کے پاس نہیں ہے۔ کوئی بات نہیں ہم اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔" جوگی نے دلاسا دیا۔

رات گیارہ بجے جوگی اپنے ساتھ تارامیاں کو لے کر منیجر لال چوہدری کے مکان پر پہنچا۔ لال چوہدری اس گاؤں کے پار سامنے والے گاؤں میں رہتا تھا۔ ان دونوں نے ایک کشتی میں ندی پار کی تھی۔ منیجر کی بیوی اور بچے شانتی پور رہتے تھے۔ جو یہاں سے بیس کلومیٹر پر واقع تھا۔ وہ اس گاؤں میں اس لیے رہتا تھا کہ اسے علی الصباح مسافر لانچ کی دیکھ بھال کرنا پڑتی تھی۔ انتظامات کرنا پڑتے تھے۔ لانچ نو بجے مسافروں کو لے کر روانہ ہوتی تھی۔ وہ رات دس بجے واپس ہوتا تھا جب وہ لانچ سے اترتا تو اس کے ہاتھ میں شراب کی بوتل ہوتی تھی۔ اس کا دیرینہ ملازم جو چپراسی کا کام کرتا تھا۔ وہ اس کے لیے کسی نوجوان لڑکی یا بھرپور جسم کی عورت کا بندوبست کر کے اپنے گھر چلا جاتا تھا۔ وہ بھی اسی گاؤں میں رہتا تھا۔ وہ منیجر کا رازدار اور بااعتماد ملازم تھا۔

اس وقت چاروں طرف گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ پوری بستی پر ایک گہرا سناٹا طاری تھا۔ گھر کے بارے میں تارامیاں کو پتا تھا۔ وہ متعدد بار کسی نہ کسی کام سے آتا رہا تھا۔ آج جس ارادے سے وہ جا رہا تھا اس نے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی کیونکہ وہ بہروپ بھر کر جانا چاہتا تھا تاکہ منیجر کو بالکل بھی خبر نہ ہو کہ کس نے ڈاکہ مارا؟ جوگی نے اسے منع کر دیا تھا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ منیجر کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوگی کہ کس نے ڈاکہ مارا۔

چلتے چلتے تارامیاں نے اس سے کہا۔ ''جوگی! یہ بتاؤ کہ سوداگر ابوسرکار نے میری بیوی پر ڈاکہ کس لیے مارا......! میں نے اس کا کیا بگاڑا......؟ جب کہ میں نے کبھی بھی اس کا برا نہیں چاہا؟ میرا کیا قصور تھا؟''

''اس لیے کہ تمہاری بیوی بہت حسین تھی۔'' جوگی کہنے لگا۔ ''تم نے کچھ نہیں کہا۔ لیکن تمہارا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ تم غریب آدمی ہو۔ اس دنیا میں سب سے بڑا جرم غریب ہونا ہے۔! غربت و افلاس ایک زہریلے پھنکارتے ہوئے ناگ کی طرح ہے جو غریبوں کو ڈس لیتی ہے۔! ہمارے گاؤں میں صدیوں سے کیا ہوتا آ رہا ہے۔ صرف ہمارے گاؤں ہی میں نہیں پورے بنگال میں ہوتا آ رہا ہے۔ عورت سب سے پہلے اس کا نشانہ بنتی ہے بھوک سے بے رحم، ظالم اور سفاک چیز کوئی نہیں ہے۔ ایک شخص دکھ اور ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی تکلیف سہہ لیتا ہے لیکن وہ بھوک کو سہہ نہیں سکتا ہے۔ اس لیے عورتیں جسم فروشی کے لیے اور مرد جرائم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ہاں کتنی لڑکیاں اور شادی شدہ عورتیں بھوک مجبوری اور ضرورت کی وجہ سے بدن بیچتی ہیں یہ بات تم بھی جانتے ہو۔''

''لیکن میں نے کبھی نیلم کو بھوکا نہیں رکھا......؟ وہ کس لیے میرے مالک کی جھولی میں پکے آم کی طرح ٹپک پڑی۔'' وہ دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

''تم نے نیلم کو کبھی بھوکا نہیں رکھا اور اسے بہت خوش رکھا۔ لیکن نیلم جوتشی بابا کے جادو کے زیر اثر تمہارے مالک کی جھولی میں ٹپک پڑی۔

''میرے خیال میں جوتشی بابا کے جادو نے نہیں بلکہ دولت کے جادو نے اسے بدچلن بنا دیا ہوگا؟'' تارامیاں نے کہا۔

''جوتشی بابا کے جادو نے ہی......'' جوگی نے تکرار کے انداز میں کہا۔ ''جوتشی بابا کپڑوں، زیورات اور ایسی چیزوں پر جادو پھونک کر دیتا ہے جسے کوئی پہن لے تو وہ جادو کے زیر اثر آ جاتا ہے۔ جوتشی بابا نے نئی ساڑی پر پھونک کر دیا ہوگا۔ نیلم نے جیسے ہی اس ساڑی کو پہنا اسے اپنا ہوش نہیں رہا ہوگا۔ وہ بہک گئی اور اس نے اپنا سب کچھ تمہارے مالک کو سونپ دیا اور اس کے ساتھ چلی گئی۔''

''کیا بڑے صاحب کے لیے عورتوں کی کمی تھی جو اس نے نیلم کو میلا کر دیا؟ کیا دنیا میں صرف نیلم ہی ایک حسین عورت تھی......؟ کیسی کیسی حسین اور جوان عورتیں سفر کے دوران میں دیکھتا ہوں۔ بڑے بڑے شہروں میں نیلم سے بھی حسین عورتیں نظر آتی ہیں اور پھر بڑے صاحب کی دو بیویاں ہیں۔ وہ بھی بہت حسین اور جوان ہیں۔ بڑی نیک اور خوش مزاج ہیں۔ پھر بھی اس نے نیلم کو ورغلا لیا؟''

''اصل میں سوداگر ابوسرکار ایک تو دولت مند ہے اور دوسرا عیاش بھی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ نیلم بہت حسین ہے اس کا حسن بڑا خطرناک ہے اس کے حسن و جمال کا سراپا اور جسم کے نشیب و فراز گداز پن اور ابلتے شباب نے اسے دیوانہ بنا دیا۔ اس لیے اس نے نیلم کو قابو میں کرنے کے لیے جوتشی بابا کی خدمات حاصل کیں۔ گاؤں میں کتنے لوگ ایسے ہیں جو نیلم کے حسن و جمال کو دیکھ کر تڑپ اٹھتے ہیں۔ جب وہ بازار جاتی ہے تو مرد اسے دیکھ کر دل تھام لیتے ہیں۔ آہیں بھرنے لگتے ہیں۔ وہ حسن و شباب کی ایسی دولت سے مالا مال ہے جو بہت کم عورتوں کو نصیب ہے۔ وہ جتنی حسین ہے اس کے خواب بھی اتنے ہی حسین ہیں۔ وہ سندر سپنے بہت دیکھتی ہے اسے تو دولت مند گھرانے میں جنم لینا تھا۔ غریب کے گھر پیدا نہیں ہونا تھا۔'' جوگی نے کہا۔

''کیا ایسا ممکن ہے کہ نیلم جب مجھے مل جائے اور میرے ساتھ زندگی گزارنے لگے تو لوگ اس پر بری نگاہ نہ ڈالیں۔ وہ دنیا والوں کے لیے بدصورت اور بے کشش ہو جائے اور میرے لیے بہت حسین رہے۔ وہ سندر سپنے دیکھنا بند کر دے۔ میں اس کے لیے جو بھی کما کر لاؤں اسی میں خوش رہے اور میرے ساتھ پیار و محبت سے گزارہ کرے......؟'' تارامیاں نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہوسکتا ہے۔" جوگی نے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے جوگی!......" تارامیاں چلتے چلتے رک گیا۔ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"سب ٹھیک ہوجائے گا...... تم جو چاہتے ہو وہ ہوجائے گا تم اس کی فکر نہ کرو تارا میاں......" جوگی نے اسے دلاسا دیا۔

"کیا تم جوتشی بابا سے مل کر بات کرو گے......؟" تارامیاں نے حیرت سے کہا۔ "لیکن وہ بہت لالچی، خودغرض اور مکار قسم کا شخص ہے۔ میں اس کے پاس گیا تھا کہ وہ مجھے نیلم کے بارے میں بتادے وہ کہاں ہے اور اسے اپنے جادو کے زور سے واپس لادے۔ اس نے میری بات سن کر کہا کہ پانچ ہزار ٹاکا لا کر دو تو تمہارا کام ہوسکتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میں ایک غریب آدمی ہوں۔ اتنی بڑی رقم کہاں سے دے سکتا ہوں جب میں نے جیب سے پانچ سو ٹاکا نکال کر اس کے چرنوں میں رکھے تو اس نے وہ رقم اٹھا کر میرے منہ پر دے ماری اور غصے سے بولا۔ "نکل جا یہاں سے۔ کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ میری اوقات پانچ سو ٹاکا کی ہے ذلیل کمینے سؤر وہ مجھے بے تحاشا گالیاں بکنے لگا۔ جب میں جانے لگا تو اس نے کہا۔ ٹھہر جا۔ میری ایک بات سن میرے پاس آ......"

میں بھی اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا تو اس نے کرخت لہجے میں کہا۔ "پاپی۔ بیٹھ جا۔" میں ڈرتے ڈرتے بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔

"تو مجھ سے وعدہ کر۔ قسم کھا۔ میں تجھ سے جو کچھ کہوں گا وہ تو کسی سے بھی نہیں کہے گا......؟" اس کا لہجہ بہت سخت تھا۔

"ہاں...... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں۔ قسم کھاتا ہوں...... میں آپ کی بات کسی سے بھی نہیں کہوں گا۔"

"تجھے تیری بیوی ایک شرط پر مل سکتی ہے...... واپس آسکتی ہے! کیا تو میری شرط پوری کرے گا؟" اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

"ہاں...... میں آپ کی ہر شرط پوری کروں گا اگر مجھے میری بیوی واپس مل جائے۔" میں خوش ہوکر بولا۔

"اچھی طرح سوچ لے۔ کیونکہ یہ شرط بڑی کٹھن ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تو بعد میں مکر جائے......؟" جوتشی بابا نے کہا۔

"نہیں...... میں انکار نہیں کروں گا۔ آپ کی شرط چاہے کتنی ہی کٹھن اور مشکل کیوں نہ

ہو؟ آپ اپنی شرط تو بتائیں؟"

"مجھے معلوم ہے کہ تیری بیوی نیلم کس کے ساتھ بھاگ کر گئی ہے؟ وہ کہاں ہے۔" وہ کہنے لگا۔ "میری شرط یہ ہے کہ تیری بیوی دس دنوں تک دن رات میری سیوا کرے گی۔ میں اسے اپنے ساتھ لے جا کر ایک نامعلوم مقام پر دس دنوں تک رکھوں گا۔ بول۔ تجھے یہ شرط منظور ہے؟"

"لیکن جوتشی بابا!...... یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ میری بیوی ہے۔ آپ اس سے اپنا بدن میلا کریں گے......؟" میں نے ششدر ہوکر کہا۔

"کیوں نہیں ہوسکتا......؟ کیا کچھ نہیں ہوسکتا......؟ کیا تیری بیوی اس وقت اپنے آشنا کے ساتھ رنگ رلیاں نہیں منا رہی ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کس کے ساتھ گئی ہے یا مجھ سے ناراض ہوکر کہیں چھپ گئی ہے۔ وہ ایسی نہیں ہے کہ کسی غیر مرد کے ساتھ رنگ رلیاں منائے۔ کیونکہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہے۔ میں بھی اس سے بے انتہا محبت کرتا ہوں۔" میں نے اسے جواب دیا۔

"ان سب باتوں کو چھوڑ۔ یہ بتا کہ کیا تو میری شرط پوری کرنے کو تیار ہے یا نہیں؟" جوتشی بابا نے بگڑتے ہوئے کہا۔

"جوتشی بابا! میں ایسی غلیظ شرط کیسے پوری کرسکتا ہوں؟ کسی عورت کے بدن کو ہاتھ لگانا آپ کے نزدیک کتنا بڑا پاپ ہے۔"

میری یہ بات سنتے ہی جوتشی بابا آگ بگولا ہوگیا۔ اس کی آنکھیں انگارے برسانے لگیں۔ وہ تڑختے ہوئے لہجے میں بولا۔ "چل نکل حرام زادے۔ میں نے تجھ پر رحم کھاتے ہوئے دس دنوں کے لیے تیری بیوی کو سیوا کے لیے کہا تھا۔ اب تجھے تیری بیوی دس برسوں میں بھی نہیں ملے گی۔ جب تیری بیوی کے آشنا کا دل اس سے بھر جائے گا۔ تب میں تیری بیوی کو بلالوں گا۔ اگر تو نے کبھی اپنی بیوی کو دیکھ کر اسے لے جانے کی کوشش کی تو تجھے بکرا بنادوں گا۔ پھر تجھے ذبح کر کے تیرا گوشت تیری بیوی اور میں کھا جائیں گے۔ تو میری نظروں کے سامنے سے دفع ہوجا۔ تو میری بات مان لیتا تو تیری بیوی تجھے کچھ دنوں بعد مل جاتی۔"

"میں جوتشی بابا کے پاس نہیں جاؤں گا۔" جوگی نے جواب دیا۔ "تم نے اچھا کیا جو تشی بابا کی بات نہیں مانی۔ تم اس کی بات مان لیتے تو تمہیں ساری زندگی نیلم نہیں ملتی۔ وہ اسے ساری زندگی کے لیے اپنے پاس رکھ لیتا۔"

"لیکن اسے میری اجازت کی کیا ضرورت تھی؟" تارامیاں نے حیرت سے کہا۔ "جب کہ وہ بہت بڑا جادوگر ہے۔"

"وہ اتنا بڑا جادوگر نہیں، جتنا بڑا اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔" جوگی اسے بتانے لگا۔ "اس کا جادو محدود ہے۔ تمہاری اجازت کے بغیر وہ نیلم کو اپنے پاس بلا نہیں سکتا۔ اگر اس میں اتنی شکتی ہوتی تو وہ تم سے اجازت طلب نہیں کرتا۔"

جب دونوں چل پڑے تو تارامیاں نے کہا۔ "جسے دیکھو۔ وہ عورتوں کا بھوکا ہے۔ یہ منیجر شادی شدہ ہے۔ اس کی جوان لڑکیاں ہیں سر کے بال سفید ہو رہے ہیں لیکن وہ اپنا منہ کالا کرتا رہتا ہے۔ عورتوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتا رہتا ہے۔"

"بات یہ ہے میرے دوست! عورت ہے ہی ایسی چیز۔ مرد کا دل بہت للچاتا ہے۔ عورتوں کے وہی بھوکے ہوتے ہیں جن کے اندر ایک درندہ چھپا ہوتا ہے۔ شیطان موجود ہوتا ہے ہر مرد ایسا نہیں ہوتا ہے۔ جب حرام دولت آتی ہے تو مرد برائی کے راستے پر چل پڑتا ہے۔ اس منیجر میں بھی جو خرابی ہے وہ حرام آمدنی کی وجہ سے۔ اب اسے سبق دینا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

جب وہ دونوں منیجر کے پاس پہنچ کر رکے تو انہیں اندر سے ایک عورت کے کھانسنے کی آواز سنائی دی۔ ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ دوسرے لمحے منیجر کی آواز سنائی دی۔ وہ عورت کو سخت لہجے میں گالیاں بک رہا تھا۔

جوگی نے سرگوشی میں آہستہ سے کہا۔ "یہ جو بڑا رومال ہے اس سے تم چہرے پر ڈھاٹا باندھ لو۔ میں بھی باندھ رہا ہوں۔ جب ہم اندر داخل ہوں گے تو منیجر چیخے اور چلائے گا لیکن تم اس سے کوئی بات نہیں کرنا۔ جو بات کرنا ہے وہ میں اس سے کروں گا۔ تم اس جگہ سے اس کی رقم نکال لینا جو اس نے چھپا کر رکھی ہے۔"

"لیکن کیا وہ رقم نکالنے دے گا......؟ اس کے پاس پستول بھی تو ہوتا ہے؟" تارامیاں نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"کیوں نہیں دے گا......؟ اس کا باپ بھی دے گا......؟ اس سے اور اس کے پستول سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے جوگی......" تارامیاں نے سہم کر کہا۔ "کہیں وہ ہم دونوں کو گولی مار کر ہلاک نہ کر دے؟"

"تارامیاں!...... مجھے ایک معمولی سا جادو آتا ہے۔ وہ جادو آدمی کے جسم کی ساری طاقت چھین لیتا ہے وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا صرف بول سکتا ہے۔ تم اندر چل کر تماشا دیکھو۔ میں نے یہ جادو کالو میاں سے سیکھا ہے چلو۔ اندر چلتے ہیں۔"

دونوں نے چہروں پر ڈھاٹے باندھ لیے۔ دروازہ اندر سے کنڈی اور چٹخنی لگا کر بند کیا ہوا تھا

جوگی نے اپنے جادو کے زور سے کنڈی اور چٹخنی کھول دی۔ اس کا تارامیاں کو بالکل بھی پتا نہیں چل سکا۔ جوگی نے دروازے کو اندر کی طرف بے آواز دھکیل دیا۔ اس کمرے میں گھپ اندھیرا تھا جوگی نے اندر داخل ہو کر اسے پیچھے آنے کا اشارہ کیا تو وہ اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ آہستہ سے بھیڑ دیا۔

جوگی اس کمرے کی طرف بڑھا جس میں روشنی اور آہٹ ہو رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس عورت کی سسکیاں گونجنے لگیں۔ چند ثانیوں کے بعد منیجر کی کرخت آواز اس کمرے میں گونجی۔ "حرام زادی! تو روتی کیوں ہے؟"

"تم...... تم...... مجھے حرام زادی کیوں کہہ رہے ہو؟ تم مجھے اتنی بڑی گالی تو نہ دو......؟" عورت بلک پڑی۔

"تمہیں حرام زادی نہ کہوں تو کیا اپنی ماں کہوں......؟" وہ استہزائی لہجے میں بولا۔

"تم ماں کہہ بھی کیسے سکتے ہو......؟" عورت کے لہجے میں طنز تھا۔ "کیا کوئی اپنی ماں کے ساتھ......؟" عورت نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"تو اپنی زبان بہت چلانے لگی ہے۔ ٹھہر جا۔ تیری زبان ابھی داغتا ہوں۔"

جوگی نے دہلیز پر پہنچ کر جھانکا۔ اس نے ایک جواں سال عورت کو دیکھا۔ وہ چوکی سے بندھی ہوئی تھی اس کے کپڑے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ جوگی نے اسے پہچان لیا۔ یہ رامو کی بیوی تھی۔ اس کا شوہر بہت ہی غریب آدمی تھا۔ وہ گھاٹ پر مزدوری کرتا تھا۔ اس کی ماں اور ایک بیوہ بڑی بہن تھی۔ رامو کے دو بچے تھے چھ ماہ پہلے اس کی ماں سخت بیمار ہوئی تو رامو نے نہ صرف اپنی ساری پونجی ماں کے علاج پر خرچ کر دی تھی بلکہ زیور بھی بیچا تھا۔ یہ زیور منیجر نے کوڑیوں کے مول خرید لیا تھا۔ وہ رقم بھی خرچ ہو گئی تو رامو کی بیوی سونیا اس سے ہزار ٹاکا کا قرض لے گئی تھی۔ جب اس کی ادائیگی نہ ہو پائی تو اس نے رامو سے تقاضا شروع کر دیا اور اسے دھمکی دی کہ قرض ادا نہ ہونے کی صورت میں وہ اسے جیل کی ہوا کھلا دے گا۔ سونیا نے دس روز پہلے اپنے شوہر کو اس کے پاس بھیجا کہ وہ زمین بیچ کر قرض ادا کر دے گا۔ زمین کی قیمت پانچ ہزار ٹاکا ہے۔ منیجر نے کہا کہ تم نے پانچ ہزار ٹاکا کا قرض لیا ہے لہٰذا اس رقم کے عوض زمین مجھے دے دو۔ رامو حیران ہوا۔ اس نے کہا کہ اس نے پانچ ہزار نہیں ایک ہزار ٹاکا کا قرض لیا تھا۔ منیجر نے اسے کاغذ دکھایا جس پر رامو نے انگوٹھا لگایا تھا۔ اس پر پانچ ہزار کی رقم درج تھی۔ رامو کو اس کی دھوکہ دہی پر سخت غصہ آیا وہ غریب تھا اس شیطان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ پھر دوسرے دن سونیا منیجر سے بات کرنے گئی۔ کیوں کہ وہ گواہ تھی اس کے سامنے منیجر نے ایک ہزار ٹاکا دیئے تھے۔ منیجر نے اس کی عزت لوٹ لی پھر اس سے کہا کہ وہ چھ ماہ تک اس کے پاس آتی رہے تو قرض معاف کر دے گا۔

سونیا آج وہ کاغذ چرانے اس کے ہاں پہنچی تھی وہ گھر پر نہیں تھا۔ سونیا الماری کھولنے کی کوشش کر رہی تھی کہ منیجر اور اس کا چپراسی پہنچ گئے۔ اس نے چپراسی کی مدد سے سونیا کو برہنہ کر کے چوکی سے باندھ دیا اور چپراسی کو کھسکا دیا۔ یہ ساری باتیں جوگی نے سونیا کے ذہن سے معلوم کر لی تھیں۔

کمرے میں دو بڑے لالٹین جل رہے تھے جس کی تیز روشنی میں کمرے کی ہر چیز صاف اور واضح تھی۔ منیجر ایک وحشی کی طرح سونیا کی چوکی کے پاس آ کھڑا ہوا۔ وہ جوگی کو اس لیے دیکھ نہیں سکا کہ جوگی اس کی پشت پر تھا۔ منیجر نے سونیا کے سراپا پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''دل تو کر رہا ہے جلتے سگریٹ سے تمہارا چہرہ اور ہونٹ داغ دوں۔''

''اگر تم نے میرا چہرہ اور ہونٹ داغا تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی......؟'' سونیا نے غصے سے کہا۔

''میں نے اپنا خیال بدل لیا ہے۔ کیونکہ اس سے سارا مزا کرکرا ہو جائے گا۔'' وہ استہزائی لہجے میں بولا۔

''تم میری رسیاں کھول دو۔ مجھے گھر جانے دو۔ گھر والے اور بچے میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔'' سونیا نے کسماتے ہوئے کہا۔

''میں نے تمہیں چوری کرتے ہوئے پکڑا ہے۔ لہٰذا تمہیں جرمانہ ادا کیے بغیر جانے نہیں دوں گا......؟''

''میں چوری کرنے نہیں بلکہ تم سے قرض معاف کروانے آئی تھی۔ تمہیں بلاوجہ شک ہو گیا۔'' سونیا نے تیزی سے کہا۔

''تم اسے بے وقوف بنا رہی ہو جو ساری دنیا کو بے وقوف بناتا آ رہا ہے؟'' وہ قہقہہ مار کر بڑے زور سے ہنسا۔ ''تمہاری سزا یہ ہے کہ جرمانہ ادا کرو اور گھر جاؤ۔ میں اس کے بغیر تمہیں گھر جانے نہیں دوں گا۔''

''میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے جرمانہ ادا کرنے کے لیے...... مجھے تنگ اور پریشان نہ کرو۔'' سونیا گڑگڑائی۔

''تمہارا نازک اور سندر جسم تو جرمانہ ادا کر سکتا ہے؟'' وہ فرش پر چوکی کے پاس دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

''ذلیل...... سور۔ تم نے اس روز اپنے ملازم کی مدد سے میری عزت لوٹ لی۔ میں آج ایسا ہونے نہیں دوں گی۔'' وہ چلائی۔ ''تم......؟ تم بہت بے بس ہو...... اپنے ہاتھ پیر تک ہلا نہیں سکتی ہو۔ اپنی عزت کیسے بچا سکتی ہو......'' وہ فاتحانہ نظروں سے سونیا کے بدن کو ندیدوں کی طرح گھورتا ہوا

بولا۔ ''میری جان! تم میری قید میں ہو۔''

''تم مجھ پر رحم کرو۔'' وہ یک لخت نرم پڑ گئی۔ ''تم مجھے آج جانے دو۔ کل میں آ جاؤں گی۔'' وہ سسک کر بولی۔

''تم مجھے کیا بے وقوف اور الو کا پٹھا سمجھتی ہو......؟'' منیجر ہاتھ بڑھا کر اس کے ریشمی سیاہ بالوں کو سہلانے لگا۔ پھر اس کے کانوں کو تھپتھپاتے ہوئے بولا۔ ''تم کل بھی آؤ گی۔ میں تمہیں ایسے جانے نہیں دوں گا۔ تم چلی جاؤ گی تو میرا گھر سونا ہو جائے گا۔''

''میں گھر والوں سے کہہ کر آئی ہوں کہ میں منی کے ہاں جا رہی ہوں۔ وہ سخت بیمار ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا شوہر مجھے لینے کے لیے وہاں پہنچے۔ مجھے وہاں نہ پا کر اسے شک ہو جائے گا۔ میں نے اسے نہیں بتایا کہ تم نے میری عزت برباد کر دی۔ اگر اسے معلوم ہو گیا تو پھر وہ تمہیں قتل کر دے گا۔ وہ غریب سہی۔ بڑا غیرت مند ہے۔''

''تم اس کی فکر نہ کرو میری رانی......'' وہ سونیا کے چہرے پر جھک کر بولا۔ ''تمہارا شوہر کیا؟ تمہارا باپ کیا؟ اس کا باپ کیا؟ کوئی بھی آ جائے تو وہ میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔ دنیا میں ایسا کوئی نہیں ہے جو میرا کچھ بگاڑ سکے۔ میں نے نجانے اب تک کتنی شادی شدہ عورتوں اور لڑکیوں کے ساتھ اپنی راتیں رنگین کی ہیں۔ ان کے شوہر اور باپ بھی دیکھتے رہ گئے۔ ان میں سے کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ مجھے کچھ کہہ سکیں اب تک اس دنیا میں ایسا کوئی مائی کا لال پیدا نہیں ہوا جو لال میاں کو کچھ کہہ سکے۔''

''تم زیادہ مت اتراؤ۔'' سونیا نے معاً جوگی کو دیکھ لیا تھا۔ جوگی کو وہ پہچان نہ سکی۔ کیونکہ اس نے چہرے پر ڈھاٹا باندھا ہوا تھا۔ جوگی نے اسے فوراً ہی خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سونیا نے اس لیے ہمت کر کے لال میاں کو ترت سے جواب دیا تھا۔

''بول...... بول۔ تو کیا بول رہی تھی......؟ چپ کیوں ہو گئی؟'' وہ اس کی عریاں بانہوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

''میں یہ کہہ رہی تھی کہ تیرا برا وقت آ گیا ہے۔ میرے بازوؤں پر سے اپنے نجس ہاتھ ہٹا؟'' سونیا ہذیانی لہجے میں بولی۔

''اچھا......'' وہ قہقہہ مار کر ہنسا۔ پھر اس نے تمسخر سے کہا۔ ''برا نہیں اچھا وقت آ گیا ہے۔ کیا سندر جسم ہے......؟''

وہ سونیا کے چہرے پر جھکنے لگا تو سونیا نے اس کے چہرے پر تھوک دیا۔ اس لمحے جوگی اس کی پشت پر پہنچ چکا تھا۔ اسے آہٹ تک محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ مشتعل سا ہو گیا۔ آج تک کسی عورت

نے اس کے منہ پر جبر و زیادتی کرنے کے باوجود تھوکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس نے سونیا کے گلے کے نیچے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ جوگی نے پیچھے سے اس کے سر کے بالوں کو پکڑ لیا۔ اسے اس طرح اٹھالیا جیسے وہ پلاسٹک کا گڈا ہو۔ پھر اسے پوری طاقت سے دیوار پر دے مارا تو اس کا دماغ جھن جھنا گیا۔ چند لمحوں تک اسے ہوش نہیں رہا۔ اتنی دیر میں جوگی نے سونیا کی رسیاں کھول دیں۔

لال میاں نے ہوش میں آ کر خود پر قابو پالیا۔ پھر اس نے حیرت اور خوف سے جوگی کی طرف دیکھا۔ ''کون ہو تم......؟''

''میں تیرا باپ ہوں۔ مائی کا لال ہوں۔ تیرا تیا پانچہ کرنے آیا ہوں۔'' جوگی نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

''میں نے تمہارا کیا بگاڑا جو تم میرے ہاں آ گئے ہو......'' لال میاں گھگیا کر بولا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

''تو نے میرا کچھ نہیں بگاڑا اور نہ میرا کچھ بگاڑ سکتا ہے۔'' جوگی نے تند لہجے میں کہا۔ ''حرام زادے! تو نے غریب بے سہارا، کنواری لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کا بہت کچھ بگاڑا ہے۔ میں تجھ سے ان سب کا حساب بے باق کرنے آیا ہوں۔''

''میں نے کسی لڑکی، عورت یا مرد پر کوئی ظلم نہیں کیا۔ ان سب نے مجھ سے ادھار لیا تھا۔ وہ چونکہ ادھار ادا نہیں کر سکتی تھیں اس لیے وہ میرے ساتھ وقت گزار کر چلی جاتی تھیں۔ مرد اپنی بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو قرض ادا کرنے کے بہانے میری جھولی میں ڈال دیتے تھے۔ میں نے کبھی کسی بھی عورت کے ساتھ جبر و زیادتی نہیں کی۔ وہ اپنی مرضی اور خوشی سے جسم کا سودا کرتی تھیں۔ تاکہ قرض ادا ہو جائے۔''

''جھوٹ بکتا ہے۔'' جوگی نے اس کے پاس جا کر اس کی پسلیوں میں ایک لات رسید کی۔ وہ لات کھا کر درد کی شدت سے تڑپ اٹھا اور اس نے اپنی پسلیاں پکڑ لیں اور کراہنے لگا۔

''کیا تو ان غریب اور شریف عورتوں کو اتنا بے غیرت سمجھتا ہے کہ وہ تجھے اپنے جسم کا نذرانہ پیش کریں۔ کیا تو اتنا خوب صورت ہے کہ عورتیں اور کنواری لڑکیاں تجھے دیکھ کر تیری آغوش میں جانے کے لیے مچل اٹھتی ہیں......؟'' جوگی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''ان لوگوں کے پاس دینے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے وہ اپنی عزت دان کر کے چلی جاتی تھیں تم کسی بھی عورت سے پوچھ سکتے ہو۔ میں نے کبھی بھی ان کی مجبوریوں سے فائدہ نہیں اٹھایا......؟'' وہ کراہتے ہوئے بولا۔

''تم نے اس عورت کو چوکی سے کیوں باندھا ہوا تھا؟'' جوگی نے سونیا کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کہا۔

''یہ عورت میرے گھر میں داخل ہو کر چوری کر رہی تھی۔'' لال میاں نے جواب دیا۔ ''میں اسے سزا دے رہا تھا۔''

''تم کون ہوتے ہو سزا دینے والے......؟ تم نے اسے پولیس کے حوالے کیوں نہیں کیا......؟'' جوگی نے غصے سے کہا۔

''میں اسے پولیس اسٹیشن کہاں لے جاتا......؟ وہ بہت دور ہے۔ اس لیے میں نے سوچا کہ اسے سزا دے کر چھوڑ دوں۔''

''یہ سزا دینے کا کون سا طریقہ ہے......؟ کیا اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی عزت تار تار کی جائے۔'' جوگی نے جھک کر اس کا گریبان پکڑا پھر اسے کھڑا کیا۔ پھر اس نے منہ پر ایک زوردار مکا رسید کیا تو وہ الٹ کر فرش پر جا گرا۔ اس کا ہونٹ پھٹ گیا۔ اس کے منہ اور ہونٹ کے زخم سے خون رسنے لگا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

''تم۔ تم کس لیے آئے ہو؟ کیا چاہتے ہو......؟'' لال میاں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ اس نے سابقہ سوال دہرایا۔

جوگی نے کہا۔ ''شیطان کی اولاد... میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں۔ ہم دونوں نے تیری باتیں سن لیں تو اس عورت کی عزت سے کھیل چکا ہے۔ اب ہم تیری عزت اور دولت سے کھیلنے آئے ہیں۔'' پھر اس نے توقف کر کے سونیا سے کہا۔ ''اب تم جا سکتی ہو......؟ اس کا قرض ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ یہ تم سے کبھی اپنے قرض کا مطالبہ کرے گا۔ چلو۔ جلدی سے چلی جاؤ۔''

سونیا اسے بہت کچھ کہنا اور بتانا چاہتی تھی لیکن وہ جوگی کے تیور دیکھ کر فوراً ہی باہر نکل گئی۔ اس کے دل میں یہ خوف دامن گیر ہو گیا تھا کہ کہیں یہ ڈاکو اس کی عزت کے درپے نہ ہو جائیں۔

جوگی نے پہلے تو یہ چاہا کہ لال میاں کو جادو کے زور سے بے بس اور بے جان کر کے اس کی ساری دولت لوٹ لے۔ لیکن اب اس نے اپنا خیال بدل دیا۔ پھر اس نے لال میاں کو چاقو کے زور پر برہنہ کر کے اسے چوکی پر اس سے باندھ دیا جس پر اس خبیث نے سونیا کو باندھا ہوا تھا لال میاں بہت چیخا چلایا انہوں نے اس کی ایک نہ سنی۔

لال میاں نے اپنی ساری دولت اپنی چوکی کے نیچے گڑھا کر کے رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے چوکی ہٹائی۔ اس گڑھے کے منہ پر ایک صندوق رکھا ہوا تھا۔ اس گڑھے میں صرف رقم ہی نہیں تھی بلکہ بہت سارے زیورات اور کاغذات بھی تھے۔ جوگی نے رقم اور کاغذات اور سارے زیورات تکیے کے غلاف میں بھرے اور اس کے گھر سے نکل گیا لال میاں بڑی بے بسی سے یہ سب کچھ دیکھتا

رہا۔ جوگی نے اسے دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے شور مچایا تو اسے ذبح کر دیا جائے گا۔ اس پر اس دھمکی سے خوف و دہشت طاری ہو گئی تھی۔

جوگی نے گھر پہنچ کر رقم گنی تو وہ تین لاکھ تیس ہزار تھی۔ جوگی نے اس میں سے تارا میاں کو ایک لاکھ کی رقم دے دی۔ پھر اس سے کہا کہ وہ اس میں سے پانچ ہزار ٹا کا نکال کر باقی رقم کسی محفوظ جگہ رکھ دے اور ڈھاکا روانہ ہو جائے۔ وہاں ایک ہوٹل آرزو میں کمرہ لے کر اس کا انتظار کرے۔ وہ یہ رقم اور زیورات جو ہیں کاغذات کی مدد سے متعلقین تک پہنچا کر آ رہا ہے۔

دوسرے دن جوگی نے سونیا کے گھر پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا تو رامو دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ ”آپ کون ہیں؟“

”میں تمہارا دوست ہوں۔“ جوگی نے جواب دیا۔ ”میں تمہارا غم اور مشکل دور کرنے آیا ہوں۔ تم پر جو بوجھ ہے اسے اتارنے آیا ہوں۔“

”میں آپ کی بات کچھ سمجھا نہیں۔“ رامو نے حیرت سے جواب دیا۔ ”میں آپ کو پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔“

”تم مجھے اندر لے جا کر بٹھاؤ تو میں تمہیں اپنی بات سمجھاؤں۔“ جوگی نے کہا۔ ”یہاں کھڑے کھڑے بات ہو نہیں سکتی۔“

”اچھا......“ وہ کچھ سوچنے لگا۔ ”آپ اندر آ کر بیٹھ جائیں۔“ وہ دروازے کے پاس سے ہٹتے ہوئے بولا۔

رامو اسے اندر کمرے میں لے آیا۔ اس بڑے کمرے میں چٹائی پر سونیا۔ رامو کی بہن اور ماں بیٹھی ہوئی تھیں ایک کونے میں رامو کے دونوں بچے گہری نیند سو رہے تھے۔ ان تینوں نے جوگی کو متعجب نظروں سے دیکھا۔ جوگی چٹائی پر بیٹھ گیا تو رامو کی ماں نے اپنے بیٹے سے پوچھا۔ ”یہ کون ہے......؟“

”یہ کہتے ہیں کہ میں دوست ہوں اور مدد کرنے کے لیے آیا ہوں۔ تمہارا غم اور مشکل دور کردوں گا۔“ رامو نے جواب دیا۔

”ہم پر جو مصیبت آن پڑی ہے۔ اسے کون دور کر سکتا ہے......؟ اس خبیث مردود لال میاں نے ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔“ رامو کی ماں نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ ”اب ہمارے ہاں نوبت فاقوں کی آ گئی ہے۔ ایک وقت کے لیے بھات بھی نہیں ہے۔“

”اب تم سب لوگوں کی مصیبت کے دن دور ہو گئے۔“ جوگی نے جواب دیا۔ ”وہ منیجر لال میاں خود تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ اب ایک دن ایک وقت کا بھی فاقہ نہیں ہوگا۔ تم لوگوں کو پریشان

اور فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

سونیا اس کی آواز سن کر بڑے زور سے چونکی۔ آواز اسے بڑی مانوس سی لگی۔ پھر اسے یاد آیا کہ رات جس ڈاکو نے اپنے ساتھی کے ساتھ آ کر لال میاں کے شکنجے سے اسے نجات دلائی تھی یہ اس کی ہی آواز تو ہے۔ یہ نہ آتا تو لال میاں نہ صرف اس کی عزت تباہ کر دیتا بلکہ اس کا جسم بھی سگریٹ سے داغ دیتا۔ ہونٹ بھی۔ لیکن یہ ڈاکو یہاں کیوں اور کس لیے آیا ہے......؟ اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ رامو کی بیوی تھی......؟ اب اس کے ارادے کیا ہیں؟ اس کا سینہ تیزی سے دھڑکنے لگا۔

”ہاں دوست!......“ رامو نے کہا۔ ”یہ بتاؤ کہ آپ ہمارے لیے کیا کرنا چاہتے ہو؟ میں تمہیں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔“

جوگی نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکال کر رامو کی طرف بڑھایا۔ ”یہ وہ کاغذ ہے جس پر تمہارا انگوٹھا لگا ہوا ہے۔ تم نے اس مردود سے ایک ہزار ٹا کا قرض لیا تھا لیکن اس نے پانچ ہزار لکھ دیا تھا۔ اب تم اس کاغذ کو ابھی اور اسی وقت پھاڑ کر پھینک دو۔“

رامو نے اس کے ہاتھ سے کاغذ لے لیا۔ اس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ ”یہ کاغذ آپ کے پاس کیسے آیا؟“

”تمہیں اس سے کیا مطلب......؟ تم اس کاغذ کو پھاڑ پھینکو۔ تمہیں آم کھانے سے مطلب ہونا چاہیے۔“ جوگی نے تیز لہجے میں کہا۔

”واقعی تم نے ہماری بہت بڑی مشکل دور کر دی۔ جھوٹا بے ایمان کہہ رہا تھا کہ ہم نے پانچ ہزار ٹا کا قرض لیے ہیں۔“ رامو کی ماں بولی۔ رامو نے اس کاغذ کے پرزے پرزے کرتے ہوئے پوچھا۔ ”اس نے قرض کی واپسی کا مطالبہ کیا تو میں کیا کروں گا......؟“

”اس سے کہنا کہ تمہارے پاس ثبوت کیا ہے؟“ جوگی نے جواب دیا۔ ”وہ بغیر ثبوت کے تم سے ایک ٹا کا بھی وصول نہیں کر سکتا؟“

”اس نے پولیس میں میرے خلاف رپورٹ کر دی تو پھر میں اندر ہو جاؤں گا......“ رامو نے سہم کر کہا۔ ”پولیس بڑی ظالم ہوتی ہے۔“

”پولیس بغیر ثبوت کے کسی پر ہاتھ نہیں ڈالتی ہے۔ تمہیں فکر مند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔“ جوگی نے دلاسا دیا۔

”اس نے ہمارے زیورات کوڑیوں کے مول خریدے تھے......“ رامو کی بیوہ بہن نے جوگی سے کہا۔

”میں وہ زیورات بھی لے کر آیا ہوں۔“ جوگی نے دوسری جیب سے زیورات نکال کر اس

کے سامنے رکھ دیئے۔ ''اچھی طرح دیکھ لیں یہی زیورات ہیں۔ پورے ہیں نا۔ کوئی چیز رہ تو نہیں گئی ہے؟''

زیورات دیکھ کر سب کے چہرے کھل اٹھے۔ سونیا نے ایک ایک کر کے زیور کو دیکھا۔ ''ہاں پورے ہیں اور یہی ہیں۔''

''تمہیں قرض کا کاغذ اور زیورات کہاں سے مل گئے......؟'' رامو کی ماں حیرت اور خوشی سے بولی۔

''میں نے کہا نا کہ یہ سب کچھ مجھ سے مت پوچھیں۔ میں بتا نہیں سکتا خوش ہو جائیں کہ آپ کی بہت بڑی مشکل دور ہو گئی۔''

صرف سونیا جانتی تھی۔ لیکن اس کی مجبوری یہ تھی کہ وہ رات والے واقعے کے بارے میں کسی سے کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔ وہ انجان اور لاتعلق سی رہی۔ اسے رات ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ ڈاکو بہت شریف ہیں۔ رحم دل ہیں۔ اگر ایسے نہ ہوتے تو وہ ان کی درندگی کا نشانہ بن جاتی ڈاکو کب کسی عورت کو بے بس اور مجبور پا کر بخشتے ہیں انہوں نے اسے عزت سے جانے دیا۔ اس کی بے حجابی کی پردہ داری کی اور پھر اس نے خواب وخیال میں بھی سوچا نہ تھا کہ یہ شریف اور رحم دل ڈاکو نہ صرف قرض کا کاغذ بلکہ زیورات بھی لا کر واپس دے دیں گے۔ یہ زیورات سونے کے تھے۔ ان کے لیے معمولی ہوں گے لیکن اس گھر کے لیے بے حد قیمتی اور انمول تھے۔ اس میں اس کے سہاگ کی نشانی بھی تھی۔ رامو کی بہن اور ماں اسے دعائیں دینے لگیں تو جوگی نے اپنی جیب سے دس ہزار ٹاکا نکال کر اس کی طرف بڑھائے۔ رامو نے اتنے سارے نوٹوں کو حیرت سے دیکھ کر پوچھا۔ ''یہ کیا ہے......؟ آپ کس لیے رقم دے رہے ہیں۔''

''یہ دس ہزار ٹاکا ہیں۔'' جوگی نے جواب دیا۔ ''یہ میں نے منیجر لال میاں سے تم لوگوں کو دینے کے لیے وصول کیے ہیں؟''

''آپ نے کس بات کا جرمانہ اس سے وصول کیا ہے......؟'' رامو نے اس کے ہاتھ سے رقم لیتے ہوئے تحیر زدہ لہجے میں سوال کیا۔ ''اس کمینے نے تم لوگوں کو ہر طرح سے تنگ و پریشان اور ہراساں کیا۔ ذہنی اذیت پہنچائی۔ بے عزت کیا......؟''

آخری فقرے پر سونیا کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ اس لمحے کسی نے اس کے چہرے کی طرف نہیں دیکھا۔ وہ سب جوگی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس رقم کو دیکھ رہے تھے جو اس کے شوہر کے ہاتھ میں تھی۔ ان سب کے چہرے دمک اٹھے تھے۔ وہ اس رقم کو خواب ناک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ انہیں یہ سب کچھ کسی سندر سپنے کی طرح لگ رہا تھا۔ وہ دل میں ڈر رہی

تھی کہ کہیں یہ شخص ان دو راتوں کے واقعات بیان نہ کر دے۔ اگر یہ شریف ڈاکو مسیحا بن کر نہ آتے تو وہ لٹ جاتی۔

''ہاں......ہاں......'' رامو کی ماں بولی۔ ''اس نے میرے بیٹے کی بہت بے عزتی کی۔ تم نے اچھا کیا اس کی بے عزتی کا بدلہ لیا؟''

سونیا نے دل میں اپنی ساس کو مخاطب کر کے کہا۔ ''ماں! تم کیا جانو۔ اس شریف آدمی نے کس کی بے عزتی کا بدلہ لیا۔ اس کی عزت جو لٹ گئی کیا وہ اسے واپس مل سکتی ہے؟ اس دیش میں عورت کی عزت کی قیمت ہی کیا ہے؟ غریب عورت کی عزت کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے۔ ایک وقت کے کھانے کے لیے عورت اپنا سب کچھ بیچ دیتی ہے؟ لیکن اس شخص نے اس کی عزت کی تباہی کا جرمانہ اس درندے سے کاغذ زیورات اور دس ہزار ٹاکا کی صورت میں وصول کیا تھا۔ لیکن عورت کی عزت تو اس سے کہیں قیمتی ہے۔ لیکن غریب کی عورت کی نہیں۔ جہاں اسے بہت کچھ کھو دینے کا دکھ اور غم تھا دوسری طرف اسے اس بات سے خوشی ہو رہی تھی کہ لال میاں کو بہت بڑا سبق مل گیا۔ اب وہ نہ تو قرض وصول کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کی عزت سے کھیل سکے گا؟

''وہ کمینہ کسی کی عزت کرنا جانتا ہی نہیں تھا۔'' رامو نے کہا۔ ''اس کے متعلق بہت ساری باتیں گاؤں میں مشہور ہیں۔ وہ عورتوں کی عزت سے بھی کھیلتا ہے غریب عورتوں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ چونکہ وہ یہاں اکیلا رہتا ہے اس لیے عورت اور شراب کے بغیر نہیں رہتا۔ عورتیں اس کی شکل دیکھ کر اس سے اس طرح دور بھاگتی ہیں جس طرح شیطان کو دیکھ کر آدمی بھاگتا ہے۔''

''بیٹے!'' رامو کی ماں بولی۔ ''تم نے کس طرح سے یہ سب کچھ حاصل کیا۔ بتا دو۔ ورنہ ساری زندگی دل میں خلش رہے گی؟''

''میں رات اپنے ایک دوست کے ساتھ اس مردود سے اپنے دوست کا حساب بے باق کرنے پہنچا تھا۔'' جوگی کہنے لگا۔ ''اس نے میرے دوست کے ساتھ بڑا زبردست دھوکا کیا ہوا تھا۔ میرے دوست نے اس سے چھ ہزار کا قرض لیا تھا لیکن اس نے میرے دوست کی سادگی اور اعتماد سے فائدہ اٹھا کر اسے ساٹھ ہزار کی رقم بنا دی اور اس کی حسین وجمیل اور نوجوان بیوی سے ملنے اس کی غیر موجودگی میں گھر گیا کہ وہ اس کی بات مان لے تو وہ اس کے شوہر کے ساتھ کچھ رعایت کر دے گا۔ اس کی [illegible]ی نے اس مردود کی ایسی زبردست پٹائی کی کہ اسے اپنی جان بچانا مشکل ہو گیا۔ وہ زخمی ہو کر بھاگ نکلا۔ پھر اس نے دھمکی دی تھی کہ اس کے شوہر کو پولیس کے حوالے کر دے گا۔ میں جب اپنے دوست کے ساتھ وہاں پہنچا تو دیکھا وہ شراب کے نشے میں دھت ہے اور اس نے ایک عورت کو اپنے ملازم کی مدد سے چوکی سے باندھا ہوا تھا۔ تا کہ اسے بے آبرو کر سکے۔ اس نے

اس عورت پر یہ الزام لگایا تھا کہ یہ عورت اس کے ہاں چوری کے ارادے سے داخل ہوئی تھی اور اس نے اس عورت کو رنگے ہاتھوں دھرلیا۔ اس کی بات سن کر مجھے غصہ آ گیا میں نے اس مردود سے کہا کہ تم اسے سزا دینے والے کون ہوتے ہو؟ کیا کسی عورت کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا ہے۔ اس کی آبرو لوٹنے کی اجازت کس نے دی تمہیں......؟ پھر میں نے اس حرام زادے کے ایک زوردار مکا رسید کیا۔ اس کا دماغ درست کیا۔ پھر اس عورت کی رسیاں کاٹ دیں۔ پھر اسے رخصت کردیا کہ وہ گھر جائے۔ پھر میں نے اس خبیث سے کہا کہ تم نے جن لوگوں کو لوٹا ہے جس کاغذ پر انگوٹھا لگوا کر جو رقم بڑھا کر لکھی ہے وہ مجھے دے دو۔ پھر میں اور میرے دوست نے اس سے تمام کاغذات رقم اور زیورات چھین لیے۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس نے راموکو بھی بہت پریشان کیا۔ دھوکا دیا اسے ایک ہزار ٹا کا قرض دیا۔ لیکن کاغذ پر پانچ ہزار ٹا کا لکھ دیا ہے۔ اس کی یہ بات سن کر میں آیا ہوں کہ تم لوگوں کی رقم زیورات اور کاغذ واپس کردوں۔ اس کے متعلق کسی کو بالکل بھی نہ معلوم ہو۔ نہ ہی بتانے کی ضرورت ہے۔ میں نے اسے ایسا سبق دیا ہے کہ وہ بھولے سے بھی رقم کا تقاضا نہیں کرے گا۔ اگر اس نے رقم کا تقاضا کیا تو کہنا کہ کاغذ دو اور ہماری زمین لے لو......نہ وہ کاغذ دکھائے گا اور نہ ہی زمین لے گا۔ میں نے دس ہزار کی جو رقم دی ہے اس سے کاروبار کیا جاسکتا ہے شہر سے سامان لاکر گاؤں میں بیچا جاسکتا ہے۔ تمہاری زمین جو ہے اس پر کھیتی باڑی بھی ہوسکتی ہے۔ کوئی پوچھے کہ رقم کہاں سے آئی تو کہہ دینا کہ زیورات بیچ کر۔"

"کیا تم جانتے ہو کہ وہ عورت کون تھی جس کی عزت کا وہ مردود دشمن ہوگیا تھا......؟" رامو کی ماں نے پوچھا۔

"جی ہاں......" جوگی نے سر ہلایا۔ اس نے سونیا کی طرف غیر محسوس انداز اور کن انکھیوں سے دیکھا۔ "اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔"

سونیا کو غش سا آ گیا۔ وہ دیوار کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ مضبوط اعصاب کی عورت نہ ہوتی تو بے ہوش ہوجاتی۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں دھڑکنے لگا۔ اس کے سارے بدن پر پسینہ پھوٹ پڑا۔ اس کی حالت غیر ہونے لگی۔ اس کا سر چکرانے لگا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ "اس عورت کا نام بتاؤ؟" رامو کی ماں نے جوگی کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "اس عورت نے تمہیں اپنا نام بتایا؟"

"اس عورت کا نام جان کر کیا کرنا ہے......؟" جوگی جواب دیتے وقت سونیا کا چہرہ دیکھ رہا تھا اسے سونیا کی حالت کا اندازہ ہوگیا تھا۔

"میں اس عورت کی دل جوئی کرنا چاہتی ہوں تاکہ اس کا غم دور ہوسکے۔ اس خبیث نے

اس کے ساتھ کس قدر ظالمانہ سلوک کیا۔ اگر تم نہ پہنچتے تو اس کی عزت لٹ جاتی۔ میرا بس چلے تو میں اس کا خون کردوں۔" رامو کی ماں نفرت اور حقارت سے بولی۔

"میں اس عورت کا نام بتا نہیں سکتا اور نہ بتانا چاہوں گا۔ وہ ایک غریب شخص کی بیوی ہے۔" جوگی نے جواب دیا۔ "اچھا اب میں چلتا ہوں۔"

"نہیں۔ ابھی نہیں۔" رامو نے کہا پھر وہ سونیا سے بولا۔ "صاحب کے لیے کچھ لاؤ۔ یہ ہمارے محسن ہیں ہم کیا ان کی خاطر مدارت بھی......"

"نہیں......نہیں......اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں اب چلتا ہوں مجھے بہت سارے لوگوں کی امانتیں لوٹانا ہیں۔" جوگی اٹھ کھڑا ہوا۔

وہ تھوڑی دیر بعد گھر سے نکل کر ایک گھر کی طرف جارہا تھا کہ اس کے کانوں میں ایک نسوانی آواز گونجی۔ "سنیے۔" جوگی نے رک کر مڑ کے دیکھا۔ سونیا تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی اس کی طرف آرہی تھی۔ وہ اس کے پاس رک گئی سانسوں پر قابو پانے لگی۔

"خیریت تو ہے؟" جوگی نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ "کیا تمہیں مجھ سے کوئی کام وغیرہ ہے؟"

"میں آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی ہوں۔" وہ جھکی جھکی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"کس بات کا شکریہ سونیا!......؟" جوگی نے اپنائیت کے لہجے میں کہا۔ "میں نے کیا کیا جو تم شکریہ ادا کرنا چاہتی ہو؟"

"آپ نے بہت کچھ کیا۔" وہ ممنونیت سے بولی۔ "آپ نے ایک نہیں بہت سارے احسان کئے ہیں۔ میں احسانات کا شکریہ کیسے ادا کروں؟ پہلا احسان تو یہ ہے کہ آپ نے اس درندے سے میری عزت بچائی دوسرا احسان یہ کہ رقم کاغذ اور زیورات لا کر دیئے۔ تیسرا احسان یہ کہ میرے شوہر ساس اور نند کو میرے متعلق نہیں بتایا۔ اگر انہیں معلوم ہوجاتا کہ وہ عورت میں تھی تو قیامت آجاتی......"

"میں نے کوئی احسان نہیں کیا ہے۔" جوگی نے کہا۔ "ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ مصیبت میں دوسرے کے کام آئے۔ میں نے بھی ایک انسان ہونے کے ناتے اپنا فرض ادا کیا۔ مجھے اس بات سے بہت خوشی ہوئی کہ میں نے تمہاری عزت وآبرو بچائی۔ اس مردود نے تمہاری عزت لوٹی ہے کاش! میں اس روز ہوتا تو اس کی نوبت نہیں آتی۔ اب تم اس بات اور واقعے کو بھلا دو۔ جاؤ ایک اچھی اور سکھ کی زندگی گزارو۔"

"آپ کتنے نیک، اچھے اور شریف ڈاکو ہیں۔" سونیا کی خوبصورت آنکھیں بھر آئیں اور اس کی ریشمی آواز بھی بھرا سی گئی۔ "میں نے کبھی نہیں سنا کہ ڈاکو شریف ہوتے ہیں وہ بہت بے رحم اور ظالم ہوتے ہیں۔"

"تم نے کیسے اندازہ کرلیا کہ میں ایک اچھا اور شریف ڈاکو ہوں؟" جوگی نے شوخ لہجے میں پوچھا۔ "تم اب بھی کیا مجھے ڈاکو ہی سمجھ رہی ہو......؟" جوگی ہنس پڑا۔ "کیا تم نے اپنی زندگی میں پہلی بار ڈاکو کو دیکھا؟ پہلی بار ڈاکو سے واسطہ پڑا؟"

"آپ ڈاکو نہیں ہیں......؟" سونیا کے حسین چہرے پر ندامت کی سرخی پھیل گئی۔ "مجھے معاف کردیجئے میں نے آپ کو غلط سمجھا۔"

"میں آپ کو ساری زندگی بھلا نہ سکوں گی۔" سونیا بولی۔ پھر اس نے جوگی کے قریب ہوکر اپنی مرمریں بانہیں اس کے گلے میں حمائل کردیں۔ پھر اس نے جوگی کا بوسہ لیا۔ پھر اس نے اپنے ہونٹ الگ کرکے کہا۔ "یہ بوسہ غلیظ نہیں ہے۔ اسے آپ اپنے دوست کا بوسہ سمجھیں۔"

"اب تم گھر جاؤ۔ کسی نے دیکھ لیا تو پھر تمہاری بدنامی ہوجائے گی۔ تمہارا شوہر تم سے نفرت کرنے لگے گا۔"

"شوہر......؟" وہ تلخی سے بولی۔ "اس غریب شوہر کی اوقات ہی کیا؟ کیا بتاؤں؟ اس نے پہلی بار لال میاں کے ہاں بھیجا تھا کہ میں اس سے جاکر بات کروں۔ اپنی عزت کا سودا کرکے قرض ادا کروں۔ غربت تو غیرت بھی ختم کردیتی ہے۔"

جوگی نے نیک کام میں دیر نہیں لگائی۔ پھر بھی اسے متاثرہ اور لال میاں کے ہاتھوں ستائے ہوئے لوگوں سے ملنے ان کی رقمیں، کاغذات اور زیورات واپس کرنے میں دو گھنٹے لگ گئے۔ وہ سب بہت خوش ہوگئے تھے۔ انہیں یقین نہیں آیا کہ ان کے دن پھر سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ انہیں سپنے کی طرح لگا تھا۔ انہوں نے جوگی کو بہت ساری دعائیں دی تھیں۔

جس وقت وہ ندی کے پاس والے مکان سے لوٹ کر کھیت سے گزر رہا تھا۔ اس نے ایک نسوانی چیخ سنی۔ اس نے دیکھا دو مرد ایک لڑکی کو اٹھائے جھونپڑی میں گھس رہے ہیں۔ وہ جھونپڑی خاصی بڑی تھی کھیت کے قریب بنی ہوئی تھی۔ ان کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہوگیا۔

جوگی ایک پل میں جھونپڑی میں داخل ہوچکا تھا لیکن وہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ان دونوں مردوں نے اس لڑکی کو چوکی پر بچھے ہوئے بستر پر لٹا دیا۔ جب اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی تو پہلے سے موجود مرد نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کردیا۔ پھر اس نے گرج دار آواز میں کہا۔ "خاموشی سے لیٹی رہو۔ خبردار جو تم نے چیخنے چلانے کی کوشش کی......؟"

لڑکی اپنا گال سہلانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ وہ خوفزدہ نظروں سے ان تینوں کو دیکھنے لگی۔ وہ چودہ برس کی بڑی بھرپور لڑکی تھی خوبصورت نہیں تھی لیکن بے حد پرکشش تھی اس کا قد بھی نکلتا ہوا تھا۔

وہ چند لمحوں کے بعد حیرت اور خوف سے بولی۔ "شیخو بابا! مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟ میں نے کیا کیا جو مجھے مارا ہے؟"

"تجھے یہاں اس لیے لایا گیا ہے کہ تو ہم تینوں کا دل خوش کرے۔" شیخو بابا نے جواب دیا۔ "میں نے اس لیے تجھے مارا ہے کہ تو ہماری ہر بات مانے......تو یہاں سے اس وقت تک نہیں جاسکتی جب تک ہم تجھے یہاں سے جانے کی اجازت نہ دیں۔"

"میں آپ تینوں کا دل کس طرح سے خوش کروں؟" اس نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔ وہ اس کی بات سمجھی نہیں تھی۔

"میں بتاتا ہوں۔" دوسرا مرد اس کی طرف بڑھا۔ اس نے بستر کے پاس پہنچ کر کہا۔ "تم ہم تینوں کی باری باری بیوی بنوگی......؟"

"کیا......؟" لڑکی اچھل پڑی۔ اس کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ "آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کی نواسی میری سہیلی ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے۔" تیسرے مرد نے کہا۔ "بیوی بننے اور خوش کرنے کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہوتی ہے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" لڑکی جس کا نام روبی تھا وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔ "آپ تینوں نے مجھے گودوں میں کھلایا ہے؟ میں آپ تینوں کی نواسیوں اور پوتیوں کی عمر کی ہوں۔ ان کے ساتھ کھیلتی رہتی ہوں۔ میں بھی ان کی طرح ہوں۔"

"تمہیں چونکہ گودوں میں کھلاتے ہوئے برسوں بیت گئے اس لیے آج تمہیں کھلا کر پرانی یادیں تازہ کرنا چاہتے ہیں؟" شیخو بابا نے تمسخر سے کہا۔ "آج تم ہم تینوں کے ساتھ کھیلو گی۔ لیکن ان کے ساتھ کھیلنے میں اور بات تھی۔ ہمارے ساتھ کھیلنے میں اور ہی بات ہوگی؟"

"آپ تینوں کو شرم آنا چاہیے۔" روبی نفرت اور غصے سے بولی۔ "سفید بالوں کا بھی خیال نہیں۔ عمر کا بھی نہیں۔"

"شرم......اس میں شرم کی کیا بات ہے......؟" دوسرے مرد نے کہا۔ "تیرے چچا نے تیرہ برس کی لڑکی سے دو سال پہلے شادی نہیں کی! اس کے کون سے کالے بال ہیں؟ کیا شعبان علی نے زینب خالہ کی گیارہ برس کی لڑکی سے شادی نہیں کی؟ اس کی عمر ستر برس کی ہے۔ اس کی نواسیاں نواسے پوتے

اور پوتیاں بھی ہیں......تو چودہ برس کی ہے کون سی ابھی بچی ہے......؟'' وہ اتنا کہہ کر ہنسا۔

''ان دونوں نے شادیاں کر کے خاصا اچھا کام کیا......؟'' روبی تنک کر بولی۔''انہوں نے ان کی غریبی سے فائدہ اٹھایا لیکن غلط کام نہیں کیا؟ ان کی عزت تباہ نہیں کی۔ لیکن آپ لوگ میری عزت سے کھیلنا چاہتے ہیں؟ کیا یہ بری بات نہیں ہے؟''

''اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی ہے۔ ہماری بے عزتی کر رہی ہے؟ شینخو بابا! تم اس کی شکل کیا دیکھ رہے ہو؟'' تیسرے نے کہا۔''ارے کیا ہم اسے یہاں اس کی باتیں سننے کے لیے لائے ہیں؟'' دوسرے نے کہا۔''مجھے پہل کرنے دو۔ پھر خود بخود راستے پر آ جائے گی۔''

''خبردار۔ جو کسی نے مجھے ہاتھ بھی لگایا'' وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔''میں اس کا خون کر دوں گی۔ اسے زندہ رہنے نہیں دوں گی۔''

''بہت اترا رہی ہے۔ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھ رہی ہے دھمکیاں دیئے جا رہی ہے؟'' شینخو نے کہا۔''میں اس کا دماغ درست کرتا ہوں۔''

''اس کی طرف سنبھل کر جانا......'' دوسرے نے شینخو کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ پھر اسے روک لیا۔ اسے بستر کی طرف جانے نہیں دیا۔

''تم مجھے اس چھوکری سے ڈرا رہے ہو۔'' شینخو نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔''یہ کیا بیچتی ہے۔ مجھے پہل کرنے دو۔''

''تم بھول رہے ہو......'' اس نے کہا۔''گاؤں کے دو لڑکوں نے اسے آم کے باغ میں پکڑ لیا تھا۔ اس کے ساتھ دست درازی کی تو اس نے ایک لڑکے کے سر پر پتھر مار کر اس کا سر پھاڑ دیا تھا۔ دوسرے کے پیر کی ہڈی توڑ دی تھی۔ مہاجن نے اسے بھات دینے کے بہانے جھانسہ دے کر گودام میں دبوچ لیا تو اس کا چہرہ لہولہان کر دیا تھا۔ یہ اب بھی ایسا ہی کر سکتی ہے؟ اس لیے ہوشیار رہنا۔''

شینخو یہ سن کر ڈر سا گیا تو پہلے والے نے کہا۔''ہم تینوں مل کر اسے گھیرتے ہیں۔ اسے بے لباس کر دو تو یہ پھر کچھ نہ کر سکے گی۔''

''کسی خوش فہمی میں نہیں رہنا۔'' روبی نے ہیجانی لہجے میں کہا۔''میرے پاس نہ آنا۔ تم تینوں ایک طرف ہٹ جاؤ۔ مجھے جانے دو۔''

''کتنی شرم کی بات ہے کہ یہ ہم تینوں کو ڈرا رہی ہے؟ دھمکیاں دے رہی ہے۔ ہم اس کا منہ دیکھ رہے ہیں۔'' شینخو نے کہا۔

''ایک منٹ ٹھہرو۔'' دوسرے نے کہا۔''میں ایک ایسی چیز لاتا ہوں جس سے یہ راہ راست

پر اپنے آپ ہی آ جائے گی۔ اسے باہر مت جانے دینا۔ یہ چلی گئی تو پھر کبھی ہمارے ہتھے نہیں چڑھے گی پھر گاؤں میں جا کر کم بخت ہمارے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دے گی۔''

''یہ بعد میں بھی تو جا کر ہمارے خلاف فتنہ فساد مچا سکتی ہے؟'' پہلے والے نے کہا۔''سوچو اسے کس طرح زبان قید رکھنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ آج تک کسی نے یہاں سے جا کر ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہے۔ اگر اس نے بھانڈا پھوڑ دیا تو ہم کسی کو اپنی شکل دکھا نہیں سکیں گے۔''

''اس لیے کسی نے نہیں بتایا کہ یہ اس کی اپنی عزت کا سوال تھا۔ جب اس کی عزت ہی نہیں رہے گی تو پھر یہ بھی کسی کو اپنی عزت جانے کے بارے میں بتا نہیں سکے گی۔ اس لیے یہ بہت ضروری ہے کہ یہ اپنی عزت ہم تینوں پر نچھاور کر کے جائے۔'' شینخو نے کہا۔

''میں خود بھی یہی چاہ رہا ہوں۔'' دوسرے نے کہا۔''ایک منٹ صبر کرو۔ اسے باہر مت جانے دو۔ میں ابھی آیا۔''

اتنا کہہ کر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ روبی بے خوفی سے کھڑی باہر کے دروازے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ وہ یہاں سے کسی صورت کسی تدبیر سے نکل جانا چاہتی تھی۔ اسے تین درندوں نے گھیر رکھا تھا۔ اس کے فرار کی راہ مسدود بھی تھی۔ اسے کمرے میں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس کی مدد سے وہ نکل جائے اور ان تینوں وحشی بوڑھوں کا حشر نشر کر دے۔ وہ عام لڑکیوں سے یکسر مختلف تھی۔ وہ ڈرنے والوں میں سے نہیں تھی اس میں بے پناہ جسمانی کشش تھی جس سے مرد اور جوان لڑکے اسے پھانسنے اور دبوچنے کی کوشش کرتے تھے۔ بس کسی نے بھی اسے چھوا اس نے ٹھیک کر دیا تھا اس کے لیے مشکل یہ تھی کہ وہ نہتی تھی۔ وہ مرد اس کی راہ میں حائل تھے۔

وہ جلد ہی واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں تیزاب سے بھری ہوئی بوتل تھی۔ تیزاب کی بوتل دیکھ کر روبی کا حوصلہ پست ہونے لگا۔ وہ کسی قیمت پر بدصورت ہونا نہیں چاہتی تھی۔ ان کے پاس ایک ایسا ہتھیار تھا جس نے اس کی ساری طاقت سلب کر لی تھی۔ گاؤں میں دو ایک ایسی عورتیں تھیں جن کے چہروں پر ان کے شوہروں نے اس لیے تیزاب پھینک دیا تھا کہ وہ بدچلن تھیں۔ انہیں قابل اعتراض حالت میں دیکھا گیا تھا۔

''اگر تم نے ہماری بات نہیں مانی تو میں یہ تیزاب تمہارے چہرے اور جسم پر پھینک دوں گا۔'' دوسرے نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

اگر تم نے یہ حرکت کی تو میرا باپ اور بھائی تم تینوں کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔'' روبی نے اپنی طاقت مجتمع کر کے کہا۔

''ہم تمہارے باپ سے کہیں گے کہ تمہاری بیٹی کو ہم نے منی پور گاؤں کے ایک لڑکے کے

ساتھ قابل اعتراض میں دیکھا تو اس پر تیزاب پھینکا تھا۔ لیکن وہ بچ کر بھاگ نکلا تمہاری بیٹی بچ نہ سکی۔ تمہارا باپ ہم تینوں کی بات کا یقین کرلے گا۔" دوسرے نے کہا۔ روبی کا چہرہ متغیر ہوگیا اس کا جسم خوف و دہشت سے لرزنے لگا۔ شیخو نے اس سے پوچھا۔ "تم ہماری بات مانو گی نا......؟"

"نہیں......نہیں......" روبی نے ہیجانی لہجے میں چیختے ہوئے جواب دیا۔ "میں مرجاؤں گی تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔"

پہلے والے اور شیخو نے لپک کر اسے دونوں طرف سے پکڑلیا۔ دوسرا اس کے سامنے بوتل لے کر کھڑا ہوگیا۔ "اب کیا کہتی ہو؟"

"سنو......" روبی ایک لخت بے خوفی سے بولی۔ "شیطانوں میں تمہاری کوئی بات نہیں مانوں گی۔ مجھے چھوڑ دو۔ جانے دو۔"

"تم دونوں بے وقوفوں کی طرح کھڑے میرے شکل کیا دیکھ رہے ہو......؟ اس کی ساڑی اتار پھینکو جلدی کرو۔" دوسرے نے کہا۔

"تم لوگ یہ حرکت نہیں کرنا۔ تم نہیں جانتے ہو میں کون ہوں؟ کیا ہوں؟ مجھے چھوڑ دو......" وہ نفرت اور حقارت اور غصے سے بولی۔

شیخو نے اس کی ساڑی اتارنے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ روبی میں یک لخت نجانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی کہ اس نے ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑالیا۔ وہ دیکھتے ہی رہ گئے۔

روبی نے آگے بڑھ کر دوسرے کو اپنے ہاتھوں پر اس طرح اٹھالیا جیسے وہ کوئی کھلونا ہو۔ پھر اس نے دو تین چکر دیئے۔ پھر اسے فرش پر دے مارا تو اس کی چیخ نکل گئی۔ اس کے سارے جسم پر چوٹیں آئیں۔ وہ درد سے تڑپنے لگا۔ یہ دیکھ کر وہ دونوں باہر کے دروازے کی طرف لپکے۔ دروازہ بند ہوگیا تھا۔ ان دونوں نے دروازہ کھولنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ کھل نہیں رہا تھا۔ ان دونوں نے مل کر اپنا سارا زور صرف کردیا۔ انہیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ وہ حواس باختہ ہونے لگے۔

"آپ دونوں کہاں جارہے ہیں؟" روبی نے استہزائی لہجے میں کہا اور ان کی طرف بڑھی۔ "کیا میرے ساتھ نہیں کھیلیں گے؟"

روبی کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھ کر ان کی سٹی گم ہوگئی۔ وہ ان کے سامنے پہنچ کر کھڑی ہوگئی۔

"آپ دونوں کو اب کیا ہوگیا ہے؟" ان کے حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ وہ خوف و دہشت سے لرزاں تھے۔ روبی نے ایک ہاتھ سے شیخو کا گریبان پکڑا۔ دوسرے ہاتھ سے پہلے کا گریبان۔ پھر دونوں کو اس طرح سے اوپر اٹھالیا جیسے ان کا کوئی وزن نہ ہو اور یہ دونوں گڑیا ہوں۔ اس نے ان دونوں کو بھی فرش پر پٹخ دیا وہ خوف سے بے ہوش ہوگئے۔ دوسرا بھی بے ہوش

ہوچکا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ان تینوں کو ہوش ایک ساتھ ہی آیا وہ تینوں اپنے کپڑے جھاڑتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ حیرت اور خوف سے ایک دوسرے شکلیں دیکھنے لگے۔ اس لمحے وہ یہ بھول چکے تھے کہ ان کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ ان کے دماغ کورے کاغذ کی طرح ہوگئے تھے انہیں صرف اتنا یاد تھا کہ وہ روبی کو کھیت میں دبوچ کر اس جھونپڑی میں لائے تھے۔ وہ کیسے بے ہوش ہوئے یہ یاد نہیں تھا۔

شیخو نے کمرے میں چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے پوچھا۔ "روبی کہاں ہے؟ وہ نظر نہیں آرہی ہے؟"

"وہ ہمارے ہاتھوں سے بچ کر نکل گئی۔" پہلے نے اپنا سر جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ بہت برا ہوا۔ اسے جانے کیوں دیا گیا؟"

"معلوم نہیں وہ کیسے اور کیوں کر نکل گئی......؟" دوسرے نے کہا۔ "یہ ہم تینوں ایک دم سے بے ہوش کیسے ہوگئے؟ ہمارے ساتھ کیا ہوا تھا؟"

"مجھے یاد آرہا ہے کہ ہم تینوں نے اسے قابو میں کرکے بے بس کرنے کے لیے اس کے گرد گھیرا تنگ کیا تھا اور ہمارے سر آپس میں ٹکرا گئے تھے۔" تیسرے نے کہا۔ "پھر ہم بے ہوش ہوگئے۔ حیرت کی بات ہے کہ اتنی سی بات پر ہم تینوں بیک وقت بے ہوش ہوگئے۔"

"بات یہ ہے کہ ہم تینوں بوڑھے ہوگئے ہیں اور ہماری عمریں ساٹھ اور ستر برس کی ہوچکی ہیں۔ اس لیے بے ہوش ہوگئے۔" شیخو نے کہا۔

"لیکن اس کے باوجود جوانوں سے کہیں صحت مند طاقت ور اور جوان مرد ہیں۔ جوان ہمارا سے مقابلہ نہیں کرسکتے۔" دوسرے نے کہا۔

"میں اس لیے جانے کب سے کہہ رہا ہوں کہ ہم لوگ کیوں نہ شادی کرکے گھر بسا سکتے ہیں۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ روبی سے شادی کرلوں؟ اس کے ماں باپ بہت غریب لوگ ہیں۔ وہ مجھے اس کا رشتہ دے دیں گے۔ اس کی عمر نہ صرف چودہ برس کی ہے بلکہ وہ بہت پرکشش ہے اس کے خدوخال کتنے تیکھے ہیں۔ اس کے چہرے پر نمک ہے میں اس کے لیے جانے کب سے تڑپ رہا ہوں۔" تیسرے نے کہا۔

"پہلے یہ دیکھو کہ روبی گئی کہاں......؟" شیخو نے برہمی سے کہا۔ "تم اس کے خواب دیکھنے لگے اور اس کی تعریف اور شاعری کرنے لگے۔ وہ کھیتوں میں سے جارہی ہوگی۔ چلو......ہم چل کر اسے پکڑ لیتے ہیں۔ اگر اس نے گاؤں پہنچ کر ہمارے متعلق کچھ اڑادیا تو ہم کسی کو منہ نہ دکھا سکیں گے۔"

"دروازہ اندر سے بند ہے۔" پہلے والے نے کہا۔ "باہر جانے کا ایک ہی راستہ ہے۔ وہ گئی نہیں ہے۔ دوسرے کمرے میں چھپ گئی ہوگی۔"

"کہیں وہ ہمیں بے ہوش ہوتا ہوا دیکھ کر خوف سے چوکی کے نیچے نہ چھپ گئی ہو؟" شیخو جھک کر چوکی کے نیچے دیکھنے لگا۔ روبی وہاں نہیں تھی۔

"آپ لوگ مجھے تلاش کر رہے ہیں؟" روبی کی شوخی سے بھری آواز کمرے میں گونجی۔ "میں یہاں ہوں۔ ادھر دیکھیں......؟"

ان تینوں نے آواز کی سمت تیزی سے گھوم کر دیکھا۔ روبی دہلیز پر کھڑی مسکرا رہی تھی اس کی آنکھوں میں بجلی کی سی چمک تھی۔ چہرہ دمک رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک دل آویز تبسم رقصاں تھا۔ وہ اس قدر حسین اور پرکشش دکھائی دے رہی تھی کہ ان کے دلوں پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ انہیں کبھی روبی اس قدر حسین دکھائی نہیں دی تھی اس کے انگ انگ چھلک رہی تھی۔

"کیا آپ تینوں کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ میری بے حرمتی کریں؟ آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ میں ایک بچی ہوں۔" روبی نے استہزائی لہجے میں کہا۔

"میں نے تم سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" دوسرے نے فوراً کہا۔ "اب ہم میں سے کوئی تمہیں میلی نظر سے نہیں دیکھے گا تم جا سکتی ہو؟"

"اس سے شادی تم نہیں میں کروں گا۔" شیخو نے کہا۔ "تم اور فخر یہاں سے جاؤ تاکہ میں اس سے راز و نیاز کر سکوں؟"

"اس سے شادی کرنے کا امیدوار میں بھی ہوں۔" پہلے نے کہا۔ "تم دونوں کے مقابلے میں میرے پاس مال پانی زیادہ ہے۔ میں اسے زیادہ خوش رکھوں گا۔ ہنی مون منانے کے لیے رنگا ماٹی اور کاکس بازار لے جاؤں گا اسے سونے کے زیورات سے لاد دوں گا۔"

"تم دونوں کے مقابلے میں میری عمر کم ہے اور میں صحت مند اور چاق و چوبند بھی ہوں۔" شیخو نے کہا۔ "اس پر میرا حق زیادہ ہے۔"

"تم سے کس نے کہہ دیا کہ میری عمر زیادہ ہے۔" اس نے شیخو سے تکرار کی۔ "تمہیں تو شوگر اور ہائی بلڈ پریشر ہے۔"

"مجھے کوئی بیماری نہیں ہے اور میں تم دونوں کے مقابلے میں دبلا پتلا ہوں تم دونوں سانڈ کی طرح ہو رہے ہو۔" تیسرے نے کہا۔

"تینوں نانا جان، نواسی سے شادی کرنے کے لیے آپس میں لڑ جھگڑ رہے ہیں؟" روبی کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"تم کب سے ہم سب کی نواسی ہو گئی؟" شیخو نے کہا۔ "ہم میں سے کوئی بھی تمہارا نانا نہیں ہے۔ ہم تم سے شادی کر سکتے ہیں؟"

"سگے نانا نہیں ہو لیکن نانا کی عمر کے ہو۔ نانا کے دوستوں میں سے ہو۔ میں تم تینوں کو نانا کہہ کر پکارتی آئی ہوں۔ تمہاری گودوں میں کھیلتی آئی ہوں۔ مجھے اپنی بیوی بنا کر کیا تمہیں اچھا لگے گا......؟ تمہیں شرم نہیں آئے گی......؟" روبی نے چیختے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تمہارے نانا کہنے سے ہم نانا نہیں ہو گئے اور نہ تم نواسی۔ شادی کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے؟" دوسرے نے کہا۔

"پھر مجھے جانے دو۔" روبی بولی۔ "جو مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ اپنا رشتہ لے کر میرے ماں باپ دادا اور نانا کے پاس آئے؟"

"ہم تینوں آپس میں مشورہ کریں گے اور تمہارے نام قرعہ ڈالیں گے۔ پھر رشتہ لے کر آئیں گے لیکن ہم تمہیں جانے نہیں دیں گے۔" پہلے نے کہا۔

"جانے کیوں نہیں دو گے......؟" روبی نے تنک کر کہا۔ "اب جب کہ ایک بات کا فیصلہ ہو چکا ہے تو جانے سے کیوں روک رہے ہو؟"

"اس لیے کہ دل کے ارمان پورے کرنے میں یہاں جو بھی عورت اور لڑکی آئی وہ ہمیں خوش کیے بغیر نہیں گئی۔" دوسرے نے کہا۔

"ذرا سوچو۔ مجھ پر میری عمر پر رحم کھاؤ۔ میں ایک لڑکی ہوں تم تین مرد ہو۔ میں کوئی طوائف نہیں ہوں چکلے کی نہیں ہوں۔" وہ بولی۔

"یہ ہماری مجبوری ہے اور تم ہماری ضرورت بھی ہو۔ اس لیے ہم رحم نہیں کھا سکتے؟ اتفاق سے تم ایک ہی ہاتھ لگی ہو۔" شیخو نے کہا۔

"کہو تو میں تم تینوں کے لیے بہت ساری عورتوں کا بندوبست کر سکتی ہوں؟" روبی بولی۔ "کیا تم تینوں دل بہلاؤ گے......؟"

"ابھی اور اسی وقت بندوبست ہونا چاہیے! تم بہت ہوشیار ہو روبی! اس بہانے باہر جانا چاہتی ہو؟" دوسرے نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ابھی اور اسی وقت میں تم تینوں کی تفریح اور دل بستگی کا بندوبست کر رہی ہوں۔ یہاں سے جاؤں گی بھی نہیں۔" روبی بولی۔ دوسرے لمحے اس نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا پھر وہ بولی۔ "تم سب ایک ایک کر کے آؤ۔ ایک قطار میں آؤ۔"

روبی کی بات سن کر وہ تینوں ہنسنے اور مسکرانے لگے۔ دوسرے نے تمسخر سے کہا۔ "لگتا ہے کہ

یہ پاگل ہوگئی ہے۔ بہکی بہکی باتیں کررہی ہے۔"

"میں پاگل نہیں ہوئی ہوں بلکہ تم تینوں ان عورتوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاؤ گے؟ کیسی حسین عورتیں ہیں؟" روبی نے کہا۔

چند ثانیوں کے بعد اندر کے کمرے سے لڑکیاں اور عورتیں ایک قطار میں کمرے میں داخل ہوئیں۔ وہ تینوں ان عورتوں کو دیکھ کر بھونچکے ہوگئے۔ جب وہ ایک طرف کھڑی ہوگئیں تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہ عورتیں ہیں جن کو انہوں نے اغوا کر کے آلودہ کیا تھا۔ اس وقت وہ سب کی سب اس قدر حسین اور جاذبیت سے بھرپور دکھائی دے رہی تھیں کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ وہ لباس میں اس طرح چھلک رہی تھیں جیسے کانچ کی صراحی میں سے شراب چھلکتی ہے ان کے حسن وشباب اور گداز جسم کی کرشمہ سازیاں دیکھ کر ان کی رال اس طرح ٹپک پڑی جیسے کچے لال گوشت کو دیکھ کر بھیڑیوں کی رال ٹپکتی ہے۔ کبھی یہ لڑکیاں اور عورتیں اس قدر حسین، بھرپور جوان دکھائی نہیں دی تھیں۔

"یہ کل اٹھارہ لڑکیاں اور عورتیں ہیں۔" روبی کہنے لگی۔ "ایک کے حصے میں کل چھ عدد آرہی ہیں۔ یہ سب ایک سے ایک حسین اور دل کش ہیں یہ نئی نہیں ہیں۔ یہ وہ عورتیں ہیں جن کی آبرو تم تینوں نے جبر وزیادتی سے تباہ کی ہے۔ یہ پھر سے سیوا کے لیے حاضر ہیں۔"

"ان میں سے ہم اپنے لیے صرف ایک چن لیتے ہیں۔" دوسرے نے کہا۔ "ہمارے لیے صرف ایک لڑکی کافی ہے۔ صرف ایک چاہیے؟"

"صرف ایک......؟" روبی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "کیسے مرد ہو جو صرف ایک لڑکی چاہتے ہو؟ چھ لڑکیوں سے باری باری دل بہلاؤ؟"

"یہ کیسے ممکن ہے......؟" دوسرا کھسیانا سا ہوگیا۔ "ایک کے لیے ایک لڑکی کافی ہے۔ ایک مرد انہیں ایک وقت میں کیسے خوش کرسکتا ہے؟"

"لیکن تم تینوں تو مجھ ایک لڑکی سے دل بہلانے والے تھے......؟ یہ تمہارے نزدیک ممکن تھا۔ تم تینوں کو میری عمر اور کم سنی پر ترس نہیں آیا۔ درندوں کی طرح مجھ پر ٹوٹنے والے تھے۔ یہ لڑکیاں نہ ہوتیں تو جانے میرا کیا حشر ہوتا؟" روبی زہر خند ہوکر بولی۔

"لیکن یہ سب کہاں سے اور کیسے آئی ہیں؟" شیخو نے متعجب لہجے میں کہا۔ "کہیں ہم خواب تو نہیں دیکھ رہے ہیں۔"

"ہاں...... یہ سوچنے کی بات ہے؟" پہلے نے کہا۔ "میری عقل کام نہیں کررہی ہے؟ کہیں آج ہم نے زیادہ پی تو نہیں لی ہے؟"

"یہ سب کس قدر حسین اور سندر سندر لگ رہی ہیں پہلے تو ایسی نہیں لگی تھیں۔" دوسرے نے شیخو سے کہا۔ "ہم شاید سپنا دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ سپنا نہیں۔ حقیقت ہے۔ یہ وہ معصوم لڑکیاں اور عورتیں ہیں جو تم تینوں کی درندگی کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ انہوں نے اپنی رسوائی اور عزت کے خوف سے اپنی زبانیں بند رکھی تھیں۔ ان کی بات کا کوئی یقین نہیں کرتا۔ وہ تم لوگوں سے انتقام بھی نہیں لے سکتی تھیں۔ لیکن آج یہ سب تم تینوں سے انتقام لینے کے لیے آئی ہیں۔ تم ان کے انتقام سے بچ نہیں سکتے ہو؟" روبی نے ہیجانی لہجے میں کہا۔

"انتقام......؟" شیخو قہقہہ مار کر بڑے زور سے ہنسا پھر اس نے نفرت سے اونہہ کیا۔ "یہ ہم سے کیا انتقام لیں گی۔"

"جب یہ تم سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیں گی تب تمہیں معلوم ہوگا کہ کیسا بھیانک انتقام لے رہی ہیں؟" روبی بولی۔

"ہمارے سامنے کئی لڑکیاں نہیں ہیں۔ عورتیں نہیں ہیں۔ یہ نظر بندی ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو؟" پہلے نے اس کی تائید کی۔ "یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اٹھارہ عورتیں دوسرے کمرے میں موجود ہوں اور ہمیں پتا نہ چلے۔"

"اگر یہ عورتیں موجود ہوتیں اور ہمیں علم ہوتا تو روبی کو کیوں اٹھا کر لاتے؟" شیخو نے کہا۔ "یہ مال ہمارے لیے بہت تھا۔"

"نظر بندی کی وجہ سے یہ عورتیں بہت ہی دل فریب اور حسین دکھائی دے رہی ہیں۔ ہمارا دل للچا رہا ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"مونا!......" ایک تیس برس کی عورت کو روبی نے مخاطب کیا۔ "تم اس کے پاس جاؤ۔ اس کے منہ پر تھپڑ رسید کر کے بتاؤ کہ یہ نظر بندی نہیں۔ کوئی سپنا نہیں۔ کوئی خواب نہیں بلکہ حقیقت ہے۔ نہ شراب کا نشہ ہے۔"

مونا قطار سے نکل کر بجلی کا کوندا بن کر دوسرے کی طرف لپکی۔ پھر اس نے دوسرے کے پاس پہنچ کر اس کے منہ پر اتنے زور سے تھپڑ رسید کیا کہ اسے دن میں تارے نظر آ گئے۔ اس کا دماغ بھن جھنا گیا۔ دہشت سے اس کا جسم لرزنے لگا۔

"اب تم کیا کہتے ہو......؟" روبی نے دوسرے سے پوچھا۔ "یہ بھی نظر بندی ہے یا سپنا...... اب عقل ٹھکانے آئی ایک اور تھپڑ کھاؤ گے؟" اس نے کوئی جواب نہیں دیا تو روبی نے مونا

سے کہا۔ ”ایک ایک تھپڑ ان دونوں کو بھی رسید کردو۔“

مونا نے چشم زدن میں ایک ایک تھپڑ ان تینوں کے رسید کردیا۔ انہیں ایسا محسوس ہوا کہ یہ ہاتھ ایک عورت کا نرم ونازک ہاتھ نہیں بلکہ فولادی ہاتھ ہے۔ ان کے جبڑے ہل کر رہ گئے۔ ان کی رگوں میں لہو منجمد ہوگیا۔

”بھاگو...... یہاں سے نکل جاو......“ شیخو چلا۔ ”ورنہ ہم ان کے ہاتھوں زندہ نہیں بچ سکیں گے۔“

”انہیں یہاں سے جانے مت دو۔“ روبی نے عورتوں سے کہا۔ ”ان سے انتقام لو۔ اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔“ وہ عورتیں اور لڑکیاں چھ چھ کے گروہ میں بٹ گئیں۔ انہوں نے ایک ایک مرد کو نرغے میں لے لیا اور ان پر ٹوٹ پڑیں۔

ان مردوں کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ یہ ساری عورتیں اور لڑکیاں ان پر ٹوٹ پڑیں گی۔ ان کے فرار کی راہیں مسدود ہوچکی تھیں۔ وہ پوری طرح ان عورتوں کے قابو میں آکر بے بس ہوگئے تھے۔ تاہم انہوں نے بڑی کوشش کی کہ ان عورتوں کی گرفت نکل جائیں۔ حصار توڑ دیں لیکن ان کی ایک نہ چل سکی تھی۔

جب وہ ان مردوں پر ٹوٹ پڑی تھیں تب انہوں نے ان درندہ صفت مردوں کو بخشا نہیں۔ ان کے چہروں پر ناخنوں سے خراشیں ڈال دیں اور لہولہان کردیا۔ ان کی ایسی درگت بنادی تھی کہ وہ بے جان اور نڈھال ہوگئے تھے۔ ان میں اتنی سکت اور ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ اپنا دماغ اور مزاحمت کرسکیں۔ اپنے آپ کو باہر نکال سکیں۔ اپنی جان چھڑا سکیں خوف ودہشت سے ان کا برا حال ہوگیا تھا۔ ان عورتوں نے ان کی مٹی پلید کردی تھی۔

پھر ان اٹھارہ عورتوں نے ایک دائرہ بنالیا وہ تینوں ان کے درمیان میں تھے۔ اس وقت ان کی حالت ایک شکار کی سی تھی۔ یہ ساری لڑکیاں اور عورتیں شکاریوں کی طرح کھڑی ہوئیں انہیں غضب ناک نظروں سے گھور رہی تھیں۔ ان کے چہرے نفرت حقارت اور غصے سے تمتما رہے تھے۔ ان کے تیور بتا رہے تھے۔ وہ انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گی۔

روبی نے ان مردوں کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا تم ان لڑکیوں اور عورتوں کو پہچانتے ہو؟“ ان تینوں میں سے کسی نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ جواب کیا دیتے۔ وہ مجرموں کی طرح کھڑے رہے۔

”تم لوگ خاموش کیوں کھڑے ہو......؟“ ایک عورت نے کرخت لہجے میں کہا۔ ”آگے بڑھو۔ جو لڑکی اور عورت پسند ہے اسے اپنی درندگی کا نشانہ بناؤ۔ اسی طرح جس طرح بتا چکے

ہو؟ دل میں جو حسرت اور ارمان ہیں پورے کرلو۔“ ان میں سے کسی نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔ وہ بہت بنے کھڑے رہے۔ ان کی طرف دیکھتے رہے۔

”اب تم حرام زادوں کو کیا ہوگیا ہے۔“ مونا پھنکاری۔ ”اس روز جب تم تینوں نے مجھے اس گھر میں لاکر بند کیا تھا۔ اس وقت کیسے شیر ہو رہے تھے۔ میں نے کتنی منتیں کیں۔ واسطے دیئے۔ اس وقت تو تم تینوں خاموش نہیں ہوئے تھے۔“

”میں کتنا روئی تھی کہ مجھے جانے دو لیکن تم تینوں ہنستے رہے تھے۔“ گیارہ برس کی لڑکی ہذیانی لہجے میں بولی۔ ”یہ شیخو جس کے سر میں ایک بھی کالا بال نہیں ہے اس نے کہا تھا کہ یہاں جو لڑکی اور عورت آتی ہے اپنی مرضی سے نہیں جاسکتی ہے۔ پھر تم تینوں نے میری عمر پر رحم نہیں کھایا۔ تم تینوں گدھ بن گئے اور مجھے ایک لاش کی طرح سمجھ لیا تھا۔“

ایک بیس برس کی عورت نے سولہ برس کی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر ان کے سامنے لاکر اسے کھڑا کردیا۔ پھر اس نے تیز لہجے میں کہا۔ ”تم ہم دونوں کو پہچانتے ہو نا۔ یہ میری چھوٹی بہن ہے۔ میں اس کی بڑی بہن ہوں۔ میں اس روز سسرال سے اپنے دو بچوں کے ساتھ آئی تھی۔ میں اس کے ساتھ اپنی خالہ سے ملنے جارہی تھی تم تینوں نے ہم دونوں کو کھیت میں دبوچ لیا۔ پھر تم تینوں نے ہم دونوں کی باری باری بے حرمتی کی۔ ایک بہن کو دوسری بہن کے سامنے بے عزت کیا۔ تم تینوں حیوان بن گئے تھے۔“

پھر وہ سب غیر شادی شدہ لڑکیوں اور عورتوں نے آکر ان کے ظلم وستم کی کہانی سنانا شروع کی۔ ان تینوں میں سے کسی ایک نے بھی کسی بھی لڑکی کی بات اور الزام کا جواب نہیں دیا۔ انہیں ہر لڑکی آئینہ دکھا رہی تھی۔ ان کے اصل چہرے بے نقاب کررہی تھی اور ان کے منہ پر جیسے تھوک رہی تھی۔ وہ انہیں بتا رہی تھیں کہ ان میں اور خون آشام بھیڑیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان تینوں کی حالت ان مجرموں کی سی تھی جنہیں تختہ دار کی جانب لے جایا جارہا ہو۔ انہیں سولی پر لٹکایا جانے والا ہو۔ وہ بے غیرت تھے۔ ان کے مجرم تھے۔ ان کے پاس کیا تھا جو وہ صفائی پیش کرتے۔

روبی نے ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”اچھا یہ بتاؤ کہ تم تینوں کو کیا سزا دی جائے؟“

ان میں سے کسی نے بھی جواب نہیں دیا تو مونا بولی۔ ”کاش! ہم ان تینوں کو سولی پر لٹکا سکتیں؟“

”سولی پر لٹکانے سے یہ فوراً مر جائیں گے انہیں ایسی سزا دو کہ یہ ساری زندگی سسک سسک کر کاٹیں۔“ ایک عورت بولی۔

"تم ٹھیک کہتی ہو۔" مونا نے اس عورت کی تائید کی۔ "یہ دنیا والوں کے لیے درس عبرت بن جائیں۔ ان کی ساری زندگی ذلت و رسوائی سے بھری ہوئی ہو۔ لوگ ان پر تھوکیں۔ یہ مفلس اور قلاش ہو جائیں۔ ایک ایک دانے کو ترسیں۔"

"ہمیں اتنی بڑی اور ایسی عبرتناک سزا نہ دیں۔" شیخو نے اپنی زبان کھولی۔ اس کی زبان حلق میں پھنس رہی تھی۔

"تم درندوں کو عبرت ناک سزا کیوں نہ دیں؟" مونا نے شعلہ بار نگاہوں سے گھورا۔ "کیا تم نے عورت کی عزت و آبرو کو اتنا سستا سمجھا ہے؟ تم کیا نہیں جانتے کہ عورت کی عزت و حرمت کتنی مقدس اور کتنی قیمتی ہوتی ہے۔ تم لوگ اس قابل نہیں ہو کہ معاف کر دیا جائے۔ تم تینوں نے نہ تو اپنی عزت اور سفید بالوں کا خیال کیا اور نہ ہی ہماری عمروں کا۔"

روپی نے ان لڑکیوں اور عورتوں کو اشارہ کیا۔ وہ سب ان کی طرف آہستہ آہستہ بڑھیں اور ان کے گرد گھیرا تنگ کرنے لگیں۔ چند لمحوں کے بعد وہ پھر چھ چھ کے گروہ میں بٹ گئیں۔ ایک ایک مرد کو اپنا شکار بنا لیا۔ پھر ان عورتوں اور لڑکیوں نے انہیں فٹ بال بنا لیا۔ پہلے تو وہ انہیں لاتیں مارنے لگیں۔ پھر انہوں نے کچھ دیر بعد ہاتھوں میں اٹھا کر اچھالنا شروع کیا۔ ان سب نے مل کر ان کی ایسی درگت بنا دی تھی کہ وہ بے جان اور نڈھال ہو گئے تھے۔ ان میں اتنی ہمت اور سکت نہیں تھی کہ وہ ان عورتوں کے ہاتھوں کی زد سے بچ سکیں۔ دائرے سے نکل سکیں حصار توڑ ڈالیں۔ انہیں اپنی جان خطرے میں نظر آ رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کہ یہ ساری لڑکیاں اور عورتیں موت کا فرشتہ بن گئی ہیں۔ خوف و دہشت سے برا حال ہو رہا تھا۔

ان کے لیے حیرت کی بات یہ تھی کہ لڑکی اور عورت جس کے لیے پانی سے بھری بڑی بالٹی اٹھانا بہت مشکل تھا۔ انہیں اپنے ہاتھوں سے اس طرح اٹھا رہی تھیں۔ جیسے وہ کوئی بے وزن شے ہوں۔ جب انہوں نے ان کو گیند کی طرح لاتیں ماریں تھیں وہ گیند کی طرح لڑھک جاتے تھے۔ ان نرم و نازک اور پھول جیسی عورتوں میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی؟ انہیں یہ بات بہت اچھی طرح یاد تھی کہ انہوں نے جب بھی ان عورتوں کو بے بس کیا تھا وہ ان کی گرفت سے نکل نہ سکی تھیں۔ ان کی مزاحمت جدوجہد اور ہر کوشش بری طرح ناکام رہی تھی۔ وہ ان کے رحم و کرم پر ہوتی تھیں۔ اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے پر مجبور ہو جاتی تھیں۔ لیکن آج اب اس وقت صورت حال اس کے برعکس تھی۔ ان عورتوں نے ان سے جیسے گن گن کر اپنی بے حرمتی کا بدلہ لیا تھا۔ وہ ان عورتوں کا بال تک بیکا نہیں کر سکے۔ یہ چٹانوں کی طرح ناقابل تسخیر ہو گئی تھیں۔ ان عورتوں نے پہلے تو ان کے چہروں پر ناخنوں سے خراشیں ڈال کر لہولہان کر دیا تھا۔ پھر ان کے منہ پر تھوک دیا۔

پھر ہاتھوں میں اٹھا کر اتنے زور سے فرش پر دے مارا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔

ان تینوں کو بیک وقت ہوش آیا تو اس وقت سہ پہر ہو رہی تھی۔ وہ فرش پر بے حال پڑے ہوئے تھے۔ انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ پسلیاں اور ہڈیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ ان سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔ وہ لولے لنگڑے ہو چکے تھے۔ ان کی ایک ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ اب وہ اس قابل نہیں رہے تھے کہ بغیر کسی سہارے کے چل سکیں۔ پھر جب وہ کسی نہ کسی طرح اپنے اپنے گھروں کو پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ملبے کا ڈھیر بن چکے ہیں۔ ان کا سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔ اب ان کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی کہ گزارا کر سکیں۔ بھیک مانگنے کے سوا چارہ بھی نہیں رہا تھا۔

جوگی اس بات سے بہت خوش تھا کہ اس نے ان درندہ صفت بوڑھوں سے عورتوں کا زبردست انتقام لے لیا۔ اب عورتوں کی عزت محفوظ ہو گئی تھی۔ کوئی بھیڑیا ان کی عزت کو پامال نہیں کر سکتا تھا۔ اس دن اس نے تارا میاں کے مالک کو سزا دے کر اس کی بیوی نیلم پر سے جادو ختم کر دیا اور وہ ہنسی خوشی دن گزارنے لگے۔

جوگی دوسرے دن بذریعہ اسٹیمر باری سال روانہ ہو گیا جو کہ ایک طرح سے جزیرہ تھا۔ وہ چاہتا تو اپنے علم کالا منتر کی مدد سے صرف چند لمحوں میں باری سال پہنچ سکتا تھا۔ لیکن اس نے اسٹیمر سے سفر کرنا مناسب سمجھا۔ وہ ایک طرح سے سفر سے محظوظ ہونا چاہتا تھا اس کے لیے اب رقم کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اس کے پاس اتنی رقم تھی کہ وہ ایک شاہانہ زندگی بسر کر سکتا تھا۔ اس نے گاؤں کے سود خور ساجن لال کی تجوری جادو کے زور سے خالی کر دی تھی اور ساری رقم اس کے پاس چلی آئی تھی ساجن لال نے جب تجوری میں سے ساری رقم غائب اور اس کی جگہ ایک خطرناک حد تک بڑے اژدھے کو دیکھا تو وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ جوگی نے ہزاروں کی اس رقم میں سے انہیں بہت ساری رقم دے دی تھی جو سود خور کا نشانہ بنے تھے۔

وہ باری سال اس لیے جا رہا تھا کہ اس نے سنا تھا کہ کمرو کچھیا جو باری سال سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہ صدیوں سے جادوگروں کی آبادی ہے۔ آج بھی اس کی باقیات موجود ہیں۔ وہاں ایک محل نما اتنی بڑی حویلی ہے۔ جس سے متعلق آج بھی بہت ساری پراسرار اور خوفناک قسم کی کہانیاں مشہور ہیں۔ بہت سارے جادوگر اور جادوگرنیاں بھی موجود ہیں۔ بنگال ساری دنیا میں جادو کے لیے مشہور تھا اور بنگال کے جادوگروں کا دنیا کا کوئی بھی جادوگر مقابلہ نہیں کر سکتا تھا جس نے بھی بنگال کے جادوگروں کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی اس نے مار کھائی۔ وہ ان سے جیت نہیں سکا۔ جوگی کو ایک اشتیاق اور تجسس کمرو کچھیا لے جا رہا تھا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اس بستی میں آج بھی کیسے کیسے جادوگر اور جادوگرنیاں ہیں۔ ایک لمحے کے لیے اس کے دل کے کسی کونے

میں یہ خیال آیا تھا کہ وہ ارادہ ملتوی کر دے اور وہاں نہ جائے۔ شاید اس کا کالا منتر وہاں چل نہ سکے۔ وہاں کوئی کام نہ دے۔ لیکن وہ یہ بات جانتا تھا کہ اس کا کالا منتر کوئی معمولی جادو نہیں ہے۔

جوگی نے باری سال پہنچ کر ایک دن آرام کیا۔ دوسرے دن سویرے اس نے ایک کشتی والے سے کمرو مچھیا چلنے کے لیے کہا تو وہ حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ اس نے کہا۔ "نوجوان! تم وہاں کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"میں وہاں سیر کے لیے جانا چاہتا ہوں۔" جوگی نے جواب دیا۔ "میں نے اس گاؤں کی بڑی تعریف سنی ہے۔ سنا ہے کہ وہ بہت ہی خوبصورت گاؤں ہے ایسا خوب صورت گاؤں پورے بنگال میں کہیں نہیں ہے۔"

"واقعی وہ گاؤں بہت خوبصورت ہے۔" بوڑھے کشتی والے نے جواب دیا۔ "تم نے اس کے متعلق جو کچھ سنا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم وہاں نہ جاؤ اور اپنی جوانی پر رحم کھاؤ۔"

"وہاں جانے میں کس بات کا خطرہ ہے؟" جوگی نے انجان بن کر دریافت کیا۔ "تم مجھے وہاں جانے سے کس لیے روک رہے ہو؟"

"وہاں جو خطرہ ہے میں تمہیں بتاتا ہوں۔" اس نے جواب دیا۔ "اس گاؤں میں جادوگروں اور جادوگرنیوں کی آبادی ہے۔ وہاں کوئی اجنبی نوجوان جاتا ہے تو جادوگرنیاں اسے جادو کے زور سے اپنا بنا لیتی ہیں۔ کتنے ہی جوان مردوں کو انہوں نے اپنے طلسم میں قید کر رکھا ہے۔ وہ کسی کو جانور یا پرندہ بنا کر رکھ لیتی ہیں۔ جب رات ہوتی ہے تو اسے اصلی حالت میں لے آتی ہیں۔"

"یہ بات تم نے سنی ہے یا اس میں حقیقت بھی ہے؟" جوگی مسکرایا۔ "میں سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا ہوں۔"

"یہ حقیقت ہے اور بالکل سچ ہے اس لیے کہ مجھ پر بیت چکی ہے۔" بوڑھے کشتی والے نے کہا۔ "کیا تم سننا پسند کرو گے؟"

"کیوں نہیں۔" جوگی نے سر ہلایا۔ "لیکن میں وہاں جاتے ہوئے تمہاری کہانی سنوں گا۔ کیا تم مجھے وہاں لے جاؤ گے؟"

"میں لے جاؤں گا لیکن تمہیں پرانے گھاٹ پر اتار دوں گا۔ تمہیں وہاں سے پیدل جانا ہوگا۔ اور میں وہاں لے جانے کے پورے پچاس ٹکا لوں گا۔ کیوں کہ مجھے وہاں سے خالی واپس آنا ہوگا۔ وہاں کوئی سواری ملنے سے رہی۔"

"میں تمہیں پچاس نہیں بلکہ سو ٹکا دوں گا۔" جوگی نے کہا۔ "اب تو خوش ہو نا......؟"

جوگی اپنے منتر کے زور سے وہاں پلک جھپکتے پہنچ سکتا تھا۔ لیکن وہ اس لیے اس طرح جانا نہیں چاہتا تھا کہ کسی جادوگر کے علم میں یہ نہ آ جائے کہ وہ بھی ایک جادوگر ہے اور جادو کے زور سے وہاں پہنچا ہے اس لیے وہ کشتی سے جا رہا تھا۔ اسے کوئی بھی کشتی میں آتے ہوئے دیکھ لیتا۔ تو کسی کو اس پر شک نہیں ہوتا۔

جوگی نے اس گاؤں کے بارے میں ہوٹل کے دو ایک ملازموں سے بہت کچھ معلوم بھی کیا تھا۔ یوں تو اس گاؤں میں باری سال کے لوگوں کی آمد و رفت رہتی تھی۔ وہاں جادوگروں اور جادوگرنیوں کی خاصی تعداد موجود تھی۔ جادوگر حسین عورتوں اور لڑکیوں کے دیوانے تھے اور جادوگرنیاں خوبصورت نوجوان اور وجیہہ مردوں کی۔ بہت سارے جادوگروں اور جادوگرنیوں نے آپس میں شادیاں بھی کر لی تھیں۔ اور پھر ان میں آپس میں بنتی نہیں تھی۔ یہ ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے اور ایک دوسرے کو نیچا دکھانے پر تلے رہتے تھے۔ کوئی بڑا جادوگران کے درمیان صلح صفائی کرا دیتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ گاؤں میں فساد اور بدامنی ہوتی رہے۔ اب گو کہ وہاں سکون چین تھا لیکن بس عیاش پسند مرد اور عورتیں شکار تلاش کرتی رہتی ہیں۔ بنگال میں چونکہ عام غذا مچھلی ہے یہ بڑی رغبت سے کھاتے ہیں اور یہ ان کی کمزوری ہے اس لیے ان کی جنسی خواہشات بھڑکتی رہتی تھیں۔"

تھوڑی دیر بعد جوگی کشتی میں سوار ہو گیا۔ بوڑھے نے چپو سنبھال لیے جوگی نے بوڑھے ملاح سے کہا کہ وہ اپنی کہانی سنانا شروع کرے۔

"یہ پچاس برس پہلے کی بات ہے اس وقت میری عمر بیس برس کی ہوگی۔" بوڑھے ملاح نے کہنا شروع کیا۔ "جب میں دس برس کا تھا تب میرے بوڑھے ماں باپ نے مجھے چاند پور کام سیکھنے اور محنت مزدوری کرنے کے لیے بھیج دیا۔ چاند پور میں میری خالہ رہتی تھی۔ میرے ماں باپ نے مجھے اس لیے بھی چاند پور بھیج دیا تھا کہ میری چار جوان بہنیں تھیں۔ میرا باپ گھاٹ پر ان اسٹیمروں پر کام کرتا تھا جو مسافر اور مال بردار ہوتے تھے۔ وہ دو گھنٹے کے لیے رکتے تھے وہ ایک مزدور آدمی تھا۔

میرے خالو بھی چاند پور کے ٹرمنل پر محنت مزدوری کرتے تھے۔ چاند پور چونکہ بہت بڑا ریلوے جنکشن تھا اور اس کا ٹرمنل بھی بہت بڑا تھا۔ اس لیے وہاں کام کی کوئی کمی نہ تھی۔ اجرت بھی بہت اچھی ملتی تھی۔ میں خالہ کے ہاں پہنچ کر بہت خوش تھا۔ خالہ کے دو بڑے لڑکے تھے جن کی عمریں اٹھارہ اور بیس برس کی تھیں۔ دو لڑکیاں چودہ اور سولہ برس کی تھیں۔ ان کے گھر میں خوش حالی اور آسودگی اس لیے تھی کہ ان کے دونوں بیٹے باپ کے ساتھ محنت مزدوی کرنے جاتے تھے۔ ان

کی دو لڑکیاں چٹائیاں بنتی تھیں۔ یہ چٹائیاں ہر ہفتہ جو ہاٹ لگتا تھا اس میں فروخت کر کے آتی تھیں۔ اسے فروخت کرنے ماں اور بیٹیاں جاتی تھیں۔

میرے ماں باپ اور بہنیں سال چھ مہینے میں چاند پور آ جاتی تھیں۔ کچھ دن رہ کر چلی جاتی تھیں۔ ان دس برسوں میں میری خالہ زاد اور میری بہنوں کی شادیاں گرد و نواح کی آبادیوں میں ہو گئیں۔ جب میں بیس برس کا ہوا تو میرے باپ کا انتقال ہو گیا۔ میری ماں چوں کہ اکیلی ہو گئی تھی۔ اس لیے مجھے باری سال جانا پڑا۔ کمرو کچھیا کے بارے میں میں نے بچپن میں جو کچھ سنا تھا وہ مجھے ان دس برسوں میں کچھ یاد نہیں رہا تھا۔ میں دس برس بعد باری سال آیا تھا۔ دوسرے دن میں نے باری سال کے بازاروں میں کچھ حسین اور بے حد پرکشش عورتیں دیکھیں۔ چاند پور میں جب میں اٹھارہ برس کا ہوا تھا میری زندگی میں ایک شادی شدہ عورت آئی تھی۔

اس کا نام بالی تھا۔ میں دس پندرہ روز لگاتار اس کے گھر جاتا رہا۔ پھر عورت میری کمزوری بن گئی۔ جب میں باری سال واپس آیا تو میں نے سنا کہ کمرو کچھیا میں بہت حسین عورتیں رہتی ہیں۔ یوں تو باری سال سے بھی لوگ کسی نہ کسی کام سے وہاں آتے جاتے رہتے تھے۔ باری سال میں بھی عورتوں کی کوئی کمی نہ تھی۔ یوں تو میں نے سنسان راتوں میں دو ایک عورتوں سے دل بہلایا تھا۔ لیکن وہ بالی کی طرح حسین و جمیل اور پرشباب بدن کی نہ تھیں۔ مجھے بالی جیسی عورت کی خواہش تھی طلب تھی۔ اس لیے میں کمرو کچھیا چل دیا تا کہ کسی حسین عورت کو پا سکوں۔

جب میں وہاں پہنچا تو اس وقت سہ پہر ڈھل چکی تھی۔ میں چونکہ کشتی سے گیا تھا اس لیے آبادی تک جانے کے لیے ویران راستے اور کھیت سے گزرنا تھا۔ میں جب ویران راستے سے گزر رہا تھا۔ تب میں نے ایک دل خراش نسوانی چیخ سنی۔ میں نے آواز کی سمت دیکھا۔ قریب میں ایک تالاب تھا۔ ایک بے پناہ حسین لڑکی جو سولہ برس کی ہو گی۔ وہ چیخیں مارتی ہوئی میری طرف آ رہی تھی۔ اس کا خوف و دہشت سے برا حال ہو رہا تھا۔ میں نے دیکھا۔ ایک دس بارہ فٹ لمبا زہریلا سانپ اس کے تعاقب میں چلا آ رہا ہے۔ وہ لڑکی میرے پاس آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ تھر تھر کانپتی ہوئی بولی تو اس کے منہ سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔ ''بچ...... بچاؤ۔''

میں نے لڑکی کو الگ کیا اور زمین پر پڑا ہوا پتھر اٹھا کر اس کی طرف پھینکا تا کہ اس کا سر کچل دوں۔ وہ سانپ مجھے دیکھتے ہی دوسری جانب تیزی سے چلا گیا۔ اس جانب گھنی جھاڑیاں تھیں۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ سانپ بہت بڑا اور زہریلا تھا۔ لیکن مجھے دیکھ کر بھاگ گیا تھا۔ لڑکی کے کپڑے تالاب کے کنارے ایک پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے۔ لڑکی تالاب سے نہا کر نکلی تھی۔ کہ سانپ ادھر آ نکلا تھا۔ میں نے کپڑے لے جا کر اسے دیئے پھر منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا تا کہ

وہ لباس پہن لے۔

اس لڑکی نے لباس پہننے کے بعد میرے سامنے آ کر کہا۔ ''تمہارا بہت بہت شکریہ کہ تم نے میری جان بچائی۔ تم میرے محسن ہو۔''

''یہ میرا فرض تھا کہ تمہاری جان بچاؤں اس میں احسان کی کیا بات ہے۔'' میں نے کہا۔ پھر میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور کہا۔ ''تم اتنی دور نہانے کے لیے کیوں آئیں......؟ جب کہ یہاں سے آبادی بہت دور ہے کیا تمہارے گھر کے پاس کوئی تالاب نہیں؟''

''میں اس تالاب پر آ کر اس لیے نہاتی ہوں کہ یہاں کوئی مرد نہیں آتا ہے۔ یہاں سکون اور آزادی سے نہانے اور تیرنے کو ملتا ہے۔''

''اتفاق سے میں ادھر آ نکلا۔'' میں نے کہا۔ ''مجھے اس بات سے خوشی ہو رہی ہے کہ میں نے تمہاری جان بچائی۔''

''تم کیا باری سال شہر سے آئے ہو؟'' اس نے اپنی ساڑی کا پلو سینے اور شانے پر درست کرنے کے لیے گرایا اور اٹھایا تو میری نظروں کے سامنے بجلیاں کوند آئیں۔ میں اسے ایسی حالت میں دیکھ چکا تھا جس نے بالی کی یاد اور اس کے ساتھ گزرے ہوئے لمحات تازہ کر دیئے تھے۔ وہ بالی سے کہیں حسین اور بے پناہ پرکشش تھی۔

''ہاں......'' میں نے سر ہلایا۔ پھر میں نے متعجب لہجے میں پوچھا۔ ''تم نے کیسے اندازہ لگایا کہ میں باری سال سے آیا ہوں؟''

''ہم لوگ باری سال والوں کو ایک ہی نظر میں پہچان لیتے ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔ ''تم یہاں کس لیے آئے ہو؟''

''میں اس گاؤں میں تفریح کرنے اور سیر کرنے آیا ہوں۔ دراصل میں باری سال سے دس برس باہر رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اس کمرو کچھیا گاؤں میں ایسی کیا تفریح اور جگہ ہے جو تم یہاں آئے ہو۔'' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

''میں نے سنا ہے کہ یہ گاؤں بہت خوبصورت اور یہاں کی عورتیں بے پناہ حسین ہیں اس لیے میں آیا ہوں۔''

''ابھی تم نے گاؤں نہیں دیکھا اور نہ ہی گاؤں کی عورتیں...... تم نے صرف مجھے دیکھا ہے؟'' اس کے لہجے میں شوخی عود آئی۔

''دور سے ہی گاؤں بہت خوبصورت نظر آ رہا ہے۔ میں نے اس گاؤں کی پہلی لڑکی اور ایک

ہی لڑکی دیکھی ہے؟''

وہ ایک دم سے کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ پھر اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہیں میں کیسی لگی؟''

''تم بہت ہی سندر ہو۔ میں نے اپنی زندگی میں تم جیسی سندر لڑکی نہیں دیکھی۔ تم چودھویں کا چاند ہو؟'' میں نے جواب دیا۔ وہ میری زبان سے تعریف سن کر گلابی ہوگئی۔ حیا نے اس کے چہرے کو اور حسین بنا دیا اور نکھار دیا میرے دل میں آیا کہ میں اسے بازوؤں کی گرفت میں لے کر اس کی حیا کو ہونٹوں میں جذب کرلوں۔ اس وقت یہاں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں تھا۔ تنہائی تھی۔ گہری خاموشی تھی۔ میرے جسم میں خون کی گردش تیز ہوگئی۔ لیکن میں پیش قدمی کرنے کی جرأت نہ کرسکا۔

میں نے دل پر جبر کر کے کہا۔ ''اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ۔ میں اپنے ایک دوست سے ملنے جارہا ہوں۔''

''کیا تم مجھ پر ایک اور احسان نہیں کر سکتے......؟'' اس کی ساڑی کا پلو پھسل کر قدموں میں گر پڑا تو اس نے بڑے اطمینان سے اٹھایا۔ اس میں کوئی حجاب نہیں تھا اور نہ ہی اس کے چہرے پر ندامت کی سرخی پھیلی اس نے یہ حرکت دانستہ کی تھی شاید۔

''میں کیا احسان کرسکتا ہوں؟'' میں نے اپنا دل تھام لیا۔ کیونکہ اس ہیجان خیز نظارے نے میرے دل پر بجلی گرادی تھی۔

''تم مجھے میرے گھر پہنچا دو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ موذی سانپ پھر جھاڑیوں سے نکل کر مجھے ڈسنے آجائے۔'' اس نے کہا۔ میں اس کے ساتھ چلنے لگا تو وہ بولی۔ ''میرے ماں باپ یہ سن کر بہت خوش ہوں گے کہ تم نے اپنی جان پر کھیل کر میری جان بچائی۔ وہ اس خوشی میں تمہیں انعام دیں گے۔ کسی کی جان بچانا بہت بڑی بات ہوتی ہے۔''

''مجھے انعام کی تمنا نہیں ہے۔ یہ سمجھو کہ مجھے میرا انعام مل گیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''وہ انعام نہ دیں تو اچھا ہے۔''

''تمہیں کیا انعام مل گیا......؟'' اس نے مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھا تو میرے جسم پر سنسنی دوڑ گئی۔

''خوشی......خوشی سے بڑا انعام کوئی نہیں ہوتا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور سوچا کہ تم میرے لیے اصل انعام ہو۔ تم مجھے انعام میں مل جاؤ تو کیا کہنا......؟ میں یہ انعام نہیں ٹھکراؤں گا۔ اسے قبول کرلوں گا۔

وہ میرے ساتھ لگ کر چل رہی تھی اور بار بار پلٹ کر بھی دیکھتی جارہی تھی کہ کہیں سانپ تعاقب میں تو نہیں ہے؟ اس کے جسم کا انوکھا اور لطیف لمس اس کی تپش اور مہکتا بدن میرے جذبات کو بھڑکانے اور رگوں میں خون کی گردش تیز کرنے لگا۔ اس وقت میری حالت ایک سانپ کی سی ہورہی تھی۔ میرے دل میں آیا کہ میں اسے دبوچ لوں اور ایک سانپ کی طرح ڈس لوں۔ لیکن میں اپنے اس ارادے سے باز رہا کہ دریا کنارے درختوں کے درمیان ایک مکان نظر آنے لگا اس نے اشارے سے بتایا کہ وہ مکان اس کا ہے۔

جب ہم اس مکان پر پہنچے تو اس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب وہ مکان میں گھسی تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر داخل ہوا۔ اس مکان میں داخل ہونے کے بعد وہ مجھے ایک کمرے کی طرف لے کر بڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ مکان میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں ہے۔ وہ خالی پڑا ہوا ہے۔ اس نے مجھے اس چوکی پر بٹھایا جس پر بستر بچھا ہوا تھا۔ جب میں بیٹھ گیا تو وہ بھی میرے پاس بیٹھ گئی پھر وہ بولی۔ ''میرے والدین چاند پور گئے ہوئے ہیں وہ کل شام تک آئیں گے۔''

''تو پھر مجھے اجازت دو۔'' میں نے بے دلی سے کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''کل شام آکر میں تمہارے ماں باپ سے مل لوں گا۔''

''نہیں میں تمہیں جانے نہیں دوں گی۔'' اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس نے مجھ سے جیسے التجا کی۔ ''کیا تم میرے ماں باپ کے آنے تک رک نہیں سکتے۔ مجھے مہمان نوازی کا موقع دو۔ میں تمہاری خدمت کرنا چاہتی ہوں۔''

میں خود بھی جانا نہیں چاہتا تھا تا کہ اس لڑکی کے ساتھ وقت گزاروں۔ تنہائی سے فائدہ اٹھاؤں۔ اس کی بھرپور جوانی اور ابلتے شباب نے میرے دل میں اس کے حصول کی شدت پیدا کردی تھی۔ وہ مجھے روک رہی تھی اور رکنے کے لیے التجا کررہی تھی۔ تاہم میں نے رسمی طور پر اس سے کہا۔ ''آخر کار تم ایک اجنبی کو کس لیے روک رہی ہو؟ اسے مہمان بنارہی ہو؟''

''اس لیے کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ سانپ نہ آجائے اور مجھے ڈس نہ لے۔'' اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''وہ سانپ کس لیے یہاں آسکتا ہے؟'' میں نے حیرت سے کہا۔ ''ہم نے تو اسے چھیڑا نہیں اور نہ مارا تھا۔''

''دو دن پہلے میں نے ندی کنارے پتھر کس اس کی دم پر مارا تھا۔ تب سے وہ سانپ میرا دشمن بن گیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''تمہارے ماں باپ مجھے گھر میں دیکھ کر ناراض اور برہم تو نہیں ہوں گے۔'' میں نے

کہا۔ ”میں ایک اجنبی شخص ہوں۔“

”کس لیے ناراض ہوں گے؟“ اس نے مجھے اپنے پاس بٹھالیا۔ ”وہ اس بات سے بہت خوش ہوں گے۔ تم ان کی فکر نہ کرو۔“

”لیکن وہ شک بھی تو کر سکتے ہیں کہ ایک جوان مرد کیوں اور کس لیے ساری رات اور دن بھر مہمان رہا۔“

”نہیں۔ میرے والدین ایسے نہیں ہیں کہ وہ ہم دونوں پر شک کریں۔ انہوں نے شک کیا تو میں انہیں سمجھادوں گی۔“

اس نے مجھے گھر میں بٹھایا۔ بازار جا کر سودا سلف اور مرغی کا گوشت لے آئی۔ اس نے رات کا کھانا بنایا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں سونے کے لیے چلی گئی۔ میں اپنے کمرے میں چارپائی پر لیٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی پاس رہ کر کتنی دور ہے۔ وہ اس کمرے میں سو رہی ہے۔ میں تو اس خیال سے بھی رک گیا تھا کہ رات اس کے ساتھ گزرے گی۔ اسے پانے کے لیے مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں سوچ ہی رہا تھا کہ اس نے اپنے کمرے سے میرا نام لے کر پکارا۔

جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو اس میں کل دس بارہ شمعیں روشن تھیں۔ کمرا منور ہو رہا تھا۔ وہ اپنے بستر پر دلہن بنی بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ بے حد حسین اور دل فریب دکھائی دے رہی تھی۔ جب میں بستر کی طرف بڑھا تو وہ نیچے اتر آئی اور اس نے میرے گلے میں اپنی مرمریں باہیں حمائل کر دیں پھر میری آنکھوں میں خود سپردگی سے جھانکتی ہوئی بولی۔

”میں تم سے شادی کر رہی ہوں...... ؟ کیا تم مجھے اپنی بیوی بنانا پسند کرو گے۔“ اس نے رسیلی آواز میں کہا۔

میں چونکہ اس کے حسن کا اسیر ہو گیا تھا۔ انکار کیسے کرتا۔ میں نے سر ہلایا۔ ”کیوں نہیں میری جان! میں تم سے ضرور شادی کروں گا۔“

پھر ہم دونوں نے سہاگ رات منائی۔ رات کے آخری پہر تک جاگتے محبت بھری باتیں کرتے رہے۔ میں دل میں بہت خوش تھا کہ یہ حسین لڑکی میری جھولی میں پکے پھل کی طرح آ گری۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کی زندگی میں داخل ہونے والا میں پہلا شخص نہیں ہوں۔ ایسا لگا تھا کہ وہ سولہ برس کی نہیں بلکہ چالیس برس کی عمر کی عورت ہے۔ اس میں جو سپردگی اور فیاضی تھی وہ ایک سولہ برس کی لڑکی میں نہیں ہو سکتی تھی۔ میری زندگی میں جتنی عورتیں آئیں ان میں یہ پہلی عورت تھی جس نے مجھے خوش کیا تھا۔

جس وقت پو پھٹ رہی تھی تب میری آنکھ اچانک کھل گئی۔ وہ اس وقت میرے بازوؤں کی

گرفت میں گہری نیند سو رہی تھی۔ اس وقت کمرے میں صرف ایک شمع جل رہی تھی۔ باقی شمعیں بجھ چکی تھیں۔ یا بجھا دی گئی تھیں۔ ان شمعوں کی روشنی میں ہم نے سہاگ رات منائی تھی۔ میں بیدار ہونے کے بعد اس کے چہرے پر جھکا تا کہ اپنی محبت کا ثبوت دوں اور اسے بیدار کر دوں تا کہ ہم پھر سے جوانی کے جنگل میں دور تک چلے جائیں۔ لیکن اس کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی میں بری طرح چونکا اور مجھے اپنی نظروں پر یقین نہیں آیا۔ اس کا نام بھی بتانا بھول گیا۔ اس کا نام زمرد تھا۔ زمرد اس وقت سولہ برس کی نہیں بلکہ چالیس برس کی ایک بھرپور عورت کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ صرف جسم عمر اور چہرے کا فرق پڑا تھا۔ چہرے سے بھی اس کی عمر معلوم ہو رہی تھی اس کا اب کومل چھریرا اور متناسب جسم نہیں تھا بلکہ فربہی مائل تھا لیکن پر شباب اور گداز پن لیے ہوئے تھا خدوخال وہی تھے۔ قد بھی وہی تھا لیکن اس کا حسن گھائل کرنے والا نہیں رہا تھا۔ اب اس کا روپ دلہن کا بھی نہیں تھا۔ میں نے سوچا کہیں میں سپنا تو نہیں دیکھ رہا ہوں؟ جب وہ میرے بازوؤں میں کسمسانے لگی تو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ میرے بازوؤں کی گرفت سے غیر محسوس انداز سے نکلی۔ اس نے فرش پر بے ترتیبی سے بکھرا ہوا لباس اٹھا کر پہنا۔ پھر وہ کمرے سے نکلی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے اس کی باتیں کرنے کی آواز سنی تو یہ سمجھا کہ شاید اس کے والدین آ گئے ہیں۔ میں نے فوراً ہی بستر سے نکل کر کپڑے پہنے اور دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر میں نے زمرد کی آواز سنی وہ کہہ رہی تھی۔ ”راکھی! یہ میرا شکار ہے جو میں نے تالاب پر کیا۔ میں تمہیں کیسے دے دوں؟ ایسے شکار کہاں ملتے ہیں؟“

”تمہارے پاس دو جوان لڑکے اور ہیں کیا یہ کافی نہیں ہیں؟“ راکھی نے ہذیانی لہجے میں کہا۔ میں نے دس برس پہلے تمہیں ایک اٹھارہ برس کے لڑکے کو دان دیا تھا۔ تم نے وہ احسان آج تک نہیں اتارا۔ میرے پاس صرف ایک شکار ہے تم جانتی ہو وہ میرے پاس بیس برس سے ہے اس کی عمر پچاس برس کی ہو چکی ہے اس کی جوانی رخصت ہو چکی ہے بڑھاپا آ گیا ہے۔ اب میں اسے آزاد کر رہی ہوں تا کہ وہ اپنے گھر جا سکے۔ اس کے جانے کے بعد پھر میں کیا کروں گی؟“

”تم نے اسے جادو کے زور سے طوطا بنا رکھا ہے۔“ زمرد ہنس کر بولی۔ ”میں نے ان دونوں لڑکوں کو کس مشکل سے اپنے جادو کا اسیر بنایا ہے یہ میں جانتی ہوں کیونکہ اس پر اس چڑیل مدھومتی نے جادو کر رکھا تھا۔ وہ کبوتر بنے ہوئے تھے مدھومتی ساٹھ برس کی ہو چکی ہے لیکن وہ جوان لڑکوں کی تلاش میں رہتی ہے۔ میں تمہیں ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں دے سکتی۔ اب تم ایسا کرو میری طرح سولہ برس کی لڑکی بن کر باری سال جاؤ۔ کسی لڑکے کو محبت کے جال میں پھانس کر لے آؤ۔“

”ہاں...... اب مجھے یہی کرنا ہوگا۔ تم نے ان دو لڑکوں کو مرغا اور بلا بنا رکھا ہے اس نئے

لڑکے کو کیا بناؤ گی؟"

"میں اسے کبوتر بناؤں گی۔ اس سے دو ایک مہینے اور دل بہلاؤں گی پھر وہ دو لڑکے اور یہ لڑکا باری باری راتوں کو میری راتیں حسین اور رنگین کرتے رہیں گے۔ یہ تینوں لڑکے ایک سے ایک بڑھ کر ہیں۔"

"تم بہت خوش قسمت ہو۔" راکھی نے رشک آمیز لہجے میں کہا۔ "کاش! میری قسمت ایسی ہوتی؟"

"میں تمہیں ایک بات بتادوں؟" زمرد نے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ "تم میرے شکاروں پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش مت کرنا۔ میں جانتی ہوں کہ تمہارے شامو جادوگر سے تعلقات ہیں۔ لیکن یہاں جو قانون رائج ہے اس کی رو سے تم میرے شکاروں کو اڑا نہیں سکتی ہو۔ تم کچھ بھی نہیں کرسکو گی۔ میرے جادو کے آگے، شامو کا جادو بھی چل نہیں سکتا۔"

"ہاں میں جانتی ہوں۔ تمہارا باپ، بہت بڑا جادوگر تھا۔ اس نے تمہیں بہت سکھایا۔"

زمرد نے مجھے کبوتر بنا کر ایک پنجرے میں قید کردیا۔ وہ رات کے وقت مجھے انسانی شکل میں لے آتی۔ رات گزارنے کے بعد مجھے کبوتر بنادیتی۔ اس طرح میں اور دوسرے جوان لڑکے جو مرغا اور بلا بنے ہوئے تھے بیس برس تک اس کی راتیں رنگین کرتے رہے۔ ایک روز ہوا یہ کہ وہ ہم تینوں کو اصل شکل میں لے آئی تاکہ جشن منا سکے۔ وہ ساٹھ برس کی ہوچکی تھی۔ لیکن راتوں کو وقت گزارنے کے لیے سولہ برس کی لڑکی بن جاتی تھی۔ ہم تینوں کی عمریں چالیس برس کی ہوچکی تھیں۔ اس رات جب وہ مرغا لڑکے کے ساتھ بہک رہی تھی تب میں نے باورچی خانے سے چھری لاکر اس کے سینے میں اتار دی جس سے وہ فوراً ہی ختم ہوگئی۔ اس کے ختم ہوتے ہی اس کی شکل ایک چڑیل کی طرح ہوگئی۔ پھر وہاں سے ہم تینوں بھاگ کر باری سال پہنچے۔ میں اور وہ دونوں لڑکے بیس برس تک اس چڑیل جادوگرنی کی قید میں رہے تھے۔ آج میں بیس برس بعد وہاں جارہا ہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔ اور ہاں وہاں ایک حویلی ہے اس کے قریب بھی نہیں پھٹکنا۔"

"کیا اس حویلی میں کوئی رہتا ہے؟" بوڑھا اپنی کہانی سنا کر خاموش ہوا تو جوگی نے اس سے سوال کیا تھا۔

"اس حویلی میں کوئی نہیں رہتا ہے لیکن اس کے بارے میں بڑے خوفناک اور عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں۔"

"کیا واقعات مشہور ہیں......؟" جوگی نے پوچھا۔ "تم اس حویلی کے بارے میں کیا کچھ جانتے ہو؟ مجھے بتاسکتے ہو؟"

"آج سے سات سو برس پہلے کی بات ہے کہ ایک راجہ جس کا نام کرو کچھیا تھا وہ باری سال ہوتا ہوا یہاں آیا۔ اس زمانے میں باری سال میں اس کی حکومت بڑے زوروں پر تھی۔ اس نے اپنی پتنی کے کہنے پر حویلی بنائی۔ اس راجہ کے دو بیٹے بھی تھے۔" بوڑھا کہانی سنانے لگا۔ "باری سال کے گردونواح کے بہت سارے گاؤں بھی راجہ کے ماتحت تھے اس نے اپنی حکومت یہیں تک قائم رکھی تھی۔ راجہ بہت رحم دل اور نیک بخت شخص تھا۔ لوگ اس سے بہت خوش تھے۔ کیونکہ وہ ہر وقت اپنی رعایا کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ اس کے بڑے بیٹے کا نام موہن اور چھوٹے بیٹے کا نرنجن تھا باپ کی وفات کے بعد راج کمار موہن لال نے تخت حکومت سنبھالی۔ پھر اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو چٹا گانگ کے قریب جو جزیرہ سندیپ تھا وہاں کی حکومت سونپ دی۔ نرنجن خوشی خوشی اس جزیرے کی طرف روانہ ہوگیا۔ سندیپ جزیرہ نہ صرف بہت خوبصورت بلکہ بہت بڑا بھی تھا۔ نرنجن نے سندیپ کے باشندوں کا بڑا خیال رکھا اور انہیں ہر طرح سے خوش رکھنے کی کوشش کی۔ وہ اس میں بڑا کامیاب بھی رہا۔ اس جزیرے کے باشندے اس پر جان چھڑکتے تھے۔

موہن لال کو اپنے چھوٹے بھائی کی بہت یاد ستائی تو اس نے اپنے بھائی کو ایک سپاہی کے توسط سے بلایا۔ نرنجن نے اپنے پردھان منتری کو حکومت سونپی اور بھائی سے ملنے کے لیے سفر پر روانہ ہوا۔ وہ ایک جہاز سے روانہ ہوا تھا۔ کچھ دیر کے سفر کے بعد اسے خیال آیا کہ اس نے اپنے بڑے بھائی کو تحفے میں دینے کے لیے جو ہیرا ایک سیاح سے خریدا تھا وہ اسے اپنی خواب گاہ میں بھول آیا ہے۔ جب وہ واپس ہوا تو اسے طوفانی ہواؤں کے باعث تین گھنٹے لگ گئے۔ اس وقت رات ہوچکی تھی۔ وہ اپنے ساتھ ایک ملازم خاص کو لے کر اپنے محل پہنچا۔ وہ خاموشی سے محل میں داخل ہوکر اپنی خواب گاہ میں پہنچا۔ اس نے جو کچھ دیکھا وہ اس کے لیے ناقابل یقین تھا۔ نرنجن نے جزیرہ سندیپ کی سب سے حسین اور غیر معمولی دل کش لڑکی سے شادی کی تھی۔ وہ دیکھنے میں بڑی معصوم اور نرم دل دکھائی دیتی تھی۔ اور پھر اس سے شدید محبت کرتی تھی۔ اس کے لیے اپنے پتی سے ایک دن کے لیے بھی جدا ہونا سوہان روح تھا۔ وہ اس لیے اپنی پتنی کو نہیں لے جارہا تھا کہ موسم ناموافق تھا۔ اس کی پتنی متحمل نہیں ہوسکتی۔ اس نے تین دن سے رو رو کر برا حال کرلیا تھا۔ جب کہ نرنجن نے اسے سمجھایا تھا کہ وہ صرف پندرہ دنوں کے لیے جارہا ہے۔ اس کی پتنی اس کے ایک عزیز دوست کے ساتھ بستر پر تھی۔ اور وہ دونوں غلاظت کے دلدل میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس کی پتنی اپنے آشنا سے کہہ رہی تھی کہ۔ اسے اپنے پتی سے سخت نفرت ہے۔ جب سفر سے وہ واپس آئے گا تو اسے زہر دے دے گی اور اس سے شادی کرلے گی۔ اس کا دوست اس کی پتنی کے محبت کے ڈھونگ کی تعریف کر کے بہت خوش ہو رہا تھا۔ نرنجن نے میان سے تلوار نکالی۔ جب ان دونوں نے

اسے دیکھا تو ان کی سٹی گم ہوگئی۔ نرنجن نے ان دونوں کا کام تمام کرنے میں پل بھر کی دیر نہیں کی۔ انہیں اتنی مہلت بھی نہیں مل سکی تھی کہ وہ اپنی جان بچا سکیں۔ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد نرنجن نے ہیرا لیا اور پھر وہ باری سال کی طرف روانہ ہوگیا۔ اس نے اپنے ملازم خاص کو منع کر دیا کہ اس واقعے کا کسی سے ذکر نہ کرے۔

باری سال پہنچنے تک اس کی حالت ایک مجنوں کی سی رہی تھی۔ جب وہ اپنے دوست اور اپنی پتنی کی بے وفائی کے بارے میں سوچتا تو اس کے دل پر ایک چوٹ سی لگتی۔ سفر کی حالت میں وہ بے حد اداس اور بہت ہی غمگین رہا۔ اس کا سارا سفر رنج والم میں کٹا۔ جب وہ باری سال پہنچا تو اس نے وہاں اپنے بڑے بھائی کو استقبال کے لیے پایا۔ پھر اسے اپنے ہمراہ کمرو مچھیا لا کر حویلی میں ٹھہرایا۔ جب اس کے بھائی موہن لال نے دریافت کیا کہ وہ اپنی مہارانی پتنی کو کیوں نہیں لایا تو اس کا چہرہ متغیر ہوگیا اور اس کی عجیب سی حالت ہونے لگی۔ موہن لال یہ سمجھا کہ وہ کسی وجہ سے پتنی کو چھوڑ کر آیا ہے۔ جس کا اسے اب افسوس ہو رہا ہے۔ پھر اس نے اس موضوع پر بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

کچھ دنوں بعد موہن لال نے یہ بات محسوس کی کہ اس کا بھائی یاسیت کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ ہر وقت کھویا کھویا سا رہتا ہے۔ کسی سوچ میں ڈوبا رہتا ہے۔ نہ کھانے رغبت سے کھاتا ہے اور نہ ہی رقص و موسیقی میں دل چسپی لے رہا ہے۔ نہ شراب کی خواہش اور نہ شباب کی۔ وہ زندگی کی تمام لذتوں سے بے نیاز نظر آتا تھا۔ جب بھی موہن لال نے اس کی اداسی کا سبب جاننا چاہا اس نے بڑی خوبصورتی سے ٹال دیا۔ موہن لال زیادہ اصرار نہیں کرتا تھا۔ موہن لال نے اس سے کئی مرتبہ شکار پر چلنے کے لیے کہا لیکن وہ کسی نہ کسی حیلے بہانے سے انکار کر دیتا۔ ایک روز موہن لال نے اس سے کہا۔ ”میں شکار کے لیے سندر بن کے جنگل جا رہا ہوں۔ ہم پتاجی کے زمانے میں وہاں جایا کرتے تھے اور بہت لطف آتا تھا۔ تم میرے ساتھ چلو تو وہاں تمہارا دل بہل جائے گا۔ سیر و شکار میں جو لطف ہے وہ کسی اور میں نہیں ہے۔“

”بھیا! آپ ہو آئیں۔“ نرنجن نے کہا۔ ”چونکہ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔“ موہن لال نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔ وہ اپنے ملازموں اور دوستوں کے ساتھ ایک جہاز میں سندر بن شکار کھیلنے کے لیے دوسرے دن روانہ ہوگیا۔ موہن لال نے روانگی کے وقت بھی کہا تھا لیکن وہ تیار نہیں ہوا۔

نرنجن بچپن سے ہی سیر و شکار کا بہت شوقین تھا بلکہ اس کی بہت بڑی کمزوری بھی تھی۔ سندر بن کے جنگل سے اچھی جگہ سیر و شکار کے لیے نہیں تھی۔ وہ ایک وجہ سے دانستہ

طور پر رک گیا تھا۔ کیونکہ وہ جب سے اس حویلی میں ٹھہرا ہوا تھا تب سے وہ یہ دیکھ اور محسوس کر رہا تھا کہ اس کی بھابھی یعنی موہن لال کی پتنی کے چال چلن مشکوک ہیں۔ اس کی بھابھی بہت ہی حسین تھی۔ اسے جانے کیوں یہ محسوس ہوا تھا کہ اس کی بھابھی مالتی اسے اپنے حسن و شباب کے جال میں پھانسنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ایک بار ایسا ہوا تھا کہ موہن لال کسی کام سے حویلی سے گیا ہوا تھا کہ مالتی اس کے کمرے میں گھس آئی اس نے ایسا لباس پہنا ہوا تھا جس کا پہننا اور نہ پہننا برابر تھا۔ مالتی اس کی بھابھی نہ ہوتی تو وہ اپنے جذبات پر قابو نہ پاتا اور ایک وحشی کی طرح اس پر ٹوٹ پڑتا۔ مالتی کمرے سے نکلنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ شاید وہ یہ چاہتی تھی کہ نرنجن اس کی جانب پیش قدمی کرنے میں پہل کرے تاکہ کل کوئی بات ہو تو اسے دوش دیا جاسکے۔ ایک عورت کے ناتے اس نے اپنے جذبات پر قابو پایا ہوا تھا۔ جب مالتی نے یہ دیکھا کہ نرنجن برف کا تودہ بنا ہوا ہے تو وہ لچکتی، تھرکتی اور بل کھاتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

دوسری مرتبہ ہوا یہ کہ جب موہن لال آدھی رات کو گہری نیند سو رہا تھا وہ بستر سے نکل کر نرنجن کے کمرے میں آگئی۔ نرنجن نے اپنے چہرے پر گرم گرم سانسیں اور نتھنوں میں سوندھی سوندھی خوشبو کی مہک محسوس کی تو وہ بیدار ہوگیا۔ اس نے دیکھا کہ مالتی اس کے چہرے پر جھکی ہوئی ہے۔ اور مالتی کے چہرے کا طول و عرض اس کی نظروں کے سامنے ہے۔ اس کے تپتے ہوئے ہونٹ بہت ہی قریب ہیں اور آنکھوں میں پیاس اور خود سپردگی بھری ہوئی ہے وہ ہڑبڑا کے ایک طرف ہوگیا۔

”بھابھی! کیا بات ہے؟“ نرنجن نے تحیر زدہ لہجے میں پوچھا۔ ”آپ کس لیے آدھی رات کو آئی ہیں؟“

مالتی بستر پر اس کے پاس بیٹھ گئی اور بولی۔ ”میں اس لیے آئی ہوں کہ مہمان کی خاطر داری کروں۔ ہر طرح سے تمہارا خیال رکھوں۔“

”مجھے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے بھابھی۔“ نرنجن نے اپنی نظریں نیچی کر کے جواب دیا۔ کیوں کہ مالتی جس حالت میں آئی تھی۔ وہ اس کا امتحان لے رہی تھی۔ پیر پھسل پڑنے والی بات تھی۔ وہ کسی بھی لمحے غلاظت میں گر سکتا تھا۔ ”آپ اور بھیا نے میرا بہت خیال رکھا ہے۔ جس سے میں اپنے آپ کو اور اپنے گھر کو بھول گیا ہوں میں آپ دونوں کا جتنا شکریہ ادا کروں کم ہے۔“

”لیکن مجھے ابھی اچانک اس بات کا خیال آیا کہ ایک معاملے میں تمہارا کوئی خیال نہیں رکھا۔ ایک چیز کی کمی رہ گئی۔“

”کس بات کی.....؟“ نرنجن نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکا۔ اس کے جذبات

مچلنے لگے۔

''تمہاری بے کیف راتوں کا۔'' مالنی بولی۔ ''تم یہاں اتنے دنوں سے ہو۔ تمہاری راتیں عورت کے بغیر گزر رہی ہیں۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' نرنجن نے جواب دیا۔ ''مجھے عورت کی ایسی کوئی طلب اور خواہش نہیں ہے۔''

''فرق کیوں نہیں پڑتا؟'' وہ شوخی سے بولی اور نرنجن کی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ ''تم ابھی جوان ہو۔ بوڑھے نہیں ہو گئے ہو۔ بوڑھے بھی راتیں لڑکیوں کے بغیر گزارتے نہیں ہیں۔ میں نے تمہارے لیے ایک پندرہ برس کی لڑکی کا بندوبست کیا ہے۔ وہ میری طرح حسین اور بھرپور ہے۔ تم چاہو تو حویلی کی کسی بھی عورت یا لڑکی کو اپنے لیے پسند کر سکتے ہو۔ چاہے وہ شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو کسی کی بھی بیوی کیوں نہ ہو۔ تمہارے کہنے کی دیر ہوگی وہ تمہارے بستر میں ہوگی۔''

''آج تو میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اور نیند بھی آ رہی ہے۔ میں کل سوچ کر بتاؤں گا۔'' نرنجن نے ٹالنے کے خیال سے کہا۔ مالنی چند لمحوں کے بعد چلی گئی۔ نرنجن نے اس کے جانے کے بعد سکون کا سانس لیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مالنی کس لیے آئی تھی۔ اس نے جو اشارہ دیا تھا وہ صاف اور واضح تھا۔ '' یہ چاہتی تھی کہ نرنجن اسے پسند کر لے اور روک لے۔

جس روز موہن لال سیر و شکار کے لیے روانہ ہوا اس روز نرنجن بہت ہوشیار اور محتاط ہو گیا۔ اس کا خیال تھا کہ مالنی آج کی رات اس کے کمرے میں آ کر بسر کرے گی۔ وہ اس سے بچنا چاہتا تھا۔ شام کے وقت مالنی ایک پندرہ برس کی بھرپور لڑکی کو لے کر اس کے کمرے میں آئی۔ اس سے کہا کہ وہ رات اس لڑکی کے ساتھ بسر کرے۔ یہ لڑکی اسے ہر طرح سے خوش کرے گی۔ نرنجن کے دل میں شک کی لہر اٹھی۔ مالنی اس لڑکی کو کس لیے لے آئی۔ وہ خود بھی آ سکتی تھی۔ پھر اس نے چھپ کر یہ بھی دیکھا کہ مالنی خصوصی طور پر تیار ہو رہی ہے۔ اس پر ایک دلہن کا دھوکا ہو رہا تھا۔ پھر وہ باغ میں ایک ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا جہاں سے وہ سب کو دیکھ سکتا تھا لیکن کسی کی اس پر نگاہ نہیں پڑ سکتی تھی۔

جب رات خاصی بیت گئی حویلی کا عقبی دروازہ کھلا۔ بیس عورتیں بیش قیمت لباس میں داخل ہوئیں۔ جب ان میں سے دس عورتوں نے لباس اتارا تو وہ یہ دیکھ کر بھونچکا سا ہو گیا کہ وہ خصوصی پہرے دار مرد ہیں۔ باقی دس عورتیں تھیں۔ ان مردوں نے ایک ایک عورت کا ہاتھ پکڑ لیا۔ پھر مالنی بھی باغ میں داخل ہوئی۔ اس نے شنکر شنکر کہہ کر پکارا۔ جب شنکر مالنی کی آواز سن کر سامنے آیا تو نرنجن نے اسے پہچان لیا۔ یہ محافظ دستے کا سردار تھا۔ بہت ہی تندرست و توانا اور دیو ہیکل تھا۔ مالنی

جو اس وقت دلہن کی طرح سنگھار کیے ہوئی تھی۔ دوڑ کر اس سے اس طرح لپٹ گئی جیسے وہ اس سے برسوں سے بچھڑی ہوئی تھی۔ مالتی کی وارفتگی اور والہانہ پن نے نرنجن کو ششدر کر دیا۔

لیکن اس سے کہیں حیرت شرم بے غیرتی اور بے حیائی کی بات یہ تھی کہ ان سب نے ایک دوسرے کے سامنے آزادی کا لبادہ اوڑھ لیا تھا۔ باغ کے وسیع و عریض سبزہ زار پر قدرے درمیانی فاصلے پر وہ سب حیوان بن گئے۔ وہاں ملگجی سی روشنی تھی۔ نرنجن سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب اس قدر بے حیائی میں ڈوب بھی سکتے ہیں۔ یہ کھیل رات کے آخری پہر تک جاری رہا۔ مرد عورتیں بدلتے رہے۔ مالتی نے بھی مرد بدلے۔ رخصت ہونے سے قبل وہ سب کے سب حوض میں اتر کے نہانے لگے۔ غسل کرنے کے بعد انہوں نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ پھر یہاں ویرانی اور سناٹا سا چھا گیا۔

بیس دن کے بعد موہن لال سندر بن سے واپس آیا تو نرنجن نے اسے اعتماد میں لے کر قدرے تفصیل سے بتایا تو اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ وہ حیرت، دکھ اور صدمے سے بولا۔ ''کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں......؟''

''کیوں نہیں۔'' نرنجن نے کہا۔ ''آپ کل اعلان کریں کہ دو دن بعد میں بھائی کو لے کر سیر و شکار پر جا رہا ہوں پھر رات کے وقت واپس آ کر چھپ کر تماشا دیکھیں۔ آپ کی پتنی کا اصلی چہرہ سامنے آ جائے گا۔''

موہن لال نے دوسرے دن شکار پر جانے کا اعلان کیا۔ تیسرے دن وہ اپنے بھائی اور خاصا ملازمین کے ساتھ شکار پر روانہ ہوا۔ پھر وہ دونوں دن ڈوبتے ہی چوری چھپے آ کر اس جگہ بیٹھ گئے۔ جہاں سے سارا تماشا دیکھا جا سکتا تھا جب رات خاصی ہو گئی تب مالتی اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ آ گئی۔ جب وہ سب غلاظت کے دلدل میں ڈوبے ہوئے تھے تب دونوں بھائیوں نے تلواریں سونت کر حملہ کر دیا۔ موہن لال نے پہلے اپنی پتنی اور اس کے آشنا کا سر قلم کیا۔ اتفاق سے دو پہرے داروں نے اپنی جانیں دیتے وقت دونوں بھائیوں کو قتل کر دیا۔ تب سے یہ حویلی روحوں کا مسکن بن گئی۔ قریب سے گزرنے والے کی زندگی کی خیر نہیں ہوتی ہے۔ اس حویلی کے بارے میں اور بھی نجانے کیا کیا قصے مشہور ہیں۔'' اتنا کہہ کر بوڑھا کشتی والا خاموش ہو گیا۔

''یہ ساری کہانی تمہیں کس نے سنائی؟'' جوگی نے پوچھا۔ ''تم نے تو اس قدر تفصیل سے بتایا جیسے تم بھی وہاں موجود تھے؟''

''اس کہانی کو ایک جادوگر نارائن نے اپنے جادو کے علم سے معلوم کر کے سنایا تھا۔ وہ مر چکا ہے۔ لیکن اس کی سنائی ہوئی اس کہانی کو گاؤں کے بہت سارے لوگ جانتے ہیں میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم اپنی بھری جوانی پر رحم کھاؤ۔ واپس لوٹ چلو۔'' بوڑھے نے کہا۔

"نہیں بابا!" جوگی نے کہا۔ "اب میں واپس نہیں جاؤں گا۔ تم میری فکر نہ کرو۔ تمہارے مشورے کا بہت بہت شکریہ۔"

کچھ دیر بعد جوگی نے کشتی کمرو کچھیا کے گاؤں کے کنارے روک لی۔ اس جگہ اسے وہ عظیم الشان اونچی حویلی نظر آ رہی تھی۔ جو محل نما تھی۔ اس جانب حویلی کا عقبی حصہ تھا۔ حویلی یہاں سے میلوں دور دکھائی دے رہی تھی۔ جوگی نے کشتی سے اترنے کے بعد بوڑھے ملاح کو سونا کا دے کر رخصت کیا۔ پھر اس نے کشتی پر منتر پڑھ کر پھونکا تو وہ تیزی سے روانہ ہو گئی تھی۔

جوگی نے اپنے علم سے معلوم کر لیا تھا کہ حویلی اور اس کے قرب و جوار میں جو آبادی دکھائی دے رہی ہے وہ بدروحوں، جادوگروں اور جادوگرنیوں کا علاقہ ہے۔ وہ پلک جھپکتے ہی اس آبادی کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں ایک بہت بڑا تالاب تھا۔ تالاب کے قریب ایک کنج تھا وہ اس کنج کی طرف بڑھا۔ اس نے محسوس کیا کہ کوئی نادیدہ طاقت اسے اس کنج کی طرف کشاں کشاں کھینچ رہی ہے۔

جب وہ کنج میں داخل ہوا تو ٹھٹک کے رک گیا۔ ایک بہت ہی حسین و جمیل لڑکی جس کی عمر سترہ برس کی ہو گی عریاں حالت میں بندھی ہوئی تھی۔ وہ بے ہوشی کی حالت میں تھی اس کا لباس فرش پر بکھرا ہوا تھا۔ جوگی نے فرش سے اس کا لباس اٹھا کر اس کا عریاں جسم ڈھانپ دیا۔ پہلے تو اس کا شانہ پکڑ کر آہستہ سے ہلایا۔ جب وہ ہوش میں نہیں آئی تو اس نے کنج کا جائزہ لیا۔ ایک کونے میں ایک گھڑا اور گلاس رکھا ہوا تھا۔ جوگی نے گھڑے میں جھانکا۔ اس میں پانی نہیں تھا۔ کنج کے عقب میں اس نے تالاب دیکھا تھا۔ وہ گلاس میں تالاب سے پانی بھر کر لایا۔ اس نے لڑکی کے منہ پر پانی کے چھینٹے دے مارے۔ پھر بھی اسے ہوش نہیں آیا۔ جوگی نے پھر اس پر ایک منتر پڑھ کر پھونکا۔ اس کے منتر پڑھتے ہی لڑکی کی مشکیں نہ صرف کھل گئیں بلکہ وہ ہوش میں آنے لگی۔ جب وہ ہوش میں آ گئی تو اس نے حیرت سے جوگی کی طرف دیکھا۔ "آپ کون ہیں؟"

"پہلے تم کپڑے پہن لو پھر میں بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔" جوگی منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا۔

لڑکی نے کپڑے پہننے کے بعد اس سے کہا۔ "میں نے کپڑے پہن لیے ہیں۔"

جوگی جب اس کی طرف گھوما تو اس لڑکی نے اپنا سابقہ سوال دہرایا۔ "آپ کون ہیں؟"

"میں ایک پردیسی ہوں۔" جوگی نے جواب دیا۔ "اس علاقے کی تعریف سن کر اسے دیکھنے کے لیے آیا ہوں۔"

"جس نے بھی تم سے اس علاقے کی تعریف کی کیا اس نے آپ کو یہ نہیں بتایا کہ یہ جگہ کس قدر خطرناک اور خوفناک ہے؟"

"اس نے بتایا تھا۔" جوگی نے سر ہلایا۔ "لیکن تم یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟ تمہیں یہاں کس نے

قید کر رکھا تھا؟"

"میرا نام چمپا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "میرے باپ کا نام کامل ہے۔ میرا باپ ایک کسان ہے اور جادوگر بھی ہے۔ میں اپنے باپ کے ساتھ یہاں آئی تھی۔ میرا باپ مجھے یہاں چھوڑ کر حویلی میں چلا گیا لیکن میں مصیبت میں پھنس گئی میرے باپ کا کچھ پتا نہیں وہ حویلی میں گیا تو ابھی تک لوٹ کر نہیں آیا۔ معلوم نہیں حویلی میں اس پر کیا افتاد آن پڑی؟"

"تمہارا باپ حویلی میں کس لیے گیا......؟" جوگی نے دریافت کیا۔ "جب کہ یہ حویلی بدروحوں کا مسکن ہے۔"

"اس لیے کہ اس حویلی میں موہن لال کا خزانہ ہے۔" لڑکی کہنے لگی۔ "چونکہ ہم لوگ بہت غریب ہیں اس لیے میرا باپ خزانہ لانے کے لیے یہاں آیا اور مجھے بھی ساتھ لے آیا۔ حویلی میں داخل ہونا آسان نہیں تھا۔ بہت خطرہ تھا۔ اس لیے میرے باپ نے مجھ سے کہا کہ میں باہر اس کا انتظار کروں بلکہ اس کنج میں بیٹھی رہوں۔ وہ حویلی کے اندر اس لیے گھس گیا کہ وہ ایک جادوگر ہے۔ بدروحیں اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی ہیں۔ میں جادو نہیں جانتی ہوں ورنہ میں بھی باپ کے ساتھ چلی جاتی۔"

"یہ بتاؤ کہ تمہیں برہنہ کر کے کس نے اور کیوں چوکی سے باندھ دیا؟" جوگی نے پوچھا۔

"اس حویلی کے راجہ موہن لال کی بدروح نے۔" چمپا نے جواب دیا۔ "وہ مجھے بے ہوش کر کے چلا گیا۔"

"موہن لال کی بدروح نے......؟" جوگی نے اس متعجب نظروں سے دیکھا۔ "تمہیں کیسے پتا چلا وہ موہن لال کی بدروح تھی؟"

"اس نے تو مجھے بتایا تھا۔" چمپا نے جواب دیا۔ "ورنہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کس کی بدروح تھی۔"

"کیا اس بدروح نے ہی تمہاری مشکیں کسی تھیں؟" جوگی نے پوچھا۔ "کیا اس نے تمہارے ساتھ کوئی اور حرکت کی تھی؟"

"ہاں۔" چمپا نے سر ہلایا۔ "وہ ایک بہت ہی خوبصورت انسان کے روپ میں آیا تھا۔ میں نے زندگی میں ایسا خوبصورت وجیہہ اور اس قدر دراز قد شخص خوابوں میں بھی نہیں دیکھا۔ میں اسے دیکھ کر سحر زدہ سی ہو گئی۔ میں اس کی کسی حرکت پر مزاحمت نہیں کر سکی۔ میں نے اپنے آپ کو اس کے رحم و کرم پر اس طرح چھوڑ دیا جیسے طوفان سے ہارا ہوا ملاح اپنی کشتی کو طوفان میں چھوڑ دیتا ہے۔ پہلے تو اس نے میرے ساتھ جی بھر کے من مانی کی۔ اس کی من مانی نے مجھے

مدہوش کر دیا۔" وہ اپنی رو میں بولے جارہی تھی۔ اسے کسی بات کا احساس اور خیال ہی نہیں رہا تھا کہ وہ ایک اجنبی مرد کو سب کچھ بتائے دے رہی تھی۔ شرم اور حجاب بالکل بھی نہیں رہا ہے۔ جوگی نے اپنے منتر سے اسے سچ بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ کیا کہہ رہی ہے۔ "پھر اس نے محبت بھری باتیں کیں۔ اس کی باتیں میرے کانوں میں رس گھولتی رہیں۔ پھر اس نے ایک وحشی درندے کی طرح مجھے نشانہ بنایا پھر اس نے اپنی غرض پوری کرنے کے بعد میری مشکیں کس دیں میں نے اس سے پوچھا۔ "تم نے مجھے باندھ کیوں دیا؟"

"اس لیے کہ میں تمہیں قتل کر دوں؟" اس نے بڑے سرد اور سفاک لہجے میں کہا۔ اس کے چہرے پر درندگی چھا گئی۔

"تم مجھے کیا اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ میں نے تمہاری من مانی اور دست درازی پیراف نہیں کیا؟ محبت گرم جوشی اور وارفتگی سے اپنے آپ کو سونپ دیا۔ کیا اس طرح ایک لڑکی کی محبت اور قربانی کا صلہ دیا جاتا ہے؟"

"مجھے دنیا کی ہر حسین لڑکی اور عورت سے سخت نفرت ہے۔" وہ کہنے لگا۔ "حویلی میں یا حویلی کے آس پاس جو بھی حسین لڑکی اور عورت آتی ہے اسے میں ہوس کا نشانہ بنا کر قتل کر دیتا ہوں۔ میں اب تک ایک سو ساٹھ حسین اور جوان عورتوں کو قتل کر چکا ہوں۔"

"لیکن تمہیں حسین لڑکیوں اور عورتوں سے اس قدر سخت نفرت کس لیے ہے؟ جن عورتوں کو تم نے قتل کیا انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا؟"

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے جوان اور حسین لڑکیوں سے کیوں اور کس لیے شدید ترین نفرت ہے۔" وہ کہنے لگا۔ "میری بیوی بہت حسین تھی۔ کس قدر حسین تھی تم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی ہو۔ میں نے اسے رانی بنا کر رکھا تھا۔ اسے کسی چیز کی کمی نہیں تھی لیکن جب میں سیر و شکار پر کچھ دنوں کے لیے باہر جاتا تو وہ رات کو اپنی دس باندیوں کے ساتھ حویلی کے سبزہ زار پر آ جاتی وہاں میرے محافظ دستے کا سردار دس پہرہ داروں کو لے کر آ جاتا۔ وہ سب آزادی کا لبادہ اوڑھ لیتے۔ میری بیوی اور دوسری حسین اور جوان باندیوں دو تین مردوں کی آغوش میں سما جاتیں۔ پھر وہ سب بے حیائی کی حالت میں حوض میں اتر جاتیں۔ وہ سب مل کر نہاتے۔ اس راز کو میرے بھائی نے افشاء کیا اس نے چھپ کر یہ تماشا دیکھا تھا۔ میرے بھائی کی بیوی نے بھی میرے بھائی کو اسی طرح سے دھوکا دیا تھا۔ وہ اس کے دوست کے ساتھ رنگ رلیاں منانے لگی تھی۔ ایک روز میرے بھائی نے ان دونوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس کی غیرت جوش میں آئی تو اس نے دونوں کو اسی وقت تلوار سے قتل کر دیا۔"

جب وہ سانس لینے کے لیے رکا تو میں نے اس سے کہا۔ "دنیا کی ہر عورت ایسی نہیں ہوتی ہے۔ تم شکی مزاج ہو۔"

"میں تمہیں ایک اور واقعہ سناتا ہوں۔" وہ کہنے لگا۔ "ایک روز میں اپنے بھائی نرنجن کے ساتھ سیر و شکار پر نکلا۔ ہم دونوں سندر بن کے جنگل شکار کھیلنے گئے تھے ہم دونوں شکار کی تلاش میں چل پڑے تھے۔ دو میل کی مسافت طے کرنے کے بعد ہم دونوں ایک بہت ہی بڑے مرغ زار پر پہنچے یہ جگہ ایسی حسین اور پر فضا تھی کہ اس نے دل موہ لیا۔ ستانے اور تازہ دم ہونے کے لیے ایک بہت گھنے اور بوڑھے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ یہ درخت دریا کے کنارے پر تھا۔ ہم دونوں کو بیٹھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ اچانک ایک بہت ہی خوفناک آواز سنائی دی۔ اس آواز کو سن کر نہ صرف رونگٹے کھڑے ہو گئے بلکہ دل بھی دہل گئے اور رگوں میں خون جم ہو گیا۔ ہم دونوں خوف و دہشت سے بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئے تھے۔ ہم دونوں نے مڑ کر آواز کی سمت دیکھا۔ آواز دریا میں سے آئی تھی چند لمحوں کے بعد دریا میں سے ایک چٹان نمودار ہوئی۔ وہ بلند ہوتی گئی۔ کوئی سو گز تک بلند ہو کر رک گئی۔ ہم دونوں بھائی یہ منظر دیکھ کر اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ فوراً ہی درخت پر چڑھ گئے اور شاخوں کے درمیان چھپ کر بیٹھ گئے چند لمحوں کے بعد وہ ستون ایک دیو ہیکل شخص کی صورت میں تبدیل ہو گیا۔

اس شخص کے سر پر ایک بہت خوبصورت بہت بڑا اور مضبوط صندوق تھا۔ اس نے اس صندوق کو اپنے سر پر اسی طرح اٹھا رکھا تھا جیسے وہ بہت ہی ہلکی پھلکی سی ٹوکری ہو۔ اس نے وہ صندوق لا کر درخت کے نیچے رکھا۔ پھر اس نے صندوق کھولا۔ یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس میں ایک بہت ہی حسین و جمیل عورت موجود ہے۔ جب اس شخص نے عورت کو باہر نکالا تو ہم اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔ کیونکہ وہ جتنی حسین تھی اتنی ہی پر کشش اور پر شباب بھی۔ اس کا شعلہ بدن اس کے مہین لباس میں اس طرح چھلک رہا تھا جیسے کانچ کی صراحی میں شراب چھلکتی ہے۔ میں نے کبھی اپنی زندگی میں ایسا کومل ایسا گداز اور بجلیوں سے بھرا بدن نہیں دیکھا تھا۔ مجھے اس دیو زاد قسم کے شخص پر رشک آیا جو اس شعلہ مجسم عورت کا مالک تھا۔

اس شخص نے صندوق میں سے اتنی بڑی مخملیں چادر نکالی جس پر بیک وقت بیس پچیس آدمی آسانی سے سو سکتے تھے اس نے وہ چادر گھاس پر بچھا دی۔ پھر اس نے عورت کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس بٹھایا اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔

"رنجیت جادوگر!" اس عورت نے اسے مخاطب کیا۔ اس کی آواز بہت شیریں تھی۔ "تم مجھے کس لیے اٹھا کر لائے ہو؟"

''تم مجھے شادی منڈپ سے اٹھا کر کیوں لائے ہو؟ آج میری شادی ہونی تھی اور میں سہاگ رات بھی نہیں منا سکی۔'' عورت نے کہا۔

''اس لیے کہ میں تمہیں اپنے سوا کسی اور مرد کی آغوش میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔'' وہ کہنے لگا۔ ''اس روز میں نے تمہیں نہاتے ہوئے دیکھ کر فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہیں ہر قیمت پر پتنی بناؤں گا کیونکہ میں تمہارا حسن و شباب اور پر شباب بدن دیکھ کر پاگل ہو گیا تھا۔ تمہارے بھرے بدن کے جادو نے میری نیند حرام کر دی تھی۔ دوسرے دن مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا رشتہ طے ہو چکا ہے۔ دو دن بعد تمہارا بیاہ ہونے والا ہے۔ آج دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں تمہیں اٹھا کر لایا ہوں ہم دونوں سہاگ رات منائیں گے۔ مجھے تمہارے بارے میں یہ معلوم ہوا ہے کہ تم شرم و حیادار اور باعصمت جوان لڑکی ہو۔ مجھے تم جیسی دوشیزہ کی ضرورت تھی۔ تم آج سے میرے دل کی، ارمانوں کی ملکہ ہو۔''

پھر ان دونوں نے سہاگ رات منائی۔ جب وہ سہاگ رات منا چکے تو جادوگر نے اس سے کہا۔ ''میری جان! میں کئی راتوں سے تمہارے فراق میں جاگتا رہا ہوں۔ ایک پل کے لیے سو نہیں سکا ہوں لہٰذا میں سو رہا ہوں مجھے بڑے زور کی نیند آ رہی ہے میں چاہتا ہوں کہ تم بھی آرام کر لو۔ تین چار گھڑی آرام کرنے کے بعد پھر جشن منائیں گے۔ ایک بات یاد رکھنا۔ میں بہت گہری نیند سوتا ہوں۔ مجھے جگانا ہے تو میرے بالوں کو پکڑ کر کھینچنا میں فوراً جاگ جاؤں گا۔ ورنہ کسی اور صورت سے جاگ نہیں سکوں گا۔''

جب وہ جادوگر گہری نیند سو گیا تو عورت دریا میں جا کر نہانے لگی۔ نہانے کے بعد اس نے اپنا جسم ایک کپڑے سے پونچھا پھر وہ اس درخت کی طرف بڑھی جس کے نیچے جادوگر سو رہا تھا۔ معاً اس عورت کی نظر ہم دونوں پر پڑی۔ اس نے اشارہ کیا کہ ہم دونوں نیچے اتر آئیں۔ اگر ہم نیچے نہیں آئے تو وہ جادوگر کو جگا دے گی۔ جب ہم نیچے آئے تو اس عورت نے ہم دونوں کو باری باری پیاسی نظروں سے دیکھا اور بولی۔ ''تم دونوں تو راج کماروں کی طرح خوبصورت اور وجیہہ ہو۔ تم جیسے جوان مرد میری کمزوری ہیں۔''

اس نے ہمیں مجبور کیا کہ ہم اس کی ہر بات مانیں اور اسے خوش کریں۔ ہم نے انکار کیا تو اس نے دھمکی دی کہ وہ جادوگر کو جگا دے گی۔ اس سے کہے گی کہ تم دونوں نے مل کر اس کی عزت تار تار کر دی ہے۔ پھر وہ تم دونوں کو بلیاں بنا دے گا۔ پھر ہم ڈر گئے اس کی ہر بات پر عمل کیا۔ اس کی عزت ہم پر نچھاور ہو گئی۔ پھر اس عورت نے کہا۔ ''یہ جادوگر پرلے درجے کا بے وقوف ہے اسے خبر نہیں کہ میں باعزت نہیں ہوں۔ تم دونوں کو ملا کر اب تک میری زندگی میں دو سو

مرد آ چکے ہیں۔ اب تم دونوں بھاگ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ مردود جاگ جائے۔ اور ہاں کبھی حسین عورت پر بھروسا نہ کرنا۔ وہ پاک دامن نہیں ہوتی ہے۔ اس روز سے ہمیں کبھی کسی حسین عورت پر بھروسا نہیں رہا۔ تم پر بھی بھروسا نہیں ہے۔ اس لیے حسین عورت کی عزت تباہ کرنے کے بعد میں اسے زندہ نہیں چھوڑتا ہوں۔ میں تمہیں بتا دوں کہ میں کون ہوں۔ اس حویلی کا سات سو برس پہلے مہاراجہ تھا۔ میں اس کی روح ہوں۔ تمہارا باپ میرے خزانے پر ہاتھ صاف کرنے گیا ہے۔ لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔''

''کیا تم مجھے قتل کر دو گے......؟'' میں نے خوف زدہ ہو کر اس سے پوچھا۔

''ہاں۔ لیکن جلد نہیں۔ کیونکہ تم بہت حسین ہو۔ دو تین دن تک وقت گزاروں گا۔ پھر قتل کر دوں گا۔'' اس نے جواب دیا۔'' اس نے دوبارہ مجھے درندگی کا نشانہ بنایا۔ پھر وہ روح چلی گئی۔ لیکن اس نے ایک اژدھے کو پہرے پر بٹھا دیا کہ میں یہاں سے بھاگ نہ سکوں۔ معلوم نہیں وہ اژدھا کہاں ہے۔ کہاں گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ آ جائے۔'' چمپا بولی۔

''اب تم اس روح اور اژدھے کی پروا نہ کرو۔'' جوگی نے اسے دلاسا دیا۔ ''اب وہ تمہارا بال تک بیکا نہیں کر سکتا۔''

''میں نے اپنے پتا جی سے کہا تھا کہ خزانے کے چکر میں نہ پڑیں۔ لیکن انہوں نے میری ایک نہ سنی۔ میری عزت بھی چلی گئی۔ اب خزانہ ملنے سے بھی رہا۔ ہائے رام!...... میں نے آپ کو بہت کچھ بتا دیا؟ یہ کیا کیا میں نے......؟'' وہ خجل ہو گئی۔

''تم نے اچھا کیا جو مجھے سب کچھ بتا دیا۔'' جوگی نے کہا۔ ''تم میرے ساتھ چلو۔ تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔''

''آپ مجھے اپنے ساتھ کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ اپنے گھر۔ تاکہ میری عزت سے کھیل سکیں؟'' وہ صاف گوئی سے بولی۔

''میں تمہیں حویلی میں لے جا رہا ہوں تاکہ تمہارے پتا جی کو تلاش کیا جا سکے۔ مجھے تمہاری عزت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔'' جوگی بولا۔

''حویلی میں......؟'' وہ خوف زدہ سی ہو گئی۔ ''حویلی میں بہت ساری بدروحیں رہتی ہیں۔ اس کے اندر جو گیا وہ کبھی واپس نہیں آ سکا؟ اس کے اندر صرف وہی جا سکتا ہے جو جادو منتر جانتا ہے۔ میرا باپ اس لیے گیا ہے کہ وہ جادو جانتا ہے۔ کوئی روح اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ وہ مجھے اس لیے نہیں لے گیا کہ کہیں میں ڈر نہ جاؤں کاش! میں اس کے ساتھ چلی جاتی۔ میری عزت تو نہ جاتی۔''

"میرے پاس ایک ایسی چیز ہے جو مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ تمہیں۔ میرے ساتھ بے خوفی سے چلی آؤ۔" جوگی نے کہا۔

جوگی اسے لے کر جیسے ہی کنج سے نکلا ایک اژدھا ان کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اس اژدھے کو دیکھتے ہی چمپا کے اوسان خطا ہو گئے وہ اس سے لپٹ گئی۔ یہ بیس فٹ لمبا اژدھا تھا۔ جوگی نے اسے ایک طرف ہٹایا۔ پھر اس نے اژدھے پر منتر پڑھ کر پھونکا۔ چند لمحوں کے بعد ایک شعلے نے اژدھے کو جالیا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے جل کر خاکستر ہو گیا۔ چمپا حیرت اور خوف سے یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔

چمپا اس کے پاس آ کر حیرت سے بولی۔ "معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی بہت بڑے جادوگر ہو۔ میرے پتاجی کی طرح۔ تم نے ایک خوفناک اژدھے کو جلا کر بھسم کر دیا۔ مہاراجا موہن لال کی روح کہیں غضب ناک نہ ہو جائے؟"

"جب اس بدروح سے سامنا ہو گا تب دیکھا جائے گا۔" جوگی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "تم میرے ساتھ خاموشی سے چلی آؤ۔"

جوگی اسے اپنے ہمراہ لے کر حویلی کے عقبی دروازے پر پہنچا۔ پھر وہ دونوں حویلی میں داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں پائیں باغ کے اس سبزہ زار پر موجود تھے جہاں موہن لال کی بیوی اپنے آشناؤں اور سہیلیوں اور باندیوں کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی تھی۔ وہ حوض سامنے تھا جس میں وہ سب مل کر نہاتے تھے چمپا ایک چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی۔

"کیا ہوا......؟" جوگی نے اسے بازوؤں میں سنبھالتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

"وہ دیکھو......" چمپا نے حوض کی طرف اشارہ کیا۔ "اوہ بھگوان!...... یہ سب کچھ کیا ہے؟"

جوگی نے حوض کی طرف دیکھا۔ اس میں پانی نہیں خون بھرا ہوا تھا۔ اس میں دس عورتوں اور دس مردوں کے سر تیر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ مچھلیوں کی طرح اچھلنے لگے۔ یہ ان کے سر تھے جنہیں موہن لال اور نرنجن نے تن سے جدا کیا تھا۔ یہ سر زندہ تھے۔ ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ ان کے ہونٹ بدبودار تھے۔

جوگی حوض کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ تمام سر خون کی سطح پر تیر رہے تھے۔ اس نے ان سروں میں مہارانی کے سر کو پہچان لیا۔ خون سے بھرے حوض میں جتنی عورتوں کے سر موجود تھے ان میں رانی سب سے حسین تھی۔ وہ اس کے حسن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکا۔ جوگی کو دیکھ کر تمام سر ایک ایک کر کے حوض کے کنارے ایک قطار میں آ گئے۔ مہارانی کے سر نے اس سے کہا۔ "مجھے

باہر نکالو۔ تمہاری بڑی کرپا ہو گی۔ میں صدیوں سے اس حوض میں قید ہوں۔"

"تم اس حوض سے باہر آ کر کیا کرو گی......؟" جوگی نے پوچھا۔ "تمہارا تن تو ہے نہیں......"

"اس خون سے بھرے حوض سے باہر آنے کے بعد مجھے دوسرا جنم مل جائے گا۔ تم میرے تن کی فکر نہ کرو۔ وہ اس حویلی میں موجود ہے۔ میں اسے کسی نہ کسی طرح تلاش کر لوں گی۔ اسے تلاش کرنا میرا کام ہے۔" مہارانی نے کہا۔

"کیا صرف تم ایک باہر آنا چاہتی ہو؟" جوگی نے پوچھا۔ "یا تم اپنے آشنا کو بھی باہر لانا چاہتی ہو؟"

"ہم سب ہی باہر آنا چاہتے ہیں۔" تمام سروں نے چیخ چیخ کر کہا۔ "تم ہم سب کو باہر نکالو۔"

"یہ بتاؤ کہ اتنا سارا خون کہاں سے اور کیسے آ گیا؟" جوگی نے کہا۔ "کیا یہ خون سارا انسانوں کا ہے؟"

"جب ہمیں قتل کرنے کے بعد قتل کرنے والے بھی قتل ہو گئے تھے، تب ایک سادھو نے ہمارے سروں کو اس حوض میں ڈال دیا۔ حوض میں جو پانی بھرا ہوا تھا وہ ہمارے خون سے خون میں تبدیل ہو گیا۔ اب پانی کی جگہ خون ہے۔ ہمارے جو تن ہیں انہیں پچھواڑے میں ایک گڑھا کھود کر دفن کر دیا گیا۔ صدیوں سے ایسا کوئی شخص ادھر نہیں آیا جو زندہ لوگوں میں سے ہو۔ اس حویلی میں صرف روحیں موجود ہیں تم پہلے شخص ہو جو اس طرف آئے ہو۔ تم ہمیں حوض سے نکال سکتے ہو۔" مہارانی نے کہا۔

"تم ایک بدکار عورت ہو۔ تمہاری یہی سزا ہے کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس خون کے حوض میں سڑتی رہو۔" جوگی نے کہا۔

"ہمیں بہت سزا مل چکی ہے۔" مہارانی گڑگڑائی۔ "بھگوان کو کیا ہم پر رحم نہیں آتا ہے تمہی ہم پر رحم کھاؤ۔"

"تم اس قابل ہو کہ تم پر رحم نہ کھایا جائے۔ اس خون کے جہنم میں اپنے ساتھیوں سمیت جلتی اور تڑپتی رہو۔" جوگی نے کہا۔

جوگی حوض کے پاس سے ہٹ کر چمپا کے پاس آیا جو سکتے کی سی حالت میں کھڑی جوگی اور متحرک کھوپڑیوں کی گفتگو سن رہی تھی۔ پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر حویلی کی عمارت کے اندر داخل ہوا۔ جب وہ راہداری میں سے گزرنے لگے تو چمپا بولی۔ "ہمارے گاؤں کی ایک جادوگرنی روپا خزانے کی تلاش میں تین دن پہلے اس حویلی کی طرف گئی تھی۔ پھر وہ واپس نہیں آئی۔ کیا اس

کا کھوج لگ سکتا ہے؟"

"روپا کی عمر کیا ہوگی......؟" جوگی نے چلتے چلتے رک کر پوچھا۔ "وہ کیسی عورت ہے؟ کیا اس نے کبھی سیاحوں کو تنگ کیا؟"

"وہ چالیس برس کی ہوگی۔" چمپا نے جواب دیا۔ "وہ اچھی عورت نہیں ہے۔ بڑی لالچی اور کمینی عورت ہے نوجوان سیاحوں کو اس نے پرندے بنا کر رکھا ہوا ہے۔ دو ایک جوان جو اس کی قید میں تھے موقع پا کر فرار ہونے لگے تو اس نے انہیں مار ڈالا۔"

"کیا وہ اس قدر حسین ہے کہ مرد اس کے جال میں فوراً ہی پھنس جائیں؟" جوگی نے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ بہت ہی بدصورت قسم کی عورت ہے۔" چمپا نے بتایا۔ "وہ مردوں کو پھانسنے کے لیے جادو کے زور سے نوجوان حسین لڑکی بن جاتی تھی۔"

"اسے بھی تلاش کرتے ہیں۔" جوگی نے کہا۔ "میرے خیال میں وہ حویلی میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوگئی۔ اس لیے وہ واپس نہیں آئی۔"

"کاش! اس خزانے کے متعلق کسی کو نہ معلوم ہوتا۔ میرے پتا جی اس مصیبت میں نہ پھنستے۔" چمپا نے اداسی سے کہا۔

"اس خزانے کے بارے میں کس نے بتایا؟...... کس نے معلوم کیا تھا؟" جوگی نے پوچھا۔

"کیا تمہارے پتا جی اور لوگوں نے جادو کے زور سے معلوم کیا تھا؟"

"بیس دن پہلے آسام سے ایک سادھو آیا تھا۔ اس نے بتایا تھا کہ اس حویلی میں خزانہ موجود ہے۔ اس خزانے کو جس نے پالیا وہ دنیا کا سب سے بڑا دولت مند شخص بن جائے گا۔ لیکن اس خزانے کو حاصل کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہ ہوگی۔ صرف جادوگر ہی حاصل کر سکتا ہے۔"

"خزانہ۔ خزانہ۔ خزانہ......؟" اچانک ایک استہزائی آواز فضا میں گونجی۔ "تم خزانے کی تلاش میں آئے ہو؟" اس نادیدہ آواز کو سن کر چمپا اس کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔ اس کا بدن دہشت سے لرزنے لگا۔

"نہیں۔ ہم خزانے کی تلاش میں نہیں آئے ہیں۔" جوگی نے جواب دیا۔ "تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔" پھر راہ داری دل خراش چیخوں سے گونجنے لگی۔ ان میں مردوں اور عورتوں کی بھی چیخیں شامل تھیں۔ یہ چیخیں اس قدر زوردار آواز سے گونج رہی تھیں کہ چمپا کا دل دہل گیا پھر اس کا چہرہ سفید پڑتا چلا گیا۔ اس نے مضبوطی سے جوگی کا ہاتھ تھام لیا۔

چند لمحوں کے بعد چیخیں یک لخت بند ہوگئیں۔ پھر وہی نادیدہ آواز گونجی۔ "دائیں ہاتھ

والے کمرے میں ایک بہت بڑے صندوق میں خزانہ رکھا ہوا ہے۔ جاؤ جا کر وہاں سے جتنا خزانہ چاہے لے لو۔ اپنی جھولی خزانے سے بھر لو۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ فریب دے رہے ہو۔ اس کمرے میں کوئی خزانہ موجود نہیں ہے۔" جوگی نے کہا۔

"اچھا تو تم جانتے ہو کہ اس کمرے میں کیا ہے......؟ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ اچھا تو تم بھی کوئی جادوگر ہو؟" نادیدہ آواز نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں میں جانتا ہوں راج کمار موہن لال!" جوگی نے جواب دیا۔ "اس کمرے میں انسانی ڈھانچے بھرے ہوئے ہیں۔"

"تمہیں خزانہ اس صورت میں مل سکتا ہے کہ اس لڑکی کو سامنے والے کمرے میں پہنچا دو۔" نادیدہ آواز نے کہا۔ "تم اس لڑکی کو کنج سے لے کر آئے ہو۔ تم نے اس اژدھے کو اپنے منتر سے بھسم کر دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ تم بہت سارے منتر جانتے ہو؟"

"میں نے تم سے کہا نا کہ مجھے خزانے کی تلاش ہے اور نہ ضرورت۔ میں اس کے پتا جی کو یہاں سے نکال کر لے جانے آیا ہوں۔" جوگی نے جواب دیا۔ "اس لڑکی کو میں کسی قیمت پر تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ تم اس لڑکی کو بھول جاؤ۔"

"اس حویلی کے اندر قدم رکھنے والا کبھی زندہ سلامت واپس نہیں گیا۔ یہ لڑکی مجھے بہت پسند آئی۔ میں اپنی پیاس بجھانے کے بعد اسے ختم کر دوں گا۔ تاکہ اس کی روح اس حویلی میں رہے اور میں اس سے لطف و کیف اٹھاتا رہوں۔"

"لیکن میں واپس جا کر دکھاؤں گا۔ تم میرا بال تک بیکا نہیں کر سکتے۔ میرے ساتھ یہ لڑکی اور اس کے پتا جی بھی جائیں گے۔" جوگی نے جواب دیا۔

"تین دن پہلے اس حویلی میں ایک جادوگرنی خزانے کے لالچ میں آئی تھی۔ اس کا انجام دیکھنا چاہتے ہو تو بائیں ہاتھ والے کمرے میں جھانک کر دیکھو۔"

جوگی نے آگے بڑھ کر اس کمرے کا دروازہ کھولا۔ ایک انتہائی بھیانک اور دل دہلانے والا منظر سامنے تھا۔ اس جادوگرنی کی لاش فرش پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ایک ہاتھ میں ہیروں کا ایک ہار تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ چوہے جن کی جسامت بلیوں سے بھی بڑی تھی وہ اس کا گوشت کھا رہے تھے۔ زہریلے کیڑے مکوڑے اس کے چہرے کا گوشت کھا رہے تھے۔

جوگی نے فوراً ہی دروازہ بند کر دیا۔ چمپا غش کھا گئی تھی۔ جوگی نے اسے فوراً ہی سنبھالا دیا۔ پھر اسے لے کر سامنے والے کمرے کی طرف بڑھا جس کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ لیکن وہ فوراً ہی

رک گیا۔ کیونکہ اس کمرے سے ایک ایک کر کے انسانی ڈھانچے باہر آ رہے تھے۔ وہ کوئی تیس عدد انسانی ڈھانچے تھے۔ پھر وہ جوگی اور چمپا کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ جوگی نے انگلی ان کی طرف اٹھائی تو اس میں سے ایک شعلہ نکل کر ان کی طرف لپکا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس شعلے نے آگ کی شکل اختیار کر کے انہیں اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ چند لمحوں میں خاکستر ہو گئے۔ اتنی دیر میں چمپا کو ہوش آ چکا تھا۔ جوگی نے اس سے کہا۔ ”تم ہمت اور حوصلے سے کام لو۔ دل مضبوط کرو۔ راج کمار موہن لال کی روح پاگل ہو رہی ہے۔ وہ تمہاری اور میری دشمن بن چکی ہے۔ وہ ہمیں موت کی نیند سلانے کے لیے بے چین ہو رہی ہے۔“

”بھگوان کے لیے اس حویلی سے جتنا جلد ہو سکے باہر نکل چلو۔“ چمپا سہم کر بولی۔ ”میرا دل تو ہول رہا ہے۔ ڈر لگ رہا ہے۔“

”کیا تمہیں اپنے پتا جی کو تلاش نہیں کرنا ہے جو یہاں سے نکل جانے کی باتیں کر رہی ہو؟ حوصلہ ہار رہی ہو؟“ جوگی نے تیز لہجے میں کہا۔

”میرے پتا جی بھی جادوگر ہیں وہ کسی نہ کسی طرح حویلی سے نکل کر آ جائیں گے۔ آپ ان کی چنتا نہ کریں۔“ وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولی۔

”تمہارے گاؤں کی عورت روپا بھی تو جادوگرنی تھی تم نے اس کا حشر دیکھ لیا نا......؟“ جوگی نے کہا۔ ”اس کا جادو اس کے کسی کام نہ آیا۔“ جب وہ دونوں ایک کمرے کے سامنے سے گزرنے لگے تو ایک مردانہ چیخ سنائی دی۔ ”بچاؤ...... بچاؤ۔“

”یہ آواز میرے پتا جی کی ہے۔“ چمپا سراسیمگی سے بولی۔ ”ان کی زندگی خطرے میں ہے۔ بھگوان کے لیے ان کی مدد کرو۔“

جوگی نے پہلے تو دروازے کو دھکا دے کر کھولنے کی کوشش کی۔ جب دروازہ نہ کھلا تو اس نے دروازے پر پوری طاقت سے ایک لات رسید کی۔ دروازہ بجنے سمیت فرش پر آ رہا۔ جوگی اندر داخل ہوا تو اس کے پیچھے چمپا بھی گھس آئی۔ ان دونوں نے دیکھا کہ اس کمرے میں کوئی نہیں ہے سوائے چمپا کے پتا جی کے۔ اس کے پتا جی کے گلے میں رسی کا پھندا پڑا ہوا ہے۔ نادیدہ ہاتھ اس کے پتا جی کو پھانسی دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس کے پتا جی تڑپ رہے ہیں زور آزمائی کر رہے ہیں۔ پھندا ان کے گلے میں تنگ ہوتا جا رہا ہے۔

جوگی نے جیسے ہی منتر پڑھ کر پھونکا پھندا نہ صرف کھل گیا بلکہ رسّی بھی غائب ہو گئی۔ پھر اس نے آگے بڑھ چمپا کے پتا جی کا ہاتھ پکڑا پھر چمپا کا۔ چمپا کے پتا جی پر غشی سی طاری تھی۔ ان کی آنکھیں بند ہوئی جا رہی تھیں۔ جوگی نے چپا سے کہا۔

”تم جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میں جب تک آنکھیں کھولنے کے لیے نہ کہوں آنکھیں نہیں کھولنا۔“ چمپا نے آنکھیں بند کر لیں۔

چمپا نے اپنی آنکھیں جوگی کے کہنے پر کھولیں تو اس نے دیکھا کہ وہ تینوں حویلی سے باہر ہیں۔ اس کے پتا جی غشی کی حالت میں زمین پر لیٹے ہوئے تھے۔ پھر اس نے ایک نظارہ دیکھا۔ حویلی میں آگ لگ گئی ہے۔ وہ چاروں طرف سے جل رہی تھی۔ اسے شعلوں نے لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ کالا اور کثیف دھواں آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے۔ جوگی نے اپنے منتر سے حویلی میں آگ لگا دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد گاؤں کے لوگ حویلی کی طرف تیزی سے لپکے ہوئے آ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد چمپا کے پتا جی نے اس سے پوچھا۔

”یہ تم نے کیا کیا......؟ اس حویلی کو نذر آتش کر دیا؟“

”اس لیے کہ نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔“ جوگی نے جواب دیا۔ ”یہ حویلی سارے فساد کی جڑ تھی۔ خزانے کے حصول کے لیے کئی لوگوں کی جانیں جا چکی ہیں۔ کتنی ہی لڑکیاں اپنی عزت سے ہاتھ دھو چکی ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں جو روحوں کا مسکن تھا اس نے بھی کتنے بے گناہوں کی جانیں لے لیں۔ اب کمرو کچھیا میں جادوگرنیوں کا زور ٹوٹ جائے گا۔ معمولی سا جادو اور عام قسم کے جادوگر رہ جائیں گے۔ اب سکون کا دور دورہ ہوگا۔“ جوگی اس وقت تک موجود رہا جب تک حویلی ملبے کا ڈھیر بن گئی۔ پھر وہ وہاں سے پلک جھپکتے ہی اپنے گھر آ گیا۔

دوسرے دن جوگی اس لانچ کی طرف جا رہا تھا۔ جس میں بیٹھ کر وہ نیرو کے دور میں پہنچا تھا۔ اب وہ کسی ایسے دور میں جانا چاہتا تھا جہاں حسین عورتیں ہوں اور وہ پر تعیش زندگی گزار سکے۔ اسے یہ خیال بھی آیا تھا کہ وہ امریکہ اور یورپ کے حالیہ دور میں کیوں نہ پہنچ جائے۔ وہاں جو رنگینی اور پر تعیش زندگی ہے وہ دنیا کے کسی خطے میں ہے اور نہ ماضی کے کسی دور میں۔ وہ یہ سب کچھ سوچتا ہوا گھاٹ پر پہنچا۔ اس وقت ایک مسافر لانچ سے مسافر اتر رہے تھے۔ وہ ایک دم سے ٹھٹک کر رک گیا۔

اس نے ایک بہت ہی حسین اور نوجوان لڑکی کو دیکھا تو اسے پہچاننے میں دیر نہیں لگی۔ یہ مولوی عبدالجبار صاحب کی بیٹی گل نار تھی۔ وہ اپنے ماں باپ کے ساتھ لانچ سے اتری تھی۔ وہ گل نار کو چار برس کے بعد دیکھ رہا تھا۔ دیکھا تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ نہ صرف بہت حسین تھی بلکہ اس کے چہرے پر جو نور اور تقدس تھا وہ کسی اور لڑکی کے چہرے پر نظر نہیں آتا تھا۔ اس نے اسکارف باندھا ہوا تھا اور سفید لباس میں منجمد چاندنی کا دریا لگ رہی تھی۔ اس سفید اسکارف اور لباس نے

اس کے پرنور چہرے کے تقدس کو بڑھا دیا تھا۔ مولوی عبدالجبار صاحب بہت پہنچے ہوئے بزرگ تھے۔ بڑے بااخلاق ملنسار اور نرم خو آدمی تھے۔ گاؤں کے لوگ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ وہ ہر کسی سے بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔ اس نے ابتدائی تعلیم ان سے ہی حاصل کی تھی۔

گل نار نے چار برس اپنی خالہ کے ہاں گزارے تھے۔ ان چار برسوں میں گل نار کا روپ یکسر بدل گیا تھا وہ اس پر ریشہ خطمی ہو گیا۔ گل نار بچپن میں اس کے ساتھ کھیلی بھی تھی۔ لیکن آج اب اس نے گل نار کو جو دیکھا تو اس نے گلنار کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب اس کے دل میں ماضی کے حال کے کسی بھی دور میں جانے کی خواہش نہیں رہی تھی۔ اب اس کی تمنا اور خواب صرف اور صرف گل نار تھی۔

اس نے اپنے آپ سے پوچھا کیا وہ گل نار جیسی نیک سیرت لڑکی کے قابل ہے......؟ کیوں کہ وہ روم کے ماضی کے دور میں پہنچ کر اپنے آپ کو آلودہ کر چکا ہے کیا مولوی عبدالجبار صاحب اسے اپنا بیٹا بنانے پسند کر لیں گے! لیکن اسے کالا منتر سے ہاتھ دھونا ہوگا......؟ کیا وہ گل نار کی خاطر اس کالا منتر کی قربانی دے سکتا ہے؟

لیکن گل نار تو ایک ایسا منتر تھی جس کے آگے دنیا کے تمام منتر ہیچ تھے۔ وہ گل نار کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے تیار تھا۔ کالا منتر بھی چھوڑ دینے کے لیے تیار تھا۔ گل نار کا جو منتر اس پر چل چکا تھا اس کا توڑ اس کے پاس نہیں تھا۔

وہ اس روز شام کے وقت اپنی ماں کے پاس پہنچ کر بولا۔ ''ماں! میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''سچ بیٹے!'' ماں کو جیسے اس کی بات یقین نہیں آیا۔

''جی ہاں ماں!'' اس نے جواب دیا۔ ''میں اکیلے پن سے گھبرا گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنا گھر بسا لوں۔''

''میں کل ہی سے تمہارے لیے لڑکی تلاش کروں گی۔ تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے بتاؤ۔'' اس کی ماں نے کہا۔

''میری نظر میں ایک لڑکی ہے، مولوی عبدالجبار صاحب کی بیٹی گلنار۔ وہ آج اپنی خالہ کے ہاں سے لوٹی ہے۔''

''گل نار......؟'' ماں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔ پھر بولی۔ ''ٹھیک ہے میں کل ہی گلنار کی ماں سے مل کر گلنار کا رشتہ طے کر کے آتی ہوں۔''

کوئی ایک مہینے کے بعد اس کی شادی گل نار سے ہو گئی۔ اسے شادی کر کے وہ خوشی حاصل

نہیں ہوئی جو ہونا چاہیے تھی۔ کیونکہ اس کے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ اس کا ضمیر ملامت کرتا تھا کہ اس نے ایک نیک سیرت اور عبادت گزار لڑکی سے شادی کر کے دھوکا دیا ہے۔ وہ ایک سیاہ کار شخص ہے کاش! وہ نیرو کے دور میں گیا نہیں ہوتا۔ ایک روز وہ اس لانچ میں پہنچ گیا تا کہ موہن لال کو بلا کر کالا منتر سے محروم ہو جائے۔ اب اسے کالا منتر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اپنی زندگی کا رخ بدلنا چاہتا تھا۔ اسے اپنے سسر کی طرح ایک نمونہ بنانا چاہتا تھا۔ اس نے یہ علم اپنی مفلسی دور کرنے کے لیے سیکھا تھا۔ اب اس کے لیے کوئی مالی مسئلہ نہ تھا۔

اس نے موہن لال کو طلب کیا۔ جب وہ اس کے سامنے حاضر ہوا تو اس نے کہا۔ ''میں یہ چاہتا ہوں کہ کالا منتر کے علم سے محروم ہو جاؤں۔''

''تم ابھی اور اسی وقت سے اپنے آپ کو اس علم سے محروم سمجھو۔'' موہن لال نے جواب دیا۔

''لیکن میرے دوست! ایک خلش ساری زندگی میرے سینے میں پھانس بن کر گڑی رہے گی۔ اسے میں کیسے نکالوں؟''

''کون سی خلش......؟ کیسی خلش......؟'' موہن لال نے پوچھا۔

''میں نے نیرو کے دور میں پہنچ کر اپنے آپ کو جس طرح آلودہ کیا۔ وہ بڑا شرمناک ہے میری بیوی بڑی نیک سیرت ہے اس آلودگی کے باعث میں اپنے آپ کو اس کے قابل نہیں پاتا ہوں۔ میں اب پچھتا رہا ہوں کہ میں نے اس نیک اور معصوم لڑکی سے شادی کیوں کی؟ میں ساری زندگی ماہی بے آب کی طرح تڑپتا اور اپنے آپ کو ملامت کرتا رہوں گا۔''

''میں تمہیں اصل بات بتاؤں۔'' موہن لال نے کہا۔

''کیسی اصل بات......؟'' جوگی نے حیرت سے پوچھا۔

''اصل بات یہ ہے کہ وہ ایک رنگین اور سندر سپنا تھا۔ اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے تمہیں خوش کرنے کے لیے اسے حقیقت کا رنگ دے دیا تھا۔ لہٰذا تم آلودہ نہیں ہوئے اور نہ اس ماضی سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔''

(ختم شد)